

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

|| ۱۰ ||



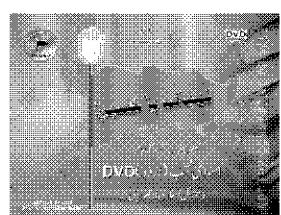
تألیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی لخجی

ترجمہ و تلیف: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری
سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کنیٰ



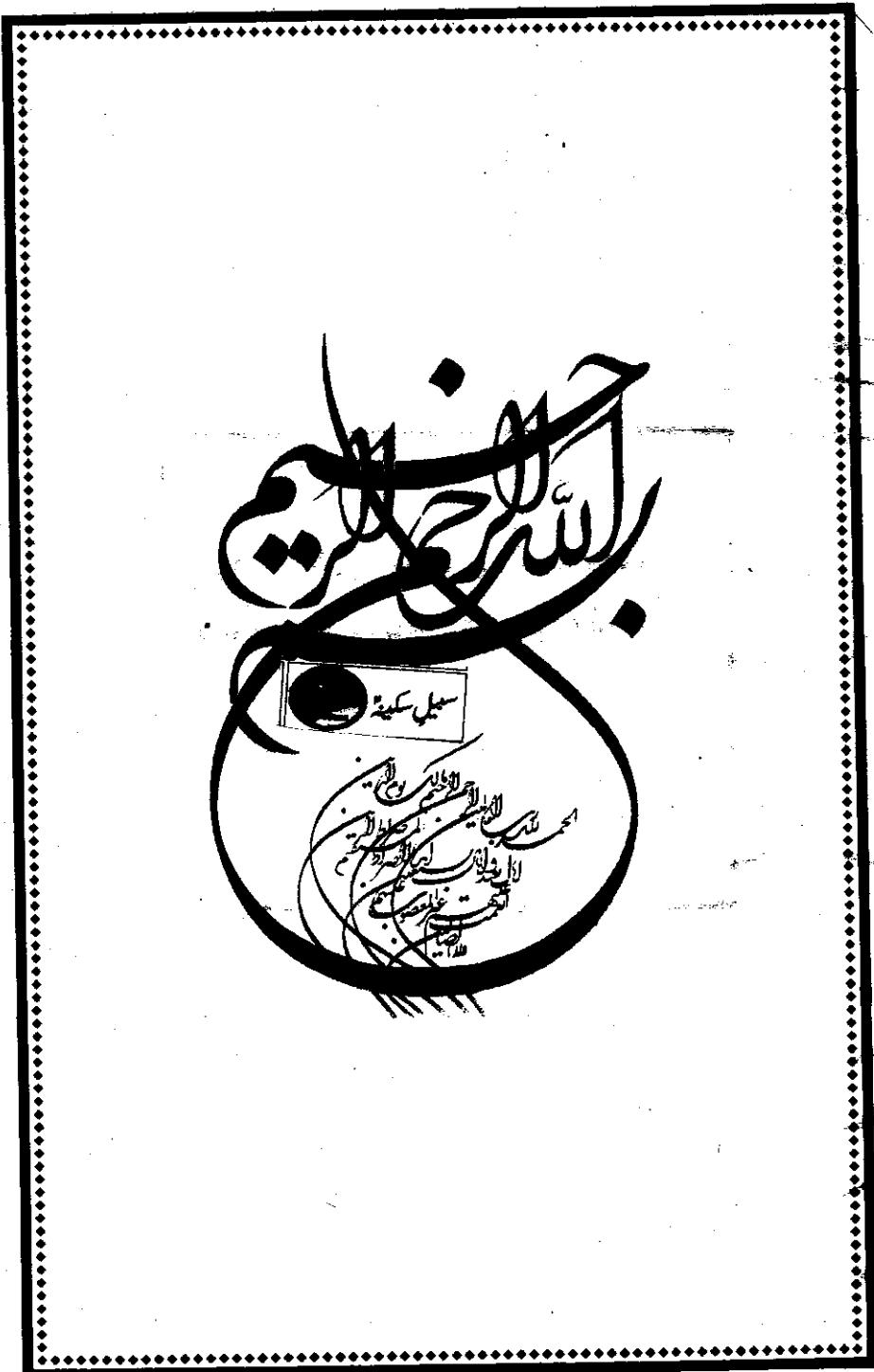
لَبِيكَ يَا مُحَسِّنٌ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو)

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

NOT FOR COMMERCIAL USE



**”ولادیہ علیٰ بن ابی طالب حضرتی
فمن دخل حضرتی امن من عذابی“**

علیٰ بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

حکایت قرآن و حدیث اور ادب میں

دسویں جلد (۱۰)



تألیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی الجفیری

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

امنی، عبدالحسین، ۱۳۷۸_۱۳۷۹

[لغہ پریٰ الکتاب والہنہ والادب۔ اردو۔ تجزیع]

نذر بر: قرآن، حدیث اور اداب میں رموز عبادتیں الائچی نجفی

جع و تخلص و سعادت اخ رضوی شوشی که با زیرین و آن را در

11-127-

ISBN: 978-600-92030-7-9 (٩٧٨-٦٠٠-٩٢٠٣٠-٧-٩)

نمای سنت توکی بر اساس اطلاعات فنا

کتاب نامہ: بصورت زرنویس

- شعر فرم ۲- علی بن ابی طالب (ع) امام اول، قبل از حجت، ۲۴۰ق، ایاث خلافت- ۳- ندر فرم- شعر- مجموع حا- ۴- شعر فرمی عربی-

مجموع حا الف رسمی شعور، علی اختر متجمب، عنوان چ. عثمان: الغیر سری الکتاب والشیوه والادب اردو، تحقیق

196/rer BPrrrZero، فبراير ٢٠١٩

شناختنامه مکتب

۱۰

جعفر علاء الدين

تخته خوش بارگاه علی پشت خوش

د. ناصر زاده

سید ساہدہ جمال رسمی اور پاپاں پوچھ کر
گھنٹے مل کر شکست

میتوانند در اینجا بخواهند که میتوانند در اینجا بخواهند

کو شگناه (۱)

۷-س: ملکیتیہ بیمار سور و پاں پورا (جیان بچار)

اساخت:

لعداوة

مئہ کا مختصر

پاکستان: گستان زیرا پہلی کیشنز، لاہور۔ ۵۳۰۰۰

البيان: هُمْ كُلُّ ذُرْتِ قرآنٍ وَعَرْتِ فاؤُظْلِيشِنْ، هُوَ سَقِيقٌ خَلابِانْ مجتَبارِكْ كَيْ دَاعِلِي كَيْ ۝۝۝، جَهَارَاهْ شَهِدَاهْ قَمِ المَقدَسَهْ

هندوستان: ۱- چمک پور، چمن پور، سوان، بیار، بن کوڈ، ۸۸۴۱۲۸۶

۱- نمی‌توان طبقه کارکنان ۵۸، شان بازده روز، سافر خانه پنجتی (مقابل اجر امشانی) ڈگری میں ۳۰۰۰۰ روپے

..... جملہ حقوق قرآن دعترت فاؤنڈیشن کلئے محفوظ ہیں

فہرست مطالب

	مذاق卜 خلفاء میلاد
۱۶.....	ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار
۲۲.....	بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق
۲۷.....	گفتار و کردار کے تباہ
۳۲.....	چند نمونے دیکھئے
۳۲.....	نظریہ ابن عمر، فقال و صلاۃ کے بارے میں
۳۷.....	ابن عمر کی نماز
۴۰.....	ابن عمر کا دوسرا اذکر
۴۱.....	ابن عمر اپنے باپ کی بیعتیں زندہ کرتے ہیں۔
۴۸.....	عشرہ بشرہ
۷۷.....	ظلہم ہوش ربا
۸۳.....	فضائل معاویہ کے لاف و گزار
۹۱.....	معاویہ انصاف کے ترازو پر
۱۱۲.....	۱۔ معاویہ اور شراب
۱۱۶.....	۲۔ معاویہ کی سود خوری
۱۱۶.....	۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی
۱۱۷.....	۴۔ عیدین میں اذان کی بدعت
۱۱۹.....	۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی۔
۱۲۰.....	۶۔ بحث میں الائچین کی بدعت

۱۲۱.....	۷۔ قصاص کے محاٹے میں بدعت
۱۲۲.....	۸۔ نماز میں مسنون عکسروں کو ترک کیا
۱۲۳.....	۹۔ علیؑ کی خدمت میں اللہ حکم لیک کہنا چھوڑ دیا
۱۲۴.....	توجہ طلب
۱۲۵.....	۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت
۱۲۶.....	۱۱۔ حد خداوندی کا ترک
۱۲۷.....	۱۲۔ معاویہ ناجائز لباس پہننا ہے
۱۲۸.....	۱۳۔ سے ۲۲ حکم کا عکسین ترین جرم ”زیاد“ کو اپنا بھائی بنایا۔
۱۲۹.....	۱۴۔ زیدی کی ولی عہدی عکسین ترین پاپ
۱۳۰.....	دوسرائی
۱۳۱.....	شام میں بیعت زید اور امام حسنؑ کا قتل
۱۳۲.....	عبد الرحمن بن خالد اور بیعت زید
۱۳۳.....	سعید بن عثمان
۱۳۴.....	بیعت زید کے متعلق معاویہ کے خطوط
۱۳۵.....	دوسری صورت
۱۳۶.....	سعید بن عاصی کے نام معاویہ کا خط
۱۳۷.....	معاویہ کا خط امام حسینؑ کے نام
۱۳۸.....	مدینہ میں بیعت زید
۱۳۹.....	پہلا سفر
۱۴۰.....	بیعت کی سعی میں دوسرا سفر
۱۴۱.....	۱۵۔ صفات تاریخ پر معاویہ کے سیاہ کارنائے

۱۷۱.....	معاویہ کی علی سے جنگ
۱۷۸.....	بے۔ فرزند گجرخوارہ کی تباہ کاریاں
۱۷۹.....	۱۸۔ ناروا آہتیں
۱۸۳.....	معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا عذر لانگ
۱۸۵.....	و فود کی کہانی
۱۸۵.....	پہلا وفد
۱۸۷.....	دوسراءوفد
۱۹۰.....	پردہ اٹھتا ہے
۱۹۲.....	معاویہ نے ہر بڑے ہاتھوں حضرت علی کا جواب لکھا
۱۹۷.....	صاف صاف
۱۹۹.....	معاویہ کے گندے ارادے
۲۰۲.....	کلمات و ارشادات
۲۰۳.....	تحکیم کا مقصد
۲۰۴.....	لچر دلائل
۲۰۷.....	اجتہاد کیا ہے؟
۲۱۷.....	اجماع
۲۱۷.....	قیاس
۲۲۰.....	دوسراءبہانہ
۲۲۳.....	تیسرا روایت

منا قب خلفاء ثلاثہ

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں جب ہم صحابہ کرام کے درمیان کسی کو ترجیح دیتے تھے تو سب پر ابو بکر کو ترجیح دیا کرتے تھے، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان کو۔ (۱) یہی حدیث فضل عثمان کے باب (۲) میں یوں ہے کہ ہم رسول خدا کے عہد میں کسی کو ابو بکر کے برابر نہیں سمجھتے تھے پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان۔ پھر ہم رسول کے اصحاب کو ایک دوسرے پر فضیلت دیئے بغیر چھوڑ دیا کرتے تھے۔

یہی روایت تاریخ بخاری، (۳) مندادحمد (۴) میں بھی ہے۔ داؤد (۵) اور طبرانی (۶) نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ: ہم لوگ رسول کے سامنے کہتے تھے افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان۔ رسول خدا یہ سن کر انکار نہیں فرماتے تھے۔ (۷)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس روایت کو اہل سنت کے علماء نے عقیدہ کی اساس کی حیثیت سے تسلیم

۱۔ سعیج بخاری: ج ۵، ص ۲۲۲۔ (ج ۳، ص ۱۳۳۷ حدیث ۲۳۵۵)

۲۔ سعیج بخاری: ج ۵، ص ۲۶۲۔ (ج ۳، ص ۱۳۵۲ حدیث ۲۳۹۲)

۳۔ تاریخ بخاری: ج ۱، قسم ۲ ص ۱۳

۴۔ مندادحمد: ج ۲، ص ۱۲، (جلد ۲، ص ۸۲، حدیث ۲۱۱۲)

۵۔ منداداؤد: (ج ۳، ص ۲۰۶ حدیث ۲۶۷۸)

۶۔ احمد الکبیر: (ج ۱۲، ص ۲۲۰ حدیث ۱۳۱۳۲)

۷۔ سعیج البخاری: ج ۷، ص ۱۳ (ج ۷، ص ۱۹) تاریخ ابن کثیر: ج ۷، ص ۲۰۵ (ج ۷، ص ۲۳۰ حدیث ۲۵۳۶) سنن ترمذی: ج ۳، ص ۱۶۱، ۱۶۲

(ج ۵، ص ۵۸۸ حدیث ۷۷۰) طرح التشریب: ج ۱، ص ۸۲

کیا ہے اور مشکلین نے اسی روایات سے استدلال کیا ہے۔ علماء حدیث اس کے نقل میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ جھوم جھوم کراس کی شرحوں کے ابصار لگائے ہیں۔ خلافت راشدہ کی عمارت اسی روایت پر تعمیر ہوئی ہے، اسلام کی عظیم ترین بیعت سقیفہ کو اسی روایت سے تو انائی ملتی ہے۔ اس لیے وضاحت کے لئے اس کا تفصیلی تجویز ضروری ہے۔

عبداللہ بن عمر زمانہ رسالت میں کسی خوبی و برتری کے حامل نہیں تھے، وہ اس وقت بالغ بھی نہ تھے۔ اسی لئے رسول خدا نے انھیں بدر واحد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ صحیح بخاری (۱) کے مطابق وہ جنگ خندق میں پندرہ سال کے ہوئے تو اجازت جنگ ملی، ارباب سیرت کے مطابق وفات رسول کے وقت ان کی عمر بیش سال سے زیادہ نہ تھی، فطری طور سے اس سن و سال کا آدمی محاسن و فضائل معین کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو طویل معاشرتی تجویز، رائے صائب اور باریک بینی وقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ فضیلت کا معیار وہ معین کر سکتا ہے جو شخصیتوں کے نفیات و عقائد پہچانتے ہوئے معیار فضیلت کی کسوٹی پر پرکھ سکے اور اس سلسلے میں وہ خواہش نفسانی کا شکار نہ ہو۔

ابن عمر کی اس روایت کے متعلق ابن حجر (۲) کا خیال یہ ہے کہ اس سکوت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فضیلت کا دروازہ بعد کے لئے قطعی بند ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث غلط اس صورت حال میں غلط ہو جائے گی۔

ان حاشیوں نے جو زمانی قید گائی ہے وہ حضرت علیؓ کے زمانہ یا رسولؐ بعد کے زمانوں میں فضائل نفسانی و اخلاقی کے مقابل قطعی پھر یعنی لغو، بے ربط پونج حضرت علیؓ کی مدح قرآن و حدیث میں ہے جس کی وجہ سے انہیں تمام صحابہ پر ترجیح حاصل ہے، عمر کی بزرگی و بڑھاپا کبھی فضیلت میں اضافہ نہیں کرتے۔

۱- صحیح بخاری: (ج ۶، ص ۷۷)۔ (ج ۲، ص ۳۸۶) حدیث (۲۵۲۱)۔ تاریخ طبری: (ج ۲، ص ۲۹۶)۔ (ج ۲، ص ۲۷۷)۔ عواد الانثر: (ج ۲

ص ۲۷۷)۔ (ج ۱، ص ۲۱۰)۔ فتح الباری: (ج ۷، ص ۲۲۲)۔ (ج ۷، ص ۳۹۳)

۲- صحیح الباری: (ج ۷، ص ۱۷۱)

یہ بیعت ابو بکر کے سلسلے میں ارباب سقینہ کی ان نادانیوں کے برخلاف قرآن و حدیث میں موجود درج علیٰ کو دیکھنا چاہیے اس کے علاوہ اگر صرف حدیث انس پر توجہ دی جائے تو فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا کہ ابن عمر کو اس کرتے ہیں:

قال رسول اللہ : ان اللہ افترض عليکم حب ابی بکر و عمر و عثمان و علیٰ
کما افترض الصلاہ والزکاہ والصوم والحج . فمن انکر فضلہم فلا تقبل منه
الصلوة ولا الزکوۃ ولا الصوم ولا الحج . (۱)

اس کے علاوہ ابن عمر کا یہ خیال ہے اور ان کے باپ عمر حضرت علیٰ کے متعلق کہتے ہیں کہ
”هذا مولای و مولا کل مومن . من لم يكن مولا فليس بمومن۔“ (۲)
ابن عمر کا اصحاب ثلاثہ کے بعد سکوت اس قدر پھر تھا کہ اسے صاحب استیعاب نے حدیث جدیدہ
کے ذریعہ چھپایا۔ حالانکہ وہ منکر الحدیث اور متروک ہے۔ (۳) اس کی روایت میں ہے کہ ابن عمر نے
کہا کہ ہم لوگ عہد رسول میں فضیلت کے سلسلے میں کہتے تھے کہ سب سے پہلے ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر
علیٰ۔

ایک دوسری روایت محمد ابی البلاط کے طریق سے ہے کہ ہم لوگ زمانہ رسول میں کہتے تھے کہ یہ
خلافت، رسول کے بعد ابو بکر کا حق ہے پھر عمر کا پھر عثمان کا اور پھر علیٰ کا حق ہے۔ اور اس کے بعد ہم
سکوت کرتے تھے۔ (محمد ابی البلاط کا ارباب جرح و تتعديل کے لیے یہاں کہیں اتنا پتہ تک نہیں ملتا۔) (۴)
ارباب فہم نے اگر الغدیر جلد ششم کا مطالعہ کیا ہو گا تو ان پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا کہ ابن عمر کی
رائے قطعی مہل اور باطل ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو سقینہ کے دن کیوں کرنے پیش کیا گیا، وہاں تو صرف

۱۔ ریاض الصغرۃ: ج ۱، ص ۲۹ (ج ۱، ص ۲۳)

۲۔ فتوحات الاسلام: ج ۲، ص ۳۰۷۔ شرح الموارد بزرقاں: ج ۷، ص ۱۲

۳۔ سان الیمن: ج ۲، ص ۱۰۵۔ ج ۲، ص ۱۸۳۔ (ج ۲، ص ۱۳۲ نمبر ۱۹۲۹۔ ج ۲، ص ۲۱۲ نمبر ۵۲۸۶)

۴۔ سان الیمن: ج ۵، ص ۹۶۔ (ج ۵، ص ۱۰۹ نمبر ۱۰۷)

دلیل وی گئی کہ ابو بکر یا رغار ہیں اس لئے مستحق خلافت ہیں۔ پھر تو دھواد دھار دھاندی اور قتل و غارت گری کے ذریعے چار پانچ کی بیعت کو ساری امت پر تھوپ دیا گیا۔ خود یا رغار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ جب ایک یہودی نے ابو بکر سے کہا کہ مجھ سے رسول خدا کے اوصاف بیان فرمائیے تو انہوں نے کہا کہ میں رسول کے ساتھ دو الگیوں کی طرح تھا لیکن اوصاف رسول بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ اس سلسلے میں علیؑ سے رابطہ قائم کرو۔ اور پھر حضرت علیؑ نے اوصاف رسول بیان کئے۔

سوال یہ ہے کہ محض غار کی صحیت مستحق خلافت کیسے بنادے گی؟ جب کہ حضرت علیؑ نے مہد سے لیکر لمب تک حق رفاقت نہ جایا، رسول کے ساتھ سائے کی طرح رہے، قرآن کی روشنی میں وہ نفس رسول تھے، ان کی ولایت رسول اور خدا کی ولایت سے متصل تھی، ان کی مودت اجر رسالت قرار پائی۔ حدیث: ”من كنت مولاہ فعلی مولاہ“ کے بعد بھی کسی دوسرے کو مستحق خلافت سمجھنا کس قدر حیرت ناک امر ہے۔

اگر متذکرہ حدیث مفاضل صحیح تھی تو صحابہ کے سامنے پیش کی جاتی۔ لیکن وہاں تو جو تم پیزار، الزام و جوابی الزام کے بعد حضرت علیؑ کو قتل کرنے تک کامن صوبہ بن گیا تھا۔ کسی کو یہ حدیث یاد نہ آئی۔ رسول کا جنازہ اسی صورت میں تین روز تک پڑا رہا۔ ابو بکر و عمر نے جنازے میں شرکت بھی نہ کی۔ چنانچہ علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کی دفن رسولؐ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے اہم امر خلافت میں منہک تھے۔ کیونکہ اگر بیعت کا معاملہ تاخیر میں پڑتا تو اختلاف شدید اور خطرناک مفاسد روپنا ہوتے۔

اگر عبد اللہ بن عمر کی حدیث صحیح ہے تو ابو بکر نے بروز سیفہ عمر اور ابو عبیدہ کو خود پر ترجیح کیوں دی؟ یہ کیوں کہا کہ ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کرو؟ ابو بکر نے ابو عبیدہ گورکن سے کیوں کہا کہ آٹمہاری بیعت کرلوں، تم بقول رسولؐ اکرم اس امت کے امین ہو۔

ابو بکر نے تقریر میں کیوں کہا کہ: بخدا میں تم سے افضل نہیں ہوں اور نہ اس منصب کا سزا اوار ہوں۔ انہوں نے اپنا جانشین عمر کو کیوں بنایا؟ دوسروں پر انہیں ترجیح دی تو صحابہ نے غم و غصہ کا مظاہرہ کیا

ہر ایک اپنے کو مستحقِ خلافت سمجھتا تھا۔ کیوں عشرہ مبشرہ کی فرد طلحہ نے ابو بکر سے کہا کہ سنگدل عمر کو خلیفہ بنانے کر خدا کو کیا جواب دو گے؟ ابو بکر اپنی عمر کے آخری یام میں پیشیانی کا مظاہرہ کیوں کرتے تھے کہ کاش میں نے یہ خلافت کا بار عمر یا ابو عبیدہ کی گردن پڑاں دیا ہوتا؟ وفاتِ شفیبؑ کے دن عمر نے ابو عبیدہ کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرنی چاہی؟ عمر نے ابن عباس سے کیوں کہا کہ بخدا مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ مستحق علی ہیں؟ عمر زخمی ہوئے تو ابن عمر نے باپ سے کہا: آپ علیؑ کو خلیفہ کیوں نہیں بنادیتے؟ جواب دیا: میں پسند نہیں کرتا کہ میری زندگی میں یا میرے بعد علیؑ خلیفہ ہوں۔ (۱)

ارکان شورمنی سے کیوں کہا کہ بخدا اگر علیؑ کو حکمران بنادیا جائے تو تمہیں حق پر چلا کیمیں گے۔ پوچھا گیا: یہ جانتے، ہوئے، بھی، آپ، انھیں، خلیفہ، کیوں، نہیں، بناتے، جواب، دیا: اگر جانشین، بناوں تو جو مجھ سے بہتر تھا (ابو بکر) اس نے جانشین بنایا اور اگر نہ بناوں تو بھی جو مجھ سے بہتر تھا (رسول خدا) اس نے معاشرے کو بے جانشین چھوڑا۔ (۲) آخر کیوں عمر نے زخمی ہونے کے بعد سالم کو خلیفہ بنانے کی آرزو کی کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو انھیں خلیفہ بنانے میں مجھے کوئی تردید نہ ہوتا۔ (۳) بھی سالم کے ساتھ ابو عبیدہ جراح کے زندگی کی تمنا کرتے تھے۔ (۴) کبھی کہتے کہ ابو عبیدہ کی جانشین بنانے میں کسی سے مشورہ نہ کرتا۔ (۵)

عائشہ نے ابن عمر کو ذریعہ عمر کے سلام پہنچا کر جانشین نامزد کرنے کی خواہش ظاہر کی تو عمر نے کہا کہ اگر ابو عبیدہ، معاذی خالد زندہ ہوتے تو بڑے فخر سے انھیں کو خلیفہ بناتا۔ (۶)

- ۱۔ انساب الاشراف: ج ۵، ص ۱۶ (ج ۲، ص ۱۲۰)۔ استیغاب: ج ۲، ص ۳۱۹ (اقسام الملاک: ص ۱۱۵۲۔ نمبر ۸۷۸)؛ فتح الباری: ج ۷، ص ۵۵ (ج ۷، ۲۸)۔ شرح ابن القیدی: ج ۳، ص ۲۷۴ (ج ۱۲، ص ۲۴۰)۔ خطبہ (۲۲۲)
- ۲۔ ریاض الحضرۃ: ج ۲، ص ۲۳۱۔ (ج ۲، ص ۲۵)
- ۳۔ اتمید بالقلائل: ص ۲۰۳۔ طرح التحریب: ج ۱، ص ۳۹۔ تاریخ طبری: ج ۵، ص ۳۲۔ (ج ۳، ص ۲۲۷ جواہر ۲۲۳)
- ۴۔ طبقات ابن سعد طیح لیدن: ج ۳، ص ۲۳۸۔ (ج ۳، ص ۲۳۸)
- ۵۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۱۲۰۔ (ج ۲۵، ص ۳۲۱۔ نمبر ۳۰۵۱)
- ۶۔ امامۃ والیاسۃ: ص ۲۲۔ ج ۱، ص ۲۸۔ اعلام النساء: ج ۲، ص ۶۷۔ ج ۳، ص ۸۷۶۔ ج ۳، ص ۱۲۷

اس کے علاوہ ابووالیل نے ابن عوف سے اعتراض کیا کہ علیؑ کو چھوڑ کر تم نے عثمانؑ کی بیعت کیوں کی۔ (۱) معاویہ نے کہا کہ یہ خلافت میں عبد مناف کی چیز تھی لیکن لوگوں نے ابو بکر و عمرؑ کی بیعت کر لی۔ عباس نے علیؑ سے کہا: ہاتھ بڑھاؤ میں تم حماری بیعت کروں۔ (۲) عباس نے ابو بکر کو لمحہ اڑا کہ قرابت و صلاحیت دونوں لحاظ سے ہم ہی حقدار ہیں۔ (۳) بیعت عثمانؑ کے وقت عمر و مقداد کا اختلاف پھر بیعت کے بعد علیؑ کا عبدالرحمن بن عوف سے احتجاج کر آج دیا ہے کل لینے کے لئے حالانکہ خدا ایسا نہ کرے گا۔

زبیر نے کہا تھا کہ اگر عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے تو میں طلحہ کی بیعت کروں گا کیونکہ بخدا بیعت ابو بکر ایک ہنگامی حادث تھا جو ختم ہو گیا۔ زبیر نے طبع خلافت کے الزام میں سبقت و قرابت کی دہائی دی۔ حضرت علیؑ نے خطبہ شفیعیہ میں ابو بکر کے زبردستی پیرا ہن خلافت پسند کا مذکورہ کیا۔ شیخین کے بعد خدا رسولؐ کے محبوب ابو عبیدہ تھے۔ عائشہ ان تین کا نام لے کر چپ ہو جاتی تھیں۔ ان ابی ملیکے کے جواب میں عائشہ نے انہیں تین کے نام کے بعد خاموشی اختیار کی ہے، آخر کیوں؟

ابن عمرؑ کی حدیث مفادہ سے خود انہیں کی مردوی حدیث میں نہیں کھاتی کہ لوگ بلاں کو ابو بکر پر ترجیح دیتے تھے یہاں تک کہ خود بلاں نے کہا:
میں تو خود ان کا عمل صالح ہوں۔

کہاں ابن عمر کی بکواس اور کہاں کعب بن زبیر، ربعیہ بن حارث، فضل بن ابی اہب، عبد اللہ بن ابی سفیان، نجاشی، جریر بن عبد اللہ بجلی، زجر بن قیس کے شاندار اشعار، جن میں حضرت علیؑ کی ولایت، وصیات اور طہارت کا اعلان کیا گیا ہے۔

آپ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ ابن عمر نے جو خلفاء ثلاثہ کو حضرت علیؑ پر ترجیح دی ہے اس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر اور حکومت اسلامی اپنے اصلی مرکز سے قطعی دور جا پڑی ہے۔ نص

۱۔ مندرجہ: ج ۱، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۱۶۰ حدیث ۵۵۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۷، ص ۲۲۵۔ (ج ۲۲، ص ۲۵۲ نمبر ۳۱۰)

۳۔ الامامة والسياسة: ج ۱، ص ۱۵۔ (ج ۱، ص ۲۱)

اور الہی تعین کی جگہ پر چند افراد کے اختیالی تماشے نے حکمرانی کو مطلق العنان اور ذمہ کو کراسی کی طرف پہنچا دیا۔ خواہ لوگ راضی ہوں یا نہیں۔ پھر شوریٰ کا تماشہ ہوا جس میں عبد الرحمن، بن عوف کی شمشیر علیٰ کی گروپ پر چکی اور حکومت سراسرا استبدادی ہو کر رہ گئی۔ طبیعی این طبقی اور شجرہ ملعونہ کے چھوکرے حکومت سے گیند کی طرح کھلینے لگے۔ یزید جیسا بد کردار حکمران بن گیا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ معزز، مشاہیر افراد جو خیر و صلاح سے آراستے تھے، ان کا ذرا بھی حکومت میں اثر نہیں رہ گیا بلکہ وہ اقتصادی و سیاسی فشار میں چلا کر دیئے گئے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ قانون الہی کا تیبا پانچا کیا جاز ہا ہے، قرآن پس پشت ڈال دیا گیا ہے، سنت مت روک ہو گئی ہے۔ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہے۔

خدا کی پناہ! لوگ کیسے گتائی ہو گئے تھے کہ اصحاب کا احترام خانہ حرمت رسول کا الحاظ۔ حکم رسول کے خلاف علیٰ کو خلفاء ثلاثہ سے پست دکھایا جا رہا تھا۔ عام آدمیوں کی صفت میں علیٰ کو لا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ احادیث رسول جس میں علیٰ کو منتخب روزگار، اور احادیث حیرتمن، خیر البریہ، محبوب خدا اور رسول، بخنزہ سر، بخنزہ ہاروں میں موی اور اپنا گوشہ و پوست اور خون کہا ہے، ان کی صلح و جنگ کو اپنی صلح و جنگ کہا ہے، ان کے مقابل اپنی من مانی بیان کر کے ثلاثہ کو برتری دی جا رہی تھی۔ اگر ثلاثہ کے بعد بھی لوگ برابر تھے تو کیا علیٰ کے لئے آئی تطمیئن، آئی مہبلہ اور آئیہ ولایت نہیں نازل ہوئی۔ یہ آیات ابن عمر کے قول سے متفاہیں؟ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہیں؟ کیا نور و ظلت، عالم و جاہل، فاقہ و مومن، اندھا بہر اور آنکھ والا اور سننے والا برابر ہے؟ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

ذرا سیکھئے تو کہ علیٰ کو خلاشہ کے بعد عام آدمیوں کے صفت میں لا یا گیا ہے جبکہ سابق الاسلام، اولين نماز گزار اور ساقی کوثر، محبوب خدا اور رسول اور لافتی کے مصادق تھے۔ ابن عمر نے اپنی ذیلی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جاہظ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو سبقت اسلامی، پاسداری اسلام اور زہد و پاکداری، بخشش و صدقہ اور جملہ محاسن و فضائل کے لئے علیٰ کے مقابل دوسرا کوئی نام پیش کرے۔ (۱)

۱۔ ثمار القلوب شعبانی، ص ۶۷۔ (ص ۷۸ حدیث نمبر ۱۲۲)

ابن عمر کیسے ثلاثہ کے بعد سب کو ایک لڑکی سے ہانگما ہے جبکہ اہل بیت میں عشرہ بہترہ ہی ہیں۔ خود احادیث کی روشنی میں ابوذر جیسے شبیر جیسی ہیں، (۱) عمر جیسے سراپا ایمان، (۲) ابن مسعود جیسے شبیر محمد، (۳) حذیفہ جیسے مقرب رسول (۴) اور سلمان فارسی جیسے لقمان عصر تھے، (۵) عباس عم رسول تھے جن کے واسطے سے عمر دعا کرتے تھے۔ (۶) معاذ و اسامہ اور دوسرے معزز اصحاب رسول تھے۔ ابن عمر کو ان حضرات کی عظمت کا پتہ نہیں تھا۔ ابن عمر جیسا ذمیں اس بات پر بھی راضی نہ ہوا کہ عثمان سے افضل کہے جنہیں عادل صحابہ نے قتل کر دیا۔ معاویہ، مخیرہ، مروان، ابوکبر بن شعوب، ابو طلحہ جیسوں سے افضل ہوں جن کے لئے سیاہ کردار سے صفات تاریخ بھرے ہوئے ہیں۔

ابن عمر کی بیعت اور بیعت سے انکار

یہ ابن عمر کی حقائق فہمی کا معیار تھا اور اسی حماقت کی وجہ سے وہ امیر المؤمنین کی بیعت سے روگرداں رہے اور عثمان کی بیعت کر لی بلکہ عثمان کے ساتھ آخری ایام تک جب کہ تمام مہاجرین و انصار خلیع بیعت

- ۱۔ طبقات ابن سحد: ج ۲، ص ۲۷ و ۲۸، بیچ لیدن۔ (ج ۲، ص ۲۲۸ ترمذی: ج ۲، ص ۲۲۱۔ ج ۵، ص ۲۲۸ حدیث ۱۳۸۰۲، ۱۳۸۰۱۔
- ۲۔ سن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۲۸۔ ج ۱، ص ۵۵۵ حدیث ۱۵۶۔ مندرجہ: ج ۲، ص ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵۔ ج ۵، ص ۱۹۷۔ ج ۲، ص ۳۳۲۔ ج ۲، ص ۳۲۷ حدیث ۲۲۸۲۔ ص ۳۲۱ حدیث ۱۵۹۳۔ ص ۳۲۶ حدیث ۲۰۳۸۔ ج ۱، ص ۲۵۵۔ حدیث ۲۱۲۷۔ ج ۷، ص ۵۹۵۔
- ۳۔ المسدر رک علی الحسنین: ج ۳، ص ۳۲۲۔ ج ۳، ص ۳۸۵ حدیث ۵۳۶۰۔
- ۴۔ المسدر رک علی الحسنین: ج ۳، ص ۳۸۸۔ ج ۳، ص ۳۲۷ حدیث ۵۶۶۲۔ ص ۳۹۲۔ ص ۳۳۲ حدیث ۵۶۷۶۔
- ۵۔ المسدر رک علی الحسنین: ج ۳، ص ۳۲۰۔ ص ۳۲۱ حدیث ۵۳۹۶۔
- ۶۔ صحیح مسلم کتاب الحشر: ج ۵، ص ۲۹۰ حدیث ۲۲۔ مندرجہ: ج ۵، ص ۳۸۶۔ ج ۵، ص ۵۳۳ حدیث ۲۲۷۰۔ ج ۵، ص ۳۸۸۔
- ۷۔ ص ۵۳۶ حدیث ۴۲۸۰۔ دلائی النحوۃ بیہقی: ج ۲، ص ۳۰۶۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۳، ص ۹۲۔ ج ۱، ص ۱۲۳۔
- ۸۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۶، ص ۲۳۹۔ الاصلیۃ: ج ۱، ص ۳۱۸۔
- ۹۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۲، ص ۲۰۳ و ۱۹۸۔ ج ۲۱، ص ۳۲۲ و ۳۰۸۔
- ۱۰۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: ج ۱، ص ۳۵۰ و ۳۵۱۔
- ۱۱۔ المسدر رک علی الحسنین: ج ۳، ص ۳۲۳ و ۳۲۵۔ ج ۳، ص ۳۲۸ و ۳۲۹۔

کے طبقاً رسمیہ عثمان کے وقاریر ہے۔ عثمان کے ساتھ اسی فریب کاری نے انہیں قتل کر دیا۔ بلاذری نے عمرناخ کا بیان نقل کیا ہے کہ ابن عمر نے مجھ سے کہا کہ عثمان نے ایام حاضرہ کے درمیان مجھ سے پوچھا:

مغیرہ بن افسن کے مشورے کے متعلق تہاری کیارائے ہے، جو کہتا ہے کہ خلع بیعت نہ کر دے تو قتل ہو گے، اس لئے حکومت چھوڑ دو؟

میں نے کہا: اگر حکومت نہ چھوڑ دے تو کیا قتل سے زیادہ کچھ ہو گا؟ کہا: نہیں۔ میں نہ کہا: تو پھر اسی روایت قائم نہ کرو کہ عوام جب چاہیں خلع بیعت کر لیں۔ جس جائے کو خدا نے تمہیں پہنچایا ہے اسے بدن سے علیحدہ نہ کرو۔ (۱)

اسی کے ساتھ دوسری روایات میں دیکھئے کہ بام خانہ پر عثمان کو دیکھ کر ایک بلوائی نے کہا کہ اسے قتل نہیں کریں گے بلکہ معزول کریں گے۔ عثمان نے کہا: میرے لئے قتل ہونا آسان ہے لیکن معزول ہونا مشکل ہے۔

کس قدر احتمانہ رائے ابن عمر نے دی تھی۔ معزول ہونے کی روایت قائم ہونے سے کہیں زیادہ قتل ہونے کی سمجھیں روایت ہو گئی۔ جہاں تک حکومت کے وقاریکی بات ہے وہ تو خلع اور قتل دونوں صورت میں ممکن تھا لیکن قتل ہونا زیادہ بدتر ثابت ہوا۔ اگر عثمان علیحدہ ہو جاتے تو ان کے زندہ رہنے سے بے شمار فتنے جو بعد میں پیدا ہوئے وہ نہ ہوتے۔ ایک سبکی فتنہ کہ زندہ رہنے تو آواز تھی کہ نعشل کو قتل کر دو جب قتل ہو گئے تو نعشل کے انتقام کی صدابند ہوتی۔ اور پھر جھوٹ، فریب اور نیزگی کا شرمناک تمثیل ہوا۔ ایک خاتون نے ڈرامہ دوسرے شام کے عفریت نے تالک کیا۔ ایک صاحب فلسطین سے چلائے مجھے عمر دعا صکتے ہیں، ہمیں نے وادی الباع میں بیٹھ کر عثمان کو قتل کر دیا۔

یہ کہکے تیزی سے اپنے کو معاویہ کے پاس پہنچا دیا اور پھر انتقام خون عثمان کی گھار مجاہنے لگا۔ صفين جسی لڑائی ہوئی اور بے شمار صحابہ وتابیین کے ساتھ یکوکار حضرات قتل ہوئے۔ کیا یہ ابن عزیز کی

امقانہ رائے کا نتیجہ نہیں تھا؟ اگر عثمان نے اخس کا ہمدردانہ مchorہ مان لیا ہوتا تو معاشرہ میں شورش نہ ہوتی اور ملک آباد رہتا۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ قتل عثمان کی وجہ سے صوبوں میں شورش ہوئی اور محل و صحن اور شہروان جیسی لوایاں ہوئیں، یہ تو قتل عثمان کی وجہ سے ہوئیں یا اس کا نتیجہ تھیں۔ (۱) ارشاد رسول گر اس پر مصیبت نازل ہو گی ان کا حادثہ قتل ہی مراد ہے۔ (۲)

مجھے تو ابن عمر کے اقدام بیعت عثمان اور بیعت علی سے انحراف میں کوئی داشمندی نظر نہیں آتی نہ کوئی معقول ولیل ہی نظر آتی ہے۔ صرف ایک بہانہ جسے ابن حجر نے تراشا ہے کہ ابن عمر خلافت علی کے قائل نہ تھے کیونکہ ان کی بیعت نہیں کی تھی چونکہ ان کی بیعت میں شدید اختلاف رونما ہو گیا تھا اور ابن عمر کا عقیدہ تھا کہ جس کی مختصر بیعت ہو گی اسی کی بیعت کریں گے۔ اسی ولیل سے ابن زیر اور عبد الملک کی بیعت نہ کی (کیوں کی یہ دونوں آپس میں برس پیار تھے)۔ بیزید کی بیعت کر لی پھر ابن زیر کے بعد عبد الملک کی بیعت کی (۳) وہ کہتے ہیں کہ ابن عمر نے اس مدت میں ابن زیر اور عبد الملک کی بیعت سے اپنے کوروکے رکھا جس طرح اس سے قبل علی یا معاویہ کی بیعت سے اپنے کوروکے رکھا تھا لیکن جب امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی تو ابن عمر نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ معاویہ کے بعد بیزید کی بیعت کی۔ اسی طرح بعد میں اختلاف ہوا تو ابن زیر اور عبد الملک یہ کہا تھا برستاد کیا جب ابن زیر قتل ہوئے تو عبد الملک کی بیعت کر لی۔ (۴)

ابن حجر کا لچر بھی بے ربط۔ لخواربے بنیاد بہانہ مخفی عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق حضرت علی نے اس سے بیعت کرنے کو کہا تو اس نے انکار کیا۔ فرمایا: تو پھر ضامن

۱۔ فتح الباری: ج ۱۲، ص ۱۰۔ (ج ۱۳، ص ۳۳ و ۱۵)

۲۔ فتح الباری: ج ۱۲، ص ۳۶

۳۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۱۹

۴۔ فتح الباری: ج ۱۲، ص ۱۶۵۔ (ج ۱۳، ص ۱۹۵)

دو کہ شہر سے باہر نہ جاؤ گے۔ اس نے خامن بھی نہیں دیا تو مالک اشتر نے امیر المومنین سے عرض کیا یہ تازیانہ اور تکوار سے آسودہ خاطر ہے، فرمائیں تو اس کی گردون مار دوں؟ فرمایا: میں زور زبردستی بیعت لیا نہیں چاہتا، شخص بچپن سے بد اخلاق تھا اور بڑا ہوا تو اور بھی بد اخلاق ہو گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ دوسرے دن آ کر امیر المومنین سے کہنے لگا: چونکہ تمام لوگ آپ کے موافق نہیں ہیں اس لئے معاملہ کو شوری پر چھوڑ دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: وائے ہو! یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ کیا تجھے انبوہ بیعت کی خبر نہیں، مکل جایہاں سے دفعان ہو جا۔ تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ دوسرے دن معلوم ہوا کہ وہ مکد جا کر حضرت علیؑ کے خلاف شورش برپا کر رہا ہے۔ آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو آپ کی صاحب زادی ام کلثوم نے عرض کی: امیر المومنین! وہ مکد چلا گیا ہے اور آپ کی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں کر رہا ہے فقط وہاں پر سکونت پذیر ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے اس لئے سفارش کی کہ آپ کے شوہر کا لڑکا تھا اس لئے حضرت نے بھی کی بات مان کر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ (۱)

اب ذرا ابن عمر سے پوچھئے کیا تم نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ اکثر لوگ اس کے خالف تھے۔ صرف پانچ نفر سے بیعت تحقیق ہوئی تھی۔ اسی بیعت نے امت میں افتراق و انتشار پیدا کیا۔ ابن عمر نے تو یہ طوفان اور بد تیزی بہت نزدیک سے دیکھی تھی۔ کسی کوڈ رایا گیا، کسی کو قتل کیا گیا، کسی کو لاپچ دی گئی، اکثر پاک دامن حضرات اس سے کنارہ کش تھے اور خود ابو بکر اس بات کا اقرار کر رہے تھے کہ مجھ سے زیادہ حق دار علیٰ تم میں موجود ہیں۔

اپنے باپ اپ عمر کی بیعت بھی اس حال میں کی کہ اجماع کا دور دو رنگ پڑنہ تھا، حیرت انکا نامزدگی ہو گئی اور حکومت کو ایک تند خواکے حوالے کر دیا گیا۔ (نے ہاتھ باغ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں) قدم قدم پر لغزشوں کی صحافی، تمام لوگ اس نامزدگی سے سخت ناراض ہیں۔ ابو بکر پر پل میں پڑے ہیں کہ خدا کو کیا جواب دو گے؟ عوام پر ایک سنگ دل اکٹھ کو مسلط کر کے۔

۱۔ جواہر الاحسان طبع و درزیل کتاب المحرر الفائز جلد ۲ ص ۱۷

شوری کے مطابق عبد الرحمن کی دہڑتی: یا علی! بیعت کرو ورنہ گردن مار دوں گا۔ (۱) لیکن ابن عمر کو ان تمام اختلافات کا ذرا بھی پتہ نہیں۔ مزہ یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ معادیہ کی خلافت بھی جو لامع اور دھونس قتل کے بل پر ہوئی وہ بھی عمومی اتفاق کے ساتھ وجود پذیر ہوئی۔ ابن عمر کو یہ بھی پتہ نہیں کہ عشرہ مشیرہ کی فرد سعد بن ابی وقاص نے معادیہ کی بیعت نہیں کی۔ سعد نے ایک دن معادیہ سے کہا: اے بادشاہ سلامت آپ پر سلام۔ معادیہ نے کہا: مجھے امیر المؤمنین کیوں نہ کہا؟ سعد نے کہا: ہم لوگ مؤمنین ہیں، ہم نے تھیس امیر نہیں بنایا۔ تھیس امیر المؤمنین کیوں کہیں؟ (۲) ابن عمر کو تو یہ بھی پتہ نہیں کی این عباس بھی معادیہ کے مخالف تھے۔ حج کے موقع پر معادیہ مدینہ گئے۔ وہاں سعد، ابن عمر اور ابن عباس سے ملاقات ہوئی۔ معادیہ نے کہا: ابن عباس تم نے ہمارا حق نہیں پہچانا اس لئے ہمارے مخالف ہو موافق نہیں ہو حالانکہ میں عثمان کا چچیرا بھائی ہوں جو نا حق قتل ہوئے۔ میں دوسروں سے زیادہ حق دار خلافت اور بھی دور ہو جاتے ہو۔ تمہارے تمام استدلال قطع ہو جاتے ہیں۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابن عباس سے معادیہ نے ہاتھ اٹھایا۔ (۳)

خود عاصم نے معادیہ کی خلافت کو مسترد کر دیا، معادیہ نے کہا کہ مجھے تجب ہے کہ عاشرہ مجھے خلافت کے لائق نہیں سمجھتیں۔ بھلا اُنھیں اس سے کیا سروکار!

امام حسن نے فرمایا کہ اس سے زیادہ تجب کی بات یہ ہے کہ تم صدر مجلس میں ہو اور میں پائیں مجلس

- ۱۔ سعی بخاری باب کیف یا لائی الامام ح ۱۰۰ ص ۲۰۸ (ج ۲۶ ص ۲۲۳۵ ح ۱۷۸۱)؛ تاریخ طبری ح ۵۵ ص ۳۷ (ج ۲۰ ص ۲۲۲)؛ تاریخ خوارث ۲۲۸، ۲۲۹ حادث ۲۲۷ (الاہمۃ والیاۃ ح ۱۰۵ ص ۲۵)؛ تاریخ کامل ح ۲۰ ص ۲۲ (ج ۲۲ ص ۲۲۲)؛
- الصوات عن عمر ح ۳۱ ص ۱۰۶ (ص ۱۰۶)؛ تاریخ الباری ح ۱۳ ص ۱۶۸ (ج ۱۳ ص ۲۷)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۲ (ص ۱۰۲)
- ۲۔ تاریخ ابن عساکر ح ۵۵ ص ۲۵۱، ح ۶۰ ص ۱۰۶ (ج ۲۰ ص ۳۵۹ نمبر ۲۲۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ح ۹۹ ص ۲۶۹ (۲۶۹-۲۷۰)
- ۳۔ تاریخ ابن عساکر ح ۶۰ ص ۲۷ (ج ۲۰ ص ۳۶۰ نمبر ۲۲۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ح ۹۹ ص ۲۷۰

(۱) ہوں۔

اسی طرح اکثر بزرگ اصحاب مدینہ اس کے مخالف تھے اور اس پر اعتراض و ندامت کرتے تھے کیونکہ اس کی بدعتوں کے گواہ تھے۔ اپنی آنکھوں سے اس کے مظالم و جرم، دشام طرازیان قید و جلا و طقی کو دیکھ رہے تھے۔ گوکی ابن عمر خواب دیکھتا ہے کہ معادیہ کے تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اسی طرح عمر بن عبد العزیز نے خواب دیکھا۔ حالانکہ اصحاب رسول نے اس کی بدعتوں اور مجرمانہ حرکتوں کی وجہ سے مخالفت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول نے اس پر لعنت کی اور اس کے خلاف لڑنے کا حکم دیا ہے۔

جب بھی معادیہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ (۲) پتہ نہیں ابن عمر اس حدیث کی کیا تاویل کرے گا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا: پہلے کی بیعت پر باقی رہو۔ (۳) یہ بھی فرمایا:

جب بھی دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۴) یا یہ کہ جب بھی اتحاد قوی ہو اور دوسرا آکر خلافت میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ (۵) اور یہ ردایت تو ابن عمر عاص کی ہے کہ جو شخص کسی امام کی بیعت دل سے کر لے تو اسے تاحد امکان پیروی کرنی چاہیے، اگر دوسرا آکر برس پیکار ہو تو اس کی گردن مار دو۔

۱۔ شرح ابن الہدیج ح ۳۲ ص ۵ (ح ۱۶ ص ۱۲)

۲۔ کنز الدقائق منادی: ص ۱۰، (ح ۱، ص ۱۹)، "الکامل فی ضعفاء الرجال": (ح ۲، ص ۲۶۱ نمبر ۳۲۲)

۳۔ صحیح مسلم: ح ۲، ص ۷۱۔ (ح ۲، ص ۱۹) حدیث ۳۲۳ کتاب الامارہ۔ سنن ابن ماجہ: ح ۲، ص ۲۰۲ (جلد ۲ ص ۹۵۸) حدیث ۲۸۷۱
سنن عتنی: ج ۲، ص ۳۵ حدیث ۲۷۰۔ سنن ابو داود: ح ۲، ص ۲۹۷ (ح ۲، ص ۶) حدیث ۹۰۰۔
احکی: ح ۲، ص ۲۰۸ (مکمل ۱۷۷)

۴۔ صحیح مسلم: ح ۲، ص ۲۲۔ (ح ۲، ص ۱۲۲) حدیث ۶۱ کتاب الامارہ۔ المسند روک علی الحججین: ح ۲، ص ۱۵۶۔ (ح ۲، ص ۱۶۹)
حدیث ۲۶۲۵۔ سنن بیہقی: ح ۸، ص ۱۳۲۔ افضل ابن حزم: ح ۲، ص ۸۸۔ احکی: ح ۹، ص ۲۳۰ تفسیر الوصول: ح ۲، ص ۲۵
(ح ۲، ص ۳۲)۔

۵۔ صحیح مسلم: ح ۲، ص ۲۲۔ (ح ۲، ص ۱۲) حدیث ۶۰ کتاب الامارہ۔ سنن بیہقی: ح ۸، ص ۱۷۹۔ تفسیر الوصول: ح ۲، ص ۲۵۔
(ح ۲، ص ۳۲)۔ احکی: ح ۹، ص ۲۶۰

عبد الرحمن بن عبد رب کا بیان ہے کہ یہ حدیث سن کر میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم! حج بتاؤ کیا تم نے خود رسول اکرم سے سنا ہے؟ دونوں کان پر ہاتھ رکھ کر دہڑا کہ ان کانوں سے سنا ہے اور اس دل نے یاد رکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ معادیہ ہمیں حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا مال ناجت کھاؤ جب کہ حکم خدا اس کے خلاف ہے۔ یعنی کہ عبد اللہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا کہ جب وہ حکم خدا کی موافقت کرے تو اس کی اطاعت کرو جب خلافت کرے تو اس کا حکم نہ مانو۔ (۱)

نودی نے شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دوسرے خلیفہ کو قتل کر دو کیونکہ اس نے خلیفہ برحق اور امام کے خلاف بغاوت کی ہے پھر وہ معادیہ کی ناجت بغاوت اور اموال کی ضبطی وغیرہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (۲)

نودی ایک اور حدیث (آئندہ بہت زیادہ خلفاء ہوں گے) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب بھی کسی خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو بیعت اول صحیح اور دوسری باطل ہے۔ دوسری بیعت سے وفاداری حرام ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ بیعت دوم کرنے والے دانتہ بیعت کریں یا نادانتہ۔ ایک منطقہ میں ہو یا دوسرے منطقے میں۔ بہر حال اول کی بیعت صحیح ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قرعداندیزی کی جائے گی۔ (۳)

علماء کا اتفاق ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفہ کی بیعت جائز نہیں (۴) خواہ ملک و سبق ہو یا نہیں، ہمارا بھی سبی نظریہ ہے۔ لیکن اگر ملک و سبق ہو تو دو کی بیعت کے لئے اختال جواز ہے البتہ قطعی نہیں۔ مازری نے بعض متاخرین کے اسی نظریہ کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن اس میں معاشرے کی تباہی اور حکمران کی خلافت ہے۔

ان تمام احادیث اور فتاویٰ کی روشنی میں ابن عمر پر لازم تھا کہ جب مهاجرین و انصار اور اصحاب

۱- صحیح مسلم: ج ۱۰، ص ۱۸۔ (ج ۲، ص ۱۲۰ حدیث ۳۶۷)۔ سنن تیمی: ج ۸، ص ۱۶۹۔ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۲۷۴۔ (ج ۲، ص ۳۶۰ حدیث ۳۹۵۶)۔ ۲- الحجی: ج ۹، ص ۳۶۰

۳- شرح مسلم نودی: ج ۸، ص ۲۳۔ (ج ۱۲، ص ۲۳۳ و ۲۳۴)

۴- الارشاد: ص ۵۲۵۔ ص ۲۳۔

۵- شرح مسلم نودی: ج ۸، ص ۲۳۔

بدرنے اجتماعی طور سے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی تو آپؐ بھی بیعت کر لیتے۔

ابن حجر فتح الباری (۱) میں لکھتے ہیں کہ ۳۵۰ھ میں قتل عثمان کے بعد تمام مهاجرین و انصار نیز اصحاب کبار نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تھی، صرف معاویہ اور شام والوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے بہت سے حادثے رونما ہوئے۔ ابن عمر پر لازم تھا کہ باقی معاویہ کے خلاف حضرت علیؑ کے ساتھ ہو کر جگ کرتے اگر وہ حکم خدا رسولؐ کے پابند ہوتے۔ بلکہ بقول عبداللہ بن ہاشم مر قال اگر وہ دین دار نہ بھی ہوتے عام انسان بھی ہوتے تو جگر خوارہ کے فرزند کے خلاف علیؑ کی طرف سے جگ کرنی چاہئے تھی۔ (۲)

حضرت علیؑ کی بیعت کی تو دونیک مردوں نے بھی خلافت نہیں کی۔ صرف چند ہوا خواہاں عثمان میں چھ سات نفر نے خلافت کی، ان میں آٹھویں ابن عمر تھے۔ آخر صرف دس افراد کی بیعت سے خلافت ابو بکر کیسے منعقد ہو گئی؟ اس وقت تو اختلاف و تشتت کا بہانہ بننا کر ابن عمر جیسے لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی تھی۔ کاش ابن عمر نے اپنے باپ تھی کامقولہ یاد رکھا ہوتا کہ جب تک ایک بھی بدربی زندہ ہے تو خلافت اسی کا حق ہے پھر احمد میں شریک صحابی کا پھر فلاں اور فلاں۔ طیق بن طیق لوگوں کا جو فتح کہ کے موقع پر مسلمان ہوئے ان کا خلافت میں کوئی حق نہیں ہے۔ (۳)

حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ تمام حدیث میں کا اجتماعی اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط میں سبھی الکھا کرم فتح مکہ کے موقع پر آزاد کئے گئے ہوتم لاائق خلافت نہیں ہو بلکہ تم شوری کی مجری کے لاائق بھی نہیں ہو۔ (۴)

۱۔ فتح الباری: ج ۷، م ۵۔ (ج ۷، م ۲۷)

۲۔ کتاب الصفیین: م ۵۰۵۔ (م ۲۵۷)

۳۔ مطبقات ابن حذیفہ لیدن: ج ۳، م ۲۲۸۔ (ج ۳، م ۳۲۲)۔ فتح الباری: ج ۱۳، م ۱۷۶۔ (ج ۱۳، م ۲۰۷) اسد الغابة: ج ۲، م ۲۸۷۔ (ج ۵، م ۲۱۲)۔ (۳۹۷ نمبر ۷)

۴۔ الامام و السیاست: م ۱۷، دوسرے ایڈیشن کا حوالہ م: ۸۱، (ج ۱، م ۸۵)۔ العدد الفرید: ج ۲، م ۲۳۳۔ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: م ۲۸۲۔ (ج ۳، م ۱۳۶)۔ فتح البلاغہ: ج ۲، م ۵۔ شرح ابن الجیر: ج ۱، م ۲۲۸۔ (ج ۳، م ۳۰۰)۔ (ج ۳، م ۲۲۷) خلیفہ: ج ۲، م ۳۶۔ (ج ۱۲، م ۳۶ کتاب ۶)

اہن عباس نے بھی فرمایا کہ تم طلین بن طلین ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟ (۱) سعید بن عریض صحابی

نے معاویہ سے مناظرہ میں فرمایا کہ تم طلین ہو تمہیں خلافت سے کیا سروکار؟

عبد الرحمن بن غنم اشعری نے ابو ہریرہ، ابو داؤد و کوہن میں تھاڑا تھا

مجھے تم لوگوں پر حیرت ہے آخر تم لوگ علی کو شوریٰ پر خلافت ڈالنے کا مشورہ کیسے دے رہے ہو۔

حالانکہ جانتے ہو کہ تمام مہاجرین و انصار اور اہل جماز نے علی کی بیعت کر لی تھی۔ جنہوں نے بیعت کی وہ

بیعت نہ کرنے والوں سے افضل تھے اور شوریٰ میں معاویہ کی جگہ کہاں؟ وہ تو طلین ابن طلین ہونے کی وجہ

سے لاائق خلافت نہیں ہے۔ (۲)

صحہ نے بھی بھی بات کی ہے کہ ائے معاویہ! تمہاری حیثیت تو طلین کی ہے، سزاوار خلافت

کیسے ہو سکتے ہو؟ (۳) بنا بر ایں معاویہ جیسے طلین بن طلین کی بیعت کرنا کہاں تک اہن عمر کے لئے جائز تھا

دشمنی اہل بیت کی بات دوسرا ہے۔

بیعت یزید پر اجماع اور عمومی اتفاق

عبداللہ ابن عمر نے اتفاق عمومی اور اجماع کا بہانہ کر کے یزید کی بیعت بھی کی تھی۔ لیکن یہ اجماع

کہاں ہوا؟ کب صلحائے امت اور دیداروں نے اس کی بیعت کی؟ اصحاب و تابعین تو اس کی شہوات

و ہوس بازی کے دباؤ میں تھے۔ وہ شراب خوار اور فتن و فجور میں مشہور تھا چانچو بلوں سلامہ شاعر نے اس

کے متعلق کہا ہے کہ ”ائے موذن! ذرا آہستہ اللہ اکبر کہنا۔ ابھی بادشاہ سلامت حسین کنیزوں سے

اپنا بستر مگر کر رہے ہیں۔“ دوسری طرف علماء نے امامت کے لئے عادل ہونے کی شرط قرار دی ہے۔

۱۔ الامامہ والیاتہ: ج ۱، ص ۸۵ دوسرے ایڈیشن کا حوالہ: ص ۹۷۔ (ج ۱، ص ۱۰۰۔) شرح ابن القیم: ج ۲، ص ۲۸۹۔

(ج ۱، ص ۲۶۲ خطبہ ۱۴۲۳)

۲۔ الاستیعاب: ج ۲، ص ۲۰۲۔ (ج ۲، ص ۸۵۰۔) اسد الغائب: ج ۳، ص ۳۱۸۔ (ج ۳، ص ۲۷۸ نمبر ۲۲۷)

۳۔ مرودۃ الذهب: ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۳، ص ۵۲)

قرطبی (۱) لکھتے ہیں کہ:

شرط امامت و حکمرانی عادل ہونا ہے، فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی نہ بیعت صحیح ہے کیونکہ اجرائے احکام کے لئے نیز قیامت میں اپنا شفیع بنانے کے لئے، حقوق کی نگهداری کے لئے ہر حال امام کا عادل ہونا ضرور ہے۔ معاویہ نے تو زید کی بیعت کے لئے ہزاروں پاپ کے (۲) خیانت کی، وہ نس و دمکی دی اور ابن عمر سے اجماع کا نام دیتے ہیں۔ وہ قتل امام حسن اور دوسرے حادث کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتے۔

واقہ کہ بلا جیسا لرزہ خیز واقعہ اسی ابن عمر جیسوں کی تائید سے پیش آیا، واقعہ حرمہ جس میں ساڑھے سات سو سے زیادہ اصحاب قتل ہوئے اس کے ذمہ دار بھی یہی ابن ال وقت ہیں۔

اصحاب نے اعلان کیا تھا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جو دیندار نہیں، شراب پیتا ہے، ساز و شباب میں ڈوب رہتا ہے، کتوں سے کھلیتا ہے، اواباش اسے مگرے رہتے ہیں، میں تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ہم نے اس کی بیعت کا فلادہ اپنی گردن سے اتار دیا ہے (۳) مسروک اسی گواہی پر تازیانے بھی کھانے پڑے (۴) ابن عمر نے ان اصحاب کے متفقہ فیصلے کے برخلاف امویوں کو جمع کر کے کہا کہ دیکھو تم اپنی بیعت نہ توڑنا ورنہ قیامت میں تمہیں بیعت شکنوں کے پر جم تلے جمع کیا جائے گا۔ ابن عمر کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ فاسق کی بیعت صحیح نہیں ہوتی، دوسرے یہ کہ حق و فحور کے مظاہرے کے بعد ضلع بیعت واجب ہو جاتی ہے، زید جیسے فاسق کی بیعت تو بنیادی طور سے تحقیق ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بیعت اصل میں خلیفہ کے ہاتھ پر ہوتی ہے لیکن وہ عہد و پیمان خداور رسول سے باندھا جاتا ہے۔ اس بیعت کو آزادانہ ہونا چاہیے نہ کہ زور و باؤ سے۔ وہ نس و دمکی اور تلوار کا بیعت سے رشتہ نہیں ہے۔ خود ابن عمر بھی ابتدا

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۱۸۷ ص

۲۔ انساب الالشراف بلاذری ج ۲۳ ص ۳۱

۳۔ تاریخ غیری - جلد ۷ ص ۲ (ج ۵ ص ۳۸۰ حادث سن ۶۲ ہجری) انساب بلاذری ج ۲۳ ص ۳۱ (ج ۵ ص ۳۲۸ فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۹ ح ۱۳ ص ۷۰)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۸۰ (ج ۷ ص ۳۱۲۵ نمبر ۳۱۲۵ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۶)

میں بیعت بیزید کے مکر تھے۔ (۱) لیکن ایک لاکھ کی قیمتی نے انکار گک بدلت دیا۔ کہاں تو معاویہ سے کہا کہ یہ قصریت اور ہر طفیل ہے اور کہاں یہ کہا۔ اجماع کا گھوار پچار ہے ہیں۔ (۲)

اسی بیزید نے چند جاہ طلبوں کی مدد سے عالم اسلام میں ظلم و شد و کی ہوڑیعنی رقبات، شرط... پجادی حرمت مدینہ برپا ہوئی، کعبہ خراب ہوا اور اس کی حرمت ضائع ہوئی، ہزاروں صحابہ کہتے رہے اور دھونس والا چک کی بنیاد پر حکومت استوار ہو گئی۔ کیا یہی اجماع ہے؟ اس اجماع کی پیغ رکھنے کے لئے ابن عمر نے کچھ احادیث گردھی ہیں فرماتے ہیں: ابو بکر کو صدقیت کہتے ہو، صحیح ہے، عمر کو شدت پسند کہتے ہو، صحیح ہے، عثمان مظلوم قتل ہوئے، معاویہ و بیزید مقدس سرز میں کے دو بادشاہ ہیں۔ سفارج، سلام، منصور، جابر، مهدی، امین اور امیرالعصب یہ بھی قبیلہ کعب بن لوی کے بادشاہ ہیں اور یہ بھی نیک اور بے مش

(۳) ہیں۔

ابن عمر نے اس قسم کے عقائد کا پرچار کر کے اسلام میں مجرمانہ کارروائیوں کا راستہ کھولا۔ چنانچہ صحابی و صحابی زادہ محمد بن الی جہنم نے جب یزید کی شرعاً بخوری کی گواہی دی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

١- الاماكن اصل ١٣٣ (ج اص ١٥٠) تارنخ طبری ج ٦ ص ٢٧٠ ارج ٥ ص ٣٠٣) البدایه والنهایه.

٢-الامانة والسياسة ج اص ١٣٣ (ج اص ١٥٠)

^۳-تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹ ص ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۶ ص ۲۵۹) سیر اعلام العماله (ص ۳۸) (۲۸ ص ۳۸)

٢٧٣ ص ٣٠١ (١٩٥٦) - الاصل - ج ٣ ص ٣٢٣

گفتار و کردار کے تماشے

ابن عمر کا خلافت و بیعت کے متعلق یہ طرز تفکر تھا۔ ظاہر ہے کہ تمام امور میں ان کی وقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاریخی واقعات میں ان کی حمافت و نادانی کے بڑے انہوں نے نظر آتے ہیں۔ وہ امیر المؤمنین سے شدید نفرت رکھتے تھے اور با غیب امویوں سے انکا گھر ایسا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکی اہمیت نہ تو علویوں کے نزدیک ہی رہ گئی نہ امویوں کے نزدیک۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص کو بھی رسول کے بعد جماعت کی نعمت سے سرفراز نہیں کیا گیا۔ (۱)

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ انہائی شہوت پرست تھے۔ یہ ابن عمر کی حمافت ہی تو ہے کہ انہوں نے رسول خدا کو بھی اپنی طرح شہوت پرست بنادیا۔ انھیں پڑھنے ہی نہ تھا کہ رسول خدا کی صلاحیتیں اور تو انسانیاں انہائی متوازن اور متناسب تھیں، اسی وجہ سے رسول خدا نے اپنی انھیں تمام مسترکز اور متناسب توانائیوں اور صلاحیتوں پر خود مبارحت فرمایا ہے۔ ابن عمر نے خود باپ سے اپنی حمافت کی سند لی ہے کہ جب شرکتِ جہاد کی اجازت مانگی تو مسترد کرتے ہوئے فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندریشہ ہے کہ وہاں تم زنا کاری اور شہوت رانی میں پھنس جاؤ گے۔ (۲)

جس شخص کے متعلق خدا جنگ پر شہوت رانی کا اندریشہ ہواں کی وقت دینی معاہدوں میں کیا رہ جاتی ہے۔ ابن عمر کی جسارت دیکھنے کے وہ خود کو رسول خدا سے تشییہ دے رہا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے باپ کی

۱۔ نوار الاصول حکیم ترمذی: ص ۲۱۶۔ (ج ۲، ص ۳، اصل ۱۶۵)

۲۔ سیرہ عمر ابن خطاب: ص ۱۱۵، دوسرے ایڈیشن میں: ص ۱۳۸ ہے: (ص ۱۳۲)

شہوت رانی سے تشبیہ دینا قو مناسب ہوتا۔ محمد بن سیرین نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ میرے اندر زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں سوائے اس کے کہ میں یہ نہیں سوچتا کہ کس سے ازدواج کر رہا ہوں اور کون میری بیوی بنتی ہے۔ (۱)

حضرت عمر کی اسی شہوت رانی نے انھیں گناہ میں بٹلا کیا۔ چنانچہ وہ اپنی کنیز سے ہم بستر ہونا چاہتے تھے۔ کنیز نے کہا مجھے ماہواری آرہی ہے۔ حضرت عمر نے بغیر توجہ کئے ہوئے اس کو باہوں میں سمیت لیا تو سمجھ میں آیا کہ سچ کہہ رہی تھی۔ خدمت رسول میں آکر ماجرایاں کیا تو رسول خدا نے فرمایا اے عمر! اخذ انہمار سے گناہ کو بخشنے، نصف دینار صدقہ دے دو۔ (۲)

شب رمضان میں بیوی سے ہمستر ہو گئے اور خدمت رسول میں آکر عرض کی: میں اپنی شہوت سے مجبور ہو گیا تھا اب چھٹکارا کیسے ہو؟ فرمایا: تھیس ایسا نہ کرنا چاہیے، اس وقت آیت اتری: ﴿هُنَّا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كَتَبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾۔ (۳) طبقات ابن سعد میں ہے کہ عائشہ بنت زید کی شادی عبد اللہ بن ابی بکر سے ہوئی تھی۔ مرتب وقت عبد اللہ نے شرط منوالی تھی کہ میرے بعد کسی دوسرے سے شادی مت کرنا، وہ اپنے عہد پر باقی تھی۔ اکثر خواتین گاری ٹھکرادی تھی۔ عمر کی خواتین گاری بھی ٹھکرادی۔ عمر نے زبردستی عقد کر کے اس سے جماع کیا۔ وہ عورت نفرین کرتی ہوئی گھر سے چلی گئی اور پھر کچھ دن بعد غلام کو سچ کر کہلوایا کہ آئیے میں آپ کے لئے آمادہ ہوں۔ (۴)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۳، م ۲۰۸۹۔ (ج ۳، م ۲۸۹) المصنف عبد الرزاق: (ج ۲، م ۱۵۲) حدیث (۱۰۳۲۱)۔ کنز العمال:

ج ۸، م ۲۹۷۔ (ج ۱۶، م ۵۳۲) حدیث (۲۵۸۷۸)۔

۲۔ الحکی ابن حزم: ج ۲، م ۱۸۸ (مسئلہ ۲۲۳)۔ سنن بیہقی: ج ۱، م ۳۱۶۔ کنز العمال: ج ۸، م ۳۰۵۔ (ج ۱۶، م ۵۶۶)

حدیث (۲۵۸۸۹)۔ سنن ابن ماجہ: (ج ۱، م ۲۱۳) حدیث (۶۵۰)۔

۳۔ سورہ بقرہ ۱۸۳۔

۴۔ طبقات ابن سعد: (ج ۸، م ۲۶۵)۔ کنز العمال: (ج ۷، م ۱۰۰)۔ (ج ۷، م ۱۳۳) حدیث (۳۷۶۰۳)۔ مسن احمد: (ج ۵،

م ۲۷۹)۔ (ج ۵، م ۲۷۰)۔

ریج الابرار (۱) میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا: میں نے زبردستی اس لئے جماع کیا کہ خداوند عالم ایسا فرزند عنایت فرمائے گا جو اس کی حدود شناور کرے۔

ابن عمر کی ایک اور حادثت۔ ایک شخص نے نذر کی میں صبح سے شام تک کوہ ہرا پر برہنہ بیٹھوں گا۔ ابن عمر سے مسئلہ پوچھا۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ اس شخص نے ابن عباس سے مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ کیا تم نماز بھی برہنہ پڑھنے کی نذر کر سکتے ہو؟ تم پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ جاؤ ایک دن مختلف ہو جاؤ اور کفارہ دو۔ اس نے واپس آ کر ابن عمر سے ابن عباس کی بات بتائی تو کہا کہ ابن عباس کا استنباط کہاں پیدا کیا جاسکتا ہے؟ (۲) ابن عمر کو یہ فقہی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا کہ بیبودہ نذر و فانہیں کی جاتی۔ یہ تو اپنی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایام ماہواری میں طلاق نہیں دی جاتی۔ اپنی عورت کو ماہواری کے ایام میں تین طلاق دے بیٹھے۔ (۳) اس بات کا معنہ باپ نے مسن ہو جانے کے بعد دیا۔ کسی نے عمر سے پوچھا: آپ اپنے فرزند کو خلیفہ بنا دیجئے۔ فرمایا: کیا میں اسے خلیفہ بنادوں جو اپنی عورت کو طلاق دینا بھی نہیں جانتا۔ (۴)

بات بیٹھے کی کیا ہے خود باپ کو بھی طلاق زن کا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ حضرت عمر نے رسول خدا سے پوچھا۔ رسول نے فرمایا: جا کر عورت سے رجوع کرو۔ جب وہ پاک ہو جائے پھر جب ماہواری آئے اور پاک ہو تو چاہے طلاق دی دینا۔ (۵) جب نادان باپ اپنے بیٹھے کی نادانی پر فتنے تو اس کی نادانی کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ریج الابرار: (حج ۳، مص ۵۳۰)

۲۔ کتاب الاحرار: مص ۱۶۸

۳۔ صحیح بخاری: (حج ۸، مص ۷۶)۔ (حج ۵، مص ۱۱، حدیث ۲۹۵۳)۔ صحیح مسلم: (حج ۳، مص ۱۸۳) اور ۷۸ (حج ۳، مص ۲۷۶، حدیث ۲۱) اور کتاب الطلاق)۔ مسند احمد: (حج ۳، مص ۱۵۱) اور ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۷۸ و ۸۰ و ۱۳۷ اور ۱۲۸۔ (حج ۲، مص ۱۳۸) حدیث ۵۱۰۰۔ مص ۱۶۷۔ حدیث ۵۲۳۶۔ مص ۲۱۷۔ حدیث ۵۲۹۹۔ مص ۱۹۰۔ حدیث ۵۳۱۱ و ۵۳۱۰۔ مص ۳۱۵۔ حدیث ۲۰۸۳۔ (حج ۲، مص ۳۸۸) حدیث ۵۵۰۰ و ۵۵۳۹۹۔

۴۔ تاریخ طبری: (حج ۵، ۲۲۸)۔ تاریخ کامل: (حج ۳، مص ۲۷)۔ (حج ۲، مص ۲۱۹) حوارث ۲۲۳۔ (الصوانی اخیر قدر: مص ۶۲)۔ (مص ۱۰۲)۔

۵۔ صحیح مسلم: (حج ۳، مص ۱۷۹)۔ (حج ۳، مص ۲۷۱) حدیث اکتاب الطلاق)

ابن عمر کی دیداری بھی خواہشوں کی پابندی تھی۔ سفر میں نماز جماعت تمام اور اقامت گاہ پر قصر پر حاکر تھے۔ اسی بدعت کی تائید عثمان نے کی تھی پھر امویوں نے اس کی چیزوں کی اس بات کو موطا (۱) امام مالک اور مسند احمد (۴) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ایک حماقت یہ بھی تھی کہ ابن عمر حرم عمر توں کی جو تیار اتر دلیت تھے۔ جب صنیف نے عائشہ کی حدیث بیان کی کہ رسول خدا امور توں کو جو تیار پہنچنے کا اجازت دیتے تھے تو بازار آئے۔ (۳)

زرکشی لکھتے ہیں کہ اجماع ہے کہ یہاں خطاب مردوں سے ہے مورثیں سمجھی ہیں۔ (۲)

یہ بھی حماقت تھی کہ وہ اپنے کمیت کرائے پر دیدیت تھے زمانہ رسول، عہد شیخین اور عثمان و معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں۔ جب رافع بن خدیج نے حدیث رسول بیان تو بازار آئے۔ لوگوں سے کہتے پھر تے تھے کہ رافع نے گمان خاہر کیا کہ رسول خدا نے منع فرمایا ہے۔ (۵)

اس کے ذیل میں حاشیہ صحیح مسلم (۶) پر یوں لکھا ہوا ہے کہ ”معاویہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں، حیرت ہے کہ معاویہ کی خلافت کا اقرار کیا جا رہا ہے اور شیخین و عثمان کو حکومت سے تعبیر کیا جا رہا ہے پھر چوتھے کو صاف اڑادیا گیا جب کہ خلفاء راشدین علیؑ کے بعد ہی مکمل ہوتے ہیں۔ مزہ یہ کہ خود معاویہ نے اپنے بادشاہ ہونے کا اقرار کیا ہے: (انا اول الملوك)۔

۱۔ الموطا: ج ۱، ص ۱۲۶۔ (ج ۱، ص ۱۳۹ حدیث ۲۰)

۲۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۱۶۔ (ج ۲، ص ۸۶ حدیث ۳۶۲۸)

۳۔ سنن ابو داؤد (ج ۱، ص ۲۶۹)۔ (ج ۱، ص ۲۶۶ حدیث ۱۸۳)۔ کتاب الام (ج ۲، ص ۱۷۲)۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۲۹ (ج ۲، ص ۱۰۹)
حدیث ۳۸۲۱)۔ سنن تیقی: ج ۵، ص ۵۲

۴۔ الاجاہ: ص ۱۱۸۔ (ص ۱۰۰ حدیث ۲۰)

۵۔ صحیح بخاری: ج ۳، ص ۲۷۵۔ (ج ۳، ص ۲۷۵ حدیث ۲۲۱۸)۔ صحیح مسلم: ج ۵، ص ۲۱۔ (ج ۳، ص ۳۶۲ حدیث ۱۰۹)۔ اکتاب
الجیوع (سن نسائی: ج ۲، ص ۳۶۹)۔ (ج ۳، ص ۱۰۲) حدیث ۳۶۳۰، (۳۶۳۱)۔ مسند احمد: ج ۲، ص ۶۔ (ج ۲، ص ۶۷)
حدیث ۳۳۹۰)۔ سنن ابن ماجہ: ج ۲، ص ۸۷۔ (ج ۲، ص ۸۲) حدیث ۲۲۵۳)۔ سنن ابو داؤد: ج ۲، ص ۹۱۔ (ج ۳، ص ۵۹)
حدیث ۳۳۹۲)۔ سنن تیقی: ج ۲، ص ۱۳۰

۶۔ صحیح مسلم: ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۳، ص ۳۶۲) حدیث ۱۰۹ اکتاب الجیوع (چاپ شدہ از طرف مجموع علم صحیح اور ان کی اولاد

ابن عمر پر تعجب ہے کہ انہوں نے اسلامی راجدھانی اور مرکز دینی میں نشوونما پائی اور بوڑھے ہوئے لیکن اس قدر جاہل اور بے اطلاع تھے کہ معاویہ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں مسئلہ سے واقف ہوئے، اس درمیان وہ حرام کی کمائی کھاتے رہے۔ اس حرام خوری سے رافع بن خدیج نے روکا۔ حالانکہ بیانی پر کھتی دینے کی حرمت درمیان صحابہ مشہور تھی۔ حدیث جابر ہے کہ جو شخص بیانی پر کھتی دینا نہ چوڑے وہ خدا اور رسول سے جنگ کرتا ہے۔ اس کی روایت سعد، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری اور زید بن ثابت نے کی ہے۔ (۱)

ابن عمر کو ایسی مشہور بات کا پتہ نہ تھا، پھر بھی انہیں فقیر کہا جاتا ہے۔ وہ اعلم و افق خلیفہ کے ولارے تھے، جن کے علمی آثار گذشتہ جلد و میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی اسی قسم فقیر نکلے۔ کیا یہ فاحش غلوتیں ہے اور معاشرے کو اندھیرے میں رکھنے کی سی نہیں ہے؟

ایک یہ بھی حماقت تھی ہے دارقطنی نے لکھا ہے کہ عائشہ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ حالت وضو میں بوس لینے سے وضوٹ جاتا ہے۔ فرمایا کہ رسول خداً روزے کی حالت میں بوس لینے تھے پھر وضو نہیں فرماتے تھے۔ (۲)

اس کے علاوہ حماقوتوں میں متعدد، میت پر گریہ، حائضہ کا طواف و داع... اور حالت احرام میں خوبصورتگنگے کے افادات لاائق ذکر ہیں۔

چنانچہ فتح الباری (۳) میں ہے کہ جب مردان خلافت کا طلب کارہوا تو اس سے کہا گیا کہ یہاں ابن عمر موجود ہیں، اس نے کہا: ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیر نہیں ہیں، بلکہ وہ مجھ سے سن میں زیادہ ہیں اور صحابی رسول ہیں۔ جو شخص مردان سے بھی کم علم ہواں کے علمی مفاادات کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ شاید اسی لئے ابراہیم نجاشی اور شعیی ان کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے تھے۔ (۴)

۱۔ سنن نسائی: ج ۳، ص ۵۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۲ محدث ۳۶۵۰)۔ سنن بیہقی: ج ۲، ص ۱۳۳ او ۱۸۸

۲۔ سنن دارقطنی: (ج ۱، ص ۱۳۶ محدث ۱۰)۔ الاجلۃ: ص ۱۱۸۔ (ص ۷۰ محدث ۶)

۳۔ فتح الباری: ج ۸ ص ۲۰۹

۴۔ صحیح بخاری: ج ۲ ص ۵۵۸۔ (ج ۲ ص ۵۵۸ محدث ۱۳۶۲)۔ تیرالوصول: ج ۱ ص ۲۶۷ (ج ۱ ص ۳۱۵)

امن عمر نہ تو محدث تھے نہ فقیر۔ ان کی فقہ، حدیث دانی سے بدتر تھی اور حدیث دانی بھی بس جان اللہ تعالیٰ۔

چند نمونے و نکھلے:

۱۔ طبرانی (۱) روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ مرگ ناگہانی مومنین پر عذاب ہے۔ فرمایا: خدا انھیں بخشنے، رسولناؐ کا توارشاد ہے کہ مرگ ناگہانی مومنین پر تخفیف اور کافروں پر عذاب ہے۔ (۲)

۲۔ بخاری (۳) میں روایت بن عمر ہے کہ رسولؐ خدا نے قلیب بدر پر مقتولوں سے خطاب فرمایا: کیا تم نے وعدہ خدا کو حاصل پایا؟ پھر کہا کہ یہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں۔ عائشہؓ سے یہ بات دہرائی گئی تو کہا کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ میری بات اس وقت سمجھ رہے ہیں کہ میں حق کہہ رہا ہوں۔

مند احمد (۴) میں اس آیت کا اضافہ ہے: "انک لاتسمع الموتى وما نت بمسمع من فی القبور۔"

۳۔ حکیم ترمذی (۵) نے نوادر میں ابن عمر کی روایت لکھی ہے کہ عرش مرگ سعد سے لرزائھا۔ ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ لوگ اس سے سمجھے کہ عرش ایک تخت ہے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت حدیث عمر میں احتجانہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے جس کی روایت دس سے زیادہ اصحاب رسولؐ کی ہے۔ (۶)

۱۔ احمد الادسط (ج ۳۲ ص ۱۰۲) حدیث ۳۱۵۳ (۷)۔ فی الباری: ج ۸ ص ۲۰۹ (ج ۲۶۰ ص ۸)

۲۔ الاجاہی: ج ۱۹ ص ۱۰۸ (حدیث ۸)

۳۔ مسیح بخاری (ج ۳۳ ص ۱۳۶۲) حدیث ۲۰ (۳۱) (ج ۲۲ ص ۱۱۲) حدیث ۲۷۶۰ (۳۸۳۹)

۴۔ فی الباری: ج ۷ ص ۹۸ (ج ۱۵۲ ص ۹)

۴۔ شاہ صاحب کی کتاب الصاف میں ابن عمر کی روایت ہے کہ میت پر اس کے اہل کے گریے سے عذاب ہوتا ہے۔ عائشہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ رسول خدا ایک بہودیہ کی میت سے گزرے جس پر لوگ رور ہے تھے۔ فرمایا کہ یہ لوگ رور ہے ہیں اور وہ عذاب قبر میں جتنا ہے۔ ابن عمر نے اس عذاب کو گریہ کی وجہ سے سمجھ لیا جب کہ حکم عام ہے تمام میت کے لئے۔ مند احمد (۱) میں بھی یہ حدیث تردید عائشہ کے ساتھ موجود ہے۔

۵۔ بخاری (۲) نے کتاب الاذان میں لکھا ہے کہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ بلال رات میں دیتے ہیں لہذا تم کھاؤ پو، جب تک ابن ام مکتوم اذان نہ دیں۔۔۔ جب یہ حدیث عائشہ سے بیان ہوئی تو کہا غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ابن ام مکتوم اندھے ہیں لہذا وہ رات میں بھی اذان دے دیتے ہیں لہذا تم کھاتے پینے رہو جب بلال کی اذان سنو تو کھانا پینا ترک کرو۔ (۳)

۶۔ مند احمد (۴) میں ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہے اور اپنے ہاتھ دوبارہ ملائے تیرسی بارائٹیلی ٹیڑھی کی۔ عائشہ نے تردید میں کہا کہ ابن عمر کو اشتبہا ہوا ہے۔ درحقیقت رسول خدا نے ایک مہینے تک عورتوں سے دوری اختیار کی پھر ۲۹ دن میں رجوع کیا، تو لوگوں نے پوچھا: آپ ۲۹ دن میں واپس آئے، فرمایا: مہینہ ۲۹ دن ہوتا ہے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ عائشہ نے تردید میں کہا کہ آپ نے فرمایا: مہینہ بھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ ابن عمر غلطی سے تمام مہینوں کو ۲۹ دن کا سمجھتے تھے۔ (۵)

۷۔ صحیح (۶) میں ہے کہ ابن عمر سے کہا گیا کہ ابو ہریرہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص تشیع

۱۔ مند احمد ح ۲۶ ص ۲۸۱ (۲۸۱ ص ۳۹۸ حدیث ۱۷۱)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الاذان ح ۲۲ ص ۶ (ح ۱۸ ص ۲۲۲ حدیث ۵۹۲)

۳۔ سنن بیهقی ح ۱۸ ص ۳۸۲ فتح الباری ح ۲ ص ۸۱ (ح ۲۲ ص ۱۰۲)

۴۔ مند احمد ح ۲۲ ص ۲۱ (ح ۲۲ ص ۱۱۳ حدیث ۱۵۸۵ ص ۷۷ حدیث ۵۱۴۰)

۵۔ الاجاہی زرکشی ص ۱۲۰ (ص ۱۰۹ حدیث ۹) مند احمد ح ۲۲ ص ۱۲ (ح ۲۲ ص ۸۰ حدیث ۳۵۹۷)

۶۔ صحیح بخاری ح ۲ ص ۲۳۹ (ح ۱۸ ص ۳۳۵ حدیث ۱۲۶۰) صحیح مسلم ح ۳ ص ۵۲ (ح ۲۲ ص ۳۳۵ حدیث ۵۶ کتاب الجایز)

جائزہ کرنے اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ کہا کہ ابو ہریرہ بکواس کرتے ہیں جب عائشہ نے تصدیق کی تو حضرت سے کہا کہ تب تو ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیے۔

نظریہ ابن عمر قیال و صلوٰۃ کے بارے میں

طبقات (۱) ابن سعد میں قول ابن عمر نقش ہے کہ میں فتنے کے زمانے میں ہرز بر دست کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن جنگ میں حصہ نہیں لیتا۔ ابن حجر (۲) کہتے ہیں کہ ابن عمر فتنے کے زمانے میں جنگ نہیں کرتے تھے چاہے ایک گروہ کا حق اور دوسرے کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جائے، فتنے کے زمانے میں جو بھی امیر بن جاتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور زکوٰۃ مال بھی اسے دیدیتے۔ (۳)

یہاں ابن عمر کی احتجانہ و شرمناک حرکت کا عذر لئیک تو ملاحظہ فرمائیے: وہ جمل و صفين کے قیال کو فتنہ کا زمانہ کہتے ہیں اور خلیفہ برحق امیر المؤمنین ساتھ نہ دینے کا بہانہ تراشتے ہیں حالانکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصدقہ ہے۔ وہ فتنہ کہنے سادہ لوحوں کو تو سمجھا سکتے ہیں اور اپنا دامن جھاڑ سکتے ہیں لیکن سمجھدار کو نہیں۔ بزرگ صحابی حذیفہ بیجانی فرماتے ہیں کہ فتنہ میں آخر تم دین کو بیچان لو تو تمہارے لئے ضرر رسان نہیں۔ فتنہ ای وقت فتنہ ہے جب تم پر حق و باطل مشتبہ ہو جائے۔ (۴) ابن عمر تو دین فہی سے قطعی دور تھے یا نعمت خدا کے مکر؟ کیا ابن عمر نے باغی گروہ سے قیال کی آیت کہ تجاوز کار کے خلاف جنگ کرو؟ نہیں پڑھی تھی۔ جب ایک عراقی نے انہیں مطلب سمجھایا تو بھڑک اٹھے۔ نکل جا یہاں سے !!! کیا ابن عمر کو فہر پاغیہ کی بیچان نہیں تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو پہلے ہی اس کی خبر دے کر لوگوں کو چونکا کر دیا تھا۔ (۵)

۱۔ طبقات ابن سعد: ج ۲، م ۱۱۰۔ (ج ۱۳، م ۳۹۔ (ج ۲۷، م ۱۳۹))

۲۔ البیهی والبیهی: ج ۹، م ۵۔ (ج ۹، م ۸ حادث کھیلی) ۳۔ قیام الباری: ج ۱۳، م ۳۰۔ (ج ۱۳، م ۳۹)

۴۔ صحیح ترمذی: ج ۹، م ۲۹۔ (ج ۲، م ۳۲۲ حدیث ۲۱۹۷)۔ المسند رک علی الحسین: (ج ۲، م ۳۲۸ و ۳۳۸۔ ج ۳، م ۳۳۰ و ۳۳۱)۔

۵۔ مصطفیٰ حدیث ۳۸۵ م ۸۳۸ حادث ۸۳۰۔ (ج ۲، م ۳۲۱ و ۳۲۷)۔ کنز العمال: ج ۲، م ۱۵۲ حدیث ۳۰۹۹۔

ص ۲۷۱ حدیث ۳۱۰۱۹)

کسی کے لئے بھی بہانہ کا موقع نہیں چھوڑا تھا۔ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ (۱)

کیا ابن عمر نے رسول خدا کا انتباہ عائشہ سے نہیں ساختا کہ تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ڈاپ کے کتے تھے پر بھوک رہے ہیں، تو علیؑ سے جنگ کے لئے ظالمانہ نہیں ہے۔ ایک زوجہ سے کہا: دیکھنا بخیر دار اتو نہ ہونا۔ زیر سے کہا: تم علیؑ سے جنگ کرو گے حالانکہ تم ظالم ہو گے۔ حضرت علیؑ سے کہی بار فرمایا: یا علیؑ! تم جلد ہی با غنی کرو گے اور تم حق پر ہو گے، جو اس وقت تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔

تم میرے بعد ناٹھیں، قاصلین اور مارقین سے جنگ کرو گے۔

تم عرب کے بھادر ہو اور ناٹھیں، قاصلین اور مارقین کے قاتل۔ میکی بات ام سلمہ سے فرمائی۔ (۲)

حضرت علیؑ سے اس کا عہد لیا، محادیب سے فرمایا کہ تم میں ایک شخص ہایا بھی ہے جو تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں تنزیل کے لئے جنگ کر رہا ہوں۔ ابو بکر و عمر نے کہا: وہ میں ہوں یا رسول اللہؐ فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جو میری جو تیار ناٹک رہا ہے۔ اور آپ نے علیؑ کو اپنی جو تیار ناٹکنے کے لئے بڑی تھیں۔ (۳)

عمار سے فرمایا: تم کو با غنی کرو قتل کرے گا اور معادیہ کی فوج نے آپ کو قتل کیا۔ (۴)

ابو یوب النصاری، ابو سعید خدری اور عمار کا قول ہے: رسولؐ خدا نے نہیں ناٹھیں، قاصلین اور مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہؐ کس اُکے ساتھ ہو کہ جنگ کریں؟ فرمایا:

۱۔ کتاب الصعین: ص ۵۲۲ (ص ۲۷۳)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ص ۳۲۔ (ج ۱، ص ۳۲۹)۔ البدریۃ والنهایۃ: (ج ۱، ص ۳۰۶، ج ۷، ص ۳۲۹) حدائق حادث عرض۔
کنز العمال: ج ۲، ص ۸۸۔ (ج ۱۱، ص ۳۵۲) حدیث (۳۱۷۲۰)۔ تاریخ بغداد: (ج ۱۳، ص ۱۸۷) (نمبر ۱۶۵)۔ کفاۃ الطالب: (ص ۷۰۔ ص ۱۶۹) باب ۲۷۔ استیحاب: ج ۳، ص ۵۲۔ (قسم الالاک: ص ۷۱۱) (نمبر ۱۸۵۵)

۳۔ المسدرک علی الحسنیں: (ج ۳، ص ۱۳۲) حدیث (۳۶۲۱)۔ مجمع الرواکن: ج ۹، ص ۱۳۳۔ (۹) المسدرک علی الحسنیں: ج ۳، ص ۲۸۷ (۵۶۵۹)

۴۔ مسدرک حاکم: ج ۳، ص ۲۸۷ (۵۶۵۹)

علیٰ کے ساتھ۔ (۱) کیا یہ واضح احادیث اور گواہیاں ابن عمر سے پوشیدہ تھیں؟ اس کے علاوہ کیا ابن عمر سے رسول اکرمؐ کا یہ بلند آنکھ بھی پوشیدہ تھا کہ ”علیٰ مع الحق والحق مع علیٰ“ ولن یفترقا حتیٰ یہ داعلی الحوض“۔

یا یہ ارشاد: ”علیٰ مع الحق والحق معه علیٰ لسانہ والحق یدور حیثما دار علیٰ“۔

یا حضرت علیٰ سے فرمایا: ”ان الحق معك والحق علىٰ لسانك وفي قلبك وبين عينيك والإيمان مخالط لحمك ودمك كما مخالط لحمي ودمي“۔

علیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ”الحق مع ذا، الحق مع ذا، يزول معه حيثما زال“۔

یا فرمایا: ”علىٰ مع القرآن والقرآن مع علىٰ لا يفترقان حتى یہ داعلی الحوض“۔

حضرت علیٰ سے فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون اور جن تمہارے ساتھ ہے۔

یا لوگوں سے فرمایا: میرے بعد جلد ہی قضاۓ تھے گا، اس وقت تم لوگ علیٰ سے وابستہ رہنا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ سے حشر میں مصافحہ کریں گے۔ وہی صدقیق اکبر اور اس امت کے فاروقی ہیں۔ حق و باطل میں فرق کرنے والے۔ وہ مومنین کے یہ سب ہیں اور مال منافقوں کا یہ سب ہے۔ (۲)

حضرت علیٰ کے اہل و عیال کے لئے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں۔ جو تم سے صلح کرے میں اس سے صلح کرنے والا ہوں۔ ایک خیمہ میں اہل بیت کی طرف اشارہ کر کے بھی بات فرمائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۵، ج ۳۷۹۔ (ج ۱، ج ۳۶۹)۔ البدایہ والہمایہ: ج ۷، ج ۳۰۵۔ ج ۷، ج ۳۲۹۔ مس ۳۲۹۔ کتاب الطالب: ج ۷، ج ۳۲۹۔

۲۔ مس ۲۷ باب ۲۸۔ مسند ابی یحییٰ: (ج ۲، ج ۱۹۲) حدیث (۱۲۲۳)۔ تاج الرؤا کرد: ج ۷، ج ۲۲۸۔

۳۔ الامالت والسياسة: ج ۱، ج ۲۷۔ (ج ۱، ج ۲۷)۔ ریقت الایمان: (ج ۱، ج ۸۲۸)۔ المحدث علی الحسنین: ج ۲، ج ۱۲۲۔

(ج ۲، ج ۱۲۲) حدیث (۳۶۸)۔ الصواعق المحرقة: ج ۲، ج ۵۷۔ (مس ۱۲۲) استیجاب: ج ۲، ج ۲۵۔ (اقسم

الراحل: ج ۲، ج ۳۲)۔ الاصابة: ج ۲، ج ۱۷ (نمبر ۹۹۳)

علیٰ کے ہاتھوں میں انگلیاں جما کے فرمایا: هذہ امیر البرزہ، قاتل الفجرہ، منصور من نصرہ، مخدول من خدله۔ (۱)

اور مجتبی الوداع میں لاکھوں کے مجمع میں فرمایا: من كنت مولاہ فعلی مولاہ، اللهم وال من والاہ و عاد من عادہ، و انصار من نصرہ و اخذل من خدله، و احباب من احبابه و ابغض من البغضه و ادر الحق معه حيث دار۔

ان کے علاوہ بے شمار اعلانات رسولؐ ہیں جوہ بن عزرنے فرمائیں کر دیئے اور یکیوں میں حق پوشی کی۔ (۲) یا پورنیس کے مقابلہ میں پھر اجتہاد کیا۔ یعنی اس دن سخت نادم ہو گا جب ندامت کوئی فائدہ نہ یہو نچاہے گی۔ وہ فرمائیں گے: کاش میں نے فہر باعثیہ سے علیٰ کی معیت میں جنگ کی ہوتی۔ (۳)

میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی یہی رہی۔ زندگی کی آخری گھریلوں میں یہی بات کہی۔ یہی بات ایک عراق سے کہی جسے سن بیٹھی (۴) میں بطریق غزہ بن عبد اللہ نقل کیا گیا ہے۔

ابن عمر کی نماز

ہر زبردست کے پیچھے نماز پڑھنے کی بات بھی سخت جہالت و نادانی ہے اور شیطان کا غلبہ۔ کیونکہ وہ خیر البریہ حضرت علیٰ کے پیچھے نمازوں پر ہتھا، جسے قرآن نے طہارت و ولایت کا تمغہ عطا فرمایا۔ اور جاج جیسے سفاک و بدکردار کے پیچھے نماز پڑھتا، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ سلمہ بن کھلیل اور ذر رہمی کے

۱۔ تاریخ بغداد: ج ۲، ص ۷۷ (نمبر ۸۸۸)۔ ج ۳، ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵)۔ المحدث علی الحسین بن حنبل: ج ۳، ص ۱۲۹۔ (ج ۳، ص ۱۳۰ احمد حدیث ۳۶۳۳)۔ احکام القرآن بصاص: ج ۳، ص ۵۶۰

۲۔ مسند احرار: ج ۲، ص ۹۳۰۔ (ج ۲، ص ۱۸۲ احمد حدیث ۵۲۵۸۔ م ۵۲۵۸)۔ سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۹۲۔

۳۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن: ج ۳، ص ۱۳۶ احمد حدیث ۱۳۷۔ (ج ۳، ص ۱۸۷)۔ استیعاب: ج ۱، ص ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ (قسم الثالث: ص ۳۰۸۰ نمبر ۳۶۳۲)۔ اسد الغلبۃ: (ج ۳، ص ۲۲۹)۔ ج ۳، ص ۳۲۲ نمبر ۳۰۸۰۔ ریاض النظر: ج ۲، ص ۲۲۲۔ (ج ۳، ص ۲۰۱)۔

۴۔ سنن بیہقی: ج ۸، ص ۱۷۲۔

در میان مناظرہ ہوا۔ سلمہ کہتے تھے کہ حاج کافر ہے اور ذر کہتا تھا کہ مومن ہے۔ سلمہ کی دلیل تھی کہ اعشر کہتے ہیں کہ واللہ میں نے حاج کو کہتے نہ ہے کہ حیرت ہے مجھے عبد مذیل (ابن مسعود) پر کہ جو کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ قرآن تو بس عربی آہنگ ہے اور خدا کی قسم اگر ابن مسعود کو پاجاتا تو اس کی گردان مار دینا یا اس کے حلق سے قرآن کھڑج لیتا۔ (۱)

ابن عساکر (۲) نے حاج کا خطبہ نقل کیا ہے: جہاں تک ہو سکے تقویٰ اختیار کرو لیں اس میں ثواب نہیں۔ البتہ امیر المؤمنین عبد الملک کی اطاعت کرو کہ اس میں ثواب ہے۔ خود ابن عمر سے حدیث نقل ہے کہ وہ کذاب اور جاہل ہے میں ثقیف کا۔ (۳) حاج نے زائرین مدینہ کے لئے کہا کہ ان پر افسوس ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈی کا طواف کرنے جاتے ہیں، امیر المؤمنین کے قصر کا طواف نہیں کرتے۔ کیا یہ جانتے نہیں کہ خلیفہ خدا رسولؐ سے افضل ہے۔ (۴)

دو آدمیوں میں جھکڑا ہوا کہ حاج مومن ہے اور حاج کافر ہے۔ معاملہ شعی کے پاس گیا تو کہا کہ وہ بتا۔ طاغوت کا مومن تھا اور خدا نے عظیم کا فرخ تھا۔ (۵) واصل اسے شیخ کافر، قاسم اس کو اسلام کا بھگوڑا، عاصم حرمت کا زیارت کرنے والا بتاتے تھے۔ طاؤوس کو حیرت تھی کہ اہل عراق حاج کو مومن سمجھتے ہیں اکثر نے اسے کافر کہا ہے۔ (۶) پھر یہ کہ ترمذی کے مطابق حاج کے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ نہیں ہزار تھی۔ (۷)

۱۔ المسجد رک علی الحسنین : ح ۲، ص ۵۵۶۔ (ح ۲، ص ۱۲۳ حدیث ۲۳۵۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ح ۲، ص ۲۹۔ (ح ۲، ص ۱۲۰)

ص ۱۶۰ و ۱۵۹ (۱۳۱۷)۔ تصریح تاریخ ابن عساکر: (ح ۲، ص ۲۱۵)

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ح ۲، ص ۲۹۔ (ح ۲، ص ۱۲۰ نمبر ۱۳۱۷)۔ تصریح تاریخ ابن عساکر: (ح ۲، ص ۲۱۲)

۳۔ سنن ترمذی: ح ۹، ص ۶۲۔ ح ۱۳، ص ۲۹۲۔ (ح ۲، ص ۳۳۲ حدیث ۲۲۰)۔ مسند احمد: ح ۲، ص ۹۲ و ۹۱۔

(ح ۲، ص ۲۱۸ حدیث ۵۶۱۲)۔ میں ۲۲۱ حدیث ۵۶۲۲)۔ تاریخ ابن عساکر: ح ۲، ص ۵۰۔ (ح ۲، ص ۱۲۰ و ۱۳۱۷)

۴۔ فضائی کافر ابن عقیل: ص ۱۸۔ (ص ۱۰۶)

۵۔ تاریخ ابن عساکر: ح ۲، ص ۸۱۔ (ح ۱۲، ص ۱۸۸ و ۱۸۱ نمبر ۱۳۱۷)۔ تصریح تاریخ ابن عساکر: (ح ۲، ص ۲۲۸)

۶۔ الاتحاد عتب الاعراف: ص ۲۲۔ (ص ۲۷)

۷۔ سنن ترمذی: ح ۹، ص ۶۲۔ (ح ۲، ص ۳۳۳ حدیث ۲۲۰)۔ تاریخ ابن عساکر: ح ۲، ص ۸۰۔ (ح ۱۲، ص ۱۸۲ و ۱۳۱۷)۔

۸۔ تصریح تاریخ ابن عساکر: (ح ۲۲۶، ۲۲۷)۔ تیسیر الوصول: ح ۲، ص ۳۲۔ (ح ۲، ص ۲۱)

اسی ہزار قیدی جس میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔ (۱)

کیا ایسا سفاک و خونخوار نماز کی امامت کے قابل تھا؟ کاش! ہمیں معلوم ہو سکتا کہ کسی شریعت میں زور و زبردستی کو حق کی علامت بتایا گیا ہے؟ آخراً بن عمر نے اس کی بیعت کیسے کی؟ ابن عمر حجاج کے پیچے نماز پڑھتا تھا اور خوارج کے سر غنہ خدھ کے پیچے۔ ان حزم کے مطابق ایک بد کار ترین اور دوسرا خارجی تھا۔ (۲)

کیا قرآن و حدیث میں اس بات کی نشاندھی نہیں ہے کہ جماعت کی نماز ایسے کے پیچے پڑھو جو قرآن و سنت کا واقف کار اور نیک ہو؟ (۳) اگر غلبہ ہی ابن عمر کے یہاں معیار قاتلوں جمل و نہادوں کے بعد حضرت علیؓ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا ان کے پیچے نماز کیوں نہ پڑھی؟ بھلا خارجی کام اسی مبنی کیا ثواب کیا؟ جبکہ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خوارج دین سے نکل بھاگیں گے۔ (۴)

اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔ (۵)
امیر المؤمنینؑ کا ہاتھ رسولؐ کا ہاتھ تھا۔ ابن عمر نے آپ کی بیعت نہ کر کے برکت گنوائی، حجاج جیسے طباہ کار، کذاب کے پیچے نماز پڑھی اور نفس رسولؐ کی اقتدا چھوڑ دی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر: ج ۱۲، ص ۸۰، ۸۱۔ (ج ۱۲، ص ۱۸۵ اگسٹ ۱۹۷۷ء)۔ الحضر: ج ۱، ص ۶۶۔ (ج ۱، ص ۵۲)

۲۔ طبقات ابن سعد: ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۱۳۹ اگسٹ ۱۹۷۷ء)۔ الحضر: ج ۲، ص ۲۲۲

۳۔ صحیح مسلم: ج ۲، ص ۱۳۲۔ (ج ۱، ص ۱۹) احادیث ۲۹۰ کتاب المساجد۔ سنن ترمذی: ج ۲، ص ۳۲۔ (ج ۱، ص ۳۵۹ حدیث ۲۲۵)

سن ابو داؤد: ج ۱، ص ۹۶۔ (ج ۱، ص ۱۵۹) احادیث ۲۲۷۔ (۵۸۲۳۵۸۲)

۴۔ صحیح بخاری: ص ۱۳۲۱، حدیث ۳۲۱۵۔ (ج ۲، ص ۲۷۳۸ حدیث ۱۲۲)۔ صحیح مسلم: (ج ۲، ص ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۳)۔

حدیث ۱۳۹ اور ۱۵۶ اور ۱۵۷ کتاب الواقۃ۔ سنن ترمذی: ج ۹، ص ۲۷۳۔ (ج ۳، ص ۳۱۷ حدیث ۲۱۸۸)۔ سنن ابن ماجہ:

(ج ۱، ص ۵۹) حدیث ۱۶۸) سنن ترمذی: ج ۸، ص ۲۷۰۔ الحضر علیؓ تحسین: ج ۲، ص ۱۳۲۔ (ج ۲، ص ۱۶۰) احادیث

(۲۲۳۷)

۵۔ الجامع الصافر: (ج ۱، ص ۶۳۸ حدیث ۳۱۳۸)

ابن عمر کا ایک دوسرے اعذر

حلیہ (۱) ابو قیم میں ہے کہ ایک شخص نے بن عمر سے پوچھا: آپ صحابی رسول ہیں، اس جگہ میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ جواب دیا: اس لئے کہ خدا نے مسلمانوں کا خون بہانے سے منع کیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿قَاتَلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٍ وَّ يَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ﴾ ”هم نے جہاد کر کے دین خدا کو رانج کر دیا اب تم چاہتے ہو کہ غیر خدا کے لئے جنگ کریں۔ یہی روایت اس دوسرے طریقے سے بھی ہے۔^(۲)

ماریئے گوئی ابن عمر کو جو بزم خود افقہ صحابہ بنا ہوا ہے مہاجرین و انصار کے مقابلے میں، کیوں انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر معاویہ و عائشہ سے جنگ نہیں کی؟ جس کا رسول خدا نے انھیں حکم دیا تھا۔ یہ ابن عمر کا عذر باب کے عذر کی طرح ہے کہ رسول خدا نے عمر کو ذواللہ یہ کے قتل کا حکم دیا لیکن انہوں نے پھر بہانہ پیش کر کے قتل نہیں کیا (۳) پھر یہ کہ امیر المؤمنین کی طرف سے جنگ کرنا غیر اللہ کا کام تھا؟ وہ توباغی گروہ سے جنگ کر رہے تھے۔

اس سے زیادہ حیرت ناک نظر ابن عمر کا یہ ہے کہ قتل کے زمانہ میں ہماری جنگ ایسی ہتھی ہے جیسے کوئی اجائے میں راستہ چل رہا ہو اور اچاکن گھٹاؤپ اندھیرا چھا جائے اور آدمی بھک جائے۔ مجھے قطعی سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کے ساتھ ہو کر جنگ کروں۔^(۲) کیا علیؓ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے میں گھٹاؤپ اندھیرا چھا رہا تھا؟ کیا کبھی مہاجرین و انصار اندھیروں میں بھک رہے تھے؟ کیا ابن عمر کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ شام کا اندھیرا یا عثمان کا اندھیرا گھٹن سے بھر پور تھا؟ معاویہ نے تو ہونس، دھمکی سے بیعت کی دوکان چکائی، بیزید کی بیعت لی۔ علیؓ کا عہد خلافت تو اجالوں سے بھر پور تھا۔ خود رسول خدا نے

۱۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۲۹۲

۲۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۲۹۳

۳۔ سند: ج ۳، ص ۱۵۔ (ج ۳، ص ۳۹۰ حدیث ۱۰۷۳۳)۔ البدریۃ والبلیۃ: ج ۷، ص ۲۹۸۔ (ج ۷، ص ۳۳۰ حادث عرض)

۴۔ حلیہ الاولیاء: ج ۱، ص ۳۰۹

فرمایا تھا کہ اگر تم علی کو امیر بناوے گے تو انہیں ہادی و مہدی پاؤ گے۔ معاویہ کی گراہی کے متعلق تو ہاشم مر قال، یزید بن قیس ارجی، عمار یاسر، عبد اللہ بن بدیل، ہبیث بن رعنی، وردان، محمد مسلم، نصر اور خود امیر المؤمنین کے واضح ارشادات ہیں کہ وہ راه خدا سے بھٹکا ہوا ہے تھا۔ خود معاویہ پہنچنے کو دنیا کا فرزند کہتا تھا۔

ابن عمر اپنے باپ کی بدعتیں زندہ کرتے ہیں

اس ملسلے میں دو چار نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ مجمع یتیم (۱) میں ہے کہ جب ابن عمر سے متعدد کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ حرام ہے۔ کہا گیا کہ ابن عباس اجازت دیتے ہیں تو جواب دیا کہ خدا کی قسم! ابن عباس جانتے ہیں کہ رسول خدا نے خبر کے موقع پر منع کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں جواب دیا کہ اگر عمر ابن خطاب کسی کو متعدد کرتے دیکھتے تو سکسرا کرتے۔ (۲)

ایک شخص نے حکم خدا کے خلاف فتویٰ دیا۔ سائل تو حکم خدا پوچھ رہا ہے اور یہ اپنے باپ کی بدعت ٹھوک رہا ہے۔ خود اس کے باپ نے گواہی دی ہے کہ دوستہ محمد رسول میں رائج تھے۔ اور میں اسے حرام کرتا ہوں۔ (۳) اس شخص نے جبوٹی قسم کھائی اور ابن عباس ہیئے عظیم صحابہ اور حضرت علیؓ کو جھٹالا۔ خبریں نبی مسیح کی تردید حفاظ و محمد شین نے کر دی ہے۔ (۴)

۲۶۵-مجمع الخروائخ: ج ۳، ص

۲۰۶-سنی: جے، مس

^۳-البيان والثمين جاط: ج ۲، م ۲۲۲ (ج ۲، م ۱۹۲) احکام القرآن جصاص: ج ۱، م ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲، ج ۱، م ۱۸۳ (ج ۱، م ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲) تفسیر قرطی: ج ۲، م ۳۷۰ (ج ۲، م ۲۶۱) کتاب المسو طرسخی: (ج ۲۷، ۲۸) زاد العمار ابن قم: ج ۱، م ۳۳۳ (ج ۲، م ۱۸۲) تفسیر کبیر رازی: ج ۲، م ۱۶۷، ج ۲، م ۱۷۰، ۱۷۱ (ج ۵، م ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴)؛ کنزل

الحادي عشر: ج ٢، ص ٢٩٣ (ج ١٦، ص ٥١٩) حدیث ١٥٧: م ٥٢١ حدیث ٣٥٧ (ج ٢، ص ٣٨)؛ در منشور: ج ٢، ص ١٣٠ (ج ٢، ص ٣٨)

الحادي عشر: ج ٢، ص ٢٢٨ (ج ٢، ص ٥٥٥)؛ شرح المواهب زرقاني: ج ٢، ص ٢٣٩ (ج ٢، ص ٢٣٩) شرح الموطا: ج ٣، ص ٢٢

(ج ٣، ص ١٥٢) حدیث ١٧٨ (ج ١١): سنن بیهقی: ج ٧، ص ٢٠٤؛ زاد العارف: ج ١، ص ٣٣٣ (ج ٢، ص ١٨٣)

- ۲۔ میت پر گرینے کرنے سے اس شخص کے باپ نے روکا جب کہ رسول خدا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اس شخص نے ایک روایت پیش کی جس کی تردید عائشہ نے کر دی۔ (۱)

۳۔ اس شخص نے باپ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے حدیث رسول یہاں کرنے سے روکا۔ (۲)

۴۔ حائض کے طوف و داع میں اپنے باپ کی تقلید کی اور لوگوں نے اس کی تردید کی۔ (۳)

۵۔ لوگوں کو غیر واقع امور کے متعلق سوال کرنے سے روکا یہ بھی باپ کی تقلید تھی۔ (۴)

۶۔ باپ کی طرح حالت احرام میں خوشبو کے استعمال سے روکا۔ عائشہ نے تردید کی۔ (۵)

۷۔ بخاری و مسلم (۶) میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں آئے دیکھا کہ ابن عمر مجرم عائشہ میں بیٹھنے ہیں اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان سے لوگوں کے نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ بدعت ہے۔ عروہ نے پوچھا: رسول خدا نے کتنی بار عمرہ ادا کیا؟ جواب دیا: چار بار، ایک اس میں ماہ رجب میں کیا۔ میں اس کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کو مجرمہ سے آواز دی: ام المؤمنین: آپ ابن عمر کی بات سن رہی ہیں؟ فرمایا: خدا ابن عمر کو بخشنے، رسول خدا جب بھی عمرہ کے لئے

۲- سن داری (ج اص ۸۲): سن این برج (ج اص ۱۵) (ج اص ۱۱حد ۲۶۵) (ج اص ۱۵) (ج اص ۳۳۵) (ج اص ۲۶۹)

^٣ سن داری: ج. ام. ٥٠: جامع البيان أعلم ابن عبد البر: ج ٢، ج ٣٣ (ص ٣٦٩) محدث شافعیان اعلم: ج ١٩٠

(ص ٢٢٦ حدیث ٢٢٢): **فتح الباري**: ج ٣، ص ٢٢٥ (ج ١٢، ص ٢٦٦) کنز العمال ج ٢، ص ٢٧٤ (ج ٣، ص ٨٣٩ حدیث ٨٩٠٦)

۵- صحیح بخاری : حج اه میں اولو۲۰۱ (حج اہ میں اولو۲۰۳) احادیث (۲۶۲) : صحیح مسلم : حج ۲، میں اولو۲۰۲ (حج ۳، میں اولو۲۰۴) احادیث (۲۶۳) کتاب الحج : سنن نسائی - حج ۵، میں اولو۲۰۳ (حج ۲، میں اولو۲۰۲) احادیث (۳۶۸)

۲- سیگ بخاری: ج ۳، ص ۱۷۷ (ج ۲، ص ۲۳۰ حدیث ۱۶۸۵)؛ سیگ مسلم: ج ۲، ص ۶۱ (ج ۲، ص ۸۹ حدیث ۲۲۰ کتاب الحج): مسن

حدیث (۲۹۹۸) تبیہ الوصول؛ ح. ا. مس (۲۳۶) (ح ام ۳۹۲)

کے ابن عمر ان کے ساتھ تھے۔ رسول نے تو ایک بھی عمرہ ماہ رجب میں ادا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رجب کا عمرہ ابن عمر نے جھوٹ بول کر پیدا کیا۔ وہ اس طرح اپنے باپ (۱) کی متعدد کے خلاف بدعت کو تقویت دینا چاہتا تھا یا تاویل کرنا چاہتا تھا۔

انس نے بھی ماہ رجب میں عمرہ رسول کا انکار کیا ہے۔ قارئین کرام کو ابن عساکر اور احمد بن حنبل کی روایت سے ابن عمر کی ماہیت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ (۲)

عبداللہ بن زبیر نے حاضرے کے درمیان عثمان سے کہا کہ میں اصل گھوڑے لے آؤں تاکہ آپ کم کہ چلے جائیے۔ عثمان نے کہا نہیں، میں نے رسول خدا سے سنایا ہے کہ مکہ میں ایک کافر دن ہو گا جس کا نام عبد اللہ ہو گا۔ اس پر آدمی مخلوقات کا عذاب بار ہو گا۔ میرے خیال میں وہ تم ہو یا عبد اللہ ابن عمر۔ (۳)

مند احمد میں ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ابن زبیر سے بھی بات کی تھی۔ (۴)

ابن عمر کی دوسری قسم کی روایات میں صرف امیر المؤمنین سے عتداد کی جملکیاں ملتی ہیں اس کا دل اجازت نہیں دیتا کہ نام علی زبان پر لائے۔ اس نے بارہ خلفاء کے نام لگانے اور نام علی چھوڑ دیا۔ (۵) جبکہ بیزید و سفارح جیسوں کا نام لیا۔ (۶) اس شخص میں کیا منہوس روح بھری تھی کہ تعصیب جلاہانہ میں

۱۔ مند احمد: (ج ۲، ص ۹۵) (ج ۲، ص ۲۲۶ حدیث ۵۲۲)

۲۔ سعیج بخاری: (ج ۳، ص ۱۳۵) (ج ۲، ص ۲۳۱ حدیث ۱۶۸۸)؛ سعیج سلم: (ج ۳، ص ۲۰) (ج ۲، ص ۸۸ حدیث ۲۱۷ کتاب الحج)؛ شن ابی داؤد رضی الله عنه عن زریعہ زرکشی میں (ج ۲، ص ۲۰۶) حدیث ۱۹۹۳؛ الاجابت زرکشی میں (ج ۲، ص ۱۱۵) حدیث ۲۱۲؛ شن ابی داؤد (ج ۲، ص ۲۳۲) حدیث ۱۹۹۳؛ شن ابی داؤد (ج ۲، ص ۲۳۳) حدیث ۱۹۹۶۔

۳۔ مند احمد: (ج ۱، ص ۱۰۳) حدیث ۲۶۳۔ تاریخ ابن عساکر: (ج ۷، ص ۳۲)۔ (ج ۲۸، ص ۲۱۹۔ نمبر ۲۲۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۲، ص ۱۹۵) (ج ۱۳، ص ۱۹) (ج ۲، ص ۹۵) (ج ۲، ص ۶۱) حدیث ۲۵۶۱۔

۴۔ مندرج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۹۸) (ج ۲، ص ۲۹۸) حدیث ۲۵۶۱۔

۵۔ فتح الباری: (ج ۵، ص ۱۹) (ج ۱۳، ص ۹۵) (ج ۱۲، ص ۲۷۷) (ج ۲، ص ۲۷۷) نمبر ۱۹۳۶؛ مختصر تاریخ ابن عساکر: (ج ۱۲، ص ۲۵۹)۔ سیرہ اعلام العلاماء: (ج ۲، ص ۲۸) (ج ۱۳، ص ۲۷۷) نمبر ۲۲۷۔

(ج ۲، ص ۲۸) (ج ۱۳، ص ۲۷۷) نمبر ۲۲۷۔

حضرت علیؑ کو یزید سے بھی بدتر سمجھتا تھا۔ اس شخص نے بھی فضائل علیؑ کا زبان سے اقرار نہ کیا۔ جو فضائل بیان کئے وہ بھی سخن کر کے بیان کئے یا تحریف کر کے لیکن علاش کے فضائل بیان کرنے میں اس کی قیمتی کی طرح زبان چلتی نظر آتی ہے۔

۵۔ انس سے روایت ہے: رسول خدا کے ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان کوہ حرا پر بیٹھتے تھے، اتنے میں پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا: اے حرا! شہر جا کر تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید بیٹھے ہیں۔

خطیب، نے اس روایت کو کدبی سے نقل کیا ہے (۱) جو کذاب اور حدیثیں گزٹھنے والا تھا۔ اس نے زبان رسول خدا سے ہزاروں جھوٹی حدیثیں بیان کر دیں ہیں۔ (۲) اسے اختلال حواس بھی ہو گیا تھا۔ (۳)

اس روایتی عیب کے باوجود خطیب نے مدح صحابہ کے زعم میں بغیر خلل سند بیان کئے لکھا رہا ہے۔

۶۔ دارقطنی (۲) نے اسماعیل بن عباس و راق، عباد بن ولید، ولید بن نفضل، عبد الجبار بن جاج، هگرم بن حکیم، سیف بن منیر انہوں نے ابو درداء کا بیان نقل کیا ہے کہ چار چیزیں رسول خدا سے میں نے سنی ہیں: کسی اہل قبلہ کو خواہ گناہ کبیرہ ہی کرے کافرنہ کہہ دو، ہر پیش نماز کے پیچے نماز پڑھ لو جہاد کرو، ابو بکر و عمر و عثمان و علیؑ کو صرف اچھائی سے یاد کرو اور کہو کہ وہ لوگ ایسے گروہ تھے جنہیں ان کے اچھے برے عمل کا بدل دیا جائے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۶۵

۲۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۳۱؛ کتاب الحجر و مین (ج ۲ ص ۳۱۲؛ تذكرة المصنوعات ص ۱۸، ۱۳، ۱۰، ۱۵)؛ شذرات

النہجہ ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۳۶۲؛ حادث ۲۸۶)؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۲۷۳؛ نمبر ۸۳۵)؛ الحکای

المصنوعۃ ج ۲ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۲۱۵، ۲۲)؛ تذكرة الحفاظ ج ۲ ص ۱۷۵ (ج ۲ ص ۱۸؛ نمبر ۶۱۸)

۳۔ کتاب الحجر و مین (ج ۲ ص ۲۲۰)؛ تہذیب الحدیث ب ج ۲ ص ۳۷۵ (ج ۲ ص ۲۲۵)؛ طبقات ابن سحد (ج ۲ ص ۲۷۳)؛

العقاید ابن حبان (ج ۲ ص ۳۶۰)؛ تہذیب العجز ب ج ۲ ص ۲۶-۲۴ (ج ۲ ص ۵۶)

۴۔ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۳؛ ج ۲ ص ۲۶۲ (ج ۲ ص ۲۲۶)؛ ج ۲ ص ۲۵۸ نمبر ۲۱۳؛ ج ۲ ص ۲۲۲ نمبر ۹۳۹

رجال سند:

ولید بن فضل: ابن حبان کہتے ہیں: جعلی روایات میں ماہر تھا۔ (۱) ذہبی اور دارقطنی کہتے ہیں: وہ غیر معترض ضعیف تھا۔ (۲)

عبد الجبار بن جراح خراسانی: حافظہ خراب تھا، سرت روایت تھا، ضعیف تھا۔ (۳)

مکرم بن حکیم نجاشی: باطل و بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ گمان تھا سرت روایت تھا۔ (۴)

سیف بن منیر: گمان تھا، ضعیف اور پیغمبر سے بے بنیاد روایات نقل کرتا تھا۔ (۵)

ے۔ انس سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کی نظری میری امت میں نہ ہو چتا نچا ابو بکر نظری اب را ہم ہیں، عثمان نظری ہاڑوں، اور علی میری نظری ہیں۔ اس روایت کو ابن اعرابی نے محمد بن زکریہ سے نقل کیا ہے۔ اس نے احمد بن عثمان تھجی سے، اس نے احمد بن عطاء سے تھجی نے عبد الحکم اور اس نے انس سے روایت کی ہے۔

ذھی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس جھوٹ کے پلندے کو غلامی نے گڑھا ہے۔ اور وہ سرت روایت ہے۔ (۶)

دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں گزحتا تھا۔ (۷)

۱۔ کتاب المحرر و مین (ج ۳ ص ۸۲)

۲۔ میران الاعتدال (ج ۳ ص ۳۲۲ نمبر ۹۳۹)؛ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵ حدیث ۲)

۳۔ سان المیر ان ج ۳ ص ۲۸۳ نمبر ۵۵ دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۴۔ میران الاعتدال ج ۳ ص ۱۹۸ (ج ۳ ص ۷۷ نمبر ۸۷۸)؛ سان المیر ان ج ۲ ص ۸۵ (ج ۲ ص ۸۵ نمبر ۸۵۳)؛ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۵۔ میران الاعتدال ج ۳ ص ۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۵۸ ح ر ۳۶۳)؛ سان المیر ان ج ۳ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۱۵۹ نمبر ۲۰۷۹)؛ سنن دارقطنی (ج ۲ ص ۵۵)

۶۔ میران الاعتدال ج ۳ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۵۸)

۷۔ الفتحاء والمحتر وکین (ص ۲۵۰ نمبر ۲۸۳)

دوسرا نام احمد بن عطا کا ہے: جو دارقطنی کے زد یک متروک و مطرود ہیں۔ (۱)
 ابن مدینی کہتے ہیں کہ ایک دن اس کے پاس نقل حدیث کے لئے گیا، جب اس کے شاگرد چلے گئے تو اس کے کاغزوں کے بندل کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: انھیں تم نے خود سنائے؟ جواب دیا، نہیں، بلکہ خریدا ہے۔ اسکین اچھی بھی حدیثیں ہیں۔ انھیں اس نے بیان کرتا ہوں کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ میں نے اس سے کہا: خدا سے نہیں ڈرتے کہ رسول خدا پر بہتان اور جھوٹ باندھ کر لوگوں کو خدا سے زد یک کر رہے ہو۔ (۲)

۸۔ ریاض محبت (۳) میں قول شافعی نقل ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں اور ابو بکر، عمر، عثمان و علی ہزار سال خلقت آدم سے قبل نوری شکل میں یعنی عرش پر تھے۔ جب آدم خلق ہوئے تو اگری پشت میں آئے۔ اسی طرح پاکیزہ نسل میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے صلب عبد اللہ میں، ابو بکر کو صلب ابو قافلہ میں، عثمان کو صلب عفان، اور علی کو صلب ابو طالب میں پھرپڑا دیا۔ پھر انھیں میری محبت سے سرفراز کیا اور ابو بکر کو صدقیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی کو صی بنایا۔ اس نے اب جو بھی میرے اصحاب کو برا بھلا کیے گا گویا اس نے مجھے برا بھلا کیا اور جس نے مجھے دشام دیا اس نے خدا کو دشام دیا اور خدا کو دشام دینے والا اوندھے منھ جہنم میں جھوک دیا جائے گا۔ (۴)

اس متروک سند کی تردید کی چند ا DAN ضرورت نہیں۔ لیکن ایک چیز غور طلب ہے کہ اس میں ایک شجرہ ملعونہ (۵) کی بھی فرد ہے۔ جو جاہلیت و اسلام دونوں حالت میں رذالتون کی آخری حذر پر رہے۔

۱۔ الفضفاء والمردكين (ص ۱۱۰ نمبر ۳۳)

۲۔ میزان الاعتدال ج اص ۵۶، ج ۳ ص ۵۸ (ج اص ۱۹ نمبر ۲۲۸، ج ۳ ص ۵۵۰ نمبر ۷۵۳)، لسان المیزان ج اص ۲۲۱، ج ۵ ص ۱۲۸ (ج اص ۲۲۸ نمبر ۲۸۹، ج ۵ ص ۱۹۰ نمبر ۷۳۵۱)

۳۔ ریاض المعرفہ ج اص ۳۰ (ج اص ۲۵)

۴۔ دیلۃ الحسیدین (ج ۵ ص ۱۸۵ نقی)

۵۔ در مشور ج ۳ ص ۱۹۱ (ج ۵ ص ۱۹۱)، سیرۃ حلیہ ج اص ۲۷ (ج اص ۲۱)، فتح القدر شوکانی ج ۳ ص ۱ (ج ۲۲۰)، تفسیر روح المعانی آلوی ج ۱۵ اص ۷۰، تفسیر قرطبی ج ۱۰ اص ۲۸۶ (ج ۱۰ اص ۱۸۵)

اس کے علاوہ ابو قافلہ اور خطاب کے جامیں حالات قطعی اندر میرے میں ہیں، کہیں کوئی افتخار نظر نہیں آتا۔ دشام کی بات بھی چندان لائق تردید نہیں کیوں کہ اس سے تو خود صحابہ کی گردن پکڑی جاتی ہے جو باہم کا لی ہی نہیں جو تم بازی کرتے رہتے تھے۔

۹۔ ریاض مجتب (۱) میں ہے کہ یخاں سلکی کا بیان ہے: رسول خدا نے فرمایا: خدا یا! ابو بکر پر صلوات بھیج کیوں کرو وہ تجھے دوست رکھتا ہے۔ عمر، عثمان، ابو عبیدہ و عمر و عاصم پر درور بھیج کیوں کہ یہ تجھے دوست رکھتے ہیں اور تیر ارسول ان کو دوست رکھتا ہے۔ اس کی روایت خلیٰ نے کی ہے کاش طبری نے اس بے سند روایت کے راوی بھی بیان کر دئے ہوتے تاکہ معلوم ہوتا کہ کس نے یہ روایت گردھی ہے۔ پتہ نہیں یہ یخاں کون ہے، صحابی ہے یا تابعی، خود اس نے رسول سے سنایا فریب کارانہ جھوٹ بولا ہے۔ حیرت ناک تو یہ ہے کہ اس میں وہ نام آیا ہی نہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور خدا سے دوست رکھتا ہے۔ حضرت علیؓ کے لئے تو بے شمار احادیث مجتب موجود ہیں۔ (۲)

خداؤرسوںؐ کے محبوب اصحاب میں سلمان، عمار، مقداد، ابوذر، عباس، عم رسلوں کا نام آتا ہے لیکن حدیث گڑھنے والے پرینام پوشیدہ رہ گئے۔

۱۰۔ ابن عدی نے احمد بن محمد ضمیمی، حسین بن یوسف، ابو ہاشم اصرم بن حوشب، قره بن خالد بصری اور رضاخاک نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: میں اول ہوں، ابو بکر دوم، عثمان سوم اور پھر تمام لوگ سبقت اسلامی کی بناء پر نمبر پاتے جائیں گے۔ (۳)

سیدھی نے لاحی میں کہا ہے کہ یہ آفت اصرم کی لائی ہوئی ہے۔ (۴) سمجھی کہتے ہیں کہ وہ منحوں جھوٹنا تھا۔

۱۔ ریاض العصرہ ج ۱ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۳۷)

۲۔ ریاض العصرہ ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۲)؛ ذخیر الحقی ص ۲۲؛ موافق ابجی ج ۳ ص ۲۶ (ص ۲۰۹)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۳؛ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۰ (نمبر ۱۰)

۳۔ الہامی المصوّر ج ۱ ص ۱۱۱

۴۔ اکاہل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۲۰۸ نمبر ۲۱۹)

بخاری، مسلم، نسائی، دارقطنی اسے پکا جھوٹا اور غیر معتر کہتے ہیں۔ (۱) پھر یہ کہ خحاک نے ابن عباس سے حدیث حاصل نہیں کی نہیں ہے۔ (۲) ابن سعید کہتے ہیں کہ خحاک میرے نزدیک ضعیف دست ہے۔ (۳)

۷۔ تاریخ بن عساکر میں ابن عباس کا بیان نقل ہے کہ پیغمبر نے فرمایا: بلاشبہ میرے داماد میرے نزدیک محبوب ترین اور بلند مرتبہ ہیں۔ خدا تک قریب ترین وسیلہ ہیں۔ اور کامیاب ترین اہل جنت میں ابو بکر، پھر عمر ہیں، جنہیں خدا نے۔ ہزار ہزار فرشت پر موتیوں کا قصر عطا کیا ہے، جس کے کمرے، ایوان، دیوار اور سرخنی اور جام بھی موتیوں کے ہیں۔ اس کے پرندے بھی موتیوں کے ہیں۔ ان کے لئے خشنودی اور پھر خشنودی ہے۔ تیسرا عثمان ہیں جنہیں جنت میں وہ مرتبہ دیا جائے گا جس کا صفت ناقابل بیان ہے۔ فرشتوں کی عبادت کا ثواب اول سے آخر تک انہیں عطا کیا جائے گا چوتھے نمبر پر علی ہیں۔ (۴)

مبارک ہو مبارک، کون مثل علی ہو سکتا ہے۔ وہ میرے وزیر ہیں، مصیبتوں میں میرے رفیق ہیں، میری امت پر میرے خلیفہ ہیں، میری دعا سے وہ بجھ سے ہیں۔ اور ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ بیش ان کی وجہ سے دین کو تقویت ہوئی، قبل اسلام اور بعد اسلام۔ ابوسفیان کے مانند کون ہو سکتا ہے؟ جب ہنگام حساب عرش پر میرا ان کا سامنا ہو گا تو یا قوت سرخ کا ایک جام انہیں پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: میرے دوست نوش جان کرو۔ اور ان کے لئے لگاتار خشنودی ہے۔ خدا اس پر رحمت نازل کرے۔

۱۔ تاریخ کبیر بخاری (ج ۲۵ ص ۶۵ نمبر ۱۶۷)؛ کتاب الفضفاء والحر وکین نسائی (ص ۹۵ نمبر ۲۸)؛ الفضفاء والحر وکین دارقطنی (ص ۵۵ نمبر ۱۱۶)؛ کتاب الحجر و میمن اثنان جان (ج ۱ ص ۱۸)؛ الفضفاء والکبیر مقطی (ج ۱ ص ۱۸ نمبر ۱۱۲)؛ الجرج والتذکر میں ابن الہائم (ج ۲۲ ص ۳۳۶ نمبر ۱۲۷)؛ میزان الاعتراض (ج ۱ ص ۲۷ نمبر ۱۰۱)؛ سان المیر ان (ج ۱ ص ۳۶۱) (ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۱۲۲)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۱۳۶)

۳۔ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۵ ص ۱۶۳، ۱۳۵)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۱۷۰)

اس حدیث کو ابن عساکر نے خود ہی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ”هذا حدیث مکبر“۔ یہ حدیث بھل اور پھر کسے نہ ہوگی کیوں کہ ابوسفیان کو قتل اسلام اور بعد اسلام موبید اسلام بتایا گیا ہے، جیسے یہ شخص نہیں جو جنگ احمد میں سردار مشرکین تھا۔ وہ قبائل مشرکین کی فوج بنا کر رسول خدا کے خلاف کھڑا کرنے والا تھا۔ وہ چلا رہا تھا: ”اعلیٰ هبل“ (ہبل کا بول بالا) رسول خدا نے فرمایا: تم لوگ جواب دو ”الله اعلیٰ و اجل“ ابوسفیان نے کہا: ”ان لنا العزیٰ ولا عزیٰ لكم“ (ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں) رسول خدا نے فرمایا: تم جواب دیدو ”للہ مولانا و لا مولیٰ لكم“ (خدا ہمارا مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں) یہی تو وہ قائد کفر تھا جس کے لئے ارشاد خدا ہے: ﴿وَقَاتَلُوا النَّمَةَ الْكَفَرَ إِنْهُمْ لَا يَإِيمَانَ لَهُمْ﴾ (۱) اسی کے لئے آیت اتری: ﴿أَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْفَقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصْدُوَا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (۲)۔ این مردویہ نے اخراج کیا ہے کہ ابن عباس، عبد بن حمید، ابن جریر، مجاهد، سعید بن جریر، ابن المنذر، ابن الجائم، ابو شیخ بطریق عتبہ بن حکم کہ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (۳)

اسی کے لئے اور اس کے اصحاب کے لئے آیت نازل ہوئی: ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَنْتَهُوا يَغْفِرُ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَأَنْ يَعُودُ وَأَفْقَدُ مِضْطَتْ سَنَةَ الْأَوَّلِيَّنَ يَعُودُ فَقَدْ مِضَتْ سَنَةَ الْأَوَّلِيَّنَ﴾ (۴) (طبری، کشاف، رازی، تفسیر خازن، اللوی، سیرۃ بن ہشام، نصب الرایہ،

- ۱۔ (توبہ ۱۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۵ (ج ۳ ص ۹۹)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۶ (ج ۲۲ ص ۲۲۲) (۷۸۷۹ نومبر ۱۹۷۷)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱ ص ۵۲-۵۳) (۵۲-۵۳)؛ میون الانڑج ص ۱۸ (ج ۱ ص ۲۲۲)؛ تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۱۵۱)۔
- ۲۔ (انقال ۳۶) تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۲۲ (مجلد ۶ ج ۱۰ ص ۸۷)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۹۳ (ج ۲۲ ص ۲۲۸) (۷۸۷۹ نومبر ۱۹۷۸)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۵)؛ تفسیر ابن حبیب ج ۲ ص ۱۷؛ تفسیر در منثور (ج ۳ ص ۱۳۶)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۵۰۸)؛ تفسیر روح الحانی آلوی ج ۱۰ ص ۵۹۔
- ۳۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹ (مجلد ۶ ج ۹ ص ۲۲۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۲۹۲ (ج ۲۲ ص ۲۲۸) (۸۷۹۰ نومبر ۱۹۷۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۵)؛ تفسیر کشاف ج ۴ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۲۷۹ (ج ۱۵ ص ۱۱۰)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۸؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۱۸۲)؛ تفسیر فتح القدير ج ۲ ص ۲۹۳ (ج ۲ ص ۳۰۷)؛ تفسیر روح الحانی ج ۹ ص ۲۰۳۔
- ۴۔ (انقال ۳۸) تفسیر نسلی مطبع بر جا شیخ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۱۹۳) (۱۰۳)؛ تفسیر روح الحانی ج ۹ ص ۲۰۶۔

بخاری مغازی میں لفظ فلاں فلاں ہے۔ ابوسفیان کی پردہ داری کے بطور نام نہیں لکھا ہے۔ (۱) یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوطالب کے پاس جا کر کہا تھا کہ تمہارے سچے
نے ہمارے خداوں کو گالیاں دی ہیں، ہمارے دین میں عیب لگایا ہے، بزرگوں کو حمق کہا ہے، آباء و
اجداؤ کو گمراہ کہا ہے۔ اب یا تو تم اسے روکو یا ہمارے حوالے کر دو۔ (۲)

اسی نے دارالندوۃ میں ابو جہل کے ساتھ مشورہ کیا تھا کہ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی محمد پر حملہ
آورہو۔ (۳) جنگ احمد میں چالیس اوقی خرچ کیا تھا۔ اس نے دو ہزار صحیبوں کی خصوصی فوج رسول خدا
کے خلاف تیار کی تھی، عربوں کی فوج کے علاوہ یہ فوج تھی۔ (۴)

یہی وہ ہے جس کے لئے رسول خدا نے جنگ احمد میں دوسرا رکعت نماز میں یوں لعنت فرمائی:

خدایا! ابوسفیان پر لعنت فرم۔ صفوان بن امیہ اور حارث بن رشام پر لعنت فرم۔ (۵)

یہی وہ ہے جس پر بقول امام حسن رسول خدا نے سات موقوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۶)
۱۔ کے سے طائف جاتے ہوئے۔

۲۔ شام سے آئے ہوئے کفار قریش سے مدھیڑ کے وقت۔

۳۔ جنگ احمد میں۔

۴۔ جنگ احزاب میں۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۳ ص ۱۳۹۳ ح ۲۸۳۲، ج ۳ ص ۱۲۱ ح ۲۸۳)

۲۔ سیرۃ ابن حشام ج ۱ ص ۲۷۷، ج ۲ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۲۸۲، ج ۲ ص ۵۸)

۳۔ سیرۃ ابن حشام ج ۲ ص ۹۲ (ج ۱ ص ۱۲۶)

۴۔ تفسیر طبری ج ۹ ص ۱۵۹، ج ۱۱ ص ۲۲۰ (جلد ۶ ح ۹۹ ص ۲۲۲)؛ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص ۳۹۷ (ج ۱ ص ۱۵۰)؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۱ ص ۱۸۳)، تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۲۰۲

۵۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۵۸ (جلد ۳ ج ۲ ص ۸۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۱۲ ح ۲۰۰۲)، نسل الادوار ج ۲ ص ۳۸۹؛ نصب
المریم ج ۲ ص ۱۱؛ صحیح بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۲ (ج ۳ ص ۱۳۹۳ ح ۲۸۳۲)

۶۔ شرح ابن القیم ج ۲ ص ۱۰۲، ۱۰۳ (ج ۳ ص ۲۹۰-۲۹۱ خطبہ ۸۲)

۵۔ حدیبیہ کے موقع پر۔

۶۔ جمل احر کے موقع پر۔

۷۔ جس وقت رسول خدا عقبہ سے گزر رہے تھے تو ابوسفیان بھی بارہ آدمیوں میں تھا۔

یہ وہی ہے کہ جب قبیلہ نبی مسیح کے مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہے تھے تو ان کے گھروں کو

قبضے میں کر لیا اور پھر تیج ڈالا، اس بارے میں تجویہ اشعار بھی کہے گئے۔ (۱)

اسی نے احمد میں اشعار بائیہ کہے تھے:

اقاتلهم و ادعی بالغالب

اسی نے جناب حمزہ کی لاش کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا تھا "اے عاق مزاچھو۔ (۲)

اسی نے قبر حمزہ پر ٹھوکر مار کر کہا تھا اب خلافت ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے۔ ہمارے چھوکرے اس

سے کھیل رہے ہیں۔ (۳)

اسی نے پئے درپیع اسلامی فوج کو آتے دیکھ کر حمد میں بھرے الفاظ دہرائے تو رسول خدا نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: خدا تجھے خوار و ذمیل کر دے گا۔ (۴) اسی نے خلافت عثمان کے وقت گیندی کی

طرح کھینچنے کی بات کہی تھی۔ (۵) اسی نے اندھے ہونے کے بعد کہا تھا: کوئی ہے تو نہیں، جب کہا گیا کوئی نہیں ہے تو کہا کہ خدا یا! معاملے کی طرف پٹا دے اور اس سلطنت کو سلطنت یا صبا نے قرار

دے اور سب کچھ بھی امیہ کے خواں لے کر دے۔ (۶)

۱۔ سیرۃ ابن بشام ح ۲۴ ص ۷۱ (ج ۲ ص ۱۳۵)

۲۔ سیرۃ ابن بشام ح ۲۳ ص ۹۹ (ج ۳ ص ۹۹)

۳۔ شرح ابن الہمید ح ۲۳ ص ۱۵ (ج ۱۶ ص ۱۳۶) کتاب (۳۲)

۴۔ الاصابہ ح ۲۴ ص ۱۷۹

۵۔ استیغاب ح ۲۹۰ (اقسام الرائع ص ۱۶۷۹ - ۱۶۸۰ - ۱۶۸۱ نمبر ۵۰۰)؛ تاریخ طبری ح ۱۱ ص ۳۵۸ حادث

۶۷۸ھ)؛ مروج الذهب ح ۲۳۰ (ج ۲ ص ۲۶۰)

۶۔ تاریخ ابن عساکر ح ۲۳ ص ۷۰ (ج ۲۳ ص ۱۷ نمبر ۲۸۷۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۶۷)

اس کے لئے حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ مَنَّا النَّبِيُّ وَمُنْكِمُ الْمُكَذِّبُ "ہم میں رسول ہیں اور تم میں جھلانے والا ہے یعنی ابوسفیان، دشمن خدا اور رسول"۔ (۱)

دوسرے خط میں معاویہ کو فاقہ بن فاجر کہا۔ (بدکار کا بیٹا بدکار) ایک خط میں لکھا ہے: اے صحر کے بیٹے، اے ملعون کے بیٹے۔ اور حضرت علیؑ کی لعنتِ اصل میں لعنت رسولؐ سے ممائش تھی۔ اسی کے لئے حضرت عمرؓ نے دشمن خدا کہا۔ رسولؐ سے اجازت مانگی کہ اس کی گردان مار دوں۔ (۲) کبھی کہا: یہ اسلام کا پراندگان ہے۔ (۳)

یہ ابوسفیان کا اجمالی حال تھا۔ کیا ایسے ہی شخص سے اسلام کو تقویت ملی ہے؟ کیا اسی کو رسوئی خدا جام بلو ریں سے سیراب فرمائیں گے؟ پھر تو محشر اور حشر اور حساب کتاب سب کو دور سے سلام۔ پھر ذرا دیکھنے کے عثمان کو تمام ملائکہ کی عبادت کا ثواب مل جائے گا۔ پھر آخر صحابہ و مہاجرین و انصار نے ان پر چڑھائی کر کے انھیں قتل کیا تھا؟ اگر انھیں فرشتوں کا ثواب مل جائے گا تو شجرہ ملعونہ کے دارے نیارے ہو جائیں گے۔

۱۲۔ سہیل اپنے باپ یوسف اور وہ اپنے باپ سہیل بن مالک سے روایت کرتے ہیں: جب رسول خدا جمعۃ الدواع سے مدینہ واپس ہوئے تو منبر پر حمد و شکرے الہی کے بعد فرمایا: لوگو! ابو بکر نے مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں دی، اس لئے ان کا حق پیچانو۔

اے لوگو! میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زیبر، سعد و عبد الرحمن بن عوف نیز مہاجرین اولین سے راضی ہوں، اس لئے ان کا حق پیچانو۔ اے لوگو! حدیبیہ اور بدروالوں کو خدا نے بخش دیا ہے، اے لوگو! میرے اصحاب، خویشاں اور دامادوں کا احترام میرے بارے میں کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری باہمی تحرانی کی وجہ سے خدام تم سے باز پرس کرے، پھر تمھارا اعزز مسحونہ ہو گا۔ لوگو! اپنی زبان کو مسلمانوں کی

۱۔ شرح ابن القیم حجۃ الحدیث ج ۳ ص ۲۷۵ (ج ۵ ص ۱۹۶ کتاب ۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۲ ص ۲۲۹ نمبر ۲۲۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۲۲)

۳۔ الاصابة ج ۲ ص ۱۸۰

بدگوئی سے بچاؤ، جب کوئی مسلمان گذر جائے تو نیکی سے یاد کرو۔ (۱)
 ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ محل کی روایت خالد بن عمر کے گرد حکومتی ہے جو اموی اور بہل روایت
 کرنے والا ہے۔ (۲) آن منہ بھی عجیب و مکنام کہتے ہیں۔ عقیل قابل یہودی نہیں سمجھتے۔ (۳) ان کے
 علاوہ بھی محمد شیخ نے ان راپوں کے ساتھ روایت پر طعنہ زندی کی ہے۔ (۴)
 ۱۳۔ عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ میں نے تہائی میں رسول خدا سے پوچھا کہ کون صحابی آپ کو
 سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ میں اس سے محبت کروں؟ فرمایا: میری بات کو میری زندگی تک پوشیدہ
 رکھنا، میں نے کہا: مجی ہاں۔ فرمایا: ابو بکر، عمر و علی اور اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ پوچھا: پھر کون لوگ؟
 فرمایا: کون لوگ ہوں گے سوائے زبیر، طلحہ، سعد، ابو عیینہ، معاذ، ابو طلحہ، ابو ایوب اور تم، ابی بن کعب، ابو
 درداء، ابو مسعود، ابن عوف، ابن عفان، پھر یہ موالی کی جماعت سلمان، سمیب، بلاں، سالم مولی ابی
 حذیفہ۔ یہی میرے خاص اصحاب ہیں اور مجھے انتہائی محبوب ہیں۔ ابو عبد اللہ صنا بھی کہتا ہے: میں نے
 عبادہ سے پوچھا: جمزہ و جفتر کا رسول نے نام نہیں لیا؟ عبادہ نے کہا: وہ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے
 اور یہ بات آخر عمر کی ہے۔ (۵)

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۰۰ ص ۱۳۱ نومبر ۲۳۹۸) (ج ۲۷ ص ۱۲) (نومبر ۲۲۷)؛ الجم الکبیر (ج ۲۷ ص ۱۰۳ ح ۵۶۳)؛ الفتناء

الکبیر (ج ۲۳۸ ص ۱۵۱ نومبر ۱۷۱)؛ استیاب (ج ۲۷ ص ۵۷) (اقسم المثلثی ص ۲۲۶ نومبر ۱۰۹) (۱۰۹)

۲۔ استیاب (ج ۲۷ ص ۵۷) (اقسم المثلثی ص ۲۲۷-۲۲۶ نومبر ۱۰۹)

۳۔ الفتناء الکبیر (ج ۲۷ ص ۱۵۱ نومبر ۱۷۱)

۴۔ الاصابة (ج ۲۷ ص ۹۰) (نومبر ۲۵۵)؛ تہذیب العہد یہب (ج ۳۳ ص ۱۰۹)؛ کتاب الحجر و میمن ابن حبان (ج ۱ ص ۳۲۵)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳۳ ص ۲۲۵ نومبر ۸۵)؛ الفتناء الکبیر و کون (ص ۲۲۳ نومبر ۲۸۳)؛ میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۷ نومبر ۸۲۲)؛ سان ان ٹیک ان (ج ۳۳ ص ۱۲۲)، (ج ۳۳ ص ۲۶۱)، (ج ۳۳ ص ۵) (ج ۳۳ ص ۲۲۵)؛ میزان الاعتدال (ج ۳۳ ص ۲۰۱ نومبر ۲۰۱)؛ میزان الاعتدال (ج ۳۳ ص ۵۹۷) (ج ۳۳ ص ۳۹۶ نومبر ۲۰۲)

۵۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۸ ص ۲۸)، (ج ۲۷ ص ۲۱۰) (ج ۱۶ ص ۲۲۳ نومبر ۱۸۷)، (ج ۲۶ ص ۱۹۳ نومبر ۱۷۰)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۷ ص ۳۲۸)

حیرت انک بات یہ ہے کہ پوچھنے والے کو رسول خدا نے چھانے کی تاکید فرمائی جبکہ آخر عمر کی بات ہے۔ کیا خندی نے عابش کی روایت نہیں کی ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب علی ہیں اور وہی گرامی ترین بھی۔ تمام صحابہ اس بات کو جانتے تھے کہ مردوں میں رسول خدا کو سب سے زیادہ محبوب علی تھے اور عورتوں میں قاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہما تھیں۔ (۱) اس کی روایت بریدہ اور ابی ابن کعب نے کی ہے۔

تعجب ہے کہ تذکرہ محبوبیت میں رسول خدا عظیم صحابہ کو فراموش کر گئے جن کی ستائش میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے عباس عمر رسول، ابوذر، عمار، ابن مسعود وغیرہ۔ کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ابو عبیدہ گورکن ابو ذر جیسے صدیق صحابی (۲) سے محبوب ہو جائے یا عمار سے محبوب ہو جائے جو سرے پیر یک حق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (۳)

”خدا کی پناہ اس بُپے پر کی بکواس سے۔“

۱۲۔ ابن عساکر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا مسجد میں ابو بکر و عمر کا ہاتھ پڑائے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ (۴)
اس کا روایت سعید بن مسلمہ مکر المحدث ہے۔ (۵) مرہ کے بقول: ضعیف ہے۔ ابن صبان کہتے ہیں کہ فاحش غلطی کرتا ہے۔ (۶)

۱۔ خصائص نسائی ص ۲۹ (ج ۵ ص ۱۲۸ ح ۱۳۳)؛ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۳۰ ح ۸۳۹۸)؛ مسندرک حمیم ح ۳ ص ۱۵۵، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۸

سنن ترمذی ح ۲ ص ۲۲۷ (ج ۵ ص ۲۵۸ ح ۲۷۳)؛ ریاض الحسنه ح ۲ ص ۱۱ (ج ۵ ص ۱۰۳)

۲۔ طبقات ابن حجر ح ۳ ص ۱۶۸، ۱۶۷ (ج ۳ ص ۱۶۸)؛ سنن ترمذی ح ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۲۲۸ ح ۱۳۸۰، ۲۳۸۰)

۳۔ مسندرک حاکم ح ۳ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۲۳۲، ۲۳۳ ح ۲۶۷) (۵۶۷)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ح ۶ ص ۱۷۳ (ج ۲۱ ص ۲۹۶ نمبر ۲۵۵۵)، مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۰ ص ۱۱)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۷۲ ح ۳۲۲۹)

۵۔ الاربع اکبر (ج ۳ ص ۱۶۵ نمبر ۱۷۲۳)

۶۔ تاریخ ابن عساکر ح ۶ ص ۱۷۳ (ج ۲۱ ص ۲۹۹ نمبر ۲۹۷، ۲۵۵۵)، مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۰ ص ۱۱)؛ میرزان الاعتدال ح ۱ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۱۵۸ نمبر ۳۲۷۳)؛ تہذیب العجذیب ح ۳ ص ۸۲ (ج ۳ ص ۲۸)

۱۵۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ رسول خدا ابو بکر و عمر کا ہاتھ تھا سے تشریف لائے اور فرمایا: ہم اسی طرح ہیں، اسی طرح مرسیں گے، اسی طرح انھائے جائیں گے اور اسی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

یہ حدیث بھی سلیمان و بلاں کی وجہ سے متروک اور بقیر رجال کے عدم ذکر کی وجہ سے منقطع ہے۔

۱۶۔ ابن عساکر نے بطریق مرفوع روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابو نگراست میں سب سے زیادہ مہربان و دلسوز ہیں۔ عمر بہترین امت اور عادل ترین ہیں۔ عثمان حیا کا پتلہ ہیں، کرم و بخشش میں سب سے بڑے ہوئے ہیں۔ ابو درداء امت کے سب سے بڑے عابد و تقوی شعاعر ہیں اور معادیہ بہترین حاکم امت اور سب سے زیادہ تجی ہیں۔ (۱)

اختلاف الفاظ کے ساتھ عقلی اور سیوطی نے اس کو نقل کیا ہے۔ (۲) لیکن خود ابن عساکر نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ (۳) مجھے بھی رجال کو دیکھ کر ضعیف ہونے کا لیکن ہو جاتا ہے۔

شبیر بن زاذان کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (۴) عمر بن صحیح کو ابن راہو یہ نے بدعت و جھوٹ کا نامہ سنده کہا ہے۔ عام طور سے محدثین، منکر الحدیث، لذاب اور حدیث و خطبہ گڑھنے والا بتاتے ہیں۔ (۵)

رکن الشاعی کو سمجھی نے مہبل، نائل و دارقطنی نے متروک اور حاکم نے حدیث گڑھنے والا بتاتا ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۲۲۶ (ج ۲۲ ص ۵۰۵ نمبر ۲۶۵)؛ بعض تاریخ ابن عساکر (ج ۱۰ ص ۱۱۱)

۲۔ الفضفاء الکبیر (ج ۱۳۳ نمبر ۷۱۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۵۸۶)؛ بعض تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۲۲۳)

۴۔ کتاب الفضفاء والمحتر وکین (ج ۱۳۳ نمبر ۵۲۱)؛ التاریخ (ج ۲ ص ۸۸۸ نمبر ۳۲۸)؛ الفضفاء الکبیر (ج ۱۳۳ نمبر ۷۱۷)

۵۔ الجرج و التعذیل (ج ۶ ص ۱۱۶ نمبر ۶۲۹)؛ اکالی فی ضففاء الرجال (ج ۵ ص ۲۲۳ نمبر ۱۱۹)؛ میران الاعتدال (ج ۲ ص ۲۲۲) (ج ۳ ص ۲۰۶ نمبر ۷۱۳)

۶۔ کتاب الفضفاء والمحتر وکین (ص ۷۰ نمبر ۲۱۳)؛ الفضفاء والمحتر وکین (ص ۲۱۳ نمبر ۲۲۸)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۲۷ (ج ۲ ص ۲۲۰ نمبر ۷۱۲)

یہ تو سند حدیث تھی اب اس کا نہیں خصیتوں سے سمجھ لجئے کہ کہاں تک حق ہو گا۔

۷۔ انس بن مالک سے مردی ہے کہ رسول خدا نے سفینہ کو معاذ کے پاس یعنی بیجا، راستے میں ایک درندہ ملا، سفینہ نے کہا: میں فرستادہ رسول ہوں۔ وہ چکھاڑ مارتا ایک طرف چلا گیا۔ جب معاذ کا جواب لے کر واپس ہوئے تو پھر وہ درندہ ملا، سفینہ نے پھر اپنے کو فرستادہ رسول بتایا، وہ چکھاڑ مار کر ایک طرف چلا گیا۔ سفینہ نے جب رسول خدا سے یہ ماجہہ کہا تو فرمایا کہ جانتے ہو کیا کہا تھا؟ اس نے پہلی مرتبہ کہا کہ رسول خدا، ابو بکر، عمر، عثمان وعلیٰ کیسے ہیں؟ دوسرا بار کہا کہ ان حضرات کو میر اسلام یہو نچا دینا ساتھ ہی سلمان، صحیب اور بلاں کو بھی میر اسلام پہنچا دینا۔ (۱)

اس کرامت کو تو عام طور سے صحابہ کی زبان زد ہونا چاہئے تھا۔ حفاظ و محمد شین نے اسے عام طور سے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہوتا لیکن کہیں اس کا اتنے پتہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ درندے نے ان خلفاء کو ترتیب کے ساتھ کیسے پہچانا؟ کیا درندوں کو بھی علم غیب ہوتا ہے؟

۸۔ ابن عساکر نے ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی بطن عرش سے ندادے گا: جس کا بھی خدا کے یہاں حق ہو وہ آئے۔ پوچھا گیا: کیا حق؟ فرمایا کہ جس نے ابو بکر و عمر و عثمان کو دوست رکھا ہو گا اور انھیں تمام لوگوں پر برتری دی ہو گی۔ (۲)
ابن عساکر کہتے ہیں کہ واقعی یہ حدیث عجیب دیگانہ ہے۔ اصل میں یہ احمد بن محمد جیبلی کی آفت ہے۔ (۳)

۹۔ ابن عساکر انس بن مالک کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ابراہیم کو اُنکی خلت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اسے ابو بکر کی بزرگی کو دیکھنا چاہئے۔ جو شخص نوح کی شدت کو دیکھنا چاہے، اسے عمر کی

۱۔ تاریخ ابن حسان کرج ۲۳ ص (ج ۰۰ ص ۲۷۲ - ۲۷۳)؛ مختصر تاریخ ابن حسان کرج (ج ۵ ص ۲۶۶)

۲۔ تاریخ ابن حسان کرج ۲۰۵ ص (ج ۲۲ ص ۲۶۲ - ۲۶۳)؛ تہذیب تاریخ دمشق (ج ۶ ص ۲۰)

۳۔ تاریخ ابن حسان کرج ۸۵ ص (ج ۵ ص ۲۸۲)؛ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳) (ج ۵۵ ص ۱۵۵)؛ کتاب الحجر و میمن (ج ۱۳۱)؛ سان المیر ان (ج ۱ ص ۲۰۲) (ج ۱ ص ۲۳۱) (ج ۰۰ نمبر ۹۰۲)

شجاعت دیکھنی چاہئے۔ جسے اوریسٹ کی رفتادیکھنا ہوا سے عثمان کی مہربانی دیکھنی چاہئے۔ جسے بھی کا
چہاد دیکھنا ہوا سے علیؑ کی طہارت دیکھنا چاہئے۔ (۱)

۱۸۔ این عساکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور پھر اس کے راوی ضعیف ہیں۔ (۲)

۲۰۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عرش کو ابو بکر، عمر، عثمان و علیؑ کی محبت میں بلند کیا گیا۔

سماعانی کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ (۳) اور ذہنی نے اسکے راوی ابوالدنیا کو کذاب کہا
ہے۔ (۴)

۲۱۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسولؐ کے بعد افضل امت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان ہیں۔ (۵)

اس کے راوی عمر بن عبد کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے۔ (۶) اور سہیل ہے جس کی بھی تضعیف ہوئی

ہے کہ وہ شراب فروش تھا۔ (۷)

۲۲۔ پیقاضی ابو یوسف نے الآثار میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ
کے پاس آ کر بولا: میں نے کسی کو آپ سے بہتر نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا: تو نے رسول خدا کو دیکھا
ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو نے ابو بکر کو دیکھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: اگر تو نے کہا ہوتا کہ رسول خدا کو دیکھا
ہے تو تیری گردان مار دیتا اور اگر کہا ہوتا کہ ابو بکر و عمر کو دیکھا ہے تو تجھے سزا دیتا۔ (۸)

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲۵ ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۱۱۲ نمبر ۳۸۰)

۲۔ میرزان الاعدال ج ۲۶ ص ۲۶۶ (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۱۷۱)

۳۔ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۳ ص ۱۸۸ نمبر ۲۱۳۵)

۴۔ میرزان الاعدال (ج ۳ ص ۲۳۳ نمبر ۵۵۰۰): لسان المیزان ج ۳ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۱۵۶ نمبر ۵۵۱۶)

۵۔ الفضلاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۸۰ نمبر ۶۷۷)

۶۔ الجرح والتعديل (ج ۶ ص ۱۲۲ نمبر ۲۲۹)

۷۔ میرزان الاعدال ج ۲ ص ۲۶۵ (ج ۳ ص ۲۱۲ نمبر ۶۱۳۶): لسان المیزان ج ۳ ص ۳۱۶ (ج ۳ ص ۳۲۳ نمبر ۷۱۰): تاریخ

(ج ۳ ص ۳۲۲ نمبر ۱۲۳۰): الجرح والتعديل (ج ۳ ص ۲۲۶ نمبر ۱۰۶۳): الفضلاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۵۵ نمبر ۶۵۹)

۸۔ الآثار ص ۲۰۷

حضرت علی کے لئے خیر البریکی آیت نازل ہو (۱) اور آپ اپنے سے بہتر ابو بکر و عمر کو فرمائیں اور پھر ابو قافلہ کے فرزند کو زبردستی پیرا، ان خلافت پہنچ پر طعن بھی کریں، (۲) تجب ہے !!!
 ۲۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: ابو بکر سے زیادہ کسی کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا۔ (۳)

اس کاراوی عمار حدیث چڑھاتا تھا۔ ابن ہارون کہتے ہیں کہ وہ متذوک الحدیث ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے راویوں کو محمد شین نے ضعیف اور متذوک الحدیث کہا ہے۔ (۴)
 ۲۴۔ عاصی زین الفتن میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: میری امت کے مہربان ترین ابو بکر ہیں، حکم خدا کو گرامی قرار دینے والے عمر ہیں، سب سے زیادہ شر میلے عثمان ہیں، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے علی ہیں، سب سے بہترین قاری ابی ہیں، فرانش کے واقف کار زید بن ثابت ہیں، سب سے سچے ابوذر ہیں، حرام و حلال کے عارف معاذ ہیں، صبر امت ابن عباس ہیں اور ہرامت میں امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابو عبیدہ ہیں۔
 اس روایت کی سند میں اکثر گنام، ضعیف اور بے وقت ہیں جیسے کوثر۔ (۵)

- ۱۔ تفسیر طبری ج ۳۶ ص ۱۳۶ (جلد ۱۵ ج ۳۰ ص ۲۲۲)؛ مناقب خوارزمی ص ۲۲ (ص ۱۱۱ ج ۱۲۰، ص ۲۲۵ ج ۲۲۷)؛ الصواعق اخر ذص ۹۶ (ص ۱۶۱ باب ۱۱)؛ فراعنة سلطنت (ج ۱۵۶ ج ۱۸۱ باب ۳۱) ل درمنشور ج ۶ ص ۹ (ج ۸۸ ص ۵۸۹)
- ۲۔ اسباب النزول و اقدی ص ۸۲ (ص ۱۶۲)؛ تفسیر قرطیس ج ۸ ص ۹ (ج ۸۸ ص ۵۹)؛ تفسیر کبیر رازی ج ۳ ص ۳۲۲ (ج ۱۶ ص ۱۱)؛ تفسیر خازن ج ۲۲ ص ۲۲ (ج ۲۲ ص ۲۱)؛ نزہۃ الجالس مفسوری ج ۲۲ ص ۲۲ (ص ۲۰۹) ان کے علاوہ دوسری معتبر کتابیں ہیں جن میں حضرت کے مصادیقے مذکور ہیں اور آپ نے اپنے پر فخر کیا ہے۔
- ۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۵ تا ۱۵۲)
- ۴۔ الفضعاء الکبیر (ج ۳۲ ص ۳۱۹)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۲ ص ۲۵۶ - ۲۵۵)؛ الجرح والتعديل (ج ۶ ص ۳۹۲ نمبر ۲۱۹۶)؛ میران الاعتدال ج ۲ ص ۳۳۵ (ج ۳ ص ۱۷ نمبر ۷۰۰۹)؛ تہذیب العذیب ج ۷ ص ۳۰۷ (ج ۷ ص ۳۵۷)
- ۵۔ انعل و معرفۃ الرجال احمد (ج ۲ ص ۱۵۶)؛ الفضعاء والمعز و کون (ص ۳۳۲ نمبر ۷۳۷)؛ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۶ ص ۸ تا نمبر ۱۱۰)؛ الجرح والتعديل (ج ۱۷ ص ۱۰۰۵)؛ الفضعاء الکبیر (ج ۳ ص ۱۱ نمبر ۱۵۶۶)؛ میران الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۹ (ج ۳ ص ۳۱۶)؛ میران الکبیر ان ج ۲ ص ۳۹۱ (ج ۳ ص ۹۵ نمبر ۲۷۲۸)

۲۵۔ حافظ عاصی نے اسی ۲۳ نمبر کی روایت کو ایک گنام راویوں کے سلسلے سے نقل کیا ہے جن میں علی بن یزید (۱) اور ابو سعید بقال (۲) شامل ہیں۔

۲۶۔ حافظ عاصی نے شعی کی روایت لکھی ہے کہ قبیلہ مصطلق کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے قبیلے کے لوگوں نے خدمت رسول میں یہ پوچھنے کے لئے بھیجا ہے کہ آپ کے بعد اپنی زکوٰۃ دمالیات کس کو دی جائے؟ حضرت علیؑ نے مجھے دیکھ کر آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے وجہ بتادی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: پوچھنے کے بعد مجھے بھی بتا دینا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد ابو بکر کو دینا۔ میں نے حضرت علیؑ کو یہ جواب بتا دیا تو فرمایا کہ یہ پوچھ لو کہ ابو بکر کے بعد کس کے حوالے کیا جائے؟ رسولؐ خدا نے آتے ہوئے شخص سے پہلے عمر کا نام لیا پھر عثمان کا۔ چوتھی بار وہ شخص شرم کے مارے پوچھنے کی یہت نہ کر سکا۔

اسکے تمام راوی کذاب اور دجال ہیں اور کچھ راوی فاسق و بدکار ہیں (قرآن کا ارشاد ہے کہ جب تمھارے پاس کوئی بدکار شخص خبر لے کر آئے تو اس سے شبوث مانگو) جیسے ابو علی ہروی (۳) امون ابن احمد سلیمانی (۴) عبدالعلی بن مسافر (۵)

۱۔ المحرح والتعديل (ج ۶ ص ۹۰۹ نومبر ۱۹۳۳)، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۱۲ نومبر ۱۹۲۵)، تہذیب الجذب بح ۷ ص (ج ۲۷ ص ۳۹۵)

۲۔ التاریخ (ج ۳ ص ۱۳۳ نومبر ۱۹۳۰)، المحرح والتعديل (ج ۳ ص ۶۲ نومبر ۱۹۲۳)، کتاب الفضعاء والمردکین (ص ۷۷ نومبر ۱۹۲۵)، کتاب المحرر ومجین (ج اس ۷۷ نومبر ۱۹۳۱)، تہذیب الجذب بح ۲۳ ص ۹۷ (ج ۳ ص ۱۷)

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج اس ۷۷ نومبر ۱۹۳۱)، کتاب المحرر ومجین (ج اس ۱۳۲ نومبر ۱۹۲۹)، میران الاعتدال (ج اس ۶۵ نومبر ۱۹۳۲)، میران الاعتدال (ج اس ۵۰ نومبر ۱۹۳۲)

۴۔ کتاب المحرر ومجین (ج ۳ ص ۲۵ نومبر ۱۹۳۵)، میران الاعتدال (ج ۳ ص ۲۳ نومبر ۱۹۳۶)، میران المحرر (ج ۵ ص ۷ نومبر ۱۹۳۷)، میران المحرر (ج ۵ ص ۲۸ نومبر ۱۹۳۷)

۵۔ التاریخ (ج ۳ ص ۲۹ نومبر ۱۹۳۸)، المحرح والتعديل (ج ۶ ص ۲۶ نومبر ۱۹۲۵)، التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۲۷ نومبر ۱۹۲۵)، الفضعاء والمردکون (ص ۲۸۰ نومبر ۱۹۲۷)

۲۷۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ ابوذر نے بیان کیا ہے، ہم ایک باغ میں رسول خدا کو تلاش کرتے ہوئے پہنچے۔ آپ وہاں درخت خرم کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پوچھا: کیوں آئے ہو؟ عرض کی: آپ سے ملاقات کے لئے۔ فرمایا: بیٹھو تمہوڑی دیر میں ایک مرد صاحب آئے گا۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور سلام کیا۔ تمہوڑی دیر بعد فرمایا: ایک مرد صاحب آئے گا اور عمر آئے اور سلام کر کے بیٹھے گئے۔ تمہوڑی دیر بعد فرمایا ایک مرد صاحب آئے گا اور عثمان بن عفان آئے۔ اور رسول کو سلام کر کے بیٹھے گئے حضرت علی آئے رسول خدا کے ہاتھ میں سکریزے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے، آپ نے باری باری ابو بکر و عمر و عثمان کو دئے اور سکریزے ان کے ہاتھوں میں بھی تسبیح پڑھنے لگ۔ (۱)

اس کے رجال سند میں اسحاق حفصی غیر معترض اور جھوٹا ہے۔ (۲) عمر بن حارث حفصی غیر عادل ہے (۳) عبد اللہ بن سالم (۴) شای، ناصی اور اس کی بات لائق ساعت نہیں، یہ آفت اسی کی لائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ حمید بن عبد اللہ گنام ہے ابن عبد رب (۵) ضعیف، عاصم بن حمید غیر معترض ہے۔ (۶) اب رہ گئے ابوذر تو کیا یہ وہی پچے صحابی ہیں جنہیں عثمان نے جھوٹا اور بذھا کہا، جلاوطن کیا۔ بقول حموی حفص کی آب و ہوا میں عقل و سمجھ کا فقدان ہے اسی لئے جنگ صفین میں یہ سب معاویہ کی طرف تھے۔ (۷)

۲۸۔ زید بن ابی اوفری سے منقول ہے کہ ہم مسجد میں تھے اتنے میں رسول خدا اوارد ہوئے اور پوچھا: فلاں شخص کہاں ہے؟ فلاں کہاں ہے؟ آدمی بھیج کر نہیں بلوایا اور حال پوچھا، پھر فرمایا: میری بات اچھی

۱۔ التاریخ الکیرج ج ۲ ص ۳۳۶

۲۔ تہذیب العہد یہب ج ۱ ص ۱۸۹ (ج ۱ ص ۲۱۶)

۳۔ میرزان الاعتدال (ج ۳ ص ۲۵ نمبر ۲۳۲): تہذیب العہد یہب ج ۸ ص ۱۰ (ج ۸ ص ۱۲)

۴۔ تہذیب العہد یہب ج ۵ ص ۲۲۸ (ج ۵ ص ۲۰۰)

۵۔ لسان المیسر ان ج ۵ ص ۲۳۲ نمبر ۲۳۱

۶۔ تہذیب العہد یہب ج ۵ ص ۳۰ (ج ۵ ص ۳۶)

۷۔ مجمم البیان ج ۳ ص ۳۳۱ (ج ۳ ص ۳۰۲)

طرح سن کر سمجھ، لوخدانے مجھے تمام حلوقات میں منتخب فرمایا اور میں جن کو دوست رکھتا ہوں انہیں منتخب کر کے بھائی بنا رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اے ابو بکر انھو، ابو بکر انھو کر آئے تو فرمایا: اگر میں خدا سے چاہتا کہ میرے لئے کسی کو ظلیل بنا دے تو تم ہوتے۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو جانے کو بدین سے ہوتی ہے پھر فرمایا: عمر انھو، پھر فرمایا: تم نے میری خت مخالفت کی تھی اس لئے خدا سے میں نے دعا کی تھی کہ تمہارے یا ابو جہل کے ذریعہ دین کو تقویت دے۔ خدا نے تمہارے دیلے سے قدرت دی۔ تم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ پھر ابو بکر و عمر کے درمیان پیان برادری باندھا۔ اس کے بعد عثمان کو بلا کر ان کی ستائش کی اور عبدالرحمن بن عوف کو طلب کیا اور ستائش کر کے رشتہ اخوت باندھا۔ پھر طلحہ و زیبر کو بلا کر پیان برادری باندھا۔ پھر عمار یاسر اور سعد کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر ابو درداء اور سلمان کے درمیان اخوت قائم کی۔ پھر اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ سب سے پہلے حوض کو شرپ پہنچو گے۔ اس کے بعد ابن عمر کو دیکھ کر فرمایا کہ شکر خدا کہ جس کو چاہتا ہے گمراہی سے نجات دیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: مجھے آپ نے کیوں چھوڑ دیا؟ کیا مجھ پر غضنا ک ہیں تو معافی چاہتا ہوں۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تمہیں اپنے سے مخصوص کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی تم میرے بھائی اور وارث ہو۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: میں آپ کی کیا میراث پاؤں گا؟ فرمایا: انبیاء جس کے وارث ہوتے ہیں، کتاب خدا و سنت رسول، تم میری دختر کے ساتھ تصریح بہشت میں رہو گے اور یہ آیت پڑھی۔

ابو عمر نے استغاب (۱) میں کہا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ابن سکین نے اس روایت کے تمام طرق کو غلط بتایا ہے۔ اس کا دوسرا طریقہ بھی مجبول اور ضعیف ہے۔ کیوں کہ عبدالرحمن بن واقد (۲) شیعہ اعرابی، موسیٰ بن صہیب (۳)، الحبی بن زکریا (۴) میں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۔ استغاب ج ۱۹۱ (القسم الایمنی ص ۵۲۷ نمبر ۸۲۹)

۲۔ سان المیزان ج ۲ ص ۲۵۲ (ج ۲ ص ۳۱۲ نمبر ۷۹۱)

۳۔ سان المیزان (ج ۶ ص ۱۳۷ نمبر ۷۸۵)

۲۹۔ بخاری و مسلم (۱) میں ابو موسی اشعری کی روایت ہے کہ اپنے گھر میں دخوا کر کے باہر نکلا، سوچا کہ آج رسول خدا کے ساتھ رہوں، مسجد میں آ کر انہیں علاش کیا لوگوں نے پڑھ بتایا اور میں چاہ اور میں تک پہنچا، خیال کیا کہ آنحضرت قضاۓ حاجت فرمائے ہیں۔ تشریف لائے تو سلام کیا۔ آپ کنوں کی جگت پر بیٹھ گئے، آپ کی پنڈلیاں محلی ہوئی تھیں۔ میں باغ کے چھانک پر جا کر آپ کا دربان بن گیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو بکر نے دروازہ کھلکھلایا، میں نے رسول خدا سے اجازت حاصل کی، فرمایا کہ انھیں بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دو۔ ابو بکر آ کر اسی طرح پنڈلیاں کھول کر کنوں کی جگت پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں عمر آئے تو انھیں بھی بشارت جنت کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے پھر بھی خیال کیا کہ میرا بھائی آ جاتا۔ تھوڑی دیر میں عثمان آئے اور وہ بھی اسی طرح پنڈلی برہنا کر کے بیٹھ گئے، جس طرح ابو بکر و عمر بیٹھے تھے۔ سعید بن میتب کا بیان ہے کہ میں نے اس کی تاویل یہ کی کہ ان دونوں کی قبر ایک جگہ اور عثمان کی قبر علیحدہ ہوگی۔

اس روایت کی سند بھیم اور گنام ہے۔ اس میں ایک بار ابو موسی اشعری کی روایت ملتی ہے اور دوسری بار زید بن ارقم کی روایت ملتی ہے۔ (۲) پھر بلال کی بھی ایسی عین روایت ہے۔ اس کے علاوہ تافع سے بھی مردی ہے۔ (۳) پھر یہ کہ عام طور سے بصریوں میں جعلی روایات شائع ہیں اسی لئے محمد میں انھیں ضعیف و سست قرار دیتے ہیں۔ سند روایت سلیمان بن بلال تک پہنچتی ہے جسے ابن شیبہ غیر معتر قرار دیتے ہیں۔ (۴) ابن ابی نمير کو بھی نسای وابن جارود کہتے ہیں کہ تو یہ نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲ کتاب المناقب (ج ۲ ص ۱۲۲۲، ح ۱۲۷۱، ۱۲۷۲)؛ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۱۸، ۱۱۹ (ج ۵ ص ۲۲-۲۰) ح ۲۹ کتاب فضائل الصحابة

۲۔ دلائل الدیوه (ج ۲ ص ۳۸۸)

۳۔ مسلم ج ۳ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۲۱۲، ح ۱۲۹۲، ۱۲۹۳)

۴۔ تهذیب العجذیب ج ۳ ص ۷۹ (ج ۳ ص ۱۵۵)

۵۔ کتاب الفتن، الضر و کین (ص ۱۲۲، نومبر ۲۰۰۲)

سعید بن میتب بھی کس قدر غیر معتر بیس اس کا احوال جلد شتم میں بیان کیا جا چکا ہے۔ (۱) ابو موسیٰ اشعری بھی مہمل و احتیف ہے۔ جسے حضرت علیؑ نے حکم قرآن کو پس پشت ذاتیے والا قرار دیا۔ (۲) اگر واقعی آنحضرتؑ نے عمر کو مردہ بہشت دیا ہوتا تو حذیلهؓ سے منافقین کے نام نہیں پوچھتے کہ کیا رسولؐ نے میرا بھی نام تو نہیں لیا۔ (۳) اور اگر عثمان کو مردہ بہشت ملتا تو مغیرہ کے مشورے پر مکہ جانے سے اس لئے انکار نہ کیا ہوتا کہ رسولؐ سے سنائے کہ وہاں ایک قریش پر عذاب ہو گا تمام جن و انس کا نصف عذاب۔ (۴) اگر یہ بشارت صحیح تھی تو نفس مطمئن ہوتا کہ میں وہ نہیں ہوں۔

۳۰۔ یہیں نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے مجھے حکم دیا کہ ابو بکر کو جا کر میر اسلام پہنچا دو اور جنت کی خوشخبری سنادو، وہ گھر پر ہوں گے۔ پھر وہاں سے عمر کے پاس جانا وہ شیعہ میں ہوں گے، میر اسلام کہہ کے جنت کی بشارت دی دینا۔ پھر وہاں سے عثمان کے پاس جانا وہ بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، انھیں سلام پہنچا کر کہنا کہ جنت مصائب کے بعد تسلیم جنت کی بشارت ہو۔ میں نے تیوں حضرات کو اسی حال میں پایا جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا تھا۔ سب نے پوچھا کہ رسول خدا کہاں ہیں؟ اور اپنے کو خدمت رسول تک پہنچایا۔ عثمان نے آکر پوچھا کہ میں نے نتوکی کی غیبت کی نہ

۱۔ وہ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کا دشن تھا، شرح ابن الی الحمدین حاص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۰۱، اصل ۵۶)؛ الحکیم ح ۲۲۳ ص ۲۲۳۔
۲۔ الامامت والسياسة ح اص ۱۱۹ (ج ۱۲۳)؛ تاریخ طبری ح ۲۵۵ ص (ج ۵ ص ۷۷ حادث ۲۳۷)؛ مردوخ الذہبی ح ۲۲۳ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۲۲۱)؛ تاریخ البلاقوی ح اص ۲۲۳ (ص ۹۷ خطہ ۲۵)؛ تاریخ کامل ح ۳ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۰ حادث ۲۳۷)؛

البدایہ والنہایہ ح ۲۸۶ ص ۲۲۶ (ج ۷ ص ۲۳۱ حادث ۲۳۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ح ۲۷۶ ص ۹ (ج ۱۲ ص ۲۷۶ نمبر ۱۲۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۶ ص ۲۵۲)؛ استحبید بالقلوی ص ۱۹۶؛
بیہقی الخوس ابن الی حزوه ح ۲۲۸ ص (ج ۱۸۸)؛ احیاء العلم ح اص ۱۲۹ (ج اص ۱۱۲)؛ کنز العمال ح ۷ ص ۲۲۳ (ج ۱۳ ص ۲۲۳)
۴۔ منذر احمد ح اص ۲۶ (ج اص ۱۰۱ ح ۲۸۳)؛ الامامت والسياسة ح ۲۵ (ج اص ۲۱)؛ تاریخ بغداد ح ۲۳۲ ص ۲۷۲؛ ریاض
الحضر ح ۲۲۹ ص (ج ۳ ص ۱۲۹)؛ البدایہ والنہایہ ح ۲۷۶ ص ۲۱۰ (ج ۸ ص ۲۷۳ حادث ۲۳۷)؛ مجمع الرواکند ح ۷ ص ۲۲۰؛
الصوات عن اخیر قص ۲۶ (ص ۱۱۱)؛ تاریخ الخلفاء ح ۱۰۹ (ص ۱۵)؛ سیرۃ حلیہ ح اص ۱۸۸ (ج اص ۱۷)؛ تاریخ ائمہ ح ۲
ص ۲۲۲؛ ازالۃ الخطا ح ۲۲۲ ص ۲۲۲

عفت کے خلاف کوئی کام کیا۔ آخر میں کس بلا میں گرفتار ہوں گا؟ رسول خدا نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو گا۔ (۱) قارئین کرام کے سامنے اس کے راوی عبد الاعلیٰ کا حال بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ مکار، منہوس اور کذاب ہے۔ (۲) اس نے ہزاروں جعلی حدیثیں گڑھ کے عوام میں پھیلادی تھیں۔

۳۱۔ ابن عساکرن علی بن محمد صالح کی روایت نقل کی ہے: امام حسین معاویہ سے ملنے شام آئے، جمعہ کا دن تھا اور معاویہ تقریر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے فرمائی کہ امام حسین کو بھی تقریر کا موقع دیا جائے۔ معاویہ نے حمد و شکر الہی کے بعد کہا: اے ابو عبد اللہ! میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں فرزند بطحہ نہیں ہوں؟ امام حسین نے جواب دیا: ہاں! اس خدا کی قسم جس نے میرے جد کو سبھوت بر سالت کیا۔ پوچھا: کیا میں مومنین کا مامون جان نہیں ہوں؟ کاتب وحی نہیں ہوں؟ امام حسین نے اپنے جد کی قسم کا تقریر کیا۔ پھر معاویہ اتر آئے تو امام حسین منبر پر تشریف لے گئے۔ اور اسکی مدح و شکر کی کہ گزشتہ و آئندہ نے اسکی مدح سکی ہو گی۔ پھر فرمایا: میرے باپ نے نانا سے فرشتوگی کی زبانی نقل کیا ہے کہ ساقِ عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے: لا اله الا الله محمد رسول الله، اے شیعہ آل محمد جو بھی قیامت کے دن کلمہ پڑھتا ہوا آئے گا اسے بہشت میں جگد دی جائے گی۔ معاویہ نے ان سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے، شیعہ آل محمد کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو شیخین کو گالی نہ دیں اور عثمان کو گالی نہ دیں اور نہ میرے باپ کو گالی دیں اور نہ اے معاویہ آپ کو گالی دیں۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ابن عساکر کہتے ہیں چونکہ اس روایت کا سلسلہ امام حسین تک مشتمل نہیں ہوتا اس لیے صحیح نہیں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا جھوٹ واضح و آشکار ہے۔ ابو عمر و اور زاہد کذاب

۱۔ دلائل الدینۃ تیجی (ج ۲۶ ص ۳۹۰-۳۹۱) (۲۸۹-۲۹۰)

۲۔ التاریخ (ج ۲۳ ص ۲۷۹ نمبر ۵۹) (۲۸۵-۲۸۶)؛ البرج و التعذیل (ج ۲۶ ص ۲۶۵ نمبر ۱۳۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۲۶ ص ۲۷۷ نمبر ۱۷۵)؛

کتاب المفعفاء والآخر وکین (ص ۱۶۵ نمبر ۳۰۱)؛ المفعفاء والآخر وکون (ص ۲۸۰ نمبر ۳۲۷)؛ تہذیب التہذیب (ج ۲۶ ص ۲۸۸) (ج ۲۶ ص ۸۹)؛ فتح الباری (ج ۲۷ ص ۳۲۸)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۳ ص ۳۱۲) (ج ۲۴ ص ۱۱۳ نمبر ۱۵۲)؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۲۴ ص ۲۱۵)

ہیں اسی نے مذاقہ معادیہ میں کتاب لکھی (۱) اور ۱۹۵۲ء میں جنم واصل ہوا۔ اسکا استاد علی صالح بھی انہائی ضعیف ہے۔ خطیب و دارقطنی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (۲) اس کا باپ بھی کنام ہے۔ پھر یہ کہ امام حسین ۶۱۰ھ میں شہید ہوئے اور معادیہ ۷۰ھ میں مر، دونوں میں کیسے ملاقات ہوئی؟ کیا خواب میں دیکھا تھا۔ معادیہ نے تو علی پر دشام طرازی کی رسم جاری کی، وہ شیعہ آل محمد کیسے ہو جائے گا؟ پھر جن لوگوں نے عثمان پر اعتراض کیا وہ بھی شیعہ آل محمد سے خارج ہو جائیں گے۔

۳۲۔ خطیب نے زیر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: خدا یا تو نے میرے اصحاب کو برکت عطا کی اسے واپس نہ لے اور میرے اصحاب میں ابو بکر کو برکت عطا فرمایا اور اسے واپس نہ لے۔ اور امت کو ان کے معاملہ میں موافق قرار دے۔ ابو بکر کے امور کو پرا گندہ نہ کر۔ خدا یا! عمر کو عزت و قدرت سے بہرامند فرمایا۔ عثمان کو صبر عطا کر، علی کو موافق فرمایا، علی سے درگز فرمایا، زیر کو استوار فرمایا۔ سعد کو سلامتی عطا کر، عبد الرحمن کو محترم فرمایا، گذشت میں مہاجرین و انصار کو مجھ سے ملحق قرار دے۔ (۳)

خطیب نے خود ہی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ جعلی ہے۔ اس میں سیف بن عمر جیسا دجال و کذاب ہے۔ (۴) صرف اسی کا وجود اس روایت کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۳۳۔ خطیب نے ابراہیم بن ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے پاس ہم لوگ تھے۔ اتنے میں فرشتہ دی آیا اور کہا: خدا نے آپ کو یہ فرمایا ہے۔ ناگہاں وہ دست آنحضرت پر گونا گون تشیع پڑھنے لگا۔ میں نے حیرت سے پوچھا تو فرمایا اس خدا کی قسم! جس نے مجھے مجموع فرمایا کہ خدا نے بہشت میں ایک قصر بنوایا ہے جس میں دس لاکھ تخت، ہر تخت پر چار جاری نہریں، ہر نہر کے

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۲۵ ص ۷۲): لسان المیسر ان ج ۵ ص ۲۶۸ (ج ۵ ص ۲۸۵ نمبر ۸۱۸)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۲۲۲ ص ۲۲۲): لسان المیسر ان ج ۲ ص ۳۸۹ (ج ۲ ص ۶۰۳ نمبر ۳۲۷۸)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۵ ص ۲۷۰): نمبر ۱۲۰

۴۔ ملکی المصویہ (ج ۱ ص ۲۲۹): کتاب الحجر و میمن (ج ۱ ص ۲۲۵)، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۲۲۵ نمبر ۸۵۱):
ضعفاء والمردودون (ص ۲۸۳ نمبر ۲۸۳)، الجرج و التحذیل (ج ۲ ص ۲۷۸ نمبر ۱۱۹۸)

کنارے دس لاکھ درخت، ہر درخت میں دس لاکھ شاخیں، ہر شاخ میں دس لاکھ بیگی، ہر بیگی میں دس لاکھ پتے، ہر پتے میں دس لاکھ فرشتے، ہر فرشتے میں دس لاکھ بمال، ہر بمال میں دس لاکھ سر، ہر سر میں دس لاکھ صورت، اور ہر صورت میں دس لاکھ وہن، ہر وہن میں دس لاکھ زبان اور ہر زبان سے ایک ستائش جاری ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے مثل نہیں۔ ان تمام تسبیحوں کا ثواب دوستداران ابو بکر و عمر و عثمان و علی کو متا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت جعلی ہے۔ (۱) صدقہ گنام راوی ہے۔ اور احمد بن حبیل نے کہا ہے کہ محمد بن جعفر متزوک الحدیث ہے۔ موسیٰ بھی متزوک ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ متون سماجی کو خطیب کے استاد جھوٹا کہتے ہیں۔ (۲) اس کے علاوہ الگ الگ روایتوں میں ابو طالب عشراری جعلی حدیث گڑھتا ہے۔ بغداد کے محدثین نے نہ مرت کی ہے۔ (۳) ابو الحسن بردعی کی روایت ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ (۴) ابو الحیش فقیہ گنام اور صدقہ بھی گنام ہے۔ (۵) محمد بن جعفر ضعیف ہے۔ عمر بن لیث بھی گنام ہے۔ موسیٰ بن خلف (۶) بھی تو نہیں ہے۔ ابراہیم نام کا کوئی فرزند ابو سعید خدری نہ تھا۔ ممکن ہے ابراہیم ختمی ہو۔

۳۲۔ ابن عساکر، (۷) رسول خدا نے فرمایا: اے ابو بکر و عمر! جو تم سے محبت کرتا ہے میں اسی سے محبت کرتا ہوں۔ اور چونکہ خدا تھیں دوست رکھتا ہے اس لئے فرشتے تھیں دوست رکھتے ہیں اور جو تھیں دوست رکھتا ہے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔ جو تم سے کینہ رکھتا ہے خدا دنیا و آخرت میں اس سے

۱۔ الملاعی المصوّر ج ۱ ص ۳۲۸ (ج ۱ ص ۳۸۸)

۲۔ لسان المیز ان ج ۵ ص ۱۰۰ (ج ۵ ص ۱۲۸۱۸)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۰ (ج ۳ ص ۶۵۶ نمبر ۷۹۸۹)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۵۳

۵۔ الفتناء الکبیر عقیل (ج ۳ ص ۲۲۲ نمبر ۱۵۹۳)، الجرج و التحدیل (ج ۷ ص ۲۲۲ نمبر ۱۲۲۲)، تہذیب الجہد یہب ج ۹ ص ۹۹ (ج ۹ ص ۸۶)

۶۔ کتاب الجرج و حسین (ج ۲ ص ۲۳۰) (تمذیب الجہد یہب ج ۱۰ ص ۳۳۲)

۷۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۲۲۹)

(۱) کیا رکھتا ہے۔

محمد شیعیں کے نزدیک اس کے تمام راوی جعلی، گفنام ضعیف اور متروک الحدیث ہیں۔ جیسے عبد الوباب میلانی (۲)، محمد بن عبد اللہ (۳)، محمد بن رکار (۴)، داؤد بن سلیمان (۵)۔

رسول نے فرمایا: تو اس سے الگ نہیں نہ وہ تھے سے دور ہیں۔ وہ چار نفر ہیں ابو مکر، عمر، عثمان، علی۔ اب جا کر اس آیت کی تفسیر اپنے قبیلے والوں کو سنا دو۔ اس روایت کو قرطی (۷) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور میں نے اس کو الحمد للہ باجاڑہ روایت کیا ہے۔ سخت تجھب ہے کہ ایسا بزرگ مفسر جھوٹ کا پلندہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے جب کہ اس کے سلسلہ سنن میں تمام راوی دجال، کذاب اور جعلی ہیں۔ چیزیں احمد بن

- ۱- لسان المیر ان ح اص ۲۱۸ (ج ۵ ص ۲۲۹ نمبر ۳۲۲۹) با اختلاف راوی
 - ۲- میران الاعتدال ح اص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۲۷۹ نمبر ۵۳۱۳)
 - ۳- میران الاعتدال ح اص ۸۵ (ج ۳ ص ۲۰۶ نمبر ۷۷۹۸)
 - ۴- میران الاعتدال ح اص ۲۱ (ج ۳ ص ۲۹۲ نمبر ۷۲۷۶)
 - ۵- میران الاعتدال ح اص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۸ نمبر ۲۶۰۹)
 - ۶- کهف ر ۳۱-۳۰
 - ۷- تغیر قلمی ح اص ۳۹۸ (ج ۱۰ ص ۲۵۹)

علی بن اہل مردوی، (۱) محمد بن حمید عبد اللہ رازی تھی۔ (۲)

۳۶۔ ازدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی سے شیخین کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: انہوں نے رسول خدا کے ساتھ آہنگ دین خدا کیا اور موئی نے اپنے رب سے ان دو کو طلب کیا تھا مگر خدا نے رسول خدا کو عطا فرمایا۔ (۳)

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ روایت سخت ناپسند ہے۔ (۴) ازدی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں کثیر النواہ ہے جس کی تضعیف ہوتی ہے۔ (۵) اور طلحہ کا غلام زکریہ اور زکریہ کا استاد مجھول ہیں۔

عشرہ مبشرۃ

۳۷۔ احمد بن حنبل مسند (۶) میں عبد الرحمن بن حمید اپنے باپ سے اور وہ عبد الرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن وقاص جنتی ہیں، سعید بن قیس جنتی ہیں اور عبیدہ بن جراح جنتی ہیں۔ (۷)

- ۱۔ تاریخ بغداد ح ۳۰۰؛ بیرون الاعتدال (ج ۱۱، نمبر ۲۷)؛ لسان المیزان ح ۱۱۲ (ج ۱۱۹، نمبر ۲۹۳)
- ۲۔ تاریخ الکمیر بخاری (ج ۱۱، نمبر ۲۷)؛ کتاب الجر و میں (ج ۲۰۲)؛ تہذیب التہذیب ج ۹۹ ص ۱۳۱ - ۱۳۷ (ج ۹۷ - ۱۱۵)؛ الجرج و التحدیل (ج ۷، نمبر ۲۳۲)
- ۳۔ لسان المیزان ح ۱۱۲ (ج ۵، نمبر ۲۳۲)
- ۴۔ بیرون الاعتدال ح ۳۲۳ (ج ۱۱۲، نمبر ۲۷۰)؛ میر ح ۱۱۲ (ج ۳، نمبر ۸۰۰)
- ۵۔ الجرج و التحدیل (ج ۷، نمبر ۱۵۹)؛ کتاب الفضلاء والجز و کین (ص ۲۰۶، نمبر ۵۲۲)؛ الکامل فی حفظاء الرجال ح ۲ (ج ۳۵۲، نمبر ۲۹۳)؛ لسان المیزان ح ۱۱۵ (ج ۵، نمبر ۲۳۲)؛ تہذیب التہذیب ج ۸۸ ص ۳۱۱ (ج ۸۸، نمبر ۲۷۳)
- ۶۔ مسند احمد ح ۱۹۳ (ج ۱۱۲، نمبر ۲۷۸)
- ۷۔ مصائب النساء ح ۲۷ (ج ۳، نمبر ۲۷۸)؛ سنن ابو داود ح ۲۲ (ج ۳، نمبر ۲۶۳)، روایت ح ۲۱۱ (ج ۳، نمبر ۲۶۳)، روایت ح ۲۱۲ (ج ۳، نمبر ۲۶۴)

سچ ترمذی میں عبد الرحمن بن حمید ہی سے مردی ہے کہ وہ مسجد میں تھا، اتنے میں علیؑ کی نعمت کی گئی تو سعید بن زید نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ میں نے رسول خدا سے سنائے کہ وہ افرادِ حق ہیں پھر رسول خدا، ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زییر، سعد بن مالک اور عبد الرحمن بن عوف کا نام لیا پھر کہا: اگر چاہوں تو دوسوں کا بھی نام لوں؟ پوچھا گیا: کون ہے؟ تو خاموش رہے دوسری پار پوچھا گیا تو کہا کہ سعید بن زید۔ (۱)

ہمارے عقیدے کے لحاظ سے اس روایت کی کوئی اہمیت نہیں، اور نہ ہی جن لوگوں کو جنت کی بشارت دینے کی بات کہی گئی ہے انھیں کوئی امتیاز حاصل ہوتا ہے کیوں کہ قرآن میں بے شمار بھروسی پر ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے کہ انھیں جنت حاصل ہوگی۔ بنا بریں چند لوگوں کو ہشتی بنا دینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

ان الذين آمنوا و عملوا الصالحات فبشرهم جنت تحتها الانهار۔ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے انھیں جنت کی بشارت دے دیجئے جن کے نیچے نہریں ہتی ہوں گی۔ بقرہ ۲۵، توبہ ۱۱۱، ہود ۲۳، حج ۱۲، سجدہ ۱۹، نساء ۱۲۲، غافر ۴۰، نجم ۷، طلاق ۱۱، توبہ ۲۷ میں اس مفہوم کی آیات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ کو جنت کی بشارت خود زبان رسالت سے دی گئی ہے۔ حدیث صحیح ہے: علی و شیعوهم فی الجنة (۲) (علیؑ اور ان کے شیعہ جنت میں ہیں) ایک حدیث صحیح ہے کہ فرشتہ وحی نے آکر کہا: اپنی امت کو بشارت دے دیجئے کہ جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ خدا کا شریک نہ قرار دیا ہو وہ جنتی ہے۔ رسولؐ نے پوچھا: خواہ وہ زنا کرے، چوری کرے اور شراب بھی پیے؟

۱۔ سنن ترمذی ح ۱۳ ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴ (ج ۵ ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴) ح ۲۰۹، ۲۰۵، ۲۲۸، ۲۲۷، ۲۲۶ (ج ۳ ص ۲۲۰)؛ تفسیر الوصول ح ۳ ص ۲۲۰ (ج ۳ ص ۲۰۳)؛ بیاض النظر ح ۱۰ ص ۲۰ (ج ۳ ص ۲۰)؛ تفسیر طبری ح ۲۰ ص ۱۳۶ (مجلد ۱۵ ح ۲۰۹)؛ مروج الذهب ح ۲۰ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۷)؛ نہایۃ اکن اٹھیر ح ۳ ص ۲۲۶ (ج ۳ ص ۱۰۶)؛ مجمع الرواکن ح ۹ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳؛ کلۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۲۵ باب ۲۶)؛ صواعق محرقة ص ۱۳۹، ۹۶ (ص ۱۳۰)؛

۲۔ تفسیر طبری ح ۲۰ ص ۱۳۶ (مجلد ۱۵ ح ۲۰۹)؛ مروج الذهب ح ۲۰ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۷)؛ نہایۃ اکن اٹھیر ح ۳ ص ۲۲۶ (ج ۳ ص ۱۰۶)؛ مجمع الرواکن ح ۹ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳؛ کلۃ الطالب ص ۱۳۵ (ص ۲۲۵ باب ۲۶)؛ صواعق محرقة ص ۱۳۹، ۹۶ (ص ۱۳۰)؛

فرشتے نے کہا: ہاں۔ (۱)

اس بنا پر عشرہ مبشرہ کے افراد اگر واقعی مومن تھے اور قرآن و سنت کے پابند تھے تو جنتی ہوں گے۔
خنینی طور سے ان دس کے علاوہ افراد بھی جنت کی بشارت پائے ہوئے ہیں مثلاً عمار یاسر (۲) اور زید بن صوحان (۳) جنت چار کی مشتاق ہے: علی، عمار، سلمان اور مقداد۔ ایک روایت میں تین کا نام ہے علی، عمار، بلاں (۴) اس کے علاوہ حدیث صحیح ہے کہ حسن و حسین علیہما السلام جوانان جنت کے سردار ہیں (۵) اسکے علاوہ حسن و حسین علیہما السلام ان کے جد، ان کے والدین، ان کے پیچا، ان کے ماموں سب کے سب جنتی ہیں۔ (۶)

نیز ارشاد رسول ہے کہ جعفر بن ابی طالب جنتی ہیں، انہیں دو پر عطا ہوئے ہیں جن سے وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ (۷)

۱۔ مسند احمد (ج ۲۰۹ ح ۲۰۹۵۵، ج ۲۰۲ ح ۲۰۹۲۲، ج ۲۰۳ ح ۲۰۹۵۵)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۷ حدیث ۲۲۲۲)؛ سنن نسائی (باب عمل الیوم وللیلہ ص ۳۱۹ حدیث ۱۱۲۸)؛ تقریب صحیح ابن الصیان (ج ۱ ص ۳۳۶ حدیث ۲۱۳)

۲۔ الحضرت فاطمہ (ج ۱۲ ص ۷۲)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۱۲ ص ۶۶)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۱۸ ص ۱۲۵)؛ کنز العمال (ج ۱۱ ص ۲۱ ح ۲۱۲، ج ۱۲ ص ۳۳۵، ج ۱۳ ص ۵۳۹، ج ۱۴ ص ۲۱۲)؛

۳۔ مسند ابو یعلی (ج ۱ ص ۳۹۳ ح ۵۱)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۶ ص ۱۲-۱۱) (ج ۱۹ ص ۲۳۸، ۲۳۶، ۲۳۳)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ من ۱۳۳-۱۳۴)؛ تاریخ ظیب (ج ۸ ص ۳۳)؛ استیعاب (ج ۱۹ ص ۷۷) (الف) (الثانی ص ۵۵۶-۵۵۵ نمبر ۵۵)؛

۴۔ اسد الغاب (ج ۳ ص ۲۲۲) (ج ۲ ص ۲۹۱ نمبر ۱۸۳۸)؛ بہجۃ الحال (ج ۲۷ ص ۲۲۷)؛ الاصابة (ج ۱۳ ص ۵۸۲)؛

۵۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۱۳ ص ۲۲۶)؛ امتداد رک حاکم (ج ۳ ص ۲۲۸) (ج ۲۳ ص ۱۳۸)؛ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۶ حدیث ۲۷۹۷)؛

۶۔ بیہقی (ج ۶ ص ۱۵۵ ح ۶۰۴۵)؛ تفسیر قرطبی (ج ۱۰ ص ۱۸۱) (ج ۱۰ ص ۱۱۶)؛ البدریۃ والہلیۃ (ج ۷ ص ۳۵۲) (ج ۷ ص ۳۱۱)؛

۷۔ خواص (ج ۹ ص ۲۰۷)؛ مجموع الزوائد (ج ۹ ص ۲۰۷)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۳ ص ۲۰۶، ج ۲۶ ص ۱۹۸) (ج ۱۰ ص ۱۹۹، ج ۹ ص ۲۵۵ نمبر ۲۷۳)؛ استیعاب (ج ۱۸ ص ۲۱۲) (ج ۲۱ ص ۳۱۰-۳۱۱) (ج ۲۵۹۹ نمبر ۲۵۹۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۲۵۹، ج ۱۰ ص ۲۵۹، ج ۲۰ ص ۲۵۹)؛

۸۔ الثالث (ج ۱۱ ص ۱۳۸) (نمبر ۱۸۶۳)

۹۔ صوات عن عمرة (ص ۱۹۱)

۱۰۔ بیہقی (ج ۳ ص ۲۳۵، ج ۳۰ ص ۲۵۹۸، ج ۲۱۸، ج ۲۵۹۸)؛ بیہقی الاوسط (ج ۱ ص ۲۳۸ ح ۲۶۸)

۱۱۔ بیہقی الاوسط (ج ۷ ص ۲۷۳) (ج ۲۹۲۲)؛ مجموع الزوائد (ج ۹ ص ۲۷۳)؛

۱۲۔ بیہقی الاوسط (ج ۷ ص ۲۷۳) (ج ۲۹۲۲)؛ مجموع الزوائد (ج ۹ ص ۲۷۳)

ایک حدیث میں عمرو بن اصیر م (۱) اور ابن مسعود (۲) اور عمرو بن جموج کو بشارت جنت دی گئی

ہے۔

ان تمام روایات کے باوجود یہ کیسا شور و غوغاء ہے کہ عشرہ مبشرہ علی کے لئے مائی ناز افتخار مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ گویا بس انہیں کو جنت طے گی دوسروں کو نہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ جو کبھی ایمان لائے اور عمل صالح کرے، تقوی اختیار کرے انہیں جنت کی بشارت دے دو اور فرمان خدا میں کوئی رد و بدل نہیں اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

اس لئے عشرہ مبشرہ علی کو کیوں جنتی بنا کر عقیدے کا جزو قرار دیا جاتا ہے؟ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ایک خط میں مسد بن سرحد کو لکھا ہے کہ..... اور یہ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ دس افراد جنتی ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان، بنابریں جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی ان کے جنتی ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں اور یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں بہشت میں اور فلاں جنت میں۔ صرف انہیں دس افراد کے لئے کہا جاسکتا ہے جنہیں رسول خدا نے جنت کی بشارت دی۔ آخر اس لاف و گزاف کی وجہ کیا ہے، شاید آپ بھی اس کی وجہ جانتے ہیں؟

اب ذرا سند و متن کا تحلیل و تجزیہ کر لیجئے:

دونوں روایتیں عبد الرحمن بن عوف اور سعید بن زید سے ہیں، ان دونوں کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی ہے۔ عبد الرحمن کی روایت عبد الرحمن بن حمید بن عبد الرحمن زہری اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند باطل اور ناتمام ہے کیوں کہ حمید بن عبد الرحمن صحابی نہیں تابعی ہیں، انہوں نے ۵۰۰ھ میں ۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طرح ان کی پیدائش ۳۲ھ قرار پاتی ہے۔ عبد الرحمن بن عوف کے انتقال کے ایک سال کے بعد، اسی وجہ سے ابن حجر نے عبد الرحمن کی روایت عمر و عثمان کو منقطع کہا ہے (۳) اور عثمان کا قتل عبد الرحمن بن عوف کے بعد ہوا۔ فطری لحاظ سے عبد الرحمن بن عوف کی روایت

۱۔ مجمع الزوائد ح ۹۶۳

۲۔ مجمع الکبیر (ج ۱۰ ص ۱۶۶) ح ۱۰۳۳

۳۔ تہذیب العہد بح ۳ ص ۳۶ (ج ۳ ص ۴۰)

بدرجہ اولی منقطع ہو گی، بنا بریں یہ سند صحیح نہیں ہے۔ اس طرح اب روایت صرف سعید بن زید میں محصر ہو کر رہ جاتی ہے جنہوں نے خود اپنے کو عشرہ مبشرہ کی فرد کہا ہے اور انہوں نے یہ حدیث کو فے میں بیان کی جب معاویہ کا زمانہ تھا۔ اس سے قبل یہ روایت کہیں نہیں سنی گئی تھی اسی زمانہ میں بیان کی گئی جب جعلی روایات کے انبار لگائے جائے تھے، مگر مانند طریقہ پر نہ موم تخلیق کا بازار گرم تھا۔ کسی نے بھی اس صحابی سے نہ پوچھا کہ آخر آج سے قبل یہ حدیث کیوں نہ بیان کی تھی؟ آخر پوچھائے رہنے کی وجہ کی کیا تھی؟ کسی نے بھی خلفاء راشدین کے دور میں اسے نقل نہ کیا۔ اس وقت تو صحابہ اس حدیث کے سخت ضرورت مند تھے تاکہ اپنی پوزیشن ملکم کر کے دلیل کے طور پر پیش کر سکیں اور خون ریزی سے باز رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب معاویہ نے اپنی حکومت ملکم کر کے مسلمانوں کو جاہی کے گھاٹ لگانا شروع کیا تو سعید کو اس حدیث کا الہام ہوانہ یہ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ گمان قوی یہ ہے کہ سعید نے جب حضرت علی پر دشام طراز یوں کا ہنگامہ دیکھا اور لوگوں کو معاویہ کے خلاف عام طور سے بیزار پایا یہ زید کی جائشی وغیرہ سے خود بھی بیزار ہوئے۔

سلی سکینہ

اس موقع پر مردان بن حکم کو سخت دست بھی کہا (۱) تو انہیں معاویہ کے مصائب و آلام کا کوف دانکنیر ہوا۔ اور اپنے کو ان مصائب سے بچانے کے لئے یہ روایت گڑھ لیتا کر ان پر جو عشق علی کا الزام لگ گیا ہے وہ دھل جائے۔ اس زمانہ میں تو جس پر بھی عشق علی کا جرم ثابت ہو جاتا تھا اسے قتل یا جلاوطنی کے مرحلے سے گذرنا پڑتا تھا۔ اس طرح عالیٰ نعمت کو جنت کا جعلی سارٹیفیکٹ دے کر حاکم وقت کو راضی کر لیا۔

اس حدیث میں تمام عالیٰ نعمت کو ایک صفت میں لے آئے ہیں۔ ایک بھی دوستدار علیٰ مثلاً سلمان، ابوذر، مقداد و عمر کا نام نہیں لیا گویا جنت اُنھیں وہ میں محصر ہو کر رہ گئی ہے؟ اس حدیث سے انہوں نے نہ صرف اپنے کو قتل و جلاوطنی سے محفوظ کیا بلکہ سبھے سکون کے حقدار بھی ہو گئے۔ اگر درمیان میں سیم وزر نہ ہوتے تو کوئی بھی انصاف پسند اسے باور نہ کرتا، بھی جانتے ہیں کہ متذکرہ افراد کا انداز حیات حضرت

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۳۸ (ج ۲۱ ص ۸۸ نومبر ۲۲۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۲۹۸)

علیٰ سے قلعی تضاد رکھتا ہے۔ علیٰ ہی نے شورئی میں سیرت شیخین کی پیروی کو حکم رکیا، پھر عثمان سے کلمش پیدا ہوئی اور ان کے قتل کو رابجی نہ سمجھا ان کے حق قتل ہونے کی گواہی بھی شدی، خطبہ شقشیریہ میں انھیں اس چوپائے سے تشبیہ دی جو صلی بھار کی گھانس کھاتا ہے، پھر طلحہ وزیر عثمان سے رسروپکار ہوئے اور پھر خون عثمان کا انتقام علیٰ سے لینے بھی کھڑے ہو گئے۔ ایسے افراد علیٰ کے ساتھ جنت میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم! متن روایت کا تجویز بھی بڑا لپچپ ہے:

کیا عبد الرحمن ابن عوف جواس حدیث کے راوی ہیں خود بھی اس کے معتقد تھے؟ اگر اسے صحیح سمجھتے تھے تو روز شورئی حضرت علیٰ کو تواریخی حکمی کیوں دی؟ پھر بعد میں عہد کر لیا کہ مرتے دم تک عثمان سے بات نہ کروں گا۔ بیعت عثمان شرمندہ تھے، وصیت کردی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ عثمان انھیں منافق کہتے تھے (۱) کیا یہ حقائق اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں معاون ہیں؟

کیا ابو بکر و عمر سے جناب فاطمہ زہرا ناراضی نہیں تھیں؟ ان سے کہا کہ خدا فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ باب رسول خدا سے شکایت کروں گی۔ مادر حسین علیہما السلام ان دونوں سے نالہ و گریاں گئیں، کبھی قبر رسول سے فریاد کی: بابا آپ کے بعد با ابو قافلہ اور خطاب کے فرزندوں سے کیا کیا نہ مصائب جھیلے۔ انھیں کے لئے حضرت علیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کے غصب حقوق کی وجہ سے گویا میری آنکھیں خاشاک تھے یا گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی تھی، میں اپنی میراث لٹتے دیکھ رہا تھا۔ ان دونوں کے لئے جناب صدیقة ہر نماز کے بعد بد دعا کرتی تھیں انہوں نے دختر رسول گو اذیت دی تھی اور جو لوگ رسول گو اذیت دیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (۲)

کیا عمر بھی اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے؟ تو پھر منافقوں کے نام حدیفہ سے کیوں پوچھتے تھے؟ (۳) منیرہ کے ابو عیسیٰ کیست کو بدلتے ہوئے کیوں کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا کیا معاملہ ہیش آئے گا۔ کیا یہی عمر نہیں تھے جنہوں نے حضرت علیٰ کو ابو بکر کی بیعت کے لئے شرمہار شدہ کی طرح کھینچتا اور

۱۔ سماعیت حرقہ ص ۷۶ (ص ۱۱۲)

۲۔ ساتویں جلد میں ان تمام طالب پر بحث گزرنگی ہے۔

۳۔ التہذیب بالقلانی ص ۱۹۶؛ بہجۃ الغوس ج ۲ ص ۲۸

علیٰ کو قتل کی دسمکی، اخوت رسول کا انکار، شوریٰ میں مخالف کو قتل کا حکم۔ جب کہ جانتے تھے کہ اس میں علیٰ یعنی مخالف ہوں گے۔ حالانکہ مومن کو عدم قتل کرنے کی سزا جہنم ہے۔

کیا عثمان بھی اس روایت کو درست کہتے تھے؟ تو پھر مغیرہ نے تکہ جانے کی رائے دی تو حدیث رسول کیوں سنائی، جس میں نصف عذاب کی خبر تھی۔ اگر عثمان اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے تو علیٰ کو مرداں سے افضل کیوں نہیں سمجھتے تھے؟

طلخو وزیر بھی نے عثمان کے خلاف شورش برپا کر کے قتل کر دیا۔ حضرت علیٰ نے فرمایا کہ یہ اپنی حکومت کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں، انھیں خدا سے کیا واسطہ؟ ان دونوں نے امام اور خلیفہ وقت کی بیعت توڑی جبکہ بہ طابق حدیث رسول امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرنے والا جامیت کی موت مرتا ہے۔ ان دونوں نے زوجہ رسولؐ کو گھر سے باہر کالا۔ جس علیٰ کے خلاف جنگ کو رسولؐ نے ظفیان، نفاق اور کفر کہا تھا ان سے برس پر کار ہوں؟ یہ طلحہ ہیں جنہوں نے عثمان پر بندش آب کی، جنگِ جمل میں جب حدیث غدری یاد دلائی گئی تو بھول جانے کا بہانہ کیا۔ انہوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خدا ہماری ناموس سے نکاح کر رہے ہیں اگر یہ مر گئے تو ان کی ازدواج سے ہم نکاح کریں گے، اسوقت ہا زوا جسہ امہاتهم ہے نازل ہوئی۔ کیا سعد بھی اس حدیث کو باور کرتے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ عثمان اس تکوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نیام سے باہر کالا، طلحہ نے تیز کیا، علیٰ نے زہر آلو دیا اور زیر نے سکوت کیا مگر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچا اگر چاہتے تو انھیں بچا سکتے تھے۔ کیا اس بات سے حدیث کی صحت کا میں ہو سکتی ہے۔ پاک ہے خدا کہ ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول، خلیفہ و باغی کو ایک ہی جنت میں رکھے، یہ خدا پر زبردست بہتان ہے۔

کیا یہ روایت سعد مجیہے شخص کے موزوں ہوگی جس نے خلیفہ برحق اور امام کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ان کی مدد کی، جس امام پر تمام امت اسلام متفق تھی۔ تمام مجاہدین بدر و مہاجرین و انصار نے بیعت کی تھی۔ لیکن سعد بیعت علیٰ سے دور رہے، شاید ان پر کوئی نئی کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔ جس سے سعد کو مستثنیٰ کر کے مژده بہشت سایا گیا تھا۔

ابو عبیدہ جراح گورکن کے لئے بھی مردہ بہشت ایک دلچسپ معهد ہے چونکہ انہوں نے سیف الدین کے ذمہ سیاسی جرائم کے شاندار مظاہرے کئے تھے۔ جملی وجہ سے امت اسلام قیامت تک کے لئے دو چار انتشار ہو گئی۔ امت میں انتشار ہوا، الہمیت رسولؐ کی ہٹک حرمت کی گئی، گویا انھیں جرائم کی وجہ سے انھیں مردہ بہشت سایا گیا تھا۔

اس بشارت بہشت میں عائشہ کا نام نہ ہونے سے عجیب خلاع محسوس ہو رہا تھا، اس لئے ابوذر کے نام سے منسوب کر کے ایک حدیث گردھی گئی:

رسول خدا عائشہ کے گھر آئے اور فرمایا: عائشہ! کیا میں تمھیں بہشت کی بشارت نہ دوں؟ عائشہ نے کہا: کیوں نہیں، اے خدا کے رسول! افرمایا: تمہارے باپ جنت میں ابراہیم کے رفق ہوں گے اور عمر جنت میں نوح کے ساتھی، عثمان بہشت میں میرے رفق ہوں گے، علی بہشت میں سعیٰ بن زکریہ کے رفق ہوں گے، طلحہ رفق داؤڈ، زبیر رفق اسماعیل، سعد بن ابی واقع رفق سلیمان، سعید مومنی عمران کے رفق، عبدالرحمن بن عوف جنت میں عیشی کے رفق اور ابو عبیدہ جراح رفق اور دیش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں سردار انہیاء ہوں اور تمہارے باپ افضل صدیقین اور تم مومنین کی ماں ہو۔ (۱)

کاش! اس روایت کی سند بھی معلوم ہوتی تاکہ گڑھنے والے کا پتہ چل سکتا اور کاش گڑھنے والے کو معلوم ہوتا کہ رفاقت کے لئے اخلاقی و نقیاتی مشابہت بھی ہونا ضروری ہے۔ ان مقصوم تخبروں کے ساتھ مدینہ کے ان گروں کو ٹھوں دیا گیا، چونکہ سیفیہ میں لیاقت و استحقاق کا قطعی خیال نہیں رکھا گیا۔ آخر عبد اللہ بن مسعود کو رفق عیشی کیوں نہ بنا یا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں بتائیں آئی ہے۔ (۲)

۱۔ ریاض المعرفۃ ح اص ۲۰ ص (ج ۱ ص ۳۱)؛ سیرۃ لا (ج ۵ ص ۹۶ رقمی)

۲۔ صحیح بخاری کتاب الناقب (ج ۳ ص ۲۷۲ ح ۱۴۱۸، ح ۳۵۵۱، ح ۳۵۵۵)؛ مسن احمد ح ۵۳۸، ح ۵۳۸۹ (ج ۳ ص ۲۸۹)؛ مسن ترمذی (ج ۵ ص ۲۳۱ ح ۲۳۱)؛ محدث حاکم ح ۳۲۰، ۳۱۵ (ج ۳ ص ۳۲۰)؛ مصنوعۃ النہج (ج ۳ ص ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳)؛ علیہ الاولیا ح اص ۱۲۶، ۱۲۷؛ استیغاب ح اص ۳۷۲ (نمبر ۱۶۵۹)؛ مصانعۃ النہج (ج ۳ ص ۳۷۲)؛ مسن الصفوة ح اص ۱۵۸، ۱۵۹ (ج اص ۲۰۲، ۲۹۸)؛ البدریۃ والہنایۃ ح ۷ ص ۱۶۲ (ج ۷ ص ۱۸۳ حوارث ۳۷۶)؛ تفسیر الوصول ح ۷ ص ۲۷۶ (ج ۷ ص ۲۹۶)؛ الاصابة ح ۷ ص ۲۷۹؛ کنز العمال ح ۷ ص ۵۵ (ج ۷ ص ۲۵۵ نمبر ۲۷۶)؛ تفسیر

عثمان میں آخر کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا تھا۔ ابوذر کیوں نہ رفیق عیسیٰ ہوتے کہ وہ تو ان سے بہت مشابہ تھے۔ (۱)

عثمان ہی کیوں جن میں کوئی آثار اخلاقی عیسوی نہیں پائے جاتے تھے۔ جعفر کو کیوں نہ کہا گیا جن کے متعلق صحیح حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول خدا نے اپنے سے مشابہ قرار دیا تھا۔ (۲) رسول خدا نے اپنی رفاقت کے لئے عثمان کا انتخاب کیوں کیا ابو بکر کا کیوں نہ کیا، جب کہ یہ لوگ ایک صحیح حدیث پیش کرتے ہیں کہ میں اگر کسی کو دوست قرار دیتا تو وہ ابو بکر ہوتے۔ ایک جعلی دعا نے رسول مجھی ہے کہ خدا یا! تو نے ابو بکر کو یار غار بنایا جنت میں مجھی میرا یار بنادے۔ (۳)

عثمان کو رفیق ابراہیم کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ جعلی حدیث میں انھیں شبیہ ابراہیم کہا گیا ہے۔ (۴) عمر کو موستی کا رفیق کیوں نہ بنایا گیا، عثمان کو رفیق ہارون اور علی کو رفیق رسول کیوں نہ بنایا گیا کیوں کہ انس سے ایک جعلی حدیث روایت کی گئی ہے کہ ہر نبی اپنی امت میں ایک نظیر رکھتا ہے ابو بکر نظیر ابراہیم، عمر نظیر موستی، عثمان نظیر ہارون اور علی میری نظیر ہیں۔ (۵)

اس حدیث کو گڑھنے والے نے غفلت بر تی۔ اسے شاید حدیث رسول یاد نہ تھی کہ یا علی تم میرے بھائی اور جنت میں میرے رفیق ہو اور یہ رفاقت دونوں کے اخلاقی و نفیاتی تشابہ کی وجہ سے تھی جو موزوں ہے اسی لئے آئی تطہیر نے دونوں کی طہارت کا اعلان کیا دونوں کی ولایت کا اعلان ہوا۔
اب ذرا ابوذر اور عائش سے پوچھئے جو اس روایت کے راوی اور مخاطب ہیں۔ کیا واقعی ابوذر نے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹ (ج ۲ ص ۲۲۸، ۲۲۹)؛ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۱ (ج ۵ ص ۶۲۸، ۳۸۰، ۳۸۱)؛ سنن ابن بیهی ج ۱ ص ۲۸ (ج ۱ ص ۵۵، ۱۵۱)؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۲۲ (ج ۵ ص ۳۸۵، ۵۳۶)، ج ۳ ص ۵۲۷ (ج ۵۲۶، ۸۳۷، ۸۳۸)

۲۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲، ۲۷۵

۳۔ سیان المیسر ان ج ۵ ص ۳۱۸ (ج ۵ ص ۳۷۳، ۸۱۶۰ نومبر)

۴۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۲ (ص ۱۰۱)

۵۔ میرزا ان الاعدال ج ۱ ص ۵۶، ج ۳ ص ۵۸؛ الفسفاد، المتر و کون (ص ۳۵۰ نومبر ۲۰۲۳)

یہ وحی ترجمان سے حدیث سنی؟ کیوں کہ ابوذر سےچے پر تو آسمان نے سایہ نہیں کیا۔ اگر آپ ابوذر و عثمان کے باہمی چیقلاش کو دیکھئے تو حدیث غلط معلوم ہوگی۔ ابوذر کے اعتراضات نے تو عثمان کا منہ کالا کر دیا تھا کیا وہ عثمان کے متعلق جنت کی بشارت نقل کریں گے۔ ابوذر تو عثمان کو شجرہ ملعونہ کی فرد بھتھتے تھے، فرماتے ہیں کہ حدیث رسول ہے کہ جب نبی امیر کی تحداد میں تک پہنچ جائے گی تو خدا کی زمین ہر پل میں گے، بندگان خدا کو غلام اور دین خدا کو غارت کر دیں گے۔ عثمان نے ابوذر کو جھٹلایا اور ظاہر ہے جس نے ابوذر کو جھٹلایا اس نے رسول خدا کو جھٹلایا۔ (۱)

صرف ابوذر ہی عثمان کے مخالف نہیں تھے اکثر بدربی صحابی و مہاجرین والنصارا ان کے ہم آواز تھے۔ تمام اصحاب کی شورش اس حدیث کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ عائشہ نے بھی تو عثمان کو نعشل و کافر کہہ کے خطاب کیا ہے۔ (۲) ان کی تقدیمیں تو سب سے زیادہ تلنخ و تند ہیں۔ قتل عثمان کی جریس کر کہا کہ خس کم جہاں پاک۔ (۳) کیا کسی آزاد ضمیر انسان کو بھجے میں آسکتا ہے کہ اس کی زبان سے عثمان کے جنتی ہونے اور رفیق رسول ہونے کی بات ادا ہوگی؟ کیا رسول خدا نعشل یہودی کے رفیق ہو سکتے ہیں؟

طلسم ہوش ربا

۳۸۔ محمد بن آدم کہتا ہے: میں نے کہ میں ایک اسقف کو دیکھا گرد کعبہ طواف کر رہا تھا۔ اس سے

۱۔ مسند رک حاکم (ج ۳۳ ص ۳۸۰) (ج ۳۳ ص ۵۲۷) ح ۸۳۷۸ (ج ۳۳ ص ۴۹۸) ح ۱۱۳۲۹، (ج ۳۳ ص ۲۲۷) ح ۲۲۸۳، (ج ۳۳ ص ۲۲۷) ح ۲۲۸۳،
بغیر تاریخ ابن عساکر ح ۲۲۳ ص ۱۸۲ (ج ۳۳ ص ۲۹۰)؛ مسند ابی یعلی (ج ۲۲ ص ۲۸۲) ح ۲۲۸۲ حدیث (۱۱۵۲)؛ الحجۃ الکبیر ح ۱۲ ص ۱۸۲ حدیث
(۱۲۹۸۲) کنز العمال (ج ۱۱ ص ۱۶۵) ح ۲۱۰۵۵، (ج ۱۱ ص ۳۵۹) ح ۳۲۸۲، (ج ۱۱ ص ۳۲۸) ح ۳۲۸۲

۲۔ تذکرة النحوں (ص ۶۹)؛ تاریخ طبری (ج ۲۲ ص ۳۵۸) حدیث (۱۳۷)؛ الاملحة والسلیمانة (ج ۱۱ ص ۵۱)؛ النہیۃ ابن اشیر (ج ۱۱ ص ۸۰)؛ القاموس الجھیل (ص ۱۲۷)؛ بسان العرب (ج ۱۲ ص ۱۹۸)؛ تاج البروس (ج ۸ ص ۱۳۱)؛ حیاة الحجۃ ابن اشیر (ج ۱۱ ص ۳۶۵)

۳۔ شرح فتح البلاغہ، ابن ابی الحدید (ج ۶ ص ۲۱۵) خطہ بر ۷۹

پوچھا: تم نے اپنے اجداد کا دین کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا: اس سے بہتر دین میں آگیا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ کہنے لگا، میں نے سمندر کا سفر کیا، مسجد حار میں پہنچ کر کشتی ثوٹ گئی اور موجودوں نے مجھے ایک جزیرے میں پہنچا دیا، وہاں درختوں کے جھنڈ میوں سے لدے پھندے تھے، آب شیریں کی نہر جاری تھی، میں نے اس نعت پر شکر خدا ادا کیا میوے کھائے نہر کا پانی پیا اور آئندہ حالات کا انظار کرنے لگا۔ جب شام ہوئی تو درندوں کے اندر یہ ہوئے اور ایک درخت پر چڑھ گیا، آدمی رات میں ایک درندے کو دیکھا کہ تسبیح خدا کر رہا ہے: خدائے جبار کے سوا کوئی خدا نہیں، محمد اُس کے رسول ہیں، ابو بکر ان کے یار غار، عمر فاتح شہر و دیار، عثمان کشتہ در خانہ حصار، علیؑ کفار کے سر پر آئی ہوئی تکوار، ان سے نفرت رکھتے والوں پر لعنت خدائے جبار، ان مکاناتِ جہنم ہو۔ اس درندے نے صبح تک تکرار کی۔ فخر ہوئی تو کہا کہ خدا کے سوا کوئی خدا نہیں، محمد اُس کے رسول اور ہادی، ابو بکر ان کے مشیر، عمر اُسی سورما، عثمان صاحبِ فضیلت شہید، علیؑ صاحبِ ہبیت شدید، ان کے دشمن پر پروگار کی لعنت۔

پھر وہ درندہ خلکی میں آیا، اس کا سر شتر مرغ کی طرح اور صورتِ انسان کی تھی، باتحہ پاؤں جانوروں کی طرح تھے۔ میں اس کے ذر سے بھاگا تو چلا کر بولا: تھہر وہ، وزن قتل کئے جاؤ گے۔ میں تھہر گیا۔ پوچھا: کس دین پر ہو؟ میں نے کہا: عیسائی ہوں۔ بولا: وائے ہو، تجھے دینِ اسلام قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ تم پر بیوں کے دلیں میں ہو یہاں سب کا نہ ہب اسلام ہے۔ میں نے پوچھا: اسلام کیسے قبول کرو؟ اس نے کلبہ پر دعوا یا اور خلفاء راشدین کا اقتدار کر دیا۔ میں نے پوچھا: تم نے یہ دین کیسے حاصل کیا؟ جواب دیا: ہم میں سے کچھ لوگ خدمتِ رسول میں کئے تھے، انہوں نے سن کر قیامت آئے گی، پھر ابو بکر، عمر، عثمان کے استقرار اور وجودِ امام حسن و حسین سے آراستہ ہونے کی بات کی۔ پھر اس نے مجھ سے آنے کی تفصیل پوچھی تو میں نے سارا واقعہ سنادیا، بھی جیرت سے مسلمان ہو گئے۔ (۱)

اس امن آدم جیسے جانور کو علماء رجال میں کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے اسے گنام کہنا چاہئے۔ شاید ابوالبشر آدم بھی اسے نہ پہچانتے ہوں گے۔ اسی طرح اشفق بھی مجبول اور گنام ہی ہے۔ پھر اگر پریوں کی لعنت تسلیم کر لی جائے تو زراد یکھنے کے تمام عادل صحابہ انکی زد میں آجائیں گے جنہوں نے عثمان سے نفرت کا مظاہرہ کیا۔ پھر ان عیسائیوں پر بھی تعجب ہے جو اس خرافی تفصیل کوں کرجھٹ سے مسلمان ہو گئے۔

۳۹۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابی بن کعب نے سورہ والعصر کی رسولؐ کے سامنے تلاوت کر کے اس کی تفسیر پوچھی۔ فرمایا: خدا نے دن کے آخری حصے کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ بے شک (الانسان) یعنی ابو جہل گھائٹ میں ہے، ﴿الاَلَّذِينَ آمْنُوا﴾ سے مراد ابو بکر ہیں۔ ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ سے مراد عمر، ﴿وَتَوَاصُوا بِالْحَقِّ﴾ سے مراد عثمان اور ﴿وَتَوَاصُوا بِالصَّبْرِ﴾ سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔
”رضی اللہ عنہم اجمعین“۔ (۱)

ابن عباس نے منبر سے یہی تفسیر بیان کی تھی۔ (۲)

کیا جائز ہے کہ اس طرح کی مضمونہ خیز تفسیر کر کے خدا و رسول پر بہتان باندھا جائے اور تحریف معنوی کی جائے؟ اول تو یہ روایت مرسل ہے، پھر یہ کہ ان شخصیتوں کے حالات زندگی سے الفاظ قرآن ذرا بھی میں نہیں کھاتے اور یہ کہ تفسیر ابن مددویہ میں ابن عباس سے مردی ہے کہ ﴿الاَلَّذِينَ آمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ سے مراد علیؓ مسلمان ہیں۔ (۳) اس کی تائید اس تفسیر سے ہوتی ہے کہ ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السُّنَّاتِ﴾ سے مراد عتبہ و شیبہ اور ﴿الَّذِينَ آمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ سے مراد حضرت علیؓ ہیں (۴) اور ﴿اُولُو النَّاکِ هُمْ خَيْرُ الْبَرِّيَّةِ﴾ سے مراد علیؓ اور

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۱۸۰ (ج ۲۰ ص ۱۲۲)

۲۔ ریاض الحضرۃ ج ۱ ص ۳۲۹ (ج ۱ ص ۳۲۹) تفسیر شریفی ج ۲ ص ۵۶۱ (ج ۲ ص ۵۸۵)

۳۔ در منثور ج ۲ ص ۳۹۲ (ج ۸ ص ۲۲۲)

۴۔ تذکرۃ المؤامنین ص ۱۱ (ص ۱۷)؛ کفایۃ الطالب بحیی ص ۱۲۰ (ص ۲۲۳ باب ۶۶)

ان کے شیعہ ہیں۔ (۱) اس لئے اب این کعب کی روایت عقل و مطلق سے بعید ہے۔ اسی وجہ سے اب جو
نے (۲) اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے کہ رسولؐ کی زبان سے یہ تفسیر ہرگز نہیں سن گئی۔ اسی
طرح سیاق صورت سے سمجھ میں آتا ہے کہ (آمنوا) کے بعد جو جملے آئے ہیں وہ انھیں ایمان داروں کے
اوسمیات بیان ہوئے ہیں نہ کہ دوسرے افراد کے جھنسیں اول جملے میں مراد لیا گیا ہے۔

۳۰۔ واحدی اسباب النزول (۳) میں عبد الرحمن ابن ہمدان، احمد ابن جعفر، عبد اللہ ابن احمد ابن
صلیل، محمد ابن سلیمان، علی ابن ہاشم، کثیر النوائے سے روایت کرتے ہیں کہ کثیر النوائے کا بیان ہے کہ میں نے
ابو جعفر سے کہا کہ فلاں شخص نے حضرت علیؑ ابن حسین کا بیان نقل کیا ہے کہ ﴿وَنَزَّ عَنَا مَافِي صَدْرِهِ
مِنْ غُلَّ أَخْوَانًا عَلَى سَرِّ مُتَقَابِلِينَ﴾ (اور ہم نے جوان کے دل میں کھوٹ تھی اسے دور کر دیا اور
یہ آپس میں بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے آئندے سامنے بیٹھے ہیں) یہ ابو بکر، عمر، علیؑ کے بارے میں
نازل ہوئی ہے، علیؑ ابن حسین نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انھیں لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہا
ں! انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کثیر نے پوچھا: وہ کھوٹ کیا تھا؟ فرمایا: جاہلیت کا کھوٹ تھا
، میں تھیم، میں عدی اور میں ہاشم سے زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی لیکن جب یہ جماعت مسلمان ہوئی تو ابو بکر
کے مدعاً گاریلی ہو گئے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اس روایت میں عبد الرحمن ابن حمدان آخر عمر میں اختلال حواس ہو گیا تھا اور اول فول بکنے لگا تھا،
چنانچہ ابن فرات (۴) کہتے ہیں کہ اس کی بات پر توجہ نہ دینا چاہئے۔ قصری اس سے درس فقة لینا چاہئے
تھے تو ابن الہان نے کہا کہ وہ پاکل ہو گیا ہے اور درس لینے سے منع کیا۔ (۵) اسی وجہ سے اب صبان و

۱۔ تاریخ طبری ج ۳۰ ص ۱۳۶ (مجلد ۱۵ ص ۳۳۷ ص ۲۶۲)؛ مناقب خوارزی (ص ۱۱۹، ص ۱۲۰، ص ۲۶۵ ج ۲۷۷)

۲۔ ثقہ الباری ج ۸ ص ۵۹۲ (ج ۸ ص ۲۹۷)

۳۔ اسباب النزول ص ۲۰۷ (ص ۱۸۶)، در منثور (ج ۵ ص ۸۵)

۴۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳ (ج ۱ ص ۷ نمبر ۲۲۰)

۵۔ سلسلہ الہم ایضاً ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۲۶۲)، ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۲۶۲)

جوز جانی اور دارقطنی اسے ضعیف قرار دیتے ہیں (۱) کیشرواں بھی ست روایت تھا، جملی روایت گزٹھے کی بنا پر اسے بھی ضعیف کہا گیا ہے (۲)

اس آیت کی ایک اور متعینہ خیز روایت صفوری نے کی ہے۔ نزدہ (۳) میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ (غل) سے مراد کینہ و عداوت ہے، جب قیامت برہا ہو گی تو یاقوت سرخ کا ایک تخت نصب کیا جائے گا اس پر ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ بیشیں گے اور چار جام حاضر کئے جائیں گے ابو بکر جام سے عمر کو سیراب کریں گے، عمر عثمان کو اور عثمان علیؑ کو پھر خدا جہنم کو حکم دیا کہ ایک منج خوش آمیز سے رافضیوں کو ساحل پر پہنچا دے۔ خدا ان رافضیوں کو دکھائے گا کہ اصحاب رسولؐ کس منزلت پر فائز ہیں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ان لوگوں کو خدا نے سعید قرار دیا ہے۔ اور ایک روایت میں بلبی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ابو بکر، عمر، عثمان، علیؑ، طلحہ، زبیر، سعید، ابن عوف اور عبد اللہ ابن مسعود ہیں۔

دیکھئے تو ذرا آیت کی کیسی ریڑھ ماری گئی ہے، ان لوگوں کے کینہ و عداوت سے بھرے ہوئے ہیئے کہاں اور قیامت کا تخت کہاں؟ حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبل اسلام جو کینہ بھرے ہوئے تھے وہ بعد رسولؐ جوش مارنے لگے اور پھر باہمی جدل و کشہ کیش نے گھناؤ نے شکل اختیار کر لی۔ محاصروں عثمان کے بعد جنگ جمل اسی کینہ و عداوت کا نتیجہ تھا۔

ایک اور پھر تاویل دیکھئے: «وَمُلْكُهُ عَلِيٌّ ذَاتُ الْوَاحِدَةِ وَدَرْسٌ»، دوسرے کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب نوحؑ نے کشتی بنائی تو جبریل چار کمیلیں لائے جس میں (میں) لکھا ہوا تھا، اول (میں) سے عبد اللہ یعنی ابو بکر، دوسرے عین سے عمر، تیسرا سے عثمان اور چوتھے سے علیؑ۔ اس طرح برکت (میں) سے

۱۔ کتاب الحجر و متن (ج ۲ ص ۱۱۰)

۲۔ الجرج و التحذیل (ج ۷ ص ۹۵۰ نمبر ۸۹۵)؛ کتاب الصعفاء والجز و دین (ص ۲۰۶ نمبر ۵۲۲)؛ الکامل فی صعفاء الرجال (ج ۲ ص ۲۲۶ نمبر ۱۲۰)؛ میران الاعدال (ج ۲ ص ۳۵۲) (ج ۳ ص ۴۰۲ نمبر ۶۹۲)؛ سلطان الجیز ان ج ۵ ص ۳۲۱ (ج ۵ ص ۳۲۱ نمبر ۷۷)؛ تہذیب العہد یہب (ج ۸ ص ۲۱) (ج ۸ ص ۲۱۷)

۳۔ نزدہ المجالس (ج ۲ ص ۲۱۷)

کشتو جاری ہو گئی (۱) اس قسم کے تحریقی نمونے بے شمار ہیں کہاں تک بیان کیا جائے۔

قیاص کن ز گلستان من بہار مرا

یہ بہتان اور دروغ بانی کے نمونے تھے جنہیں کذاب اور فریب کار ارباب علم و دانش نے محض فضیلت میں غلوکرتے ہوئے بیان کیا اور ان سے تفسیر و حدیث و تاریخ کی کتابیں بھر گئیں۔ سادہ لوح عوام نے انھیں حقائق و دقائق سمجھ کے مان لیا۔ نتیجہ میں امت تفرقہ و امتحار کا شکار ہو گئی۔ ہم نے ہزاروں میں سے یہ چند نمونے ہی پیش کئے ہیں کہ آپ کو عصیت اور ہواۓ نفس کا اندازہ ہو سکے۔ زیادہ بیان کر کے آپ کا دماغ گنہ کرنے سے فائدہ ہی کیا؟ جنہیں دیکھنا ہو وہ ریاض الحضرۃ، سیرۃ الحبلیہ، نزہۃ الجالس وغیرہ دیکھیں جو محض خرافات کا پلندہ ہیں۔ عصر حاضر کے مؤلفین نے تو طوفان بد تیزی کی حد تک کر دی ہے۔

فضائل معاویہ کے لاف و گزاف

میرا خیال تھا کہ معاویہ کے بارے میں زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ تمام مسلمان اس کے گندے عقائد و نظریات اور بھی ایک مجرمانہ کارستانیوں اور خاندانی رزالی و ناپاک نسب سے مطلع ہیں۔ ایسی صورت حال میں جو بھی اس کی ستائش کرے گا شرم سے پانی پانی ہو جائے گا۔ لیکن میرا خیال غلط تکلا، ایسے عیار و گستاخ افراد بھی نظر آئے جنہوں نے حدیثیں وضع کر لی ہیں۔ اس نے ان کی حقیقت واضح کرنے کے لئے تاریخ کھنگانا ضروری ہو گیا۔ مجھے اس سلسلہ میں ابن کثیر کی یادو گوئی پر توجہ نہیں دینی چاہئے جو لکھتا ہے کہ شام کے کوہستانی علاقوں کے اگلے لوگوں نے اک آوازنی (شاید وہ شیطان کی آواز تھی): جو شخص بھی معاویہ سے کینہ و عنادر کئے گا جہنم کی آگ اسے کھینچ لے گی، زاد بن کثیر کے خواب و خیال اور بکواس پر اعتماد کرنا چاہئے جو کہتا ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول خدا کو دیکھا، آپ کی خدمت میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی و معاویہ حاضر تھے، اتنے میں ایک شخص آیا، عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص مجھے تھارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ رسول خدا اسے غصے میں گھورنے لگے، اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں سے کسی کو تھارت کی نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں، میں تو اس شخص (معاویہ) کو دیکھ رہا ہوں۔ رسول خدا نے فرمایا: تف ہے تھجھ پر کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ اس جملے کی تین بار تکرار کی، پھر رسول خدا نے ایک خبر معاویہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: اس کے پیٹ میں بھونک دو، معاویہ نے وہ خبر اس کے پیٹ میں اتار دیا۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور فوراً اس کے گھر گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں مردہ پڑا ہے۔ اس شخص کا نام راشد الکندی تھا۔

سعید بن میتب کے بھی عقیدے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے جو کہتے ہیں کہ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت اور عشرہ بشرہ کے جنٹی ہونے نیز معاویہ کے لئے دعائے رحمت کرے، خدا پر لازم ہے کہ اسے محشر میں حساب سے بری قرار دے۔ (۱)

نہ ہی اس خواب و خیال کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو عمر بن عبد العزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ جسمیں معاویہ نے قسم کا کہا کہ خدا نے مجھے بخش دیا۔ (۲)
احمد بن حنبل کے قول کو بھی روایتی کی تو کری میں ڈال دینا چاہئے: ان لوگوں کو معاویہ سے کیا سرد کار، میں تو معاویہ کی سلامتی کی دعا کرتا ہوں۔

ان تمام یادوں گوئیوں، بلا دلیل عقیدے اور مجہول ہاتھ کی آواز کو زرا بھی وقعت نہیں دینی چاہئے کیوں کہ ان کے مقابل رسول خدا اور سلف الصالحین کی نہمت بھری احادیث و ارشادات کا ابشار ہے۔ جو لوگ معاویہ کے قریب رہے اور اس شخص کو اچھی طرح پیچاتے تھے ان کے سامنے ان کووارے مشوروں کی وقعت کیا رہ جاتی ہے۔ ہم چند نمونے قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ علی بن اقبر کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے روایت بیان کی کہ ایک مرتبہ رسول خداؐ کی ڈھلان سے گذر رہے تھے، آپ کی نظر ابوسفیان پر پڑی وہ سوار تھا۔ معاویہ اور اس کا بھائی یزید آگے پیچے سواری کو ہنکار رہے تھے، آپ نے فرمایا: خدایا! سوار پر، ہائکنے والے پر اور کھنپنے والے پر لعنت فرماء! ہم نے پوچھا: کیا آپ نے خود رسول خدا سے نا تھا؟ ابن عمر نے کہا: ہاں، میں نے خود اپنے کانوں سے نہ، اگر جھوٹ بولوں تو جس طرح میری آنکھیں اندر ہیں کان بھی بہرے ہو جائیں۔ (۳)

تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ ابوسفیان گدھے پر سوار چلا آرہا تھا، آگے آگے معاویہ تھا اور پیچے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۰ حادثہ ۷۶)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حادثہ ۷۶)

۳۔ کتاب صفين مطبوعہ مصر ص ۲۲۷ (ص ۲۲۰ حادثہ ۷۶)

۴۔ تاریخ طبری ج ۱۰ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۳۵۸ حادثہ ۷۶)

سے بیزید ہنکار ہاتھا۔ رسول خدا نے فرمایا: لعن الله القائد والراکب والمسائق (خدا عنت کرے سوار قائد اور سائق پر) اس حدیث کی طرف امام حسن نے معاویہ کو خاطب کر کے اشارہ کیا تھا: معاویہ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تیرا باب سرخ اونٹ پر سوار تھا تو آگے آگے تھا اور تیرا بھائی بیزید ہنکار ہاتھا، رسول خدا نے دیکھ کر فرمایا تھا: اللهم لعن السرائب والقائد والمسائق۔

محمد بن ابی بکر نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: تملعون ہے اور ملعون کا پیٹا ہے۔

۲۔ براء بن عاذب کا بیان ہے کہ ابوسفیان اور معاویہ کو دیکھ کر رسول خدا نے فرمایا: خدا یا! تائیں اور

متبوغ دونوں پر لعنت فرمایا، خدا یا! اس بد محااش کو اچک لے۔ براء بن عاذب نے اپنے باپ سے پوچھا: یہ رسول خدا نے "قیس" (بد محااش) سے کس کو مراد تھا؟ جواب دیا: معاویہ کو۔ (۱)

اسکے علاوہ رسول خدا نے ہر سو دخور، شراب خوار و شراب فروش پر لعنت فرمائی ہے۔ اور ان

شرمناک حرام کاریوں میں معاویہ پوری طرح ڈوبا ہوا تھا۔

۳۔ مسند احمد، ابو بیعلی و کتاب صفين میں ابو بزرگہ اسلی سے اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسول خدا کے ساتھ سفر کر رہے تھے، اتنے میں دو آدمیوں کے گانے کی آواز سنائی وی، ایک کی تان پر دوسرا جواب دے رہا تھا:

ایزال حواری تلوح عظامہ زوی الحرب عنه ان يجن فيقبرا
رسول خدا نے فرمایا: ذرا دیکھو تو یہ دونوں کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: معاویہ اور عمر عاصی ہے۔ یہ سکر حضرت نے بدعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: خدا یا! ان دونوں کو خاک چٹا دے اور جہنم میں بری طرح جھوک دے۔ (۲)

۱۔ کتاب صفين مطبوعہ مصر میں (ص ۲۲۲) (۲۲۲)

۲۔ مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۱ (ج ۵۵ ص ۵۸۰ ح ۱۹۲۸۱)؛ مسند ابی بیعلی (ج ۱۳ ص ۲۲۹ ح ۲۳۶، ۷۷)؛ و قده صفين ص ۲۳۶ (ص ۲۱۹)؛ بیغم الکبیر (ج ۱۱ ص ۳۲ ح ۱۰۹، ۷۰)؛ لسان العرب ج ۷ ص ۳۰۳، ح ۹۹ ص ۲۳۹ (ج ۳۲ ص ۳۵۲، ح ۵۵ ص ۱۰۱)

علامہ ایضاً فرماتے ہیں: جب علامے اہل سنت نے اس روایت میں کوئی پوچھ اور ابہام نہیں دیکھا تو معادیہ کی اس قدر رخت مذمت کو دیکھ کر سینے پر سانپ لوٹنے لگا پناچہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی میں لگ گئے۔ احمد بن ضبل نے دونوں کا نام اڑا کر (فلان و فلاں) لکھ دیا۔

کچھ لوگوں نے دوسری طرح بات بھائی۔ چنانچہ صالح شتر ان سے روایت گزہ لی کہ ہم لوگ ایک رات رسولؐ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ نے آواز سنی اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے دیکھا تو وہ معادیہ بن رافع اور عمرو بن رفاعة بن تابوت تھے۔ رسول خدا نے متذکرہ بدعا فرمائی اور اس کے نتیجے میں عمرو بن رفاعة کی رسولؐ کے سفر ختم ہونے سے قبل ہی موت ہو گئی۔

سیوطی اللخائی مصنوعہ (۱) میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ابہام پوری طرح ختم ہو جاتا ہے، جبکہ حدیث میں جو عمرو بن عاص اور رمعادیہ ابن ابی سخیان ہے وہ دراصل عمرو بن رفاعة اور معادیہ ابن رافع تھے۔ یہ دونوں ہی منافق تھے۔ ”واللہ عالم“۔

ذرا کوئی ان محدث صاحب سے پوچھئے بھلا حدیث اول میں ابہام کہاں ہے؟ کہاں سے وہم پیدا ہو گیا۔

کیا متن و مفہوم میں کوئی بات خلاف شریعت یا قرآن و سنت کے مخالف ہے یا کسی ایسے شخص کے متعلق بات کہی گئی ہے جس کا دامن گناہوں سے پاک ہے؟ کیا کسی دیندار انسان کی تحریر کی جا رہی ہے یا کسی سچے مسلمان کی بے احترامی ہو رہی ہے؟

ان میں ایک جگہ خوارہ کا پیٹا ہے اور دوسرا آوارہ مورت نابغہ کا پوت ہے۔ ان دونوں کو تم بھی اچھی طرح جانتے ہو اور ہم بھی۔

شاید انہوں نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ اس روایت کے اسناد پچھا اور است ہیں۔ یہ بھلا پہلی روایت کا ابہام کیا ختم کر سکتی ہے؟ اس روایت میں سیف ابن عمر ہے جسے خود سیوطی (۲) نے حدیثیں

۱۔ الالی المصورہ ج ۱ ص ۳۲۷

۲۔ الالی المصورہ ج ۱ ص ۳۲۹، ۹۹

گڑھنے والا کہا ہے۔ دوسری احادیث کے تجزیہ میں سیف کو ضعیف ترین شخص کہا ہے۔ کہیں اسے متزوک، ساقط اور کذاب نیز ممکن بالزندقہ کہا ہے۔ کیا جعلی حدیث بھی کسی دوسری حدیث کا ابہام ختم کر سکتی ہے؟ خدا انھیں معاف کرے۔

۲۔ رسول نے فرمایا: اس دھلان سے میری امت کا ایسا شخص نمودار ہوگا جس کا حشر میری امت کے علاوہ قوم میں ہوگا۔ اتنے میں معادیہ نمودار ہوا۔ (۱)

علامہ سید محمد کی مغربی کے زد یک اس حدیث کے تمام رجال نئے، معتبر و صحیح ہیں۔ (۲)

۵۔ حدیث مرفوع و مشہور، رسول نے فرمایا: معادیہ جہنم میں آگ کے تابوت میں ہوگا جس میں وہ چلاتا رہے گا: ”یا حنان، یا منان“ اب میں تو بہ کرتا ہوں حالانکہ اس سے قبل میں فسادی تھا۔ (۳)

۶۔ ابوذر غفاری نے معادیہ سے کہا: میں نے رسول خدا سے ناہے کہ معادیہ جہنم میں رہے گا۔ یہ سن کر معادیہ ہنسا اور انھیں قید کرنے کا حکم دے دیا۔ (۴)

۷۔ ابوذر نے معادیہ سے کہا: میں نے رسول خدا سے ناہے کہ خدا یا معادیہ پر لعنت کرا اور اس کا پیٹ صرف مٹی ہی سے بھرنا۔ (۵)

۸۔ حدیث مرفوع: جب امت پر ایسا شخص عکراں ہو جائے جو بڑے پیٹ والا ہو اور کھاتے کھاتے بھی پیٹ نہ بھرے تو امت کو چاہئے کی اس سے کنارہ کش رہے۔ ابوذر کا بیان ہے کہ اس سے مراد معادیہ ہے۔ اس حدیث میں معادیہ کی صفت کہیں ”الواسع البلعوم“ کہیں واسع الرم اور کہیں ضخم البلعوم“ ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۲۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸) حادث ۲۸۲: انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۲۲)؛ کتاب صفين ص ۲۲۷ (ص ۲۱۹)

۲۔ التاریخ (ج ۱۰ ص ۵۰۵) نمبر ۲۰۵: الحج ابجیل ص ۸۶ (ص ۱۲۶)

۳۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۲۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸): کتاب صفين ص ۲۳۳ (ص ۲۱۷)؛ اسان الجیزان ج ۱۰ ص ۲۰۲ نمبر ۶۰۲

۴۔ شرح ابن الجید (ج ۸ ص ۲۵۵) خطبہ ۱۳۰

۵۔ شرح ابن الجید (ج ۸ ص ۲۵۵) خطبہ ۱۳۰

۶۔ الشہید ابن الشہید ج ۱۱ ص ۲۰۶ (ج ۲۲ ص ۳۶۲): اسان العرب ج ۱۰ ص ۳۲۲ (ج ۶ ص ۲۲۸): زان العروش ج ۸ ص ۲۰۶

۹۔ نصرین مزاحم، ابن عدی، عقیلی، خطیب اور مناوی نے ابوسعید خدری سے اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھوتا سے قتل کرو۔ ابوسعید خدری اور حسن کا بیان ہے کہ لوگوں ایسا نہیں کیا اس لئے فلاج نہیں پائی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سیوطی نے، اللہ تعالیٰ مصنوعہ میں (۲) متعدد طریقوں سے ابن عدی و عقیلی سے نقل کر کے اس پر طعن کیا ہے حالانکہ بلازری نے (۳) دوسرے طریقوں سے اسی حدیث کو نقل کر کے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس حدیث کے تمام رجال صحاح ستہ سند کے راوی ہیں۔ اس لئے اس حدیث بلازری میں کہیں سے کوئی کھوٹ نہیں۔ پھر یہ کہ اس میں اگرچہ مرسل روایت ہے لیکن چونکہ صحابی کی طرف منسوب حدیث ہے اور صحابی تمام کے تمام ”عدول“ ہیں اس لئے مانے بغیر چارہ نہیں۔ (علامہ امینی نے متعدد طرق سے اس حدیث کو ابن حجر وغیرہ محدثین کے حوالوں سے نقل کر کے ان کے اسناد رجال کا تجزیہ کیا ہے اور حدیث کی صحت کی نشاندہی کی ہے)

اس حدیث کی تائید ایک دوسری حدیث رسول سے ہوتی ہے کہ جب دو غلیظہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۴) نیز یہ بھی حدیث ہے کہ جب کسی امام کی دل سے بیعت کر لوتا اس کی اطاعت کرو، پھر اگر دوسرانہ شخص اس سے نزاع کرے تو اس دوسرے کی گردن مار دو۔ (۵)

۱۔ کتاب صنفین ص ۲۲۳، ۲۲۸، ۲۳۸ مطبوعہ مصر (ص ۲۲۱، ۲۲۶)؛ تاریخ طبری ج ۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)؛ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۲۶۵۲)؛ شرح ابن الہدیہ ج ۱ ص ۳۳۸ (ج ۲۲ ص ۳۲ خطہ ۵۷)؛ کنز الدقائق مناوی ص ۱۰ (ج ۱۹ ص ۱۹)؛ الالی المصنوعہ ج ۱ ص ۳۲۵، ۳۲۲؛ تہذیب العدیہ بیہ ج ۲ ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ الالی المصنوعہ ج ۱ ص ۳۲۵، ۳۲۲

۳۔ انساب الاشراف (ج ۵ ص ۱۳۶)

۴۔ مجمع مسلم ج ۶ ص ۲۲۸ (ج ۲۳ ص ۱۲۸)؛ حکایت الامارہ؛ مسنون حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲۹ ص ۱۲۹)؛ مسنون حبیق ج ۸ ص ۲۲۳؛ افضل ابن حزم ج ۲ ص ۸۸؛ الحکیم ج ۹ ص ۳۲۰؛ تہذیب الوصول ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲۲ ص ۳۲)

۵۔ مجمع مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۲۳ ص ۱۲۷)؛ حکایت حاکم ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲۹ ص ۱۲۹)؛ مسنون حبیق ج ۸ ص ۱۶۸

ان دونوں احادیث کی تائید سے متذکرہ حدیث رسول "جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو" کی صحت میں کسی فتحم کا شایبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن اہل سنت نے اس کو مشکوک بنانے میں براہاتھ پیغمبر مارا ہے۔ کچھ لوگوں نے "فاقتلوه" (اس کو قتل کر دو) کو بدلت کر "فاقبلوه" (اس کو قبول کرلو) کر دیا۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے حسن ابن محمد خلال، یوسف ابن ابی حفص زادہ، محمد ابن اسحاق فقیہ، ابو نظر غازی، حسن ابن کشیر، مکرم ابن ایمن قیسی، عامر ابن سعید صرسی، ابو زییر، جابر کی سند سے حدیث لکھی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر قرب پور کرتے ہوئے وہ کھوتو اسے قبول کرو کیوں کہ وہ امین اور ما مون ہے۔

خطیب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے صرف اسی سند سے روایت پائی ہے لیکن اس میں محمد ابن اسحاق اور ابو زییر گنام ہیں۔ (۱)

ذہبی (۲) اور ابن حجر (۳) نے حسن ابن کشیر اور بکر بن ایمن اور عامر ابن سعید کو مجہول کہا ہے۔ پھر یہ کہ معاویہ کس قدر امین اور ما مون ہیں اس کا کچھ متذکرہ ہم نے جلد پہم و نہم الفعلہ یہ میں کیا ہے۔ اس طرح درایتی حیثیت سے بھی یہ حدیث گردھی ہوئی ہے۔ کچھ لوگوں نے بات بنتی نہ دیکھی تو کہا کہ یہ معاویہ بن ابی سفیان کے متعلق نہیں ہے بلکہ معاویہ بن تابوت کے متعلق ہے چنانچہ حافظ ابن عساکر (۴) نے اس روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن تابوت ہے جو منافقوں کا سراغ نہ تھا۔

سیوطی نے لٹاٹی میں (۵) لکھا ہے کہ اگرچہ اس کو ابن عساکر نے نقل کیا ہے لیکن یہ تاویل بعید اور بہم ہے۔

علامہ الحنفی فرماتے ہیں: معاویہ بن تابوت کا کہیں اتنا پتہ نہیں۔ کب پیدا ہوا، کب مر گیا۔ نہ اس

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۲۲ ص ۳۰۶) (۲۵۲۰ نمبر ۲۰)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱۹ ص ۵۱۹ نمبر ۱۹۳۵)

۳۔ لسان المیزان (ج ۲۲ ص ۳۰۶) (۲۵۲۰ نمبر ۲۰) (ج ۲۲ ص ۵۸ نمبر ۵۸) (ج ۲۳ ص ۲۸۲ نمبر ۲۸۲)

۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۵ ص ۳۶)

۵۔ الملاعی المصور (ج ۱۵ ص ۲۲۵)

سے کوئی روایت کی گئی۔ آخراں کی روایت ابو بکر ابن داؤد کو کس نے سنائی؟ کیا اصحاب رسول نے اسے منبر پر دیکھ کر قتل کیا؟ یا یہ کہ آج تک اسے کسی نے نہیں دیکھا ہے آئندہ دیکھے گا۔

اسی قسم کی ایک مہمل تاویل اور بھی دیکھنے کو متی ہے۔ روایت ہے کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول خدا سے عرض کی کہ معاویہ اور ابو جہنم مجھ سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ معاویہ مکھو ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ یہ معاویہ ابن الیسفیان کے علاوہ ایک بزرگ ہیں۔ (۱) رافعی نے تو جگر خوارہ کے لئے یہ تاویل کر دا لیکن امام نووی کہتے ہیں کہ یہ فاحش غلطی ہے۔ (۲) اور صحیح مسلم میں ہے کہ اس سے مراد معاویہ بن الیسفیان ہے۔

ابو داؤد،نسائی،طیالیسی و بحقیقی نے بھی اس سے مراودہ معاویہ ہی کولیا ہے۔ (۳)

ابن کثیر (۴) وابن حجر نے ”فاتحۃ“ کی ایک دوسری ہی تاویل کی ہے، تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ یہ حدیث بلاشبہ و شبہ جھوٹی ہے کیوں کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ معاویہ کو قتل کر دالتے کیوں کہ انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں تھی۔

ابن حجر قطبی البجنان (۵) میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو تمام صحابہ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کیوں کہ یا تو انھوں نے حدیث کو سن کر چھپایا تو ان پر عیب وارد ہوتا ہے کیوں کہ اس حدیث کو تمام امت کے سامنے پہنچ کرنے چاہئے تھی تاکہ اس پر عمل کیا جاتا یا پھر یہ کہ اس کی تبلیغ ہوئی اور عمل نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس کا شرعاً تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن کا بعض حصہ بھی ان لوگوں نے چھپایا، یا عمل نہیں کیا یہ تمام باقی شرعی حدیث سے معال ہیں کیوں کہ ارشاد

۱۔ الاصابة ج ۳ ص ۳۹۸

۲۔ شرح صحیح مسلم نووی (ج ۱۰ ص ۹۸)

۳۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۱ ح ۲۶۱ کتاب الطلاق)؛ سنن الی راذ رج اص ۳۵۹ (ج ۲ ص ۲۸۵ ح ۲۲۸۲)؛ سنن

نسائی ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۲۷۲ ح ۵۳۵۲)؛ مسن طیالیسی ص ۲۲۸؛ مسن بحقیقی ج ۷ ص ۲۷۱

۴۔ البدریۃ والبلہیۃ ج ۸ ص ۱۳۳ (ج ۸ ص ۱۲۱ ح ۱۰۷ دلخواہ)

۵۔ تطبیر البجنان مطبوع بر حاشیہ صوات عن عمر قدم ۶۰ (ص ۲۹)

رسولؐ ہے کہ میں نے تھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ تم راہ روشن پر گامزن ہو۔
صحابہ کے پیاریوں کی یہ عقیدت کس قدر خوب صورت ہے اگر منطق بھی ان کا ساتھ دیتی، تاریخ
صحیح کے مخالف نہ ہوتی یا سیرت صحابہ سے اس کا ثبوت ملتا یا ائمہ حدیث جو کچھ صحاح و مسانید میں اس کے
متعلق روایات نقل کی ہیں ان سے حسن ظن کی تائید ہوتی ہے؟ (۱)

کیا ”ذو الشدیہ“ کو قتل کرنے کے معاملے میں صحابہ نے حکم رسولؐ پر عمل کیا؟ خود رسولؐ کے
سامنے ان کا حکم ضائع کیا۔ (۲) کیا انہوں نے حدیث رسولؐ پر عمل کیا جس میں حکم ہے کہ جب دو خلیفہ
کی بیعت کی جائے تو اس میں سے دوسرے کو قتل کر دو، یا حدیث ہے کہ جو شخص امت میں تفرقہ پیدا
کرے اس کی گردن مار دو چاہے جو شخص بھی ہو، یا حکم ہے جو شخص کسی امام سے زراع کرے اس کی
گزدن باردو۔

۱۰۔ زید ابن لدم سے مردی حدیث رسول ہے: جب تم معاویہ اور عمر و عاص کو ایک ساتھ دیکھو تو
ان میں تفرقہ ڈال دو کیونکہ یہ دونوں بھی خیر پر ایکاں کریں گے۔ (۳)

۱۱۔ ایک حدیث مرفوع ہے:
اس ڈھلان سے ابھی ایک شخص برآمد ہو گا جس کی موت میری سنت کی خالفت پر ہوگی۔ اتنے میں
معاویہ برآمد ہوا۔ (۴)

۱۲۔ حضرت علیؓ نے معاویہ کے خط کا جواب دیا کہ تمہارا بصیرت سے عاری، ہدایت و عقل سے کورا
و رخواہش نفس کا پاندہ خط ملا... میری جان کی قسم! اگر تم میرا اسلامی شرف اور قرابت رسولؐ کا انکار کر سکتے

۱۔ صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۱۳، ج ۹ ص ۲۷۲-۲۲۲ (ج ۳ ص ۲۲۲-۲۲۲)؛ ج ۳۱ ص ۱۲۲-۱۲۲ (ج ۳ ص ۱۰۷-۱۰۷)؛ ج ۵ ص ۲۷۲-۲۳۰ (ج ۲ ص ۲۲۰-۲۲۰)؛ ج ۲۰۵ ص ۲۲۱-۲۲۱ (ج ۲ ص ۲۰۵-۲۰۵)؛

۲۔ منhad الحجج ص ۱۵ (ج ۳ ص ۲۹۰)؛ البدریہ والبلیغہ ج ۷ ص ۲۹۸ (ج ۷ ص ۳۳۰)؛ حدیث
الادلیہ ج ۳ ص ۲۷ (نمبر ۲۲۵)؛

۳۔ کتاب صفين ص ۱۱۲ (ص ۲۱۸)؛ الحدائق الفرید ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۲ ص ۱۳۵)؛

۴۔ وقہ صفين (ص ۲۲۰)

تو ضرور کرتے۔ (۱)

۱۳۔ حضرت نے معاویہ کو خط لکھا:

تو نے گراہی دبیر اہ روی کو بڑھاپے میں پر بنالیا ہے، اس کو فوج کر پھیٹک دے، تیرا حال بوسیدہ کپڑے کا ہے جسے ایک طرف سے درست کیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے، اپنی گراہی میں ڈھیر سارے لوگوں کو تو نے پھنسایا ہے۔ اندھروں کے سمندر میں موجودوں کے تھیڑے کھا رہا ہے... (۲)

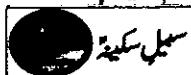
۱۴۔ حضرت نے یہ بھی لکھا: تو نے جس گراہی کی فضا بنائی ہے اس میں باطل کی تھنا، کفر کا غلبہ اور حسد محمدؐ کا سلسلہ تیرے پر کھوں سے چلا آ رہا ہے، اسی میں تیرے بزرگ خاک و خون میں لوٹتے رہے۔ (۳)

۱۵۔ یہ خط بھی ہے: تو اور تیرے دوستدار ان شیطان، حق کو اساطیر الا ولین بنانا چاہتے ہیں۔ (۴)

۱۶۔ یہ خط بھی حضرت علیؓ کا معاویہ کے نام ہے: تیری بدکاریاں تجھے تباہی کے گھاٹ لگادیں گی، اسے پرسخرا اے پر ملعون! تجھے اپنے حلم و علم پر ناز ہے حالانکہ تو ذلیل منافق، کم عقل اور رنج بزدل ہے۔ (۵)

۱۷۔ آپ نے اسے خط لکھا: "سبحان الله" تو کس قدر اپنے نفس کا غلام ہو گیا ہے۔ (۶)

۱۸۔ آپ نے تحریک کے بعد خط لکھا: تو نے قرآن کو حکم بنایا ہے حالانکہ خود تجھے اندازہ ہے کہ تو اسی



۱۔ العقد الفرید ج ۲۲ ص ۲۲۲ (ج ۲۲ ص ۱۳۶)؛ الکامل بدرج اس ۷۵ (ج اس ۱۷)؛ و تحقیق متنین ص ۲۲ (ص ۵۷)؛ الامامة والیاسیت ج اس ۷۷ (ج اس ۹)؛ فتح البلاغ ج ۲ ص ۵ (ص ۷۷ کتاب ۷)؛ شرح فتح البلاغ ابن الہبی ج اس ۲۵۲، ج ۳ ص ۳۰۲ (ج ۳ ص ۸۹ خطبہ ۲۲، ج ۱۲ ص ۱۳۲ کتاب ۷)

۲۔ فتح البلاغ ج ۲ ص ۳ (ص ۲۰۶ کتاب ۳۲)؛ شرح ابن الہبی ج ۳ ص ۵۰ (ج ۱۲ ص ۱۳۲، ج ۲۲ کتاب ۷)

۳۔ شرح فتح البلاغ ابن الہبی ج ۳ ص ۵۰ (ج ۱۲ ص ۱۳۲ کتاب ۷)

۴۔ شرح ابن الہبی ج ۳ ص ۵۱، ج ۳ ص ۳۱ (ج ۱۵ ص ۸۲ کتاب ۱۰، ج ۱۲ ص ۱۳۵)

۵۔ شرح ابن الہبی ج ۳ ص ۳۱، ج ۳ ص ۵۱ (ج ۵ ص ۸۲ کتاب ۱۰، ج ۱۲ ص ۱۳۵ کتاب ۲۲)

۶۔ فتح البلاغ ج ۲ ص ۳۲ (ص ۲۰۶ کتاب ۳۲)؛ شرح فتح البلاغ ج ۲ ص ۵۷ (ج ۱۲ ص ۱۵۳ کتاب ۳۲)

قرآن میں سے نہیں۔ (۱)

۱۹۔ امام کا یہ بھی خط ہے: اب تجھے واضح باتوں سے سبق لینے کا وقت آگیا ہے، تو اپنے باطل دعوے کے ساتھ اپنے اسلاف کی ڈگر پر چل نکلا ہے۔ (۲)

۲۰۔ امام نے لکھا:

اے معاویہ! تجھے حکمرانی سے کب کا تعلق ہو گیا؟ نہ تمہارے اندر نیکی نہ فضیلت، اب تو آئندہ کے حالات کے لئے آمادہ ہو جا..... شقاوت، غفلت نفس کی وجہ سے شیطان نے تجھے اپنے چنگل میں پھنسایا ہے۔ (۳)

۲۱۔ امام نے لکھا: اپنے متعلق خدا سے ڈرو، اپنے حق کے متعلق غور کرو، ان باتوں سے اپنی جہالت کا بہانہ کر کے بخات نہیں پاسکتے۔ (۴)

۲۲۔ امام نے یہ خط بھی لکھا:

تم نے الفت ویگانگت کی بات لکھی ہے لیکن ماضی نے ہم میں تم میں تفرقہ ڈال دیا۔ ہم ایمان لائے اور تم کافر ہو گئے، آج ہم استقامت دکھار ہے ہیں اور تم قبرت میں بنتا ہو، تمہارے خاندان کا کوئی بھی دل سے مسلمان نہیں ہوا، سب نے رسول خدا سے جنگ کی۔ (۵)

۲۳۔ معاویہ کے جواب میں حضرت نے لکھا:

تم نے لکھا ہے کہ ہم لوگ قبیلہ عبد مناف سے ہیں اور ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔ اپنی

۱۔ کتاب صفين ص ۵۵۶ (ص ۳۹۳)؛ نجاح البلاغہ ج ۲ ص ۵۶ (ص ۳۲۲ کتاب ر ۲۸)؛ شرح ابن الہیجہ اس ۱۱۸ (ج ۲ ص ۲۲۹ خطبہ ۳۵)

۲۔ نجاح البلاغہ ج ۲ ص ۱۲۵ (ج ۳۵۵ کتاب ۶۵)

۳۔ کتاب صفين ص ۳۲۲ (ص ۱۰۹)؛ نجاح البلاغہ ج ۲ ص ۱۱ (ص ۲۷۰ کتاب ۱۰)؛ شرح ابن الہیجہ اس ۳۲ (ج ۱۵ اس ۷ کتاب ۱۰)

۴۔ نجاح البلاغہ ج ۲ ص ۳۷، ۳۶ (ص ۳۹۰ کتاب ۳۰)

۵۔ نجاح البلاغہ ج ۲ ص ۱۲۲ (ص ۳۵۳ کتاب ۱۲)

جان کی تحریک احتیقت میں ہم بھی ایک جد سے ہیں اور مشترک سلسلہ نسب ہے لیکن اسی، ہاشم کے برادر نہیں اور نہ حرب، عبدالمطلب کی طرح ہے اور نہ ابوسفیان، ابوطالبؑ کی طرح ہے، نہ مہاجر، طلیق کے مانند اور نجیح نسب والے کے برادر وہ شخص ہو سکتا ہے جو نسب میں ملتح ہوا ہو، نہ باطل حق کے برابر، نہ منافق مومن کے برادر ہو سکتا ہے۔ وہ فرزند کس قدر رپت ہے جو چینی آباء و اجداد کی پیرودی کرے۔ (۱)

حضرت علیؑ کے اس ارشاد کی شرح کرتے ہوئے ابن ابی الحدید (۲) لکھتے ہیں کہ کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ کافر ہونے کی وجہ سے اس کے بیٹے کی نعمت کی جائے؟ پھر جواب دیتے ہیں کہ ہاں، اگر فرزند اپنے آباء و اجداد کی پیرودی کرتا ہو اور انھیں کے قدم پر قد چلتا ہو۔ حضرت نے معادیہ کی اس لئے نعمت کی ہے کہ وہ اپنے چینی باپ دادا کی تعلیم کرتا تھا۔

۲۳۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

تجھے سے کیا مطلب کہ کون افضل ہے اور کون منقول، کون حاکم ہے، اور کون حکوم؟ فتح مکہ کے آزادشندگان کو سائبین و مہاجرین کا مرتبہ معین کرنے کا حق نہیں، تو اس صلاحیت سے دور ہے۔ تو حکوم ہے حاکم کے متعلق اظہار رائے کا تجھے کوئی حق نہیں، تو اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، توبے راہ روی میں کو سوں نکل گیا ہے۔ (۳)

۲۵۔ مخفف ابن سلیم کو خط لکھتے ہیں:

میں نے ان لوگوں پر دھاوا بولنے کا قصد کر لیا ہے جو خدا کے بندوں پر ارشادات خداوندی کے بجائے دوسرا چیزوں سے حکومت کرتے ہیں، عوامی بال اور غمیخوں کو ذاتی ملکیت بخش لیا ہے، قانون و حدود خداوندی کو پیروں تلے روندو لا ہے، تعلیمات اسلامی اور حکومت الہیہ کا تیا پانچا کر دیا ہے، مومنوں کے بجائے فاسقوں کو مشیر بنالیا ہے، دوستان خدا کی تنقید پر دل میں کینہ رکھ کر جلاوطن کر دیتے ہیں، فاسق

۱۔ شرح فتح البلاعہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۵۸

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۲۲ (ج ۱۵ ص ۱۹۹ کتاب ۷)

۳۔ فتح البلاعہ ج ۲ ص ۳۰ (ص ۲۸۶ کتاب ۲۸)؛ فتح الاشیٰ ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱۵ ص ۲۷۵)؛ نہایۃ الارب ج ۷ ص ۲۲۲

اگر مدد کرتا ہے تو اسے دوست رکھتے ہیں، قلم اور مختلف اسلام پسند کرتے ہیں، گناہ میں باہمی تعاون کا برتاؤ کرتے ہیں۔ (۱)

۲۶۔ عمر و عاص کے خط کے جواب میں

”معاویہ کی ناجائز حرکتوں کا ساتھ حکمت دو کیوں کرو وہ لوگوں کو تغیر اور جاہل سمجھتا ہے۔“ (۲)

۷۔ ایک دوسرے خط میں عمر و عاص ہی کو لکھا:

”تو ایک بیکار اور بے آبر و انسان کی خاطر انسانیت کی حدود سے اتر گیا ہے۔ اسکی بزم میں معزز انسان، خوار اور حليم انسان، احمق بن جاتا ہے... اگر خدا نے جگر خوارہ کے فرزند پر مجھے قابو دیدیا تو تحسیں ان لوگوں سے ٹھیک کر دوں گا جھوٹوں نے رسول اسلام پر قلم کیا تھا۔ اگر خدا نے مجھے قابو نہیں دیا اور میرے بعد تم زندہ رہے تو خدا تم سے بدله لیگا اور تم سے انتقام لینے کے لئے وہی کافی ہے۔“ (۳)

۸۔ محمد ابن ابی بکر کے خط میں لکھا کہ جھوٹے پسر ہند کے پرد پیغمبئر میں نہ آتا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ گمراہی کا امام اور ہدایت کا امام برابر نہیں ہو سکتے، نہ دشمن رسول برابر ہو سکتا ہے وہی رسول کے۔ خدا ہم سے اور تم سے راضی رہے۔ (۴)

۹۔ محمد ابن ابی بکر کو معاویہ و عمر و عاص نے خط لکھا، محمد نے وہ خط حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جس کے جواب میں امام نے تحریر فرمایا:

”بدکار معاویہ و عمر و عاص کا خط میں نے پڑھا، ان دونوں نے خدا کی نافرمانی اور حکومت کے گناہ اور رشتہ خوری میں باہم ایکا کر لیا ہے۔ وہ لوگوں کی طرح اپنے کرتوت کا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، تم ان کی غراہت سے دھونس نہ کھانا۔“ (۵)

۱۔ شرح نجیب البلاعہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۳ ص ۱۸۲ خطہ ۳۶)

۲۔ کتاب صفين ص ۱۲۳ (ص ۱۱)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۳ ص ۱۱۳ (ج ۲ ص ۲۲، ج ۷ ص ۱۵، ج ۱ ص ۱۱، ج ۱ ص ۱۵، ج ۱ ص ۱۱)

۳۔ نجیب البلاعہ (ص ۱۱)، کتاب ر ۳۹

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۶ (ج ۶ ص ۱۷)، خطہ ۶۷، بحیرۃ الرسائل ج ۱ ص ۵۳۰

۵۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۱۰۰)، احوالات ۲۸ (ج ۵ ص ۱۰۰)، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۲ (ج ۳ ص ۱۶)

۳۰۔ عراقیوں کو خط تحریر فرمایا:

”خدا تم پر حرم کرے، نیند سے چونکو اور حق پر ایکا کرلو، اپنے دشمنوں سے جنگ کرو پر وہ انھوں کا ہے آنکھ والوں پر صبح واضح ہو جکی ہے۔ تم طلاقاء بن طلاقاء اور تم گاروں سے جنگ کر رہے ہو، انھوں نے جنگ مار کے اسلام قبول کیا تھا اور ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے۔ یہ سب قرآن اور سنت کے ذمہ ہیں، یہ ای ازاب والے، بدعت والے، اور نیادین ایجاد کرنے والے ہیں یہ رشت خور اور دنیا کے بندے ہیں.....(۱)

۳۱۔ زیادا بن ابیہ کو خط لکھا: معاویہ شیطان رجیم کی طرح ہے جو لوگوں کو دائیں باعیں اور آگے پیچھے سے بہکاتا ہے، دیکھو اس سے پچھے رہنا، اس سے پختے رہو۔ والسلام (۲)

۳۲۔ اپنے اصحاب کے سامنے صفين کے لئے جاتے ہوئے تقریر فرمائی: دشمنان خدا و قرآن و سنت کے خلاف نکل چلو، یہ وہی لوگ ہیں جو جنگ ازاب میں مہاجرین و انصار کے خلاف آئے تھے۔ (۳)

۳۳۔ لوگوں کو دعوت جہاد دیتے ہوئے فرمایا: ”انشاء الله“ ہم لوگ ایسے شخص پر دھواں بولنے والے ہیں جو حق ہے، جو پاتا ہے ہڑپ لیتا ہے۔ معاویہ اور اس کی فوج باغی گروہ ہے، ان کی قیادت اپنیں کر رہا ہے، وہی اُنھیں دھوکا دے کر جنگ پر بھارتارہتا ہے۔ (۴)

۳۴۔ حضرت علیؑ نے جنگ صفين میں ایک خطبہ میں فرمایا: حالانکہ میں خلافت کے معاملات سے الگ تعلگ تھا لیکن لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ بیعت قبول کیجئے تو میں نے انکار کیا، انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیعت قبول کر کیجئے ورنہ امت آپ کے بغیر راضی نہیں ہو گی تو میں نے اس ڈر سے کہ اگر بیعت قبول نہ کروں گا تو امت میں افتراق پیدا ہو جائے گا میں نے ان لوگوں کی بیعت قبول کر لی۔ اس کے بعد مجھے

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱۱۳ (ج ۱۰۳) (ج ۱۰۳)؛ شرح ابن الہیم درج ۲۷ ص ۲۷ (ج ۲۶ ص ۹۹ خطبہ ۶۷)

۲۔ شرح ابن الہیم درج ۳۲ ص ۶۸ (ج ۱۲۱) اکتاب (۳۲)

۳۔ کتاب صفين ص ۱۰۵ (ص ۹۲)؛ تحریرۃ الخطب ج ۱۳۲ (ج ۱۰۳) (ج ۱۰۳ خطبہ ۱۹۹)

۴۔ کتاب صفين ص ۱۲۶ (ص ۱۱۳)

دو آدمیوں کا اندریشہ تھا جنہوں نے میری بیعت کی تھی اور معاویہ کے اختلاف کا اندریشہ تھا، جس کو خدا نے نہ تو سبقت دینی عطا کی ہے نہ اس کے پرکھوں میں سچا اسلام، وہ طلیق بن طلیق، جگ خدق کا بقیر ہے، ہمیشہ وہ اور اس کا باپ اسلام کے دشمن رہے یہاں تک کہ جھک مار کے ٹکست خورده انداز میں داخل اسلام ہوئے۔ (۱)

۳۵۔ صحنیں میں یہ بھی فرمایا: ان پر پورے سکون و وقار کے ساتھ ثبوت پڑوتا کہ اسلام اور نیک بندوں کا اسلام سلامت رہے۔ خدا کی قسم! یہ قوم جہالت میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس کا لیڈر اور بھونپو معاویہ، تابغہ کا جتنا، ابوالاعور سلمی، ابن ابی معیط شراب خوار ہے... میں انھیں اسلام کی طرف بلارہ ہوں اور یہ سورتی پوجا کی طرف.... (۲)

۳۶۔ ایک خطبہ میں فرمایا: رسول خدا نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس نے میں پھرنے والا نہیں ہوں۔ تمہارا دشمن تمہارے سامنے ہے اور تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ان کا سردار منافق ابن منافق ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلارہا ہے۔ تمہارے ساتھ رسول خدا کا چیز ابھائی ہے جو تمھیں جنت کی طرف اور طاعت خدا اور سنت رسول کی طرف بلارہا ہے، یہ دونوں برادریوں ہو سکتے، میں نے سب سے پہلے رسول کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور بدتری ہوں۔ معاویہ طلیق بن طلیق ہے، خدا کی قسم! میں حق پر ہوں اور معاویہ باطل پر.... (۳)

۳۷۔ ایک خطبہ: زیکھو اس معاویہ اور اس کے ظالم جرگے کے خلاف جلد نکل چلو، جنہوں نے کتاب خدا کو یہ پشت وال دیا ہے اور چند کھوئے سکوں میں نیچ ڈالا ہے۔ اگر وہ سمجھیں تو انہوں نے بڑی

۱۔ کتاب صحنیں ص ۲۲۷ (ج ۲۰۱)؛ تاریخ طبری ج ۲۶ ص ۲ (ج ۵ ص ۸۸ حادثہ ۱۲۰)؛ تحریر الخطبہ ج اس ۱۱۶ (ج اس ۲۲۶ نمبر ۳۳۶)؛ شرح فتح البلاغہ (ج ۲۲ ص ۲۲۶ خطبہ ۵۳)؛

۲۔ تاریخ طبری ج ۲۶ ص ۲۲ (ج ۵ ص ۳۵ حادثہ ۱۲۰)؛ کتاب صحنیں ص ۳۳۵ (ص ۳۹۱)؛

۳۔ کتاب صحنیں ص ۳۵۵ (ص ۳۱۳)؛ شرح فتح البلاغہ ابن ابی الحیی ج اس ۵۰۳ (ج ۵ ص ۲۲۸ خطبہ ۶۵)؛ تحریر الخطبہ ج اس ۱۷۸ (ج اس ۳۵۳ نمبر ۱۳۶)۔

بری تجارت کی ہے۔ (۱)

۳۸۔ جب لوگوں نے معاویہ سے جنگ کے لئے جانے میں ٹال مٹول کیا تو فرمایا: لوگو! اپنے ان دشمنوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ قربت خدا حاصل ہوگی۔ اس قوم نے بے دیکھے حق سے روگردانی کی ہے، ظلم و جور میں لٹ پھٹ ہیں، قرآن پر ظلم کرنے والے، دین سے روگردانی اور طیخانی میں سرگردان ہیں، گمراہی میں پڑے ہیں۔ ان پر اپنے تمام وسائل کے ساتھ خدا پر بھروسہ کر کے تیاری کرو۔ (۲)

۳۹۔ جب شام والوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا: خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ کتاب خدا کی آواز پر لیک کئیں والا ہوں لیکن معاویہ، عمر و عاص، ابن الی معیط، جیبیب، بن مسلم، ابن الی سرح کے پاس نہ دین ہے نہ قرآن، میں تم سے زیادہ انھیں جانتا ہوں، ان کا بھین اور جوانی شرارتوں سے بھر پور ہے۔ یہ حق بات کہہ کے باطل مراد لے رہے ہیں۔ یہ قرآن بلند کر رہے ہیں لیکن خدا کی قسم خود ہی اچھی طرح جانتے ہیں، سراسر دھوکا دے رہے ہیں۔ ذرا قسم لوگوں اب حق کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے، ظالموں کی جڑ کٹنے ہی والی ہے۔ (۳)

۴۰۔ حضرت علیؓ سے حکمین و مصلحت کے وقت پوچھا گیا کیا: آپ انھیں مومن اور مسلمان مانتے ہیں؟ فرمایا: میں تو معاویہ اور اسکے جرگے کونہ مومن مانتا ہوں نہ مسلمان، معاویہ جو چاہتا ہے اپنے لئے لکھتا رہتا ہے۔ (۴)

۴۱۔ حضرت علیؓ جب صحیح کی نماز پڑھتے تو دعائے قوت میں فرماتے: خدا یا! معاویہ، عمر، ابوالاعور

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱۰ ص ۱۵ (ج ۱۰ ص ۱۷۸)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵ (ج ۱۰ ص ۸۹ خواص ۲۰)؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۸ (ج ۲ ص ۲۲)؛ شرح ابن الی الحدیث ج ۱۹ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۱۹ خطبہ ۲۲)؛ تحریر خطب العرب ج ۱۰ ص ۲۱ (ج ۱۰ ص ۲۸ نمبر ۲۲)۔
۲۔ وحدۃ صفتین (ص ۲۸۹)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵ (ج ۵ ص ۹۰)؛ الامامة والسياسة ج ۱۰ ص ۱۰ (ج ۱۰ ص ۱۲۹)؛ شرح ابن الی الحدیث ج ۱۰ ص ۱۷۹ (ج ۲ ص ۱۹۳ خطبہ ۲۲)۔

۳۔ کتاب صفتین ص ۱۷۹ (ص ۲۸۹)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷ (ج ۵ ص ۳۸)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۲۸۶ خواص ۲۰)۔

۴۔ کتاب وحدۃ صفتین ص ۵۸۲ (ص ۵۰۹)؛ شرح ابن الی الحدیث ج ۱۰ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۲۲ خطبہ ۲۵)۔

سلمی، حبیب، عبدالرحمن بن خالد، حجاج بن قیس اور ولید پر لعنت فرم۔ (۱)

اسی طرح عائشہ بھی ان سب پر بعد نماز لعنت پڑھتی تھیں۔ (۲)

۳۲۔ معاویہ نے صحابی رسول ابوبیوہ انصاری کو خط لکھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو اس سے باخبر کرتے ہوئے عرض کی: امیر المؤمنین! مجھے منافقین کی پناہ گاہ معاویہ نے خط لکھا ہے۔ (۳)

۳۳۔ قیس بن سعد نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ قوت اور بت کا بچہ ہے، مجبوراً اسلام لایا اور خوش سے نکل گیا۔ نتیر ایمان قدیم نتیر اتفاق پرانہ۔۔۔ (۴)

۳۴۔ جب معاویہ کی بیعت کر لی گئی تو قیس نے فرمایا: لوگوں نکل کے مقابلے برائی مضبوط ہو گئی، تم نے عزت سے ذلت بدل لی، ایمان کے بد لے کفر لے لیا، ولایت امیر المؤمنین کے بجائے طلیق بن طلیق کو اپنا مولا بنالیا۔ تمہارے دلوں پر مہر ہے، تم نا بمحروم ہو۔ (۵)

۳۵۔ قیس کا یہ ارشاد ہے: تو مجھے حکم دے رہا ہے میں ایسے کی اطاعت قبول کرلوں جو سب سے زیادہ خلافت کا نا اہل ہے، اس کی پاتوں میں مکاری اور گراہیوں میں دور جا پڑا ہے۔ وسیلہ رسولؐ کے سلسلہ میں سب سے بعید ہے۔ تو ایسیں کاظم غوث، ہے تیرے پاس گراہ لوگ ہیں۔ (۶)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲۰ ص ۳۰ (ج ۵ ص ۱۷ حادث ۲۳۰ھ)؛ استیغاب (اقسام الرابع ص ۱۶۰ نمبر ۲۸۲۹)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۴۳ (ج ۲ ص ۲۹ حادث ۲۳۰ھ)

۲۔ تاریخ طبری ج ۲۶ ص ۲۰ (ج ۵ ص ۱۰ حادث ۲۳۰ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۳۱۲ حادث ۲۳۰ھ)؛ البدریۃ والہمیۃ ج ۷ ص ۳۱۳ (ج ۷ ص ۳۳۹)؛ شرح فتح البلاغ ج ۲ ص ۳۲ (ج ۶ ص ۸۸ خطبہ رسالت)

۳۔ شرح ابن الہبی ج ۲ ص ۲۸۰ (ج ۸ ص ۲۲ خطبہ ۱۲۲)

۴۔ کامل مبرد ج ۳ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۳۱۹)؛ ابیان و آنہن ج ۲ ص ۶۸؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۱۸۶)؛ عیون اخبار ابن قشیہ ج ۲ ص ۲۱۳؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۶ (ج ۳ ص ۲۶)؛ مناقب خوارزمی ص ۱۷۳ (ص ۲۵۸ ح ۲۳۰)

۵۔ شرح فتح البلاغ ابن الہبی ج ۳ ص ۱۵ (ج ۱۶ ص ۳۲ خطبہ ۱۲۱)

۶۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۵۰ حادث ۲۳۰ھ)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۳۵۵)؛ شرح ابن الہبی

ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۲۰ خطبہ ۱۲۷)

۳۶۔ محمد بن ابی بکر نے ایک طویل خط میں عادی معادیہ بن صحر کو خط لکھتے ہوئے خدا کی حمد و شاد تخلیق اور پدایت و گمراہی اختیار کرنے میں آزادی پیدا کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر رسول خدا کی رسالت اور بعثت سے آخر دم تک حضرت علیؑ کی نصرت و حمایت نیز دیگر فضائل کا تذکرے علیؑ کے مخترف کو باغی و گمراہ کہا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اپنی مکاریوں کے ساتھ خوب سکھیں، سکھیں لے اور عمر و عاص کے ساتھ اپنی گمراہی کو بڑھاوا دے لے، خداوند عالم تری گھات میں ہے۔ (۱)

۳۷۔ ایک دوسرے خط میں محمد بن ابی بکر نے لکھا کہ تم پر گمراہ سخت اور ہا ہے جس میں تمہاری ہلاکت یقینی ہے اور ذلت کی خاک چاؤ گے اور پھر پھڑا کر بھاگو گے۔ تم نے کتنے ہی ظالموں کی مدد کی، مومنوں کا مثلہ کیا، اب تمہاری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے جو بڑا حم کرنے والا ہے۔ (۲)

۳۸۔ بدربی صحابی معن بن یزید نے معادیہ کو لکھا کہ کسی قریشی عورت نے تم سے زیادہ بدمعاش پچ نہیں جتا۔ (۳)

۳۹۔ امام حسن بھنی نے معادیہ کو لکھا: تجب ہے اے معادیہ! تو ایسے امر کی طرف لپک رہا ہے جس کی صلاحیت سے محروم اور فضیلت سے عاری ہے، تو ایک مشرک خاندان کا پچ ہے جسے آسمانی کتاب پر ایمان نہیں۔ خدا کے سامنے جلد ہی تری حاضری ہونے والی ہے۔ (۴)

۴۰۔ جب معادیہ مدینہ آیا تو منبر رسول ﷺ پر چڑھ گیا اور کہنے لگا: فرزند علیؑ کون ہے؟ یہ علیؑ کون ہے؟ یہ نکرا امام حسنؑ کھڑے ہوئے اور حمد و شادیٰ علیؑ کے بعد فرمایا: خدا نے کسی نبی کو مجموعت فرمایا تو اس کا دشمن اور مجرم بھی قرار دیا، میں فرزند علیؑ ہوں اور تو صحر کا پوت، تیری ماں ہندہ اور سیری ماں فاطمہ، تیری دادی

۱۔ مردوح الذہب ج ۲ ص ۵۹ (ج ۳ ص ۲۰)؛ کتاب مثمن ص ۱۳۲ (ص ۱۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۳ ص ۱۸۸)

۲۔ کتاب ر ۳۶، بحثہ الرسائل ج ۱ ص ۵۲۲

۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۸ (ج ۵ ص ۲۰) احادیث ۲۸ (ج ۵ ص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۲ (ج ۶ ص ۸۵) خطہ بر ۶۷

۴۔ الاصفیہ ج ۲ ص ۲۵۰

۵۔ مقال الٹالین ص ۲۲ (ص ۶۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۲ ویت ۳۱؛ بحثہ الرسائل ج ۲ ص ۹

قالہ اور میری وادی خدیجہ۔ اب خدا عنت کرے اس پر جس کا خاندان پست، ذکر محمد و داود رفاقت شدید ہے۔ مسجد میں تمام لوگوں نے آئین کی صدابندی کی۔ یہ ستر معاویہ نمبر سے ازر کر گمراہ میں جس گیا۔ (۱) ایک روایت میں ہے کہ معاویہ کا جواب امام حسین دینا چاہتے تھے کہ امام حسن نے روک کر متذکرہ تقریب کی۔ (۲)

۵۱۔ معاویہ نے امام حسن کو کھا کر آپ خارج سے جگ کیجئے، فرمایا: ”سبحان اللہ“ میں نے تجویز سے جگ کر ناصصلحت امت میں چھوڑ دیا ہے جو میرے لئے جائز ہے، کیا تو گمان کرتا ہے کہ تیرے شانہ بٹانہ جگ کروں گا۔ (۳)

۵۲۔ امام حسین نے معاویہ کو ایک طویل خط میں معاویہ کے مظالم اور دین پر رحیقی کے تذکرے کئے ہیں۔ ”سبحان اللہ“ اے معاویہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو امت محمد کی فردیتیں ہیں ہے؟ کیا تو نے جبرا اور حضری میسے لوگوں کو صرف محبت علیٰ کے جرم میں قتل نہیں کیا؟ معاویہ خدا سے ڈر دے، اس کے بیہاں تمام کچھ خانوں ہو رہا ہے۔ محض گمان پر لوگوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے اختہائی بدکار لڑ کے کو دالی بٹانا چاہتے ہو۔ (۴)

۵۳۔ معاویہ حج کے بعد مدینہ گیا اور طائفی یزید کی بیعت لینے اور یزید کے کتاب دست پر عمل کرنے کے قبیلے پڑھنے لگا۔ امام حسین نے فرمایا اے معاویہ! تو حقیقت سے بہت دور ہو گیا ہے۔ حج کی روشنی نے سیاہی شب کے پردے چاک کر دئے ہیں بولنے میں اس قدر افراط کیا کہ دوسروں کا حق ضائع کر دیا۔ یزید کی خلافت کی بات کر کے تو خلافت رذالت کی اختہائی حدود کو پہنچ گیا ہے۔ (۵)

۱۔ لمصرف ح اص ۷۵ (ج اص ۱۳۰)؛ الاتحاف ح ۱۰ (س ۲۶)

۲۔ شرح ابن القیم ح ۲۳ ص ۱۶ (ج اص ۱۶۳ و میمت ر ۱۳)

۳۔ شرح ابن القیم ح ۲۳ ص ۶ (ج اص ۱۶۳ و میمت ر ۳۱)

۴۔ الامامة والسياسة ح اص ۱۳ ج ۲ ص ۶۷

۵۔ الامامة والسياسة ح اص ۱۳ (ج اص ۱۵۵)؛ بمحبرۃ الرسائل ح ۲ ص ۶۷

۵۲۔ ابن عباس نے بصرے کے لوگوں کو معاویہ کے خلاف کو ابھارتے ہوئے فرمایا: لوگو! اپنے امام کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہو، پہلے پھلے، بھاری بھر کم خدا کی راہ میں امیر المؤمنین کے ساتھ نکل چلو اور اپنے ماں اور جان سے جہاد کرو کیوں کہ تم ایسے ظالم سے جنگ کر رہے ہو جونہ قرآن پڑھتا، ہے نہ دین حق کا پابند ہے۔ (۱)

۵۳۔ عمرانیا سرنے جنگ صفين میں تقریری کی:

مسلمانو! اگر تم دیکھنا چاہتے ہو ایسے شخص کو جس نے خدا و رسول سے عطا درکھا، ان سے جنگ کی، مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی، مشرکین کی پشت پناہی کی..... آگاہ ہو جاؤ وہ معاویہ ہے۔ تم لوگ اس پر لعنت بھیجو، اس سے جنگ کرو کیوں کہ وہ نور خدا بجھانا چاہتا ہے۔ (۲)

۵۴۔ عبداللہ بن بدیل نے اثنائے جنگ صفين میں تقریری کی: معاویہ غلط و عوی کر رہا ہے اور جس کا سزاوار نہیں اسے باطل طریقے سے حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہا ہے تا کہ حق پوشیدہ ہو جائے۔ اس طرح وہ عرب جاہلیت کو دامن لا جانا چاہتا ہے..... (۳)

۵۵۔ سعید بن قیس کی تقریر: خدا کی قسم! اگر میرا قائد کوئی جسمی ہوت بھی جب کہ ہمارے ساتھ ستر صحابی اور ہمارا رئیس ابن عم رسول، واقعی پدری ہے اور بھیپن میں رسول کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑا ہوا تھا، معیث رسول میں جہاد کیا اور معاویہ آزاد شدہ اور آزاد شدہ کا فرزند ہے، اس نے چند سفلے لوگوں کو بہک کر جہنم میں جبوک دیا ہے۔ (۴)

۱۔ کتاب صفين ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ص ۱۱۶، ۱۱۷) (۱۱۲)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۷ (ج ۵ ص ۱۲)؛ کتاب صفين ص ۲۲۰ (ص ۲۱۳)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۲۷۱)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹ (ج ۵ ص ۱۱۶ احادیث کے)؛ کتاب صفين ص ۲۲۳ (ص ۲۲۲)؛ استیاب ج ۱ ص ۳۲۰ (القسم اثناث ص ۲۷۸، نمبر ۱۳۸)؛ شرح فتح البلاقوح ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۵ ص ۱۸۶)؛ تحریرۃ خطب العرب ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۳۵۲ خطبہ ۲۲۹)

۴۔ کتاب صفين ص ۲۲۶ (ص ۲۳۶)؛ شرح ابن الہیجہ ج ۱ ص ۲۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۹)؛ تحریرۃ الخطب ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۲۲۷)

۵۸۔ مالک اشتر کی تقریر ہوئی: سمجھ لو کہ تم حق پر ہو اور معاویہ کی قوم باطل پر ہے، تم اس کے ساتھ اس حال میں جنگ کر رہے ہو کہ تمہارے ساتھ سو بدری جنگ کر رہے ہیں، اس کے علاوہ بھی اصحاب رسول ہیں، تمہارے پاس رسول کا علم ہے اور معاویہ کے پاس مشرکین کا جھنڈا ہے۔ اب ان سے جنگ میں وہی شک کر سکتا ہے جو مردہ دل ہے۔ تم دو میں سے ایک نیکی پالو گے یا فتح یا شہادت۔ (۱)

۵۹۔ ہاشم مرقال نے تقریر کی: اے امیر المؤمنین! اس سخت دل قوم سے جنگ کے لئے ہمیں لے چلے، جنہوں نے قرآن پس پشت ڈال دیا ہے اور بندگان خدا کے ساتھ بغیر مرضی خدا کے بتاؤ کر رہے ہیں، انہوں نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیا ہے، شیطان کے چنگل میں ہیں جو انہیں جھوٹے وعدوں میں لبھا رہا ہے۔ (۲)

۶۰۔ ابن عباس نے جنگ صفين میں تقریر کی: یہ کلیج چبانے والی کا بیٹا، شام کے پست و کینے افراد کو بہکار داما در رسول علیٰ کے خلاف لے آیا ہے۔ علیٰ نے تو سب سے پہلے نماز پڑھی، بدرا اور تمام معرکوں میں رسول کے ہمراہ رہے اور کارنما یا انعام دیتے رہے۔ اور معاویہ اور ابوسفیان بتوں کے پچاری، مشرک تھے۔ علیٰ کہتے ہیں کہ اللہ و رسول نے حق کہا اور معاویہ کہتا ہے کہ اللہ و رسول نے جھوٹ کہا... (۳)

۶۱۔ علقہ بن عمرو نے اپنے اشعار میں معاویہ کو بے وقت، ظالم اور حقوق کا ضائع کرنے والا کہا ہے۔ (۴)

۶۲۔ عظیم صحابی رسول مجبر اہم بن ثور سدوی نے جنگ صفين میں کہا ہے کہ اس بڑے پیٹ والے سے جنگ کروں گا جس نے شام کے سفلے لوگوں کو بکھر کا دیا ہے۔

۱۔ وحد صفين ص ۲۶۸ (ص ۲۲۸)؛ شرح ابن الہید ج اص ۳۸۳ (ج ۵ ص ۱۹۱)؛ حجرۃ الخطب ج اص ۱۸۳ (ج اص ۳۵۹ نمبر ۲۲۷)

۲۔ حجرۃ الخطب ج اص ۱۵۱ (ج اص ۲۲۲ نمبر ۲۱۲)

۳۔ وحد صفين ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸)؛ شرح فتح البلاغ ابن الہید ج اص ۵۰۲ (ج ۵ ص ۲۵۵ خطبہ ۶۵)

۴۔ وحد صفين (ص ۱۹۵)

بعض نے کہا کہ یہ رجز خود حضرت علیؑ کا ہے (۱) بعض نے بدیل اور بعض نے مالک اشتر (۲) سے منسوب کیا ہے۔

۲۳۔ استحباب میں ہے کہ قتل عثمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی تو مغیرہ آپؐ کی خدمت میں آ کر بولا میری ایک نصیحت مان لیجئے۔ پوچھا کیا؟ تو عرض کی کہ طلحہ کو فے پر، زیبر کو بصرے پر اور معاویہ کو شام کی گورنری پر باقی رہئے دیجئے، جب آپؐ کی خلافت مسکونم ہو جائے تو جو چاہئے سمجھئے گا۔ حضرت نے فرمایا: طلحہ و زیبر کے متعلق تو سوچوں گا لیکن معاویہ کو خدا کی قسم کی حال پر گورنری پر باقی نہ رکھوں گا۔ مغیرہ یہ سن کر غصے میں چلا آیا، دوسرے دن آیا اور کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! آپؐ کے ارشاد پر میں نے غور کیا، آپؐ کافی صد بالکل مناسب اور حق بجانب ہے۔ (۳)

جب واپس چلا گیا تو امام حسنؑ آئے اور پوچھا: بابا جان! یہ بھنگا کیا کہہ رہا تھا؟ حضرت علیؑ نے دونوں دن کا مشورہ نقل کیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا کہ کل اس نے دل سے نصیحت کی تھی لیکن آج وہ آپؐ کو دھوکا دے رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر معاویہ کو اس کے حال پر چھوڑ دوں تو باطل کی تائید کرنے والا کھلاوں گا۔

۲۴۔ اسی استیغاب میں جبیب بن مسلمہ کے حالات میں ہے کہ امام حسنؑ نے جبیب سے کہا کہ تمہاری اکثر لفکر کشی غیر خدا کے لئے ہوتی ہے۔ جبیب نے عرض کی: لیکن آپؐ نے باپ کے خلاف نہیں ہوتی۔ امامؑ نے فرمایا: لیکن تو معاویہ کی اطاعت میں دنیا داری اور خواہش نش کے لئے سرگردان رہتا ہے۔ اگر وہ تیری دنیا آباد کرے تو دین بر باد کر دیگا۔ چنانچہ خدا کا ارشاد ہے کہ بچھلے لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا تو اپنے نیک و بد عمل کو جلوٹ کر لیا۔ اس کے برخلاف تیری یہ حالت ہے کہ خدا کا

۱۔ مردوں الذہب ج ۲۵ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۳۰۵)؛ تاریخ طبری ج ۲۲ (ج ۵ ص ۳۲ حادث ۳۷)؛ کتاب صفين ص ۳۶۰ (ص ۳۰۵، ۳۹۹، ۳۰۵)

۲۔ کتاب صفين ص ۳۵۲۔

۳۔ استیغاب ج اس ۲۵ (القسم الرابع ص ۳۳۷ نمبر ۳۸۸)

ارشاد ہے ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل اور ان کی کمالی جانی کے گھاٹ اگ بھلی ہے۔ (۱)

۲۵۔ حج کے بعد معاویہ نے وہاں دارمیہ جو نیہ کو تلاش کرایا جو سیاہ قام اور موٹی تازی تھیں۔ ان سے پوچھا: حام کی بیٹی جانتی ہو تھیں کیوں بلا یا ہے؟ دارمیہ نے جواب دیا: مجھے عیب نہ لگا، حام کئے نہیں بلکہ منی کنانہ کی بیٹی ہوں اور یہ کہ غیر کی خبر تو خدا کو ہے۔ معاویہ نے کہا: بلا یا ہے تاکہ پوچھوں بھلامت علیٰ کو دوست اور مجھ سے شدید نفرت کیوں رکھتی ہو؟ جواب دیا کہ مجھے معاف کرو تو بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا: تھیں بتانا پڑے گا۔

دارمیہ نے فرمایا کہ علیٰ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ وہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کا برپا کرتے ہیں۔ تجھ سے اس لئے نفرت کرتی ہوں کہ تو ان سے ناقص جنگ پر آمادہ ہے۔ جبکہ حکومت کے حقدار وہی ہیں۔ رسول نے ان کی ولایت کا عہد لیا۔ مسکینوں کے دوست، دین کے وقار ہیں۔ تو نے لوگوں کا ناقص خون بھایا، اپنی خواہش سے ظالمانہ فیصلے کئے۔ معاویہ نے کہا: اسی لئے تیراہیت پھولا ہے اور پستان بڑے ہیں۔ دارمیہ نے کہا: اس صفت سے توہنہ مشہور تھی۔ معاویہ نے کہا: اے گورت! امیری بات سمجھنے کی کوشش کر، میں تیری رائی نہیں کر رہا ہوں، گورت کے پیٹ میں پچھ پورا ہو جاتا ہے تو اس کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ یہ سکر دارمیہ خاموش ہو گئیں معاویہ نے پوچھا: تم نے علیٰ کو دیکھا ہے، وہ کیسے تھے؟ فرمایا: وہ حکومت کے ایسے حریص نہیں تھے جیسا تو ہے۔ پوچھا: ان کی باتیں بھی سنی ہیں؟ فرمایا: ہاں، ان کی باتوں سے دلوں کے زمگ چھوٹ جاتے ہیں۔ پوچھا: مجھ سے کچھ چاہتی ہو؟ فرمایا: ایک سو حاملہ اونٹیاں۔ پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: اس کے دو دو سے اپنے پچھوں کی پرورش اور بڑوں کی سیداو کروں گی تاکہ معاشرے میں بلند اخلاق اور صلح و آشتی کا ماحول پیدا ہو۔ معاویہ نے پوچھا: اگر دیدوں تو کیا تیری نظر وہ میں میرا مرتبہ بھی علیٰ کی طرح ہو جائے گا؟ دارمیہ نے کہا: ہرگز نہیں۔ کہاں علیٰ اور کہاں تو؟!! معاویہ نے کہا: اچھا لے علیٰ کبھی نہ دیتے۔ دارمیہ نے کہا: علیٰ مسلمانوں کے مال سے واقعی ذرہ برا بر بھی نہ دیتے۔ (۲)

۱۔ استیحاب ح اس ۱۱۳ (اقسام الاول م ۳۲۱ نمبر ۳۷۰)

۲۔ الحمد لله الرحمن الرحيم ح اس ۱۱۲ (ح اس ۲۲۳) بیانات النساء م ۲۷ (م ۱۰۵)

۲۶۔ قریش کی سب سے مسن معظمه، عبدالمطلب کی پوتی، حضرت اروی بنت حرث نے معاویہ سے ملاقات کی اور معاویہ نے ان کی مراجع پر سی کی تو فرمایا کہ تو احسان فراموش، غاصب، کافر اور اپنے این عم کے ساتھ بر ابرتاو کرنے والا نظر آیا، تیرے باپ دادا کلمہ خدا کو پست کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے اور نتا کام رہے، خدا انہا کلمہ بلند کر کے رہا، علیؑ کی منزلت رسولؐ کے نزدیک وہی ہے جو ہار واقع کی موئی کے نزدیک تھی۔ (۱)

۷۔ معاویہ نے اپنی تقریب میں علیؑ اور اولاد علیؑ کو گالیاں دیں تو جواب میں امام حسنؑ نے معاویہ اور اس کے جرگے کو خطاب کر کے فرمایا: تم لوگ صرف عداوت رسولؐ میں علیؑ کو گالیاں دے رہے ہو۔ پھر سب کو قسم دے کر پوچھا کر جسے گالیاں دے رہے ہو کیا اس نے دو قبلوں کی طرف نماز نہیں پڑھی، دو بیعت نہیں کی، علمدار رسولؐ نہیں تھا جبکہ تم اسوقت کافر اور برسر پیکار تھے۔ آخر میں فقرہ فرمایا کہ و قد علمت الفراش الذي ولدت عليه "اے معاویہ تو جانتا ہے کہ تو کس بستر پر پیدا ہوا ہے۔" اسکی شرح میں تذکرہ (۲) میں سبط جوزی لکھتے ہیں کہ اصغری و بکی کتاب مثالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کو قریش کے چار افراد عمار بن ولید، مسافر بن آل عرب، ابو سفیان اور عباس بن عبدالمطلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ عمارہ قریش کا خوبصورت جوان تھا اسلئے ہند خود اس کی طرف مائل تھی، مسافر خود ہند کی طرف بڑی طرح وارنہ تھا۔ ذخیری ریچ الابرار (۳) میں اور ابن ابی الحدید شرح نجیب البلاعہ (۴) میں ان واقعات کی نشان وہی کرتے ہیں۔

۲۸۔ جاریہ بن قدامہ معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان سے کہا کہ تم ہی ہو کہ علیؑ کی حادیت میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ جاریہ نے کہا: جانے بھی دو اسے، میں نے جب سے علیؑ سے محبت کی کبھی

۱۔ الحقد الفرید ح اصل (۱۶۳) (ح اصل ۲۲۵)؛ بلاغات النساء ح ۷ (ص ۲۲)

۲۔ تذکرة الخواص ح ۱۶ (ص ۲۰۲)

۳۔ ریچ الابرار (ح ۳ ص ۵۵)

۴۔ شرح نجیب البلاعہ ابن ابی الحدید ح اصل (۱۱۱) (ح اصل ۳۳۶) خطبہ (۲۶)

اطہار نفرت نہیں کیا۔ معاویہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام جاریہ (لوٹڑی) رکھا ہے۔ جاریہ نے کہا: تم کتنے ذلیل ہو کہ تمہارا نام معاویہ (بھونکنے والی کتیا) رکھا ہے۔ معاویہ نے کہا: تمہاری ماں نہ رہے۔ جاریہ نے کہا: میری ماں ہی نے تو تکوار ہمارے حوالے کی ہے۔ ابھی ہمارے دلوں میں تمہاری نفرت بھڑک رہی ہے اگرچھڑو گے تو دیساہی جواب پاؤ گے۔ (۱)

۲۹۔ شریک بن اعور معاویہ سے ملنے گئے، وہ سیاہ قام تھے۔ معاویہ نے کہا: تم کا لے ہو جیں تم سے اچھا ہوتا، ہے تم شریک ہو اور خدا کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارا باپ اعور (بھینگا) ہے اور اچھی آنکھ والا بھینگے سے اچھا ہوتا ہے۔ پھر تم میں سرداری کیسے مل گئی؟ شریک نے جواب دیا: تمہارا نام معاویہ ہے (بھونکنے والی کتیا) تمہارے باپ کا نام صحر ہے اور پتھریلی زمین سے ہمارا زمین بہتر ہوتی ہے، تم حرب کے بیٹے ہو اور جنگ سے صلح بہتر ہے، تم امیر (کنیز) کے بیٹے ہو پھر تم امیر المؤمنین کیسے ہو گئے؟ (۲)
نام کی بھی خلش تھی جس کی وجہ سے معاویہ نے ایک لاکھ درهم عبد اللہ بن جعفر کو بیجع تھے کہ اپنے پھوٹ کا نام معاویہ رکھ دیں۔ (۳)

۳۰۔ حضرت علیؑ کا ایک خطبہ:

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک و عیار نہیں ہے لیکن وہ دھوکا اور بد کاری میں مجھ سے آگے نکل جاتا ہے کیوں کہ ہر بد کاری کفر ہے۔ حشر کے دن دھوکے بازاں ایک مخصوص جمنڈے تسلی ہو گا۔ (۴)
۳۱۔ جب عباس بن ربیعہ نے جنگ صفين میں عرار بن ادھم کو قتل کیا تو معاویہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا: کون اس کا بدلہ لیگا؟ اسے ڈھیر سارا انعام دوں گا۔ یہ سن کر نئی نغمہ کا ایک شخص مقابلہ کے لئے آنکھا، عباس نے کہا کہ میں جا کر اپنے سردار سے اجازت لے لوں۔ امام نے فرمایا کہ والله! معاویہ کی

۱۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۵ ص ۳۶۵)؛ تاریخ اخلاقنا ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ الحدیث الفرید ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۲۱۲)؛

امظر ف ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۵۸)

۲۔ تاریخ العروض ج ۱۰ ص ۲۶۰

امظر ف ج ۱ ص ۷۲ (ج ۱ ص ۵۸)

۳۔ شرح ابن الہدی ج ۲ ص ۵۸۹۔ ۵۷۲ (ج ۱۰ ص ۲۶۰۔ ۲۱۱) کتاب ۱۹۲

کوشش ہے کہ روئے زمین پر ایک بھی حاصلی باتی نہ رہے اور وہ نور خدا کو بجھانا چاہتا ہے جب کہ خدا اپنا نور تمام کر کے رہے گا۔ (۱)

۷۲۔ امام حسن نے صلح کر لی تو خوارج نے کہا کہ اب کوئی جنگ و شہنشہ نہیں رہ گیا اب معادیہ سے پوری طرح جہاد کرو، امام حسن واپس مدینہ جانے کا قصد کر چکے تھے، معادیہ نے امام حسن کو خط لکھا کہ آپ خوارج سے جنگ کیجئے۔ امام نے فرمایا کہ اگر مجھے جنگ کرنا ہوتی تو سب سے پہلے تم ہو لیکن میں نے اصلاح امت کے لئے صلح کر لی ہے۔ (۲)

۷۳۔ اسود بن یزید نے عائشہ سے کہا کہ کس قدر تجب کی بات ہے کہ ایک آزاد کردہ اصحاب رسول سے جنگ کر رہا ہے۔ عائشہ نے کہا: تجب کی کیا بات ہے، یہ اللہ کی سلطنت ہے، ہر بد کار و خوش کردار کو عطا کرتا ہے، فرعون نے اپنی قوم پر چار سال حکومت کی اسی طرح دوسرا فراغ نے۔ (۳) عائشہ نے معادیہ کو فرعون سے تشبیہ دی ہے، ظاہر ہے کہ وہ ظالم با دشہ تھا جسے ہر منجع و شام جہنم میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح معادیہ بھی جہنم کے آخری طبقہ میں ہے۔

۷۴۔ ایک دن معادیہ نے تقریر میں کہا کہ اگر تمام انسانوں کے باپ ابوسفیان ہوتے تو سبھی انسان بخدر اور چالاک ہوتے۔ مصطفیٰ نے کہا: انسانوں کے باپ آدم ہیں جو ابوسفیان سے افضل ہیں لیکن ان کی اولاد میں خلقدن بھی ہیں اور احمق بھی۔ معادیہ نے کہا: ارض شام مقدس ہے۔ مصطفیٰ نے کہا: زمین مقدس نہیں ہوتی ہے اسے مقدس ہوتے ہیں اسکے اعمال زمین میں تقدیس پیدا کرتے ہیں۔ معادیہ نے کہا کہ خدا کے بندو! خدا کو دی بناو اور اسکے خلفاء کا سہارا پکڑ دتا کہ وہ تمہارا تحفظ کریں۔ مصطفیٰ نے کہا: وہ کیسے؟ تم نے تو سنت محظل کر دی ہے، معاذہ بے توڑ دئے ہیں، لوگوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ہے کہ وہ جہالت و تاریکی میں جھوول رہے ہیں، بدعتیں ہر طرف دندراری ہیں۔ معادیہ نے

۱۔ میون الاخبار، ابن تجہیہ ح امس ۱۸۰

۲۔ تاریخ کامل ح ۳۳ ص ۷۷ (ح ۲۴ ص ۲۳۹ حادثہ ۳۱۶)

۳۔ البدایہ والنہایہ ح ۲۸ ص ۱۳۰ (ح ۲۴ ص ۱۳۰ حادثہ ۲۰۷)؛ مختصر تاریخ ابن حیان ص ۲۵ (ح ۲۴ ص ۲۲۵)

جلاء کر کہا کہ اب تم اپنی زبان بند رکھو۔ پھر امام حسنؑ کو بلا نے کا ارادہ کیا۔ صحمدؑ نے کہا: وہ مجھ سے زیادہ زبان کی تکوار چلا میں گے۔ (۱)

۷۵۔ معاویہ بن یزید بن معاویہ کو حکومت ملی تو منیر پر جا کر کہا: یہ خلافت خدا کی رسی ہے، میرے دادا معاویہ نے ایسے شخص سے خلافت کے لئے زیادہ کی جو اس سے زیادہ حقدار تھا۔ اس نے علی ابن ابی طالب کا حق مار لیا، اب معاویہ قبر میں اپنے کنے کو بھگت رہا ہے۔ پھر معاویہ نے میرے باپ کی گردن میں قladah ڈال دیا، وہ کسی طرح بھی خلافت کا حقدار نہ تھا، اس فرزند رسولؐ سے زیاد کی اس لئے اس کی عمر کم ہو گئی۔ اب وہ قبر میں اپنے کنے کو بھگت رہا ہے۔ اس کے بعد معاویہ روئے لگا۔ (۲)

۷۶۔ معاویہ نے صحمدؑ اور عبد اللہ بن کوا اور دوسرے اصحاب علیؑ کو قید کر دیا۔ پھر ان سے ملنے گیا اور کہا: خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ صحیح کہنا میں تمھارا کیما خلیفہ ہوں؟ ابن کوانے کہا: اگر تم قسم نہ دیتے تو ہم نہ کہتے، تم طاغی ہو، تم میں خوف خدا نہیں ہے، تم نے بندگان خدا کا خون بھایا، تم دنیا میں آسودہ ہو لیکن آخرت میں سخت مصیبت میں رہو گے، تم اندر میرے کو نور اور دن کو رات کہتے ہو.....

صحمدؑ نے کہا کہ اے معاویہ! جو شخص زور زبردستی سے حکومت ہتھیا لے، خود بخوبی بزرگ بنے، غلط وسائل کے استعمال میں عار نہ سمجھے، مکروہ حیلہ کو جائز سمجھے، وہ خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے؟ صحیح مکہ کے موقع پر شخص ذلیل طریقے سے آزاد کیا گیا ہو وہ خلافت کے حقدار ہوں گے؟ (۳)

۷۷۔ اسی طرح ایک بار معاویہ کی نشت میں صحمدؑ نے کہا: اے معاویہ! تو اور تیرے مانے والے بد کار اور علیؑ واصحاب علیؑ خوش کردار ہیں۔ (۴)

۷۸۔ ایک بار اور صحمدؑ نے علیؑ کا خط لے جا کر معاویہ کو دیا تو معاویہ سے کہا کہ تیراچیٹ اسقدر

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۲۵ (ج ۲۲۳ ص ۹۲ - ۹۳ نومبر ۲۸۸۱)

۲۔ مساعی عن عمر قصص ۱۳۳ (ص ۲۲۳)

۳۔ سروج الذهب ج ۲ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۵۱)

۴۔ سروج الذهب ج ۲ ص ۷۸، ۷۹ (ج ۳ ص ۵۲ - ۵۳)

پھولہ ہوا ہے کہ کسی سیر نہیں ہو سکتا، رسول خدا نے اسی لئے تجوہ پر لعنت فرمائی تھی۔ (۱)

۷۔ ایک بار اور معاویہ کے لئے کہا: اس نے اپنی دنیا بنائی اور آخرت کو تباہ و بر باد کر لیا۔ (۲)

۸۔ کتاب آغانی میں ہے کہ معاویہ حج کے لئے گیا اور مسجد رسول میں ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ شعبہ بن غریب ہے، یہودی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے۔ کسی کو بھیج کر بلوایا، قاصد نے کہا: آپ کو امیر المؤمنین بلا رہے ہیں۔ شعبہ نے کہا: کیا امیر المؤمنین قتل نہیں ہو گئے؟ کہا گیا کہ معاویہ نے آپ کو بلوایا ہے۔ شعبہ نے جا کر اسے خلیفہ کہکھر خطاب نہیں کیا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا کہ تھا کی تمہاری زمین کیا ہوئی؟ کہا کہ اسکی آمد نے سے فقیروں اور مسکینوں کے کھانے کپڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ پوچھا: اسے پتچورے گے؟ کہا: ہاں، سانچھ بزار دینار میں، اگر میرے قبیلے کے لوگ مغلوک الحال نہ ہوتے تو میں اسے پتچورے گیں۔ فخر و مبارات کرنے پر شعبہ نے معاویہ سے کہا کہ تو جامیت میں حقوق کو پامال کرتا تھا، اب مسلمان ہو کر بھی حق کو پامال کر رہا ہے، زمانہ جامیت میں وہی آسمانی سے جنگ کی، خدا نے تیری تدبیروں کو خلیفی کر دیا۔ اب مسلمان ہو کر وہی رسول کا حق مار لیا ہے۔ طلاق کو خلافت سے کیا سردار۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ شعبہ نے کہا: میں تھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہ بات حق نہیں ہے کہ ہم ایک دن خدمت رسول میں بیٹھے تھے کہ ملک آگئے، رسول نے فرمایا کہ خدا اسے قتل کرے جو تم سے جنگ کرے اور جو تم سے دشمنی کرے خدا اس سے دشمنی کرے۔ یہ سن کر معاویہ نے بات بدل دی۔ (۳)

۱۔ مردوح الذہب ج ۲ ص ۹ (ج ۲ ص ۵۲) بجمراۃ الخطب ج ۱ ص ۲۵۷ (ج ۱ ص ۳۳۵ نمبر ۳۳۴)

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۳۳۳) ج ۳ ص ۹۰ نمبر ۲۸۸؛ تہذیب تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۳۳۶)

۳۔ آغانی ج ۳ ص ۱۸ (ج ۲ ص ۱۲۲)؛ الاصابہ (ج ۲ ص ۳۲۵ نمبر ۳۳۴)

معاویہ انصاف کی ترازو پر

تم ہے حق کی! ان مقدار گواہیوں میں سے کوئی ایک ہی گواہی معاویہ کی اوقات چھپوانے کے لئے کافی ہے جب کہ گواہوں کی فہرست میں مقدار صحابائے کرام اور صدر اول اسلام کی اہم ترین شخصیات ہیں۔ صحابائے کرام کو تمام الہامت عادل و ہدایت یافتہ مانتے ہیں۔ اہم ترین شخصیتوں کے تقدس اور پرہیز گاری کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ انہیں گواہوں میں، زبان رسولؐ سے خلیفہ برحق اور اسان قرآنی سے مطہر و مخصوص کا القتب پائے ہوئے مولاۓ کائنات بھی ہیں۔

ان گواہیوں میں معاویہ کی اوقات کا جو رسوائیں کیا گیا ہے اس کی روشنی میں وہ شخص ہدایت کا نندھا اور خواہشات کا بندہ تھا، مظلالت و گمراہی کی طرف کشاں کھینچا گیا اور اس نے جو کچھ بھی اپنے مشرک آباء و اجداد کی سراسر پروردی کی، چنانچہ اس کا نٹھکانہ جہنم ہے۔ عین بن لعین، فاجر بن فاجر، منافق بن منافق، طلیق بن طلیق، خود بت اور بتوں کا پجارتی، کم ظرف منافق، دل کا عقول کا کمزور ذیل پودہ اپنے انہی سے پن میں مگن، مظلاتوں کی تاریکی میں سرگرد اس، بعدتی خواہشات کارسیا، مظلالت میں غوط زدن، ندویے قرآن سے واسطہ تھا اس کے احکام سے نتیجہ میں وادی مظلالت میں بال پرست شخص تا یک نویاں مارتارہا، حق کا حمق اور اجالوں کا منحوس بد کار، اس کی بزم میں شرقاً ذیل ہوتے تھے اور بروبار لوگ اسکے اختلاط سے پچھتا تھے، کیجئے چبانے والی کا چھوکرا، بد زبان جھوٹا، گمراہی کالیڈر، دشمن رسولؐ، ہمیشہ خداونست رسولؐ اور قرآن نیز مسلمانوں سے دشمنی نکالتارہا، بدعت اور نتی ڈگر ایجاد کرنے والا شخص، اسلام اس سے خوف زدہ تھا، دھوکے باز بد کار اسکی مثال شیطان کی ہے جو آگے پیچھے، دائیں بائیں سے لوگوں کو بہکاتا ہے، نہ اسے سبقت اسلامی حاصل ہوئی اور نہ اسلامی صداقت، کتاب

خدا کو ظلم سے پس پشت ڈال دیا، بچپن میں بدترین تھا، جوانی اور بڑھاپے میں اُسکی بدمعاشیاں بڑھتی ہوئی اتنا کوہنچ گئیں، اسلام میں کراہت سے داخل ہوا اور خوشی خوشی نکل گیا، نہ ایمان میں پیش قدمی کی نہ نفاق کو چھپایا، خدا اور رسول سے برس پیکار رہا، مشرکوں کا پھوٹھا، جب دیکھ لیا کہ خدا نے اسلام کو برتری دیدی تو خوف زده انداز میں بارگاہ رسول میں اسلام قول کر لیا، بعد رسول ہمی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتا رہا، سنگدل احتقنوں کو بہکا کر دوزخ میں جبوک رہا اور ابدی ذلت سے دوچار کیا، اسلام لانے کے بعد بھی اُسکی کارستیاں شرک کے زمانہ میں کم نہیں تھیں۔

ان گواہیوں نے معاویہ کی تاریک زندگی کو واضح کر دیا ہے۔ اب اس کے نظائر پیش کئے جاتے

ہیں:

۱۔ معاویہ اور شراب

۱۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بطریق عبد اللہ بن بریدہ نقل ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے بیہاں گیا، ہم لوگوں کے لئے دستِ خوان بچھا اور کھانا لایا گیا، جب کھا پکے تو شراب آئی اور معاویہ نے پی کر میرے والد کی طرف بڑھائی۔ میرے والد نے کہا کہ جب رسول خدا نے شراب حرام کی میں نے اس منحوس چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ معاویہ نے کہا کہ میں جوانی میں قریش کا رنگیں چھوکر اتھا، خوش خوار اک بھی تھا، جوانی سے آج تک مجھے سب سے زیادہ شراب و کباب اور اچھی محبت ہی سے رغبت رہی۔ (۱)

۲۔ تاریخ بن عساکر میں بطریق عمر بن رفاء مردی ہے کہ عظیم بدری صحابی جو کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے پر رسول خدا کے ہاتھوں بیعت کر کچکے تھے حضرت عبادہ بن صامت، شام میں راستہ چل رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ شراب سے بھری اونتوں کی ظفار جا رہی ہے۔ پوچھا: یہ کیا ہے، کیا زندگی ہے؟ کہا گیا: نہیں بلکہ اونتوں پر ملکوں میں بھری ہوئی شراب ہے۔ یہن کربازار میں ایک شخص سے تکوار لیکر تمام

مشکلیں پھاڑ دالیں تو فلاں شخص نے ابو ہریرہ کے ذریعہ جو وہ ہیں شام میں تھے، پیغام کہلوایا کہ اپنے بھائی کرو کئے وہ بازار کے ذی تاجردوں کے اجنس بر باد کر رہے ہیں، مجلس میں بینے کر صرف ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور تنقید کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ عبادہ کے پاس گئے اور سمجھایا کہ تصحیں معاویہ سے کیا مطلب؟ وہ جو میں چاہے کرے کیوں کہ خدا فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنے کے کا جواب دہے۔ عبادہ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ رسولؐ کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت نہیں کی تھی کہ ہر دکھ کے میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے اور کسی طامت کی پرواہ نہ کریں گے، امر بالمعروف اور نهى عن المنکر کریں گے۔ میں نے بیعت پر عمل کیا ہے، اب جو بیعت توڑے گا اس کا دبال اسی کی گردان پر ہو گا۔ یہ سن کر ابو ہریرہ کی بولتی بند ہو گئی۔ (۱)

۳۔ اسی تاریخ میں ہے کہ عبادہ نے معاویہ کے اظر طوس کے محل کے قریب لوگوں کو خطاب کیا کہ ہم نے رسولؐ کے ہاتھوں پر کسی طامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی۔ ہاں کل مقداد بن اسود ایک خچر ہنگاتے ہوئے لائے، جس پر شراب باریتی اور اس کے ساتھ قافتہ تھا۔ لوگوں سے خطاب کیا کہ لوگو! اس میں شراب بارہے، اب تھیں اس محل والے سے لین دین حرام ہے۔ اتنے میں ایک شخص نے مقداد سے لیکر وہ خچر معاویہ کے محل میں پہنچا دیا کہ آپ کی چیز حاضر ہے۔ (۲)

۴۔ عبد اللہ بن حارث بن امیہ معاویہ سے ملنے ایک وند کے ساتھ گئے۔ معاویہ نے انکی بڑی آڑ بھگت کی، لپٹا کے سر کا بوس لیا اور پوچھا: کیا کچھ باقی رہ گیا ہے؟ عبد اللہ نے کہا: خدا کی قسم! امیر اقامت خیر و شر رخصت ہو چکا ہے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ خیر کم گیا ہے اور بہت زیادہ شر باقی رہ گیا ہے۔ اب ہمارے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟۔ کہا کہ اگر تم اچھا کام کرو گے تو تمہاری ستائش نہیں کرو گا اور بر اکام کرو گے تو نہ مرت کرو گا۔ معاویہ نے کہا: بخدا کی قسم! تم نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جواب دیا کہ تمہارے ساتھ ہم نے کب انصاف کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے ہی تمہارے بھائی حللاہ کا سر پھاڑا تھا۔ نہ اس کا

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۱ (ج ۲۶ ص ۱۹۸ - ۱۹۷ نومبر ۱۹۷۰) بخصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۲۰۰ نومبر ۱۹۷۰)

جرمانہ ادا کیا نہ اسکا کوئی بدلہ مجھ سے لے سکا۔ پھر دونوں میں لپڑگی ہونے لگی اور معاویہ ہستے رہے۔ (۱)

۰۵۔ ابن عساکر اور مند ابوسفیان میں ہے (۲) کہ عثمان کے زمانے میں معاویہ شام کے گورنر تھے۔ عبد الرحمن بن سهل کسی جہاد میں غیر ملک جاتے ہوئے شام ہوئے۔ ایک دن شراب سے بھری میکلوں کی قطار دیکھی جو معاویہ کے محل میں جا رہی تھی، انھوں کرنیز سے تمام مشک پھوڑ دی۔ معاویہ کے ملازموں نے ان سے مذاحمت کی اور معاویہ سے شکایت کی۔ معاویہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ عبد الرحمن نے کہا: ہرگز نہیں بلکہ ہمیں رسول نے تاکید کی ہے کہ اپنے پیٹ میں شراب نہ جانے دینا۔ بخدا! اگر زندہ رہا اور معاویہ کو دیکھ لیا تو اس پیٹ پھاڑ دو نگاہیا جان دید و نگا۔ (۳)

شاید لوگ سمجھتے ہوں کہ تخت خلافت پر شراب خواری کا پاپ یزید نے ایجاد کیا ہے لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ بد کار و شراب خوار ماں باپ کے پوت یزید سے ایسکی اسی گستاخیاں سرزد ہوئی چاہیں۔ اسے یہ پاپ اس کے اباء و اجداد سے ملا تھا، اس کے باپ نے شراب کا عالم میں رواج پھیلایا اور پھر اسکی تمام تر کوشش تھی کہ کوئی زبان تنقید دراز نہ کرے۔ تقدیم کرنے والے کو ذمیل کرتا تھا۔ ایک بار تقریر میں رسول کا تذکرہ کئے بغیر ابکرو عمر و عثمان کا ذکر کیا اور کہا کہ عثمان مجھ سے بہتر تھے اور میں اپنے بعد کے خلفاء سے بہتر ہوں، لوگوں میں تمہارا محافظ ہوں۔ عبادہ بن صامت نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم نے تو اپنی جنت جلا ڈالی۔ معاویہ نے کہا: مجھ میں تھیں جہنم سے نجات دیدوں؟ عبادہ نے کہا: اسی لئے اس سے بھاگتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: اس کو پکڑو۔ عبادہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہم لوگوں نے رسول کے ہاتھ پر زنا و چوری نہ کرنے اور خدا کے معاملہ میں طامت کی پرواہ نہ کرنے کی بیعت کی تھی، تم نے رسول سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۲۷ ص ۳۱۲) بخصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۹۳)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۲۹۱

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۲ ص ۳۱۹ نمبر ۲۸۸) بخصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳ ص ۲۶۳)

۳۔ الاصابۃ ج ۲ ص ۳۰۱؛ تہذیب العجب ج ۲ ص ۱۹۶ (ج ۲۶ ص ۱۷۳)؛ استیعاب ج ۲ ص ۳۰۱ (قسم الثالث ص ۸۳۶ نمبر ۳۰۱)

(۲۳۲۲ نمبر ۲۵۸)؛ اسد الغائب ج ۳ ص ۲۹۹ (ج ۳ ص ۲۵۸)

کہا: مجھے اس سے معاف رکھئے۔ تو پھر گیا ہے، میں اسی پر باتی ہوں۔ اب مجھے صرف خدا کا ذر ہے مجھ سے کیا ذروری گا۔ (۱)

ایک بار فرار طاغون پر تقریر کی تو عبادہ نے کہا: تیری ماں تجھ سے بہتر جانتی ہے۔ (۲) پھر تلخ کلامی کے بعد کہا: جہاں معاویہ ہے گا میں وہاں ہرگز نہ رہوں گا۔ اس نے عثمان کو شکایت لکھ لیجی کہ شام میں فساد پھیلائی ہے ہیں۔ عثمان نے کہا: مدینہ بھیج دو وہاں عثمان نے کہا: تمیں اس سے کیا مطلب؟ عبادہ نے کہا کہ میں نے رسول سے سنایا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو برائی کا حکم دیں گے اچھائی سے روکیں گے، تم انکی اطاعت نہ کرنا۔ اپنی جان کی قسم! معاویہ بھی انھیں میں ہے۔ عثمان کی بولتی بند ہو گئی۔ (۳)

معاویہ کے باپ ابوسفیان بھی شراب کے رسیا تھے۔ ابو مریم سلوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی کر سمیہ کے ساتھ زنا کیا تھا۔ اس طرح معاویہ کا تمام گھرانہ بدکار و شراب خوار تھا۔ جب کہ رسول خدا نے شراب اور شرابی دنوں پر لعنت کی ہے۔ (۴)

اس موضوع پر بے شمار احادیث ہیں مثلاً شرابی گویا بات کا پچاری ہے۔ (۵) تین افراد پر جنت حرام ہے۔ دائم الخُرُ، عاق والدین اور وہ دیویٹ جو اپنی زوجہ کے زنا کا اقراری ہو۔ (۶) جس نے شراب پی اس سے نور ایمان نکل گیا۔ شرابی کو صیم جہنم پلائی جائے گی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۲۰۹-۲۰۰ نمبر ۱۷)؛ بختسر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۲۶ ص ۲۰۵ نمبر ۱۷)؛ بختسر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۶)

۳۔ مندرجہ ۵ ص ۳۲۵ (ج ۶ ص ۲۲۲ ح ۱۶۲۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۲ (ج ۲۶ ص ۱۹۸ نمبر ۱۷)؛ بختسر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱ ص ۳۰۷)

۴۔ سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۱۱ (ج ۲۳ ص ۲۲۶ ح ۲۲۶)؛ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۷۳ (ج ۲۲ ص ۱۱۲ ح ۱۱۲)؛ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۶۷ (ج ۲۳ ص ۵۸۹ ح ۱۲۹۵)؛ مسند رک حاکم ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۳۵ (ج ۲۳ ص ۱۶۱ ح ۱۲۸)، مسند احمد ج ۲ ص ۱۷ (ج ۲۳ ص ۱۸۳ ح ۱۸۲)؛ (۵۳۲۸، ۵۳۲۷)

۵۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲۳ ص ۱۱۲ ح ۱۱۲)؛ سنن ابن حبان (ج ۱۲ ص ۱۷۶ ح ۱۷۶)؛ الرغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲۳ ص ۲۵۵)؛ نسب الرأیت ج ۲ ص ۲۹۸

۶۔ اجم الادسط (ج ۲۳ ص ۲۲۰ ح ۲۲۰)؛ الرغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲۳ ص ۲۵۷)

۲۔ معاویہ کی سودخوری

۱۔ امام مالک و نسائی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سونے کا پیالہ زیادہ قیمت پر بچا۔ ابو رداء نے ان بے کہا کہ چیزوں کو اپنی اصلی قیمت پر فروخت کرو۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ ابو رداء نے کہا کہ اب کوئی مجھ سے معاویہ کی کیا صفائی دیگا کہ میں تو رسول کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور یہ اپنی شخصی رائے ٹھوک رہا ہے۔ اب جہاں تو رہے گا میں ہرگز نہ رہوں۔ گا پھر آکر حضرت عمر سے شکایت کی تو انہوں نے اس سے منع کیا۔ صحیح مسلم، مسند احمد، سنن نسائی، موطا مالک اور ابن عساکر میں اسکو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱) جبکہ سود کا حرام ہوتا ضروریات دین میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ رسول خدا نے سودخور پر لعنت کی ہے۔ (۲) اور سود کھانے والے کو ماں کے ساتھ زنا کرنے کے مترادف کہا ہے۔ (۳) علامہ امینی نے چھیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں لیکن معاویہ نے تو حرام رسول کو حلال کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اسی لئے جاظنے فقط اس لئے کافر کہا ہے کہ اس نے سنت رسولؐ کی خلافت کی اور زیاد کو بھائی بنایا۔

۳۔ معاویہ نے سفر میں پوری نماز پڑھی

طبرانی و احمد نے سند صحیح کے ساتھ عبادہ بن عبد اللہ بن زبیر کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ حج کے

۱۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۳۹۸ (ج ۳ ص ۲۹۸ کتاب الصاقات)؛ موطا ج ۲ ص ۵۹ (ج ۲ ص ۲۷۲ ح ۲۳۲) مسند احمد ج ۵ ص ۵۱۹ (ج ۶ ص ۲۳۶ ح ۲۳۶) سنن نسائی ج ۷ ص ۷۲۷ (ج ۲۷۹، ۲۷۸) (ج ۳ ص ۲۹۹ ح ۳۰۰، ۲۹۸ حدیث ۱۱۶۳، ۱۱۵۹) سنن بیہقی ج ۵ ص ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹ تفسیر ترمذی ج ۳ ص ۳۳۹ (ج ۳ ص ۲۲۶) تاریخ ابن حارثہ ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹ تاریخ ابن عساکر ج ۱۱ ص ۳۰۲

۲۔ صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۳۰۷ حدیث ۱۰۵۔ ۱۰۶) سنن البی داود ج ۲ ص ۸۲ (ج ۳ ص ۲۳۳ حدیث ۲۳۲۲) سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۱۲ حدیث ۱۱۲۰) الحکیم ج ۸ ص ۳۶۸ (مسنون ۱۳۷۶) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۳۰ (ج ۳ ص ۲۷۸ حدیث ۲۲۷۷) سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۸۵، ۲۸۶ تفسیر الوصول ج ۱ ص ۲۸ (ج ۱ ص ۸۳ حدیث ۱)

۳۔ صحیح ابو داود ج ۳ ص ۷۷ الشعب الامانی تکمیل (ج ۵ ص ۲۹۹ حدیث ۱۱۵)

لئے گئے، ہم نے مکہ میں ان کے ساتھ ظہر کی دور رکعت نماز پڑھی پھر وہ دارالندوہ میں قیام کے لئے چلے گئے۔ لیکن عثمان پوری نماز پڑھتے تھے، جب بھی مکہ آتے ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے۔ جب معاویہ نے دور رکعت پڑھی تو مروان اور عمرو بن عثمان نے معاویہ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ نے اپنے چجیرے بھائی کا عسیب بری طرح واضح کر دیا ہے۔ کیوں کہ وہ کسے میں ظہر و عصر و عشاء پوری پڑھتے ہیں اور آپ نے قصر پڑھی۔ معاویہ نے کہا: ہم نے تو رسول خدا اور عمرو ابو بکر کے ساتھ قصر ہی نماز پڑھی تھی۔ یہ لوگ بولے کہ لیکن عثمان تو پوری پڑھتے ہیں اگر ان کی مخالفت کر دے گے تو انکا عسیب واضح ہو گا تیجہ یہ ہوا کہ جب معاویہ نے عصر کی نماز پڑھی تو چار رکعت تھی پڑھائی۔ (۱)

ذرائع اہمیہ کے ان چھوکروں کو دیکھئے کہ اس بات کا اقرار بھی ہے کہ رسول اللہ اور ابو بکر و عمر قصر ہی پڑھتے تھے لیکن چونکہ عثمان نے یہ بدعت ایجاد کر دی ہے لہذا خدا و رسول کا حکم ہیں پشت ڈال دیا گیا۔ دین و ایمان کے ساتھ یہ گستاخی کہ حکام اسلامی میں بھی اپنی خواہش نفس سے کھلوٹ کر رہے ہیں۔ جگر خوارہ کے فرزند کو دیکھئے کہ وہ شرابی و سود خور مغل رسول کا اقرار کر کے اس میں تبدیلی کر رہا ہے کہ چجیرے بھائی نے تبدیلی کر دی ہے۔ مروان جو ملعون، ملعون زادہ، چھپلی، چھپلی پچھے سنت میں تبدیلی کا حکم دے رہا ہے اور عثمان کے پوتے بھی۔ جب کہ ابن عمر سے مروی حدیث ہے کہ: *الصلوٰۃ فی السفر رکعتان من خالف السنّۃ فقد کفرا* ”سفر میں نماز دور رکعت ہے جو اس کی مخالفت کرے وہ کافر ہو گیا۔“ (آفریں ہے ایسے خلیفہ اور مسلمانوں کو!

۳۔ عیدین میں اذان کی بدعت

زہری کا بیان ہے کہ زمانہ رسول، زمانہ عمرو بکر و عثمان میں کبھی عید کی اذان نہیں ہوئی لیکن معاویہ نے شام میں اور جاج نے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں یہ بدعت رائج کی۔ (۲)

ابن حزم نے الحکمی (۱) میں لکھا ہے کہ امویوں نے عیدِین میں تاخیر کے خیال سے خطبہ عید پہلے اور اذان واقامت کی بدعت ایجاد کی۔ بحر الزخار (۲) میں ہے کہ عیدِین میں اذان واقامت نہیں ہے لیکن روایت سعید ابن میتب اسے معاویہ نے ایجاد کیا۔ فتح الباری (۳) میں ہے کہ اذان واقامت ایجاد کرنے والے کے بارے میں اختلاف ہے سعید و زہری کہتے ہیں کہ معاویہ نے ایجاد کیا، حسین بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ زیاد نے بصرے میں ایجاد کیا، داؤدی کہتے ہیں کہ مردان نے۔ لیکن چونکہ یہ سب معاویہ کے گورنر تھے اور اسی نے یہ بدعت کی لہذا سب نے اس کی پیروی کی۔ (۴)

شوکانی نسل الوضار (۵) میں لکھتے ہیں کہ کتاب مختصر ابن قدامہ (۶) میں ہے کہ ابن زیبر نے عیدِین میں اذان واقامت کی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ زیاد نے، اور ابن میتب کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت کی۔ ائمہ مذاہب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ اذان واقامت صرف نمازوں میں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی یہی ہے وہ کہتے ہیں کہ پیش نمازوں کو حکم دے کہ الصلوٰۃ جامعہ پکارے یا وقت نماز ہو گیا یا آؤ نماز کے لئے اگرچہ علی الصلوٰۃ بھی کہتے تو کوئی حرج نہیں لیکن چونکہ یہ جزو اذان ہے اس لئے نہ کہنا بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں احادیث بے شمار ہیں۔ جابر ابن عباس، عبد الرحمن بن عابس، عبد اللہ بن عمر، براء بن عاذب، ابو رافع وغیرہ سے مردوی روایات ہیں کہ حدیث رسول ہے کہ عیدِین کی نمازوں بغیر اذان و اقامات پڑھنی چاہئے۔ (۷)

۱۔ الحکمی ابن حزم ج ۵ ص ۵۸

۲۔ المحرر الخارج ص ۳۶۲

۳۔ فتح الباری ج ۲ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۳۶۲) (۲۵۲، ۲۵۳)

۴۔ ارشاد الساری ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۲ ص ۲۳۷) (۹۶۰)؛ اوائل سیوطی ص ۹؛ المصطف ابن الیثیر (ج ۲ ص ۱۶۹)

۵۔ نسل الوضار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۳ ص ۳۶۲)

۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱ (ج ۱ ص ۳۲۲) (۹۶۵)؛ صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ (ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۳، ۲۷)؛ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۲ (ج ۱ ص ۵۲۲) (۱۷۶۷)؛ سنن داری ج ۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳؛ زاد الطاری ابن قیم ج ۱ ص ۲۱ (ج ۱ ص ۱۲۲)؛ سنن ابو داود ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۹۸) (۱۱۳۸)؛ سنن ترمذی ج ۳ ص ۳ (ج ۱ ص ۳۱۳) (۵۳۷)؛ مسن دحیج ج ۵ ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸ (ج ۲ ص ۹۶) (ج ۱ ص ۱۰۲)؛ سنن ابو داود ج ۲ ص ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷ (ج ۱ ص ۱۰۸)؛ سنن ابو حیان ج ۲ ص ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ (ج ۱ ص ۱۲۱)؛ سنن ابو حیان ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ (ج ۱ ص ۱۲۲)؛ شرح موطازۃ تعالیٰ ج ۱ ص ۲۲۲

الباری ج ۲ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۲۵۲)؛ سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۸۲؛ الحکمی ج ۵ ص ۸۵؛ شرح موطازۃ تعالیٰ ج ۱ ص ۲۲۲

یہ مسلم اور واضح شریعت تھی اور اس پر رسول خدا، عمر، ابو بکر و عثمان نے عمل کیا لیکن اس منافق نے شریعت کو اپنے من مانے ڈھنگ سے برتنے میں ذلیل گستاخی کر دی۔

۵۔ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی

جنگ صفين کے بعد ایک کوفہ کا باشندہ اپنے اونٹ پر سوار دشمن ہیو نچا۔ ایک شای نے اس سے جھٹڑا کر لیا اور کہا کہ یہ اونٹی میری ہے، اس نے جنگ صفين میں مجھ سے تھیا لیا تھا۔ یہ معاملہ معاویہ کے پاس ہیو نچا۔ اس شای نے پچھاں گواہیاں گزار دیں کہ یہ اونٹی اس شای کی ہے۔ معاویہ نے فیصلہ کر دیا کہ یہ اونٹی اسی شای کی ہے۔ اس وقت کوئی نے احتجاج کیا کہ اے معاویہ! خدا تمہاری اصلاح کرے یہ اونٹی نہیں اونٹ ہے۔ معاویہ نے کہا کہ اب تو میں نے فیصلہ کر دیا۔ جب مجھ چھٹ گیا تو کسی کو بھیج کر کوئی کو بلوایا اور پوچھا: اونٹ کی کیا قیمت تھی؟ اس کی قیمت دیکھ اور بھی حسن سلوک کیا۔ اور کہا: جا کر علی سے کہہ دینا کر میں ان سے جنگ کیلئے ایک لاکھ ایسے عی افراد کی فوج لیکر آ رہا ہوں جنہیں اونٹ اور اونٹی کی تیزی نہیں۔ تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ جنگ صفين کی طرف جاتے ہوئے معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھادی۔ شامیوں نے عمر و عاص کی یہ بات بھی تسلیم کر لی کہ عمار یا سر کے قاتل حضرت علی ہیں کیوں کہ وہی اپنی مرد کے لئے میدان میں لائے تھے۔ پھر انہوں نے علی پر سب و شتم کی طویل زمانے تک بدعت ایجاد کی جس میں بچے جوان ہوئے اور بوزھے مر گئے۔ (۱)

سعودی کی اس تاریخ سے ہمیں معاویہ کی کئی شرمناک بدعتوں کا پتہ ملتا ہے مثلاً حضرت علی پر سب و شتم کی رسم جاری کرنا، علی کو قاتل عمار کہنا جب کہ حدیث رسول ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کر دیا۔ شامیوں نے انھیں قتل کیا اور عمر و عاص نے تاویل کر دی کہ قاتل عمار تو علی ہیں وہی میدان میں لائے۔ اسی تاریخ سے شامیوں کی عقل اور دینداری کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا مظاہرہ معاویہ نے کیا کہ یہاں کے لوگوں میں

اونٹ و اونٹ کا امتیاز نہیں وہ حق کو کیا پہچانیں گے۔ حضرت علیؑ جو امام برحق تھے ان بھگ کی اور الراام لگایا کر دیئی عثمانؑ کے قاتل ہیں۔ اس قسم کی بے شمار عیاریاں ہیں۔

مجھے اس پر حیرت نہیں کہ معاویہ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھاوی حالانکہ جمعہ کی نماز کا وقت جمعہ کے دن زوال کے وقت ہے اور اس پر بے شمار احادیث رسولؐ ہیں۔ (۱) بلکہ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ شامیوں نے بھی بدھ کے دن جمعہ کی نماز بخوشی پڑھ لی۔ حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ بدھ کا دن خس ترین دن ہے۔ (۲) کیا اس نحو ست کو نماز جمعہ پڑھ کے ختم کیا جا سکتا ہے؟

۶۔ جمع بین الائحتین کی بدعت

ابن منذر نے قاسم بن محمد کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک قبیلے کے کچھ لوگوں نے معاویہ سے پوچھا کہ کیا ایک عی غصہ وہ حقیقی بہنوں کو کنیزی میں رکھ کے مباشرت کر سکتا ہے؟ معاویہ نے کہا: اس میں کوئی حرجن نہیں۔ جب نعمنان نے یہ بات سنی تو معاویہ سے پوچھا: کیا تم نے ایسا ایسا فتویٰ دیا ہے۔ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پوچھا: تو پھر اگر وہ ایک کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو جائز ہوگا؟ یہ سن کر معاویہ نے کہا: اداہ! اب میں سمجھا، ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ ایسا نہ کریں کیوں کہ جائز نہیں اور کہا کہ اپنا نیت کا حکم آزاد کنیز سب کے لئے ہے۔ (۳)

اصل میں یہ جہالت عثمانؑ سے ہوئی تھی (۴) جسے میں نے آٹھویں جلد میں بیان کیا ہے۔ پھر یہ

۱۔ صحیح مسلم ج ۳ ص ۹ (ج ۲ ص ۲۶۶، ح ۲۶۷، ۲۶۸)؛ سنن تیمی ح ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱؛ سنن احمد (ج ۳ ص ۲۸۱، ح ۲۸۰، ۲۸۱)؛ سنن نسائی (ج ۱ ص ۵۲۷، ح ۱۶۹۹)؛ اہلی ح ۵ ص ۲۲؛ کنز العمال (ج ۸ ص ۱۷۴، حدیث ۲۲۳۳۱۲)

۲۔ شریعت القلوب میں ۵۲۲، ۵۲۳ (ص ۶۵۰، ۶۳۹ نمبر ۱۰۹۹)

۳۔ در منثور ح ۲ ص ۱۳۷ (ج ۲ ص ۲۷) (۲۷ ص ۲۷)

۴۔ سنن تیمی ح ۷ ص ۱۷۲، ۱۷۳؛ احکام القرآن بحاصی ح ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۳)؛ اہلی ابن حزم ح ۹ ص ۵۲؛ تفسیر کشاف ح ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱ ص ۳۹۶)؛ تفسیر قرطبی ح ۵ ص ۷ (ا) (ج ۵ ص ۷)؛ بدائع الصنائع ح ۲ ص ۲۶۲؛ تفسیر خازن ح ۱ ص ۲۵۶ (ج ۱ ص ۳۳۲)؛ در منثور ح ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۶)؛ موطا (ج ۲ ص ۵۳۸، ح ۲۷)؛ کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۲)؛ مصنف مبد الرزاق (ج ۱ ص ۱۸۹، ح ۲۷، ۲۸)؛ مصنف ابن ابی شیر (ج ۱ ص ۱۶۹)؛ فتح القدير شکافی (ج ۱ ص ۳۱۸، ح ۱ ص ۳۵۲)

بدعت عام طور سے جہالت میں رانج ہو گئی۔ اور معاویہ نے پچھیرے بھائی کی ہجرتی میں یہ فیصلہ دیا۔

۷۔ قصاص کے معاملہ میں بدعت

شیخ اک نے کتاب الدیات میں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا ذمیں کی دہتِ محمد رسولؐ میں کتنی تھی؟ جواب دیا: تم نے ایسی بات پوچھی ہے جس کا جانے والا مجھ سے بہتراب کوئی نہیں۔ محمد رسولؐ اور خلفاء ملائکہ کے زمانے میں ایک ہزار دہت تھی۔ معاویہ نے اسے پانچ سو دینار کر دیا اور پانچ سو بیت المال میں جمع کرانے لگے۔ (۱)

بیہقی بھی اسی کی نیشن دعی کرتے ہیں۔ پھر عمر بن عبد العزیز نے معاویہ والی بیت المال کی رقم کو ثابت کیا۔ (۲)

جو ہر ائمہ میں بھی ہے کہ محمد رسولؐ و خلفاء میں مسلمان کے برادر یعنی ذمیں کی دہت تھی۔ معاویہ نے کہا کہ جس طرح مقتول پر مصیبت آئی ہے اسی طرح حکومت بھی پریشان ہوئی ہے اس لئے اسے نصف کر کے بیت المال میں شامل کر لیا۔ (۳) تاریخ بن کثیر میں بھی بھی ہے۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ آنحضرت جلد میں ہم نے تشریع کر دی ہے کہ زہری کا یہ دعویٰ کہ دہت کی رقم ایک ہزار تھی یہ قطعی غلط ہے۔ اب چنینہ کے علاوہ اس کا کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایک ہزار کی رقم عثمان نے مصیبن کی۔ (۵) کچھ بھی ہواں سلسلہ میں معاویہ نے تین بدعین کیس: ”لی دہت کی رقم ایک ہزار مصیبن کی ہیں آدھا حصہ بیت المال میں رکھ لیا اور آدھا مقتول کو دیا۔ دوسرا حصہ بیت المال میں ناجائز طریقہ سے رکھ لیا۔“ معاویہ نے یا تو جہالت میں یا ذاتی رائے اور اپنے خواہش نشیں سے ایسا

۱۔ الدیات ص ۵۰ ۲۔ سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۰۲

۳۔ جو ہر ائمہ مطبوع در ذیل سنن بیہقی (ج ۸ ص ۱۰۲)

۴۔ البدریہ والہیہ ج ۸ ص ۱۲۹ (ج ۸ ص ۱۸۲ معاویہ شہنشاہ)

۵۔ الدیات ص ۶۱

کیا۔ یا ان کے نزدیک احکام الحی کی کوئی وقت نہیں تھی حالانکہ کہ ایسے افراد کے لئے قرآن نے ناک رگڑ نے اور خاتم سزاد ہینے کا اعلان کیا ہے۔

۸۔ نماز میں مسنون تکبیروں کو ترک کیا

طبرانی و ابن القیم شعبہ نے ابو ہریرہ و سعید بن میتب سے نقل کیا ہے کہ تکبیر مسنون کو سب سے پہلے معادیہ نے ترک کیا۔ (۱)

ابو عیید کہتے ہیں کہ زیاد نے ترک کیا۔ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ پہلے عثمان نے ترک کیا اور ان کے عامل معادیہ و زیاد نے بھی کیا۔ (۲) وسائل الی سامراۃ الاوائل میں ہے کہ معادیہ نے سمع اللہ لمن حمده کے بعد بغیر تکبیر کہے سجدہ کیا۔ (۳) پھر زیاد نے اس کی بحیرہ روی کی۔ (۴)

شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ انس کا بیان ہے کہ معادیہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی اور حمد سے پہلے بسم اللہ کی پھر دوسرا سورہ نہیں پڑھا، مسنون تکبیریں بھی ترک کر دیں۔ نماز کے بعد مهاجرین و انصار نے ہنگامہ کیا کہ معادیہ تم نے نماز میں چوری کی یا بھول گئے؟ دوبارہ معادیہ نے پڑھائی تو سورہ بھی پڑھا اور مسنون تکبیریں بھی کہیں۔ (۵) ”بھی روایت بحر الزخار کے مطابق انتقام میں بھی ہے“ (۶)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ شروع سے جزو سورہ رہا اور اس پر امت کی مدد و مددی چنانچہ معادیہ کے ترک کرنے پر مهاجرین و انصار برس پڑے۔ نظر انداز کرنے

۱۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۵ (ج ۲ ص ۲۷۰)؛ باریخ المکناس ۲۷ (ص ۱۸۷)؛ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۶ (ج ۲ ص ۲۶۸)؛ شرح موظاڑ رقانی ج ۱ ص ۱۳۵ (ج ۱ ص ۱۵۹) (ج ۱ ص ۱۶۳) (۱۶۳)

۲۔ فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۵

۳۔ نیل الاوطار شوکانی ج ۲ ص ۲۶۶

۴۔ الوسائل الی سامراۃ الاوائل ص ۱۵

۵۔ بحر الزخار ج ۱ ص ۹۳ (ج ۱ ص ۱۰۸)

۶۔ کتاب الام ج ۱ ص ۲۲۹

کی ابتداء معاویہ نے کی۔ اب رہ گئیں مسنونہ تکمیریں تو یہ بھی سنت رسولؐ سے ثابت ہیں جو صحابہؓ میں عام طور سے مزروع تھا اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات دیکھئے:

۱۔ مطرف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے علیٰ کے پچھے نماز پڑھی اور عمران نے بھی۔ آپ سجدہ کے قبل بکھر کہتے اور سجدہ کے بعد بکھر کہتے، رکوع میں جاتے تو بکھر کہتے۔ ختم نماز کے بعد عمران کے ہاتھ تھام کر کہا: میں نے آج رسولؐ کی طرح نماز پڑھی یا آپ نے مجھے رسولؐ کی نماز یاد دلا دی۔ (۱)

۲۔ ابو ہریرہؓ بھی اسی طرح ہمیشہ نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

۳۔ عکر مدد سے مردی ہے میں نے ایک شخص کو رکن و مقام کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا جب وہ جھکتا، امتحنا تو تکبیر کرتا۔ میں نے اب عباس سے بیان کیا تو انہوں نے ڈاٹا: تیری ماں نہ رہے۔ ارسے یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز ہے۔ ایک دوسری روایت میں عکر مدد کا بیان ہے کہ میں نے ایک نکہ کے بوڑھے کے پیچھے نماز پڑھی، اس نے پوری نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ میں نے اب عباس سے کہا کہ وہ احمد تھا۔ یہ کرابن عباس نے عکر مدد کو ڈاٹا: تیری ماں تیرے ماتم میں روئے، ابے یہی تو رسولؐ کی واقعی نماز سے۔ (۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امیویوں نے سنت شریفہ کو اس قدر بدلت دیا تھا کہ جو بھی واقعی سنت پر

۷۵۹ ح ۱۹۳۸۰، م ۲۰۹ ح ۱۹۳۵۰، م ۲۱۶ ح ۱۹۳۹۳ (۱۹۳۹۴) ح ۷۵۹

٢- سعی بخاری ح ٢٦٣ ص ٥٨، (ج اص ٢٧٤ ح ٢٧، ص ٦٢ ح ٦٠، ح ٢٧)؛ سعی مسلم ح ٢٦٣ ص ٧ (ج اص ٣٢٤ ح ٢٧)؛ سعی نسائي ح ٢٦٣ ص ١٨، (ج اص ٢٣٥ ح ٣١، ح ٢٣٦)؛ سعی ابو داود ح اص ٣٣ (ج اص ٢٢١ ح ٨٣٦، ح ٨٣٧)؛ سعی دارمي ح اص ٢٨٥؛ سعی الدوادن الكبيري ح اص ٣٧ (ج اص ٣٧)؛ نصب الرزيي ح اص ٢٧، ح ٣٢؛ سعی الزخاري ح ٢٥٥

۳- سچ بخاری ج ۲ ص ۵۷، ۵۸، ۵۹ (ج ام ۲۷ ح ۵۲، ۵۵، ۵۶)؛ مسلم ح ام ۲۱۸ (ج ام ۳۶ ح ۱۸۸۹)؛ اندر
الخارج ح ۲ ص ۵۵

عمل کرتا تھا اسے احتی کہا جاتا تھا۔ معاویہ اور اس کے جرگوں نے کس قدر دین خدا کے ساتھ کھلواڑ کیا تھا کہ میلانات و خواہشات عی دین بن گئے تھے۔

اس کے علاوہ ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری، ابو سعید خدری، ابو مالک اشعری، حضرت علیؑ سے بھی روایات ہیں کہ رسولؐ خدا تک مسنونہ ترک نہ فرماتے تھے۔ (۱) چنانچہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورزوں کو لکھا کہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے اور رکوع و سجود کے قبل و بعد تکمیر کیا کرو۔ (۲)

٩۔ علی کی ضد میں اللہم لبیک کہنا چھوڑ دیا

سن نسائی (۳) و بیتی (۴) سعید بن جبیر ابن عباس کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حرف میں تھے۔ پوچھا: سعید میں لوگوں سے تلبیہ نہیں سن رہا ہوں کیا بات ہے؟ میں نے کہا: لوگ معاویہ سے ڈرتے ہیں۔ تو پھر ابن عباس اپنے خیمے سے لکھ لے اور چالا رہے تھے ”لَبِيكَ اللَّهُمَّ لَبِيكَ“۔ چاہے معاویہ کی تاک رکڑی جائے۔ خدا یا! ان پر لعنت کر کر انہوں نے بغرض علیٰ میں سنت کو ترک کر دیا ہے۔ (۵)

اس سنت مسلمہ کو صحیح بخاری، الحکی، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، داری، بیہقی، کتاب الامانۃ الباری (۶) وغیرہ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی بنیاد پر ائمۃ فتنہ نے تلبیہ نہ چھوڑنے کا فتویٰ دیا

٢- المدودة الكندية ج ١٩٣٢ (ج ١٩٣٢) ٣- سنن نسائي ح ٥٥٢ (ج ١٩٣٢)

٥- كنز الحال (ج ٥ ص ١٥٢) ح ١٤٣٨، ١٤٣٩، ١٤٣٧

۲-**میکاری** ح ۳۳ ص ۱۰۹ (ح ۲۲۵ ص ۶۰۵)؛ **مجمل** ح ۳۳ ص ۱۷ (ح ۳۳ ص ۱۰۲)؛ **تحفی** ح ۳۳ ص ۱۵۰ (ح ۳۳ ص ۲۶۰)؛ **شن نسخی** ح ۵۵ ص ۲۶۸ (ح ۲۷۶، ۲۷۵)؛ **شن** ح ۳۳۵ (ح ۲۷۶، ۲۷۵)؛ **شنبه** ح ۳۳۰ (ح ۲۷۶، ۲۷۵)؛ **شنبه** ح ۳۰۸۵ (ح ۳۳۱، ۳۰۸۷، ۳۰۸۸)؛ **شن این ملجن** ح ۲۲۳ (ح ۲۲۳)؛ **شن ابوداؤج** ح ۱۰۰ (ح ۲۷۶، ۲۷۵)؛ **شن ابوداؤج** ح ۱۰۱ (ح ۲۷۶، ۲۷۵)؛ **شن** ح ۲۲؛ **شن پیغمبر** ح ۵۵ (ح ۱۱۹، ۱۱۲)؛ **مند** (ح ۲۲۶)؛ **مند** (ح ۲۲۶)؛ **فتح ابباری** ح ۳۳ ص ۲۰۰ (ح ۳۳ ص ۵۲۲)؛ **بدائی الصنائع** ح ۴۲ ص ۱۵۰

١٥٢ ص ٢٣٠ (ج ٣٢) ١٩٨٧ ج ٣٢ (٥٢٢) (ج ٣٢) ١٥٢ ص ٢٣٠ (ج ٣٢) ١٩٨٧ ج ٣٢ (ج ٣٢)

ہے۔ (۱)

یہ مسلمہ سنت سلف و خلف میں راجح رہی۔ لیکن معاویہ نے بعض علیٰ میں اس سنت کو ترک کر دیا۔ اب یہ فیصلہ ناظرین پر ہیکچھ کے موقع پر ابن عباس کی اعنت دشمن علیٰ کے لئے کیا مطلب رکھتی ہے۔

توجه طلب:

امویوں کی یہ بدعت بعد میں مزید اسقدر ترقی کر گئی کہ شیعوں کی ضد میں رفع یہ بھی چھوڑ دیا گیا۔ شیخ محمد بن عبد الرحمن دمشقی اپنی کتاب رحمۃ الامم فی اختلاف الامم (۲) میں لکھتے ہیں کہ سنت یہ کہ قبر کو مٹھ بنا�ا جائے اور یہی شافعی کا مذہب ہے لیکن ابوحنیفہ اور امام مالک اور احمد کہتے ہیں کہ کوبرا اخمانا مٹھ بنانے سے بہتر ہے کیونکہ مٹھ میں شیعوں کی شباہت ہوتی ہے۔ غزالی اور مادردی بھی یہی کہتے ہیں۔

مصنف ہدایہ کہتے ہیں کہ شرعی حکم ہے کہ دانے ہاتھ میں پہننا اولی ہے۔ رییح الابرار (۳) میں ہیکہ سب سے پہلے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے ہیں اسلئے باسیں ہاتھ میں پہننا اولی ہے۔ حافظ عراقی (۴) کہتے ہیں کہ عامة کا شاخہ تحریث میں ہیکہ دہنی سست رکھنا چاہئے، نہیں بلکہ باسیں جانب رکھنا چاہئے کہ اسیں برکت و فضیلت ہے۔ میں نے صرف طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں دیکھا ہے کہ دانیں طرف رکھنا چاہئے... بہر حال چونکہ شیعہ باسیں طرف رکھتے ہیں اس لئے ان کی شباہت اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تفیریز تحریری میں ہے کہ آیہ "هُوَ الَّذِي يَصْلِي عَلَيْكُمْ" اور فرمان رسول آل ابی اوفر پر صلوات سے ثابت ہے کہ مؤمنوں پر صلوات پڑھنا جائز ہے۔ لیکن علماء میں اختلاف یہ ہے کہ اگر مثلاً

۱۔ الحنیفی ح ۷۸ ص ۱۳۵، ۱۳۶

۲۔ رحمۃ الامم فی اختلاف الامم طبعہ بر حاشیہ الحنفی ان شعرانی ح ۸۸ ص ۲۲

۳۔ رییح الابرار (ح ۲۳ ص ۲۲)

۴۔ شرح المواهب زرقانی ح ۵ ص ۱۳

کہا جائے کہ صلی اللہ علی النبی وآلہ تو جائز ہے لیکن اگر صرف اہل بیت پر صلوٽ پڑھی جائے تو نکروہ ہے کیون کہ اس سے راضی ہونے کا اتهام لگ سکتا ہے۔ اور حدیث رسول ہے کہ جو شخص خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (۱)

منہاج ابن تیمیہ میں ہے کہ شیعوں کی شباهت پر فقہاء کا فصل ہے کہ مستحبات کو ترک کر دینا چاہئے کیون کہ اس سے نی اور راضی کا فرق ختم ہو جانے گا اور اپنی شناخت باقی رکھنے کی مصلحت استحباب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے اس کی شباهت پر بحث کی ہے۔ (۲)

شیخ اسلمیل بروی لکھتے ہیں کہ عاشور کے دن صدقہ و صوم اور نیک کام کرنا مستحب ہے اور کسی مومن کو یہ ملعون اور راضیوں کی شباهت یا خوارج کی شباهت اختیار نہ کرنا چاہئے۔ یعنی نہ اس دن عید منائے نہ ماتم کرے۔ چنانچہ جس نے عاشور کو سرمه لگایا اس نے یہ کی کہ شباهت اختیار کی حالانکہ اس اسی لحاظ سے اس دن سرمه لگانا اچھا کام ہے کیون کہ بدعتیوں کا عمل چھوڑنا سنت ہے مثلاً دامیں ہاتھ میں انگوٹھی سنت ہے لیکن اب بدعتیوں کا شعار ہے اس لئے بائیں ہاتھ میں پہننا چاہئے۔ (۳)

اور جو شخص عاشور کے دن مقتل حسین پڑھے اس نے راضیوں کی شباهت اختیار کی خاص طور سے روئے رلانے والی روایات پڑھنا۔

کتاب ”کراہیت قہستانی“ میں ہے کہ اگر مقتل حسین پڑھنا چاہے تو پہلے مقتل صحابہ کو پڑھ لےتا کہ راضیوں سے شباهت نہ ہو جائے۔ جمۃ الاسلام غزالی کہتے ہیں کہ واعظ غیر واعظ پر حرام ہے مقتل حسین پڑھنا یا ان واقعات کا یا ان کرنا جو صحابہ کے درمیان عناہ اور اختلاف واضح کرتے ہیں کیون کہ اس سے لوگوں میں صحابہ کا عناہ دپھتا ہے اور صحابہ پر تقدیم کی جاتی ہے۔ صحابہ میں جو اختلاف ہوا اس کی توجیہ کرنا چاہئے کہ انہوں نے اقتدار کی ہوں یا دنیا پرستی میں نہیں کیا بلکہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی۔

۱۔ تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۲۹ (ج ۲ ص ۵۵۸)

۲۔ تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۱۳۷)

ابن حجر ثقہ الباری میں کہتے ہیں کہ ”درود و سلام غیر انبیاء کے متعلق“، اختلاف کے بارے میں ہے۔ ہر انسان خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ پڑھ سکتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ بطور تہجی رسولؐ کے بعد کسی پر صلوٰات پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن کسی ایک تھا شخص پر صلوٰات جائز نہیں کیوں کہ یہ شیعوں کا شعار ہے۔ اس بات کو نووی نے شیخ ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے۔ (۱)

۱۰۔ نماز سے قبل خطبہ کی بدعت

زرقانی شرح موطا میں (۲) باب خطبہ عیدین قبل صلوٰات قائم کر کے لکھتے ہیں کہ صحیحین (۳) میں ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے زمانہ رسولؐ اور بکر و عمر میں عید کی نماز پڑھی، بھی نماز کے بعد خطبہ پڑھتے تھے۔ لیکن سب سے پہلے مروان نے قبل نماز خطبہ شروع کیا۔ (طارق) اور حسن بصری کہتے ہیں کہ عثمان نے یہ بدعت جاری کی، انہوں نے دیکھا کہ لوگ نماز میں پہنچ نہیں پاتے ہیں اس لئے پہلے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ لیکن مروان وغیرہ کی مصلحت دوسری تھی وہ غیر مستحق لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا اور بعض کی ضرورت سے زیادہ ستائش کرتا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے یہ بدعت ایجاد کی۔ قاضی عیاض نے اسے لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے قابل تأمل ہے۔ کیوں کہ ابن عباس اور ابن عمر کی روایت کے مقام صحیحین کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

شافعی نے ابن عباس کی کی روایت نقل کی ہے کہ یہ بدعت جاری رہی یہاں تک کہ معاویہ کا زمانہ آگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان نے معاویہ کی پیروی میں یہ بدعت جاری کی کیوں کہ وہ گورنر مدینہ تھا۔ (۴)

۱۔ شیخ الباری (ج ۱۱ ص ۱۳۲) (ج ۱۱ ص ۱۷۰)

۲۔ شرح الموطا (ص ۳۲۳) (ج ۱۱ ص ۲۶۲) (۲۲۹)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۱۱ ص ۲۳۷) (ح ۱۹۹)؛ صحیح مسلم (ج ۲۸۲) (ص ۲۸۲) ح را کتاب صلاۃ العیدین

۴۔ کتاب الام (ج ۱۱ ص ۲۲۵)

عبدالرزاق (۱) نے معاویہ اور ابن سرین نے زیاد کا نام لیا ہے۔ پھر قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان دونوں روایات میں متفاوت نہیں کیوں کہ یہ دونوں معاویہ کے گورنر تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے یہ بدعت ایجاد کی اور اس کے گورنر نے اس کی تقلید کی۔ (۲)

۱۱-حد خداوندی کاترک

ماوردی لکھتے ہیں کہ معاویہ کے سامنے چند چورپیش کئے گئے انہوں نے ہاتھ کا شے کا حکم دیا۔ آخری چورنے ہاتھ کلنے کے بعد اشخار پڑھنا شروع کر دیا: میرے دامنے ہاتھ کو مت کوٹایے کیوں کہ یہ پاک صاف ہے۔ میری زندگی تباہ و بر باد ہو جائے گی۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ چکا ہوں تیرے ساتھ کیا کروں؟ چور کی ماں نے کہا: امیر المؤمنین! یہ گناہ بھی تو بہے دھل جاتا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر چھوڑ دیا۔ یہ تاریخ اسلام کا اولین حداد تھا کہ اجرائے قانون اسلام سے صرف نظر کیا گما۔ (۳)

علامہ امیگی فرماتے ہیں کہ اس چور میں کیا خصوصیت تھی کہ حکم قرآنی کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ حکم ہے کہ چور مرد ہو یا عورت اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر یہ کہ جو خداوندی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے۔ معادیہ قیامت میں کس کی پناہ پکڑیں گے حدود خداوندی ضائع کر کے۔ وادا! اگر ہر گناہ کو تو بے دا بست بھج کے کر لیا جائے تو اسلام اور معاشرے کی تباہی۔ کچھ نہیں یہ سب شریعت کے ساتھ مکھلواڑ ہے اور بس۔

المصنف (ج ٢٣٦، ح ٢٨٣) (٥١٣٦)

۲- محاضرة الاوائل ص ۱۳۲ (الاوائل این طالعکری ص ۱۲۵)

٣-أحكام سلطانية مأوردي مس ٢١٩ (ج ٢ ص ٢٢٨)؛ البدائية والنهائية ج ٨ ص ١٣٢ (ج ٨ ص ١٣٥ حادثة ٦٥٧)؛ محاضرة سكتوراري م ١٩٣.

۱۲۔ معاویہ نا جائز لباس پہننا تھا

ابوداؤد لکھتے ہیں کہ مقدمام بن محدی اور عمر بن اسود نماشندے بن کر معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے کہا: حسن تو انتقال کر گئے۔ پھر کہا: تم تو اسے مصیبت کہتے ہو گے؟ مقدمام نے کہا: میں کیوں نہ مصیبت سمجھوں جب کہ حدیث رسول ہے حسن مجھ سے ہے اور حسن علی سے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں آج تمہارا دماغ جھنجھنا کے رہوں گا۔ میرے سوال کا جواب دو کہ کیا تم نے حدیث رسول سنی ہے کہ ریشم کا استعمال ناجائز ہے؟ کہا: نہ۔ پوچھا: یہ حدیث بھی سنی ہے کہ درندوں کی کھال استعمال کرنا حرام ہے؟ کہا: نہ۔ مقدمام نے کہا: اے معاویہ! میں تمہارے گھر ان دونوں چیزوں کا استعمال دھرتے سے دیکھ رہا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ تم سے بچوں گا نہیں۔ (۱)

جو شخص خلاف شرع کاموں کا اقراری ہوا سے طائفوت ہی تو کہا جائے گا؟

۳۲۔ کاٹنے کا سعین ترین جرم "زیاد" کو اپنا بھائی بنایا

ضروریات اسلام میں سے ہے کہ لڑکا اس کا کہا جائے گا جس کے فرش پر وہ پیدا ہو۔ اور زبانی کی سزا سک سار ہے۔ (۲) لیکن ۳۲ میں جگر خوارہ کے فرزند نے اس سنت رسول کے خلاف بدعت کا ارتکاب کیا۔ امت اسلامی اس حکم رسول پر متفق ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔ (۳) اور رسول خدا نے اس پر لعنت کی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسے کافر بھی کہا گیا ہے۔ اور اس سے اسلام کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔

۱۔ حسن ابو داؤد ح ۲۴ ص ۱۸۶ (ح ۲۸۶ ح ۲۳۱ / ۲۳۱)؛ مسند احمد ح ۲۳ ص ۱۳۰ (ح ۵۵ ص ۱۱۸ ح ۲۳۸) (۱۶۷۳)

۲۔ صحیح بخاری ح ۲۶ ص ۱۹۹ (ح ۲۶ ح ۲۳۹۹ / ۲۳۳۷ کتاب الفرایض)؛ صحیح مسلم ح ۱ ص ۱۷۲ (ح ۳۳ ص ۵۶ ح ۲۳۲)؛ حسن بن علی ح ۲۳ ص ۱۰۵ (ح ۲۳۲ ح ۲۳۲)؛ حسن بن علی ح ۲۳ ص ۱۰۰ (ح ۲۳ ص ۱۰۰)

۳۔ حسن بن علی ح ۲۳۲ ص ۵۶ (ح ۲۳۲ ح ۲۳۲)؛ حسن بن علی ح ۲۳۲ ص ۵۶ (ح ۲۳۲ ح ۲۳۲)؛ حسن بن علی ح ۲۳۲ ص ۵۶ (ح ۲۳۲ ح ۲۳۲)؛ حسن بن علی ح ۲۳۲ ص ۵۶ (ح ۲۳۲ ح ۲۳۲)

۴۔ مسند احمد ح ۵ ص ۳۶، ۳۸ (ح ۱۶ ص ۷۱ ح ۱۹۸۸ / ۱۹۸۸)؛ حسن بن علی ح ۲۰ ص ۳۰

لیکن معاویہ کی خود پر ستانہ سیاست میں اپنی آنکھ کان بند کر کے زیاد کو ابوسفیان زنا کار کا فرزند قرار دے دیا چوں کہ زیاد اچھا سیاست داں اور وسٹدار ان امیر المؤمنین کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ (۱) زیاد ایک قبیلہ ثقیف کے آزاد شدہ شخص عبید نام کے بستر پر پیدا ہوا اور ناپاک طریقے پر اس کی تربیت ہوئی۔ معاویہ کے بھائی بنانے سے پہلے وہ زیاد ابن عبید ثقیف کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بدعت کے بعد زیاد ابن ابوسفیان کہا جانے لگا۔ خود معاویہ نے امام حسن کے زمانہ میں زیاد کو جو خط لکھا تو اسے زیاد ابن عبید ہی لکھا تھا۔ (۲) اور اموی حکومت کے ختم ہونے کے بعد اسے زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا یا زیاد ابن اسمیہ یا زیاد ابن سمیہ کہا جاتا تھا۔ سمیہ ایران کی ایک دیہاتی خورت تھی۔ وہ دہقان یا پار ہوا تو حارث ابن کلده نامی ڈاکٹر کو علاج کے لئے لایا گیا۔ علاج کے بعد اس دیہاتی نے سمیہ کو اسے بخش دیا۔ حارث نے سمیہ کی شادی اپنے روی غلام عبید سے کر دی جس سے زیاد پیدا ہوا۔ جب بڑا ہوا تو اپنی آنکھی سے اپنے باپ عبید کو ہزار درهم میں آزاد کرا لیا۔ اسکی ماں سمیہ طائف کی مشہور جنڈے والی عورت تھی۔

ابو عمر اور ابن عساکر نے روایت لکھی ہے کہ حضرت عمر نے میں کی شورش دبانے کے لئے زیاد کو مامور کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اس نے اسی ہوشمندانہ باتیں کیں جو عربوں کے لئے اجنبی تھیں عمر و عاص نے کہا: بخدا! اگر یہ غلام قریشی ہوتا تو عربوں کی سرداری کرتا۔ ابوسفیان نے کہا: بخدا! میں جانتا ہوں اس کے ماں کے رحم میں کس نے نطفہ ڈالا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے، عمر و عاص نے کہا: ابوسفیان چیز رہا اگر عمر نے سن لیا تو تمہیں سنگ سار کرس گے۔

١- **مُعَجمُ بخاري** (ج ٢٣ ص ٢٢٣ ح ١٩٣٨)؛ **مُعَجمُ مسلم** (ج ٣٢ ص ٢٥٦ ح ٢٣٢) **كتاب الرطاع**؛ **سنن أبو داود** (ج ٢٣ ص ٣٣٠)
ج ١٥٥ ح ١١٥)؛ **سنن ترمذى** (ج ٣ ص ٣٦٣ ح ١١٥٧)؛ **سنن نسائي** (ج ٣ ص ٣٢٨ ح ٥٢٧٦)؛ **مسند احمد** (ج ٣ ص ١٨٢، ١٨٧،
١٨٩)؛ **مسند طیلی** ص ١٦٩ (ح ١٢٧)؛ **الترغیب والترہیب** ج ٣ ص ٢٢٤، ٢١ (ج ٣ ص ٢٧)،
(ج ٥ ص ٢٠٣ ح ٢١٣، ١٢٢١ - ١٢٢١)؛ **مسند طیلی** ص ١٦٩ (ح ١٢٧)؛ **الترغیب والترہیب** ج ٣ ص ٢٢٤، ٢١ (ج ٣ ص ٢٧)،
ج ١)؛ **سنن ترمذى** (ج ٣ ص ٣٠٣)؛ **سنن ابن ماجه** (ج ٣ ص ٢٧٠) (ج ٢٣ ص ٢٧٠ ح ٢٦١)؛ **زارن خدراو** (ج ٢٣ ص ٢٣٣) (نمبر ٨٣٩)
ج ١)

٢- **شرح ابن أبي الحیی** (ج ٣ ص ٦٨) (ج ١٦ ص ١٨٢) **كتاب الرطاع** (٣٣)

ابوسفیان نے کہا: مجھے دشمن کا خوف تو ہے۔ یہی سبب تھا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ (۱) عقد فرید (۲) میں ہے کہ عمر کے حکم سے زیاد نے بہترین تقریر کی تو ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا کہ یہ آپ کے چھیرے بھائی کا نظفر ہے۔ ”می امیر اور می ہاشم کو بھائی کہا گیا“ حضرت نے پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: میں نے اس کے ماں کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ آپ نے پوچھا: پھر اسکے باپ ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا کہ عمر کی بنے عزتی سے ڈرتا ہوں۔ معاویہ نے اسی بنیاد پر حکم رسولؐ کے خلاف زیاد کو اپنا بھائی بنایا: سمجھ میں نہیں آتا کہ زیاد کی طرح عمر و عاص کو بھی اپنا بھائی کیوں نہ بنایا؟ کیوں کہ جس دن عمر و پیدا ہوا تھا تو اس نے دعویٰ کیا کہ میں نابغہ کے رحم میں نطفہ ڈالا تھا۔ اس کی کنجوی کی وجہ سے نابغہ نے ابوسفیان کے بجائے عمر و عاص کے حوالے کر دیا۔ حسان ابن ثابت نے دو شعر میں عمر و عاص سے کہا ہے کہ بے شک تیرا باپ ابوسفیان ہے۔

ہر آبر و باختہ زنا کار جو سمیہ، نابغہ، ہند، حمامہ، زرقة اور دیگر فاحشہ عورتوں سے وابستہ ہونے کا دعویٰ کر کے زیاد، عمر و معاویہ، ابوسفیان اور مردانہ کے باپ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

جس زمانے میں حضرت علیؓ کی طرف زیاد گورنر تھا تو معاویہ نے اسے خط لکھا تھا: تم جس جڑ سے ہو مجھے معلوم ہے۔ اس کے جواب میں زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی کہ جگہ خوارہ کے فرزند پر مجھے انہیٰ تجب ہے۔ جو منافقین کا سردار بھی ہے اور میرے حضرت علیؓ سے وابستہ ہونے پر مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔

جب زیاد کے بھائی ابو بکر کو معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنایا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس شخص نے اپنی ماں کے زانی ہونے کا اقرار کیا ہے اور اپنے باپ سے الگ ہو گیا..... جب معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے حج کیا اور مدینہ آیا تو زوجہ رسولؐ ام حبیبہ سے ملاقات کرنی چاہی لیکن ام حبیبہ نے

۱۔ الاستیحاب ج ۱ ص ۱۹۵ (المم الثاني ص ۵۷۵ نمبر ۸۲۵): تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۱۰ (ج ۱۹ ص ۵۷ انبر ۹۲۰): مختصر ابن عساکر (ج ۹ ص ۲۶)

۲۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲ (ج ۵ ص ۶)

اس سے بردہ کر لیا۔

استیحاب میں عبدالرحمن ابن حکم کی معاویہ سے نوک جھوک بھی نقل ہے اور اس کے چار شعر نقل کئے ہیں کہ کوئی معاویہ سے کہہ دے تو کیسے راضی ہو گیا کہ اپنے باپ کو زانی کہے، کوئی تیرے باپ کو شریف کہتا ہے تو تجھے غصہ آ جاتا ہے۔ ان شعروں کو دوسروں سے بھی منسوب کیا گیا ہے۔ (۱) زیاد کے اعلیٰ حلق پر دوسروں نے بھی طبع آزمائی کی ہے۔

ابن عساکر اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوسفیان طائف پہنچا تو ایک شراب خانے میں پہنچ کر اسکے مالک ابو مریم سلوی سے شراب مانگ کر پی۔ پھر کوئی عورت رات گزارنے کے لئے طلب کی، اس نے کہا: ایک بد بودار عورت سیہی ہے جو عبید کی بیوی ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر چہ اس کے پستان بڑے ہیں اور بغل سے بدبو آرہی ہے لیکن اسی کو لے آؤ۔ پھر اس سے زیاد پیدا ہوا اور معادیہ نے اپنا بھائی ہونے کا دعویٰ کیا۔

ابن عساکر ہی نے امن سیرین سے اور انھوں نے ابو بکرہ سے روایت کی ہے کہ زیاد نے ابو بکرہ سے کہا: تم دیکھ رہے ہو کہ امیر المؤمنین معاویہ کے میرے متعلق کیا ارادے ہیں۔ حالانکہ میں عبید کا فرزند اور اس سے مشاہد ہوں اور رسول خدا کی حدیث بھی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سواد و سرے سے اپنے کو منسوب کرے اس کا مکھانہ جہنم ہے۔ لیکن اسی زیاد نے ایک سال کے بعد اپنے کو ابوسفیان کا فرزند ہونے کا دعویٰ کیا۔ محمد بن اسحاق کہتا ہے کہ میں ابوسفیان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں زیاد نمودار ہوا ابوسفیان نے کہا: اس کی ماں پر افسوس ہے، کیا ہو جائے گا اگر کسی کو بخواہ پیدا دعویٰ کر دے۔ (۲)

جتناب معاویہ کی بیعت کر لی گئی تو زیاد اس کے پاس گیا اور مصالحت کر لی کہ دولاٹھورہم معاویہ اس کو دیا کریں گے۔ وہاں سے نکلا تو مصطفیٰ بن حمیدہ شیبانی سے ملاقات ہوئی۔ زیاد نے اس سے کہا کہ میں

۱-الآناني ج ۲۰۱۸ (ج ۲۰۱۸-۲۰۱۹)

۲- الحقد افڑیج ۳ مس ۲ (ج ۵ ص ۵-۶)؛ تارخ این عساکر ج ۵ ص ۳۰۹ (ج ۱۹ ص ۱۷۲)؛ تہذیب تاریخ این عساکر (ج ۵ ص ۳۱۲)؛ بخصر تاریخ این عساکر (ج ۹ ص ۵-۷)؛ تاریخ کامل ج ۳ مس ۱۹ (ج ۲ ص ۳۷۰ خدادشت ۳۲۲ ه)

تھیں میں ہزار در حرم دوں گا اگر تم معاویہ سے جا کر میری طرف سے دکالت کرو کہ اگر چہ زیاد نے ایران کے بری و بحری اقتدار کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے اس کے باوجود آپ سے صرف دولا کھ پر مصالحت کری ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ وہ صلح بر تا چاہتا ہے اگر وہ پوچھئے کہ وہ کیسے تو کہنا: چونکہ زیاد ابوسفیان کا فرزند ہے۔ مصلحہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ زیاد خود بھائی بننے پر آمادہ ہے تو ایک بزم منعقد کر کے ابومریم سلوی کو بلوایا اور اس سے پوچھا: تم کس بات کی گواہی دیتے ہو؟ ابومریم نے گواہی دی کہ ایک دن میرے پاس ابوسفیان تشریف لائے اور شراب کے بعد عورت کے طلبگار ہوئے۔ میں نے کہا: اس وقت میرے پاس صرف سیہے ہے۔ ابوسفیان نے کہا: اگر چہ وہ بد بودار ہے مگر لے آؤ۔ جب سیہے اس کے کمرے سے نکلی تو اس کی شرمنگاہ سے منی کے قطرے بیک رہے تھے۔ یہ سنر زیاد نے ابومریم کو ڈالنا: مخروقی! تم گواہ بن کر آئے ہو۔ گالیاں کیوں دیتے ہو۔ اس کے بعد معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنالیا۔^(۱)

عقد الفرید^(۲) میں ہے کہ ابوسفیان نے جمٹے والی سیہے سے ہم بستری کی اور عبید کے ستر پر زیاد پیدا ہوا چونکہ زیاد اپنے باپ کا فرزند^(۳) کہنے پکارا جاتا تھا۔ اچانک وہ پادشاہ وقت پکارا جاتا تھا۔ اسے زیاد بن ابیہ "یعنی زیاد اپنے باپ کا فرزند" کہنے پکارا جاتا تھا۔ اچانک وہ پادشاہ وقت کا بھائی بن گیا۔ ایسے شخص کا فرزند کہا جانے لگا جو شریف سمجھا جاتا تھا۔ یہ بات اس لئے بھی مناسب حال معلوم ہوتی ہے کہ خود معاویہ کے متعلق قطعی طور سے ثابت نہ تھا کہ کس کا فرزند ہے۔ پانچ، چھ بجالت کے زنا کار آدمیوں نے دعویٰ کیا اور معاویہ کی ماں حنده نے اسے ابوسفیان سے منسوب کر دیا۔ چونکہ معاویہ نے اسکو بے پدری کی شرمناک دلدل سے نکال لیا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ممکن طریقے سے معاویہ کی محبت اپنی طرف مبذول کرنے کی سعی کی۔ غیرت دار مسلمانوں کو چھانی دیکر، خاندان اہل بیت کو تباہی

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۲۱۹)؛ مردوں الذهب ج ۲ ص ۵۶ (ج ۳ ص ۱۶)؛ تاریخ ابن حارثہ ج ۵ ص ۳۰۹

ج ۱۹ ص ۲۷، انبر ۲۲۰۹ (ج ۹ ص ۲۷)؛ مختصر تاریخ ابن حارثہ (ج ۹ ص ۲۷)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۹۲ (ج ۴ ص ۲۷)؛ خوارش ۲۲۳ (ج ۴ ص ۲۷)؛ شرح

ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۰ (ج ۱ ص ۱۸)؛ الاتحاف ص ۲۲ (ص ۵)

۲۔ الحقد الفرید ج ۳ ص ۳ (ج ۵ ص ۵)

کے گھاث لگا کر یہ انتشار حاصل کیا۔ اس کی کہیوں تک پا کیزہ خون بھرا ہوا ہے۔ چونکہ معاویہ کو اپنا سیاسی اتوسیدھا کرنا تھا اس نے اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے باپ پر زنا کا شرمناک الزام لگ رہا ہے اور خلاف شریعت و سنت حرکت سرزد ہو رہی ہے۔

یونس ابن ابی عبید نے معاویہ سے کہا کہ تم نے سنت رسولؐ کے برخلاف زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ معاویہ نے کہا: پھر کہو۔ اس نے دوبارہ کہا، معاویہ نے کہا: اگر تم نے آئندہ یہ بات کی تو زندگی سے ہاتھ دھونٹھو گے۔ (۱)

اس شخص کا ایمان تو دیکھو کہ حدیث رسولؐ کی تکرار ہو رہی ہے لیکن اپنے سیاسی فائدہ کے لئے کوئی پرواہ نہیں کرتا بلکہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ ارباب انصاف ہی فیصلہ کریں۔

سعید بن میتب و ابن حمی کہتے ہیں کہ علائم یہ حکم رسولؐ کی مخالفت سب سے پہلے اس وقت ہوئی جب زیاد کو بھائی بنایا گیا۔

ابن حمی کہتے ہیں کہ عرب سب سے پہلی بیماری میں اس وقت بتلاع ہوئے جب امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا اور زیاد کو بھائی بنایا گیا۔ (۲)

حسن بصری کہتے ہیں کہ معاویہ کی چار حرکتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو ان کی تباہ کاری کے لئے کافی تھیں:

۱۔ اس امت پر احتقنوں کو مسلط کر دینا اور مهاجرین و انصار کے مشوروں کو نظر انداز کر دینا۔

۲۔ اپنے شراب اور زرق برق بینے کو اپنا جانشین بنانا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنانا جب کہ حدیث رسولؐ ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سنگ سار ہے۔

۱۔ الاتحاف ثہراوی ص (۲۲) (ص ۶۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۱۲ (ج ۱۹ ص ۷۸ نومبر ۲۲۰۹)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹ ص ۸۷)؛ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱ (ص

۳۔ اوائل سیوطی ص ۱۵

(۱) ۲۔ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کا قتل کیا۔

امام حسن نے فرمایا جبکہ وہاں معاویہ، عمر و عاصم، مروان موجود تھے: اے زیاد! تجھے قریش سے کیا نسبت تیری شریفانہ اصل کو تو میں جانتا ہی نہیں تیری ماں فاطمہ تھی جس سے بدکار لوگ لپٹے جب تو پیدا ہوا تو کوئی تیرے بآپ کو نہ جانتا تھا۔ (۲)

زیاد ایک بار معاویہ سے ملنے گیا۔ ایسے قسم تھے پیش کئے کہ جسے دیکھ کر معاویہ خوش ہو گیا۔ عین اسی خوشحالی کے درمیان زیاد نے منبر پر جا کر کہا:

اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کے لئے عراق کو رام کیا۔ ان سے ٹکس وصول کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے بھی اے زیاد تمہارے ساتھ کم احسان نہیں کیا۔ تمہیں ثقیف چیزیں پست خاندان سے اخھا کر قریش سے دامتکی کا اعزاز بخشتا اور یہ منبر دیا۔ اب تم زیاد بن عبید سے زیاد بن حرب کہے جاتے ہو۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تمہارے ماں باپ تم پر قربان ہو جائیں۔ (۳)

حاضرہ سکتو اری میں ہے کہ سب سے پہلا حکم الہی جو علائیہ پامال کیا گیا وہ زیاد کو بھائی بنا یا جانتا تھا حالانکہ خود ابوسفیان نے نادانستگی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کا نسب منقطع ہے لیکن جب معاویہ کو حکومت میں تو اسے اپنا بھائی بنا یا اور گورنری عطا کی، اپنے سے فریب اور قریب کیا۔ زیاد بن ابی جو ایک فاطمہ کا لڑکا تھا اس نے آل رسولؐ کے خلاف ہر قسم کے مظالم روار کے۔ (۴)

حضرت عمر معاویہ کو دیکھ کر کہتے کہ یہ فرزند ابوسفیان عرب کا کسری ہے۔ (۵) کیوں کہ وہ پہلا

۱۔ تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۸۱؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۷ (ج ۵ ص ۲۷۹)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۲۲۶) حوارث ۳۹۹ (ج ۲ ص ۲۱۳)؛ البدریۃ والبلہیۃ ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۸ ص ۱۳۹) حوارث ۲۰ (ج ۸ ص ۲۱۲)؛ محضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۰ (ج ۲ ص ۲۰۸) حوارث ۵۹ (ج ۲ ص ۲۰۹)۔
۲۔ الحسان والمساوی بحقیقتی ج ۱ ص ۵۸ (ج ۱ ص ۹۷)۔

۳۔ ابھی ابن درید ص ۲۷ (ص ۲۲۳)۔

۴۔ محضرات الاولیں کتو اری ص ۱۳۶ (اوائل ابن بلاں ص ۲۷)۔

۵۔ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۲ (المسلم اثاث ک ج ۲ ص ۲۷۱)؛ اسد الغائب ج ۲ ص ۲۸۱ (ج ۵ ص ۲۱۰)؛ الاصابة ج ۲ ص ۲۲۲ (نمبر ۷۷۹)؛ الاصابة ج ۲ ص ۲۲۲ (نمبر ۸۰۶۸)۔

انسان تھا کہ جس نے ایک فیصلہ رسول گوپروں تلے رومن اور زیاد پہلا شخص تھا جس نے اہل بیت رسول پر شرمناک ترین تشدد کیا۔ (۱) ابوسفیان نے مجھ اصحاب میں زیاد سے اپنی لاخلقی ظاہر کی اور اسے اسلامی میراث سے روکا۔ یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ معادیہ نے اسے اپنے سے قریب کر۔ حکم الہی مسترد کیا۔ (۲)

جس کی وجہ سے امت اسلامی بدترین مصیبت میں جلاء ہوئی۔

کسی کو جاہظ کے ان خیالات سے مجال انکار نہیں انھوں نے نبی اسمیہ کے متعلق اپنے رسائل میں لکھا ہے:

معادیہ نے ارباب شوریٰ اور مہاجرین و انصار پر استبدادی حکومت قائم کر دی اور جس سال کا نام اس نے عام الجماعت رکھا تھا سے عام الجماعت کے بجائے اختلاف و قہر و غلبہ کا سال کہنا چاہئے۔ اسی سال سے امامت ایرانی ملوکیت میں بدلتی گئی۔ خلافت نے قیصریت کی شکل اختیار کر لی۔ اسی سال سے گمراہی اور بدکاری کا اجتماع ہوا اور بے شمار جرائم پھوٹ ہے۔ یہاں تک حکم رسول ہے کہ لڑکا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے سکسار ہے حالانکہ امت متنققی کہ سیہہ نہ تو ابوسفیان کی یہوی تھی نہ اس کے بستر پر سوئی بلکہ صرف ابوسفیان نے اس سے زنا کیا تھا۔ معادیہ نے اس عقل کی تائید کر کے زیاد کو اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح بدکاری کے بعد وہ کفار کے جرگے میں شامل ہو گیا۔ (۳)

اگر معادیہ کے جرائم کا تجویہ کیا جائے تو یہ جرم بہت معمولی نظر آئے گا کیون کہ اس نے اپنے زمانہ اقتدار میں بے شمار احکام خدا اور رسول گوپروں تلے رومن، جس طرح حکم رسول "الولد للفراش" کا تیا پانچا کیا۔

۱۲۔ یزید کی ولیعہدی، سُکنین ترین پاپ

معادیہ کا ارباب حل و عقد، مہاجرین و انصار اور قیس صحابہ کو نظر انداز کر کے یزید کی ولیعہدی کے

۱۔ محاضرات الاداؤں سکتواری میں ۱۶۳

۲۔ محاضرات الاداؤں سکتواری میں ۲۳۶

۳۔ رسالہ انبیٰ جاہظ میں ۲۹۳ (رسائل الماجھر الرسائل الکلامیہ میں ۲۲۱)

لئے سی و کوشش کرنا بھی انک ترین پاپ بلکہ جسم گناہ تھا۔ حکومت پا کے اول روز ہی سے قبر و استبداد اور شرمناک مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یزید وہ اس فکر میں تھے کہ اپنے بعد یزید کو ولیعہد بنادیں اور لوگوں سے اس سلسلہ میں جس طرح بھی ہوبیت لے لیں تاکہ اموی حکومت موروثی بن کے دوای خلیل اختیار کر لے۔ سات سال تک اسکے لئے فضا ہموار کی اور اپنوں کو انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ (۱) کبھی دل کی بات ظاہر کی کبھی چھپائی چونکہ زیادت سخت ترین مخالف تھا۔ و ۵۲ میں چل با تو جعلی خط لوگوں کو دکھایا جس میں اس بات کا عہد تھا کہ معاویہ کی حکومت یزید کو ٹھی چاہئے۔ مآتی کے مطابق اس طرح وہ فضا ہموار کر رہے تھے۔ (۲)

امام حسن کی زندگی تک بھی ہمت نہ ہوئی۔ ان کی شہادت کے بعد فضا ہموار کرنے لگے۔ (۳) این کثیر لکھتے ہیں (۴) کہ معاویہ نے ۵۶ میں لوگوں کو ہبیت یزید کی دعوت دی۔ اس بات کا ارادہ اصل میں مغیرہ بن شعبہ نے دل میں ڈالا تھا۔ معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا۔ مغیرہ سخت شرمندہ ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنی ولیعہدی کے لئے باپ پر دباؤ ڈالو۔ یزید نے باپ سے ولیعہدی کا تقاضہ کیا۔ معاویہ کو مغیرہ کی بات پسند آئی اور کوفہ کی گورنری پر بحال کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس سلسلہ میں فضا ہموار کرے۔ مغیرہ نے زیاد سے خط و کتابت کی چونکہ زیاد کو یزید کے فرق و فنور اور بدکاریوں کی اخلاقی تھی۔ اس لئے مخالفت کی اور اپنے دوست عبید بن کعب کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ معاویہ کو اس کام سے باز رکے۔ یزید نے اس کے بعد عملاً اس کام سے علیحدگی اختیار کر لی۔ زیاد کی موت کے بعد معاویہ نے اس سلسلہ میں سی شروع کر دی۔ (۵)

۱۔ الحدائق ۲۰۲ ص (ج ۳ ص ۱۶۱)

۲۔ الحدائق ۲۰۲ ص (ج ۳ ص ۱۶۱)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۷۰ (ج ۵ ص ۳۰۳ حادث ۱۵۰)

۳۔ استیواب ج ۱۳۲ ص (قسم الاول ص ۳۹۱ نمبر ۵۵۵)

۴۔ البدری والہبی ج ۸ ص ۷۹ (ج ۸ ص ۸۸۶ حادث ۱۵۰)

۵۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۳۰۱ حادث ۱۵۰)

دوسرارخ

اصل میں یزید کی ولیعہدی کا ڈھونگ مغیرہ نے رچایا تھا۔ معاویہ نے چاہا کہ مغیرہ کو نے کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن عاص کو مقرر کر دے۔ بظاہر تو مغیرہ نے بے تلقی ظاہر کی لیکن یزید سے چکپے سے کہا کہ تمام مہاجرین و انصار اٹھتے جا رہے ہیں۔ صرف ان کے صاحب زادگان ہی باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ اسکی ولیعہدی کے لئے کوشش کیجئے۔ معاویہ نے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے؟ مغیرہ نے کہا: ضرور ممکن ہے۔ پھر یزید نے اس بات کو باپ سے کہا۔ معاویہ نے اسے بلا کر پوچھا، مغیرہ نے کہا: آپ سب کیجئے کوئی خلافت نہ کرے گا۔ واپس آکر مغیرہ نے لوگوں سے کہا: میں معاویہ کے پاؤں دلدل میں ڈال دیں ہیں جس سے کبھی نکل نہیں سکتے۔ امت محمدؐ کے اس زخم کا کبھی درماں نہ ہو سکے گا۔

مغیرہ نے کوئی پیش کر ہوا خواہاں نبی امیہ کے سامنے ولیعہدی کا معاملہ رکھا، حاضرین نے اس کی بیعت کی۔ دل یا اس سے زیادہ افراد کا وفد معاویہ کے پاس بھیجا ہرا ایک کوتیس ہزار دیکھ مویاب بن مغیرہ کو سربراہ وفد بنا یا۔ وہاں معاویہ نے مویاب سے پوچھا: تمہارے باپ نے ان لوگوں کا مذہب کتنے میں خریدی؟ جواب دیا: تیس ہزار میں۔ معاویہ نے کہا: بہت ستارہا۔ بعض نے وفد میں چالیس افراد بھی لکھے ہیں اور سربراہ وفد اپنے بیٹھے عروہ کو بنا یا تھا۔ معاویہ نے ارادہ پکا کر لیا تو زیاد کو خط لکھا۔ زیاد نے عبید کو معاویہ کے پاس بھیجا کر اس خیال سے بعض رکھے کیوں کہ مسلمانوں کی امامت تھیں اور نازک ترین مسئلہ ہے۔ اس کام میں سستی بر تنا چاہئے۔ عبید نے کہا: تم معاویہ کو اس خیال سے بعض نہیں رکھ سکتے۔ زیاد نے معاویہ کو لکھا کہ لوگ یزید کی بیعت کے مقابل ہیں، پہلے یزید کی بدکاریوں پر پابندی لگنی چاہئے۔ عبید معاویہ کے پاس آیا۔ نتیجہ میں یزید نے بہت سے تھیں پاپ کو بظاہر ترک کر دیا۔ زیاد کے مرنے کے بعد ایک لاکھ در ہرم عبد اللہ بن عمر کے پاس بھیجا لیکن ابن عمر نے یہ کہہ کے انکار کر دیا کہ میراد این اس قدر مستانہیں ہے۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۷۹، ۱۶۹ (ج ۵ ص ۳۰۳، ۳۰۲ حوار ش ۲۵۵)؛ تاریخ کابل ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۵ (ج ۲ ص ۵۰۹ حوار ش ۲۵۶)۔

شام میں بیعت یزید اور امام حسنؑ کا قتل

معاویہ کے حکم سے گورزوں کا وفد شام پہنچا۔ اخف بن قیس بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ معاویہ نے خحاک بن قیس کو بلا کر کہا کہ جب میں منبر پر خطبہ ختم کر چکوں تب تم مجھ سے تقریر کی اجازت مانگنا۔ پھر تقریر کے درمیان یزید کی تعریف و ستائش کر کے مجھ سے اس کی ولیعہدی کا مطالبہ کرنا۔ کیوں کہ میں یہ تبیر کر چکا ہوں کہ یزید کو اپنا جائشین بنا دوں۔ اس سلسلہ میں خدا سے دعا ہے کہ بغیر معاملہ طئے پا جائے۔ پھر عبد الرحمن بن عثمان ثقفی، عبد اللہ بن سعدہ فزاری، ثور بن معن سلی اور عبد اللہ بن عاصم کو طلب کر کے حکم دیا کہ تم لوگ خحاک کی تائید کرنا اور یزید کی جائشیں کا مجھ سے مطالبہ کرنا۔ (۱)

معاویہ نے تقریز کی اور جیسا کہ اس کے دل میں تھا لوگوں نے جائشی یزید کا مطالبہ کیا۔ معاویہ نے کہا کہ اخف کہاں ہے، کیا تم تقریز نہیں کرو گے؟ اس نے تقریر میں کہا کہ لوگ سخت ازمائش میں مہلا ہیں... اے امیر المؤمنین! آپ کا چل چلا ڈھے اس لئے غور کیجئے کہ اپنے بعد کے اپنا جائشین بناتے ہیں؟ آپ معاشرے کے منادات کو پیش نظر رکھئے اور دیکھئے کہ کس قدر لوگوں کی اطاعت حاصل کر سکیں گے۔ جب تک امام حسن زندہ ہیں لوگ یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ (۲) یہ سن کر خحاک نے غصہ میں کھڑے ہو کر کہا: عراق والے منافق ہیں، وہ اتحاد کے بجائے افتراق کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا دین ان کی خواہش ہے۔

غزوہ و نادانی ان کا شعار ہے۔ خدا کا ذرا بھی لاملا ظہیں، ابلیس کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ دوستوں کے لئے مفید نہیں، دشمن کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتے، ان کی باقوں پر توجہ دیجئے۔ امام حسنؑ کو بھلا ایسی خلافت سے کیا مطلب؟ معاویہ جسے چاہے اپنا جائشین بنائے۔ (۳)

۱۔ الامامة والسياسة (ص ۱۳۵) محاویہ فی یہود یزید

۲۔ الامامة والسياسة (ص ۱۳۷) مقال الاحتفظ بن قیس

۳۔ الامامة والسياسة (ص ۱۳۸) امار الخحاک بن قیس علیہ

پھر احمد نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ بھگدار ہیں، آپ نے امام حسن سے مسلم میں کچھ عہد و پیمان کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو زور زبردستی سے قبضہ میں نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ نے امام حسن سے بد عہدی کی تو امام حسن کی پشت پر شہسواروں کی فوج ہے۔ آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عراقی آپ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ وہ کبھی آپ کے دوست نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ امام حسن اور ان کے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی مدح میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ جن کی وجہ سے لوگ ان کے دوستدار ہیں۔ جنگ صفين کے کہنے آپ کے خلاف آج بھی برقرار ہیں۔ خدا کی قسم اعراب و اے حضرت علیؑ سے زیادہ امام حسن سے محبت کرتے ہیں۔ (۱)

پھر عبد الرحمن نے انہ کریزید کی ستائش کی اور معاویہ کو جانشی پر ابھارا۔ (۲) معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: لوگو! شیطان کے دوست اور بھائی ہیں۔ جنہوں نے حماقہ قائم کر رکھا ہے۔ انہیں کی زبان سے بولتا ہے، فتنہ و فناق پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اس وقت تک راہ راست پر نہ آئیں گے جب تک ذلت و مصیبت سے دوچار نہ ہوں۔ پھر اس نے خحاک کو کوفہ کا اور عبد الرحمن کو عراق کا گورنر بنادیا۔ اسوقت احمد بن قیس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیزید دن رات کیسی حرکتیں کرتا ہے، کہاں آتا جاتا ہے۔ لہذا خوشودی خدا کا تقاضہ ہے کہ اس بارے میں امت سے مشورہ کر لیجئے۔ جبکہ آپ خود آخرت کا رخ کرچکے ہیں۔ بیزید کے لئے دنیامت سنواریے۔ کیوں کہ آخرت صرف عمل صالح ہی سے سنورتی ہے۔ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نے بیزید کو حسن اور حسین پر مقدم کیا، فضیلت دی حالانکہ آپ خود جانتے ہیں کہ وہ کس مرتبہ پر فائز ہیں تو پیش خدا کوئی عذر نہ تراش سکیں گے۔ ہمارا کام تو فقط یہ ہے کہ خدا کے احکام پر بے چوں و چرا عامل کریں۔ (۳)

پھر یہ کہ خدا آپ نے امام حسن سے عہد کیا تھا کہ خلافت میرے بعد امام حسن کے پردہ ہوگی۔ اس

۱۔ الامامة والسياسة (مس ۱۳۸) ۶۱ اجاتب بالاحتفظ بن قيس

۲۔ الامامة والسياسة (مس ۱۳۶) ماقول عبد الرحمن بن مثان

۳۔ الامامة والسياسة (مس ۱۳۲-۱۳۸) (ج ۱۳۲-۱۳۸)

لئے چارونا چار امام حسن کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ابو الفرج اصفہانی لکھتا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لئی چاہی، سب سے بڑی رکاوٹ امام حسن اور سعد بن وقاص تھے۔ اس لئے اس نے امام حسنؑ کو زبرد دینے کی ٹھان لی۔ (۱) معاویہ کا، قاتل امام حسنؑ ہونا آگے تفصیل سے بیان ہو گا۔

عبد الرحمن بن خالد اور بیعت یزید

معاویہ نے ایک دن شامیوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! میں بوزھا ہو گیا ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا جانشین ہنادوں۔ تم لوگ اپنی رائے دو۔ لوگوں نے صحابی رسولؐ اور دشمن علی عبد الرحمن بن خالد کا نام پیش کیا۔ معاویہ کو سخت ناگوار گزرا لیکن اپنا غصہ چھپایا۔ کچھ دن بعد عبد الرحمن یہاڑ ہوئے۔ معاویہ نے اپنے یہودی طبیب ابن آثار کو بیچ کرتا کید کر دی کہ شربت میں زبرگھول کر پلا دو۔ شربت پیتے ہی اس کے کلیج کے بلوے گرنے لگے اسی کے اثر سے عبد الرحمن ہرگئے۔ کچھ دن بعد مہاجرین خالد نے گھات لگا کر رات میں اس طبیب کو قتل کر دا۔

آنکی میں ہے کہ لوگوں نے مہاجر کو قید کر کے معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ معاویہ نے پوچھا: تم نے میرا طبیب کیوں مار دا؟ مہاجر نے جواب دیا: مامور کو قتل کیا ہے ابھی آمر و حاکم باقی ہے۔ ”میں نے ہتھیار کو قتل کیا ہے ابھی ہاتھ باقی ہے“ (۲)

ابو عمر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ تفصیلی ہے میں نے منخر لکھا ہے۔ اس واقعہ کو عمر بن شہر نے اخبار مدینہ میں اور دیگر موئین نے بھی لکھا ہے۔ یہ واقعہ ۲۷ میں پیش آیا یعنی یزید کے قضیہ چھڑنے کے دو سال بعد۔

۱۔ مقاتل الظالمين ص ۲۹ (س ۸۰)

۲۔ استیاط (القسم الثاني ص ۸۲۹ نمبر ۱۳۰۲)؛ الآلغانی ج ۵ ص ۱۳ (ج ۱۶ ص ۲۰۹)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۸ (ج ۲۷ ص ۲۲۷)

سعید بن عثمان

عثمان کے بیٹے سعید نے خراسان کی گورنری مانگی۔ معاویہ نے کہا: وہاں کا گورنر ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا: میرے باپ ہی کی وجہ سے آپ اس عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے آپ کو ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ آپ تو یزید کو میرے اوپر برتری دیتے ہیں۔ حالانکہ میرے ماں باپ اس کے ماں باپ سے افضل ہیں۔ معاویہ نے کہا: میں نے عثمان کا حق ان کی خونخواہی کا مطالبہ کر کے ادا کر دیا۔ جہاں تک ماں باپ کے افضل ہونے کا سوال تھا، مخدعاً عثمان اور نانکہ مجھ سے اور میری بیوی سے افضل تھے۔ اب تیری برتری کی بات بھل ہے۔ میں یزید پر تجھے برتری ہرگز نہیں دے سکتا۔ یزید نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ آپ کے چھپرے بھائی ہیں۔ آپ کو ان کے معاملہ میں غور و فکر کرنی چاہئے۔ (۱)

ابن قتیبہ کے مطابق جب معاویہ شام پہنچا تو سعید جو بد معاش اور طرار تھا۔ اس نے معاویہ سے کہا: آپ میرے یا یزید کے لئے بیعت کیوں نہیں لیتے؟ اور پھر وہ ساری باتیں جو بیان ہوئیں ان کا آپس میں مکالہ ہوا۔ (۲) ابن عساکر کا خیال ہے کہ مدینہ والے سعید کو چاہتے تھے اور یزید سے نفرت کرتے تھے اور پھر اس سلسلہ میں ساری باتیں ہوئیں۔

بیعت یزید کے متعلق معاویہ کے خطوط

معاویہ نے مردان کو خط لکھا کہ میں بوز حاہو چکا ہوں اس لئے اپنے بعد اختلاف امت سے بچنے کے لئے کسی کو جانشین بنا ناچاہتا ہوں۔ لیکن مدینے والوں کی رائے کے بغیر یہ بات حلئے نہیں پاسکتی۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے اس معاملے کو پیش کر کے ان کے جواب سے مطلع کرو۔ مردان نے لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں نے کہا: اچھی بات ہے۔ لیکن معاویہ کو نام بھی پیش کرنا چاہئے۔ مردان نے معاویہ کو

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۷۶ (ج ۵ ص ۳۰۵ حادث ۲۵۰)؛ البدریہ والہلیہ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰، ۸۵ (ج ۸ ص ۸۶، ۸۵ حادث ۲۵۵)۔

۲۔ الامانۃ والیاست ج ۱ ص ۱۵۱ (ج ۱ ص ۱۶۲)

خط لکھا تو اس نے یزید کا نام پیش کیا۔ جب یہ بات مذینے والوں کو معلوم ہوئی کہ معاویہ اپنے بیٹے یزید کو جانشین بنانا چاہتا ہے تو عبد الرحمن ابن ابی بکر نے تقریر کی کہ بخدا! اے مروان! تو نے غلط کہا۔ معاویہ بھی غلطی پر ہے اور تم لوگ بہترین شخص کو چھوڑ کر حکومت کو شہنشاہیت میں بدلا چاہتے ہو۔ مروان نے عبد الرحمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسی شخص کے لئے قرآن میں نہمت وارد ہوئی ہے کہ (بہرہ) شخص کے جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ واے ہو تم پر) یہ سکر عائشہ نے پس پردہ چلا کر کہا کہ تو نے عبد الرحمن کے لئے اسی بات کہی۔ بخدا تو جھوٹا ہے، یہ آیت فلاں شخص کے لئے نازل ہوئی۔ البتہ تیرے اوپر رسول نے بارہ الغت کی ہے۔ (۱)

امام حسین نے کھڑے ہو کر معاویہ کی تجویز کی نہمت کی۔ عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر نے بھی نہمت کی۔ مروان نے یہ سارا ماجرہ معاویہ کو لکھ دیا۔ اس سے پہلے معاویہ نے اپنے گوزوں کو خط لکھ کر یزید کی تعریف کے پل باندھے تھے۔

اور انہیں تاکید کی تھی کہ اس سلسلہ میں اپنے بھائی سے وفوڈ بھیجن۔ اس حکم کے مطابق محمد ابن عمرہ مذینے سے اور اخفاف ابن قیس بصرے سے آیا۔ محمد نے معاویہ سے کہا کہ ہر حاکم پر ذمہ داری ہے کہ امت محمدؐ کے لئے کیسے شخص کو حاکم بناتا ہے۔ اس کی باتوں سے معاویہ سخت برہم ہوا اور واپس کر دیا۔ اخفاف کو حکم دیا کہ یزید کی ملاقات کے لئے جائے۔ جب وہ واپس آیا تو پوچھا: اپنے بھائی کو کیسا پایا؟

۱۔ مسند رک حاکم (ج ۳ ص ۸۱) (ج ۳ ص ۵۷) (ج ۳ ص ۵۷) (ج ۳ ص ۵۷)؛ تفسیر قرطبی (ج ۱۶ ص ۱۹) (ج ۱۶ ص ۱۳)؛ تفسیر کشاف (ج ۳ ص ۹۹) (ج ۳ ص ۲۰۲)؛ الفائق فی غریب الحدیث (ج ۲ ص ۳۲۵) (ج ۳ ص ۱۰۲)؛ تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۵۹) (ج ۳ ص ۱۳)؛ نہایۃ ابن امیم (ج ۲ ص ۲۸) (ج ۲ ص ۲۸)؛ نہایۃ ابن امیم (ج ۲ ص ۳۲) (ج ۳ ص ۲۵۲)؛ شرح ابن ابی المدین (ج ۲ ص ۵۵) (ج ۲ ص ۱۵۰)؛ خطبہ (۲۷)؛ تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ طبری (ج ۲ ص ۱۲) (ج ۲ ص ۱۲)؛ الاجابة زرشی (ص ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸)؛ باب ۲، فصل ۸؛ تفسیر نعلی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن (ج ۲ ص ۳۲) (ج ۳ ص ۱۳۲)؛ الصواب عن آخر قد مص (۱۰۸)؛ ارشاد الساری (ج ۷ ص ۳۲۵) (ج ۱۱ ص ۲۹)؛ لسان العرب (ج ۹ ص ۳۷) (ج ۱۰ ص ۲۷)؛ در منشور (ج ۳ ص ۳) (ج ۷ ص ۶۹)؛ حیاة الحجۃ ان دہیری (ج ۲ ص ۳۹۹) (ج ۲ ص ۳۲۲)؛ المسیرۃ الاحلیۃ (ج ۱۱ ص ۲۷) (ج ۱۱ ص ۲۷)؛ تاج المرود (ج ۵ ص ۵۵) (ج ۵ ص ۲۰)؛ تفسیر روح البیان آلوی (ج ۳ ص ۴۰)؛ سیرہ نبویہ یزیدیہ دلان (ج ۱۱ ص ۲۲۵) (ج ۱۱ ص ۱۱)۔

احف نے جواب دیا:

میں نے اس کو عیش و نشاط میں ڈوبا ہوا الہڑ جوان ہی پایا ہے۔ کچھ دن بعد جب تمام گورنمنٹ تھے معاویہ نے خواک ابن قیس سے کہا کہ میں کچھ تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ جب ختم کروں تو تم مجھ سے بیتے یزید کا تقاضہ کرنا۔ معاویہ نے اپنی تقریر میں اسلامی انتظام اور احترام کی اہمیت نیز حق اور خلافت کے متعلق تقریر کی، درمیان میں یزید کا نام بھی لایا اور اس کے متعلق لوگوں کو ابھارا۔

خواک نے اٹھ کر حمد و شانے الہی کے بعد کہا کہ لوگ آپ کے بعد ایک حاکم کے مقام ہیں اور تجویں نے ہم کو بتایا کہ اتحاد ملت خوزیزی کو روکتا ہے اور اسی میں امن و صلاح ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یزید خوش اخلاق اور نیک چلن ہے، علم، حلم اور تدبیر سے بھی آراستہ ہے۔ آپ اسی کو اپنا ولی عہد بنائیں تاکہ آپ کے بعد ہمارا پشت پناہ رہے۔ عمر ابن سعید اشدق نے بھی اسکی ہی تقریر کی۔ پھر یزید ابن معن نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر لوگ یزید کو نہ پسند کریں گے تو تکوار کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کے لئے یہ ہے۔ معاویہ نے کہا: بیہق جاؤ تم شہنشاہ خطابت ہو۔

اس کے بعد تمام گورزوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعد معاویہ نے احف سے رائے مانگی تو اس نے کہا کہ اگر صحیح رائے دوں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور غلط رائے دوں تو خدا کا ذر ہے۔ آپ یزید کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ اس کی آمد و رفت کہاں ہے، اس کی چال ڈھال کیسی ہے؟ اگر خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں تو اس سے بازاً یہ ہم تو بہر حال آپ کی اطاعت کریں گے۔ ایک شایی نے کھڑے ہو کر کہا: پنج بیس یہ عراقی دیہاتی کیا کواس کرتا ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ تکوار کے زور پر آپ کی بات منوائیں۔ اس کے بعد لوگ تفرق ہو گئے۔ معاویہ نے دوستوں کو انعام و اکرام سے نواز اور مخالفوں کے ساتھ نزدی کا برداشت کیا۔ اس طرح زیادہ تر لوگ بیعت یزید کے لئے آمادہ ہو گئے۔ (۱)

۱۔ الحقد اقریب ج ۲ ص ۳۰۲-۳۰۳ (ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۱)؛ تاریخ ابن کامل ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۳ (ج ۲ ص ۵۰۹) حدائق میں (ج ۱۰)

دوسری صورت

موزخین نے لکھا ہے کہ معاویہ نے شہادت امام حسن کے پچھوں کے بعد شام والوں سے یزید کی بیعت لی۔ اس کی بیعت کی تمام گورنزوں کو اطلاع دیدی۔ مدینہ کا گورنر مروان تھا۔ اسے حکم دیا کہ قریش اور تمام معززین کو بیعت یزید کے لئے آمادہ کرو۔ مروان چونکہ نتیجہ جانتا تھا اس لئے پس وپیش کرنے کا پھر معاویہ کو لکھا کہ آپ کے قوم و قبیلے کے افراد بیعت یزید سے کترار ہے ہیں۔ اب اپنی رائے لکھنے تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ معاویہ نے سمجھ لیا کہ مروان ٹال مٹول کر رہا ہے۔ اس لئے لکھا کہ تھیں گورنری سے معزول اور سعید بن عاص کو متعین کیا جاتا ہے۔ مروان خط پڑھتے ہی آگ گول ہو گیا۔ اپنے خاندان اور بنی کنانہ کو جو اس کے نہایی رشد دار تھے جمع کر کے ان سے شکوہ ریز ہوا کہ بغیر کسی سے مشورہ لئے بیعت یزید کی سمجھی کر رہا ہے۔ بنی کنانہ نے اس سے کہا کہ ہم تمہارے تیر و تکوار ہیں، تم جس سے کہو گے اس سے جنگ کریں گے۔ مروان ان لوگوں کو ساتھ لے کر دمشق پہنچا۔ دربان نے مروان کے ساتھ انبوہ کیشہ دیکھ کر واخی کی اجازت نہیں دی۔ مروان نے دربان کی اچھی طرح پٹائی کر دی اور دربار میں داخل ہو گیا۔ اور بعنوان خلیفہ سلام کر کے معاویہ سے کہا۔ پھر تقریر میں خدا کی قدرت کا تذکرہ کر کے کہا کہ کوئی بھی قدرت خداوندی سے باہر نہیں جاسکتا۔ ہم نے تمہاری ہر طرح مدد کی آب تم راہ راست سے بھک رہے ہو۔ دیکھو چوکروں کو عنان حکومت تھا کے اسلام کی تباہی کا سامان مت کرو۔

معاویہ کو مروان کی باتوں پر غصہ توہہت آیا لیکن غصہ کو پی کر نری سے مروان کا ہاتھ تھام کر بھیچا پھر کہا: خدا نے ہر حقدار کا حق میں کیا ہے۔ اور مجھے معزز محترم قرار دیا ہے۔ تمہارے آنے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سر آنکھوں پر ہو۔ تم میرے بعد دوسرے نمبر کے آدمی ہو۔ پھر اسے اور تمام وفد کے ارکان کو انعام و جائزہ سے نوازہ اور مروان کا ہزار دینار مشاہرہ میں کر دیا۔ سب کو ایک ایک لاکھ فور اعطاطا فرمایا۔

سعید بن عاص کے نام معاویہ کا خط

معاویہ نے گورنر مدینہ سعید کو نظر لکھا کہ لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دے اور جو لوگ آمادہ ہوں یا

انکار کریں اسکے نام لکھ بھیجو۔ خط بختی سعید نے حق سے عمل کیا۔ لیکن چند کے علاوہ کسی نے بیعت نہ کی۔ خاص طور سے بنی ہاشم کی ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سعید نے تمام واقعہ معاویہ کو لکھ بھیجا کر لوگ اس سے کترار ہے ہیں۔ بنی ہاشم کی تو ایک فرد نے بھی بیعت نہ کی۔ سب سے زیادہ مخالفت میں آگے آگے عبد اللہ بن زبیر ہے۔ اگر میرے پاس معتقد ہے جنکی سوار ہوتے تو اسے دھر پکڑتا۔ اب آپ آکر حالات سے پٹٹے۔

معاویہ نے ابن عباس، ابن زبیر، عبد اللہ بن حضیر اور امام حسین کو خطوط لکھئے اور سعید کو تکید کی کہ ان کے جوابات میرے پاس جلد ارسال کرو۔ سعید نے جواب دیا: تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ مدینے والے قلعی بے اعتنائی بر ت رہے ہیں۔ خاص طور سے بنی ہاشم۔ ابن زبیر کی رائے بھی معلوم ہو چکی ہے۔ دوسرے رو ساء کو خط لکھ کر ان کے جواب میرے پاس بھیجو۔ سب سے زمی و عطوفت سے چیز آؤ۔ اپنا ارادہ محکم رکھنا، خاص طور سے امام حسین کا احترام ملحوظ رکھنا کیوں کہ وہ تمہارے رشتہ دار ہیں اور ان کا عظیم حق ہماری گرفتوں پر ہے۔ کسی مسلمان کو ان کے حق سے انکار کی جمال نہیں۔ وہ شیر دل وہ بہادر بھی ہیں۔ مجھے ذر ہے کہ اگر تم ان سے بحث و مباحثہ پر آمادہ ہوئے تو ملکت کھا جاؤ گے۔ لیکن ابن زبیر درمنہ ہے وہی روڑا اٹکائے گا۔ اس سے احتیاط بر تو۔ میں خود بھی جلد ہی آ رہا ہوں۔ والسلام (۱)

امام حسین کی رشتہ داری اور حق عظیم کا اعتراف بڑی بات ہے۔ لیکن جن لوگوں کے سامنے صرف دنیا ہو وہ آخرت کے اندر ہے ہو جاتے ہیں۔ اخلاقی دلوالیہ پن، صلد رحم اور حق شناسی کے تمام وسائل مسدود کر دیتا ہے۔

معاویہ کا خط حسین کے نام

مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ایسے کام کئے ہیں جنکا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ ایسے شخص کی بیعت کو باقی

رکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ہے آپ اس سے رخ نہ موڑیے۔ درست پر یشانوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا سے ڈریے اور امت کو فتنہ میں بٹانا نہ سمجھے۔ اپنی اور دین محمدی ہی مصلحتوں کا خیال رکھئے۔ کہیں بے ایمان لوگ آپ کو راست سے دور نہ کر دیں۔

امام حسین نے جواب دیا: تمہارا خط ملا، تمہارے لکھنے کے مطابق میں نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جنکا تفصیل گمان بھی نہ تھا۔ انسان کو راست کی توفیق صرف خدا ہی دیتا ہے۔ تم سے جن چلنگروں نے میرے خلاف باتیں کیں ہیں وہ گمراہ ہیں۔ میں جنگ یا اختلاف کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تم نے جن مقدسات کو پاہماں کیا ہے اور تمہاری ظالم ٹولی نے جو خون بھائے ہیں میں ان سب کو دیکھ رہا ہوں۔ (۱)

معاویہ نے عبد اللہ ابن جعفر کو خط لکھا کہ تم جانتے ہو کہ میں تمہیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں، تمہارے خاندان پر میری عنايت کی نظر ہے لیکن مجھے تمہارے متعلق ناخوشگوار اطلاع ملی ہے۔ اگر تم نے یزید کی بیعت کی تو شکریہ ادا کرو گا اور اگر بیعت سے کتراؤ گے تو مجبور رونگا۔

عبد اللہ ابن جعفر نے جواب دیا کہ تم نے لکھا ہے کہ تم مجھے دوسروں پر ترجیح دیتے ہو اگر ایسا کرتے ہو تو اپنی خوش بختی کا سامان کرتے ہو اور اگر ہاتھ روکتے ہو تو تقصیر کرتے ہو۔ تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا جائیگا تو سن لو اپنی جان کی قسم! کل میں نے تفصیل اور تمہارے باپ کو اسلام لانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ اور تم بے رغبت اور اضطرار کی حالت میں مسلمان ہوئے تھے۔ (۲)

معاویہ نے عبد اللہ ابن زیبر کے خط میں کچھ اشعار لکھ کر سمجھے کہ جن کا مفہوم یہ تھا کہ میرے حلم سے تم بہت زیادہ گستاخ ہو گئے ہو، تم دو غلام پن کر رہے ہو۔ تم سے پہلے الیس نے بھی دو غلام پن کیا تھا اور اس نے خود اپنا ہی نقسان کیا۔ چنانچہ وہ معزز و محترم تھا پھر ملعون ہو گیا۔

ابن زیبر نے جواب میں یہ اشعار لکھ کر ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں جس نے ظالموں کو رسوا کیا۔ جو شخص خدا کے حلم کے مقابلے میں گناہ کی جمارت کر رہا ہے کیا وہ منفروہ ہو گیا ہے۔ اگر تم نے

۱۔ الامامة والسياسة ج امس ۱۳۳ (ج امس ۱۵۵) بحثہ الرسائل ج ۲ ص ۲۷

۲۔ الامامة والسياسة ج امس ۱۳۷ - ۱۳۸ (ج امس ۱۵۳ - ۱۵۵)

اپنے منصوبے پر عمل کیا تو میں تکوار سے جواب دوں گا۔ (۱)

مدینے میں بیعت یزید

معادیہ نے سن ۵۵ھ میں حج کا سفر کیا اور سن ۵۶ھ میں عمرہ کا سفر کیا۔ دونوں سفر میں اس کا خاص مقصد یزید کی بیعت کے لئے فضا ہموار کرنا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بات چیت کی اور اصحاب نیز معزز شخصیتوں سے تبادلہ خیال کیا۔ مورخین نے ان دونوں سفر کو باہم گذبہ کر دیا ہے۔

پہلا سفر

ابن قتبہ (۲) کے مطابق بیعت یزید کا تذکرہ نہیں کیا، جب مدینے آیا لوگ اس کے استقبال کے لئے آئے۔ عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن جعفر، عبد اللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زیر کے پاس آدمی بھی کر بلوایا۔ پھر اپنے دربان کو حکم دیا کہ جب تک یہ لوگ میرے پاس موجود ہیں کسی کو بھی اندر نہ آنے دینا۔ جب یہ لوگ بیٹھے تو معادیہ نے شکر خدا ادا کرنے کے بعد رسول خدا پر صلوٰات پڑھی پھر کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یزید کو اپنا جانشین بنادوں۔ بیٹھے امید ہے کہ تم لوگ بھی اسے پسند کرو گے۔ میں حسن و حسین کی موجودگی میں اس لئے یہ بات نہیں رکھنا چاہتا کہ یہ لوگ فرزند رسول ہیں۔ اب تم لوگ امیر المؤمنین کے سامنے صحیح رائے پیش کرو۔

عبد اللہ ابن عباس نے حمد و ثناء اللہ کے بعد کہا کہ ہم نے تمہاری بات سن لی۔ خدا نے اپنے رسول گوہی کے ذریعہ امت کی تبلیغ پر محیمن کیا۔ اس لئے انہیں کے خاندان کے لوگ حکومت کے زیادہ سزاوار ہیں۔ امت کو حکم رسول کی اطاعت کرنی چاہیے۔

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱۰ ص ۱۳۸۔ ۱۵۳۔ ۱۵۵ (ج ۱۰ ص ۱۵۳۔ ۱۵۵)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱۰ ص ۱۳۸

پھر عبد اللہ ابن جعفر نے تقریر کی کہ قرآن کی روشنی میں یہ خلافت رسول کے قرابداروں کا حق ہے اور اگر عمر و ابوبکر کے طریقے پر عمل کیا جائے تو خاندان رسول کے افضل شخص کو حکومت اسلامی پر درکرنی چاہیے۔ خدا کی قسم! اگر لوگوں نے ایسا کیا ہوتا تو اسلام ہمیشہ ترقی پذیر رہتا، اور حکم خدا پر عمل ہوتا رہتا آپس میں اختلاف و گشت و خون بھی نہ ہوتا۔ آپ کو اس سلسلے میں لوگوں کی مصلحتوں کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ قیامت میں آپ سے باز پرس ہو گی۔ آپ نے حسن و حسین کو دعوت نہ دیکرا چھا کام نہیں کیا۔ ان دونوں کی مرضی کے بغیر یہ کام مکمل بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ معدن علم و فضیلت ہیں آپ مانئے یا نہ مانئے۔

پھر عبد اللہ ابن زیبر نے کہنا شروع کیا کہ خدا نے اپنے نبی کے ذریعے ہمیں اسلام سے بہرہ مند کیا۔ یہ خلافت صرف قریش کا حق ہے جو پسندیدہ کردار سے آ راستہ ہوں۔ اس لئے اے معاویہ! آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے اور اپنے اوپر حکم کرنا چاہیے کیونکہ یہاں عباس ہیں، عمر رسول کے بیٹے اور یہ عبد اللہ ابن جعفر ہیں، ذوالجہاضین کے فرزند اور میں ابن زیبر ہوں رسول کی پھوپھی کا بیٹا۔ خود ملک نے حسن و حسین چیزے دو فرماد چھوڑے ہیں جنکی عظمت سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ الہذا خدا سے ڈرو۔ اپنے اور ہمارے درمیان تم خود ہی انصاف کرو۔

اس کے بعد عبد اللہ ابن عمر نے تقریر کی کہ خدا نے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں عزت و افتخار سے سرفراز کیا۔ یہ خلافت ایرانی اور روی شہنشاہیت کی طرح نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو جائشیں بنا دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اپنے باپ کے بعد میں خلیفہ ہوتا، انہوں نے چھ افراد پر مشتمل شوری کے ذریعے خلیفہ منتخب کرایا۔ یہ خلافت تمام قریش کا حق ہے اور ان میں جو نیک اور صالح ہو۔ یہ یہ تو قریش کا چھوکرا ہے تھیں خدا کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

اس وقت معاویہ نے کہا کہ میں نے اپنی بات کی۔ اور تم نے اپنی بات کی حقیقت تو یہ ہے کہ باپ تو سدھار گئے اور بیٹے رہ گئے ہیں۔ مجھے ان اصحاب کے بیٹوں کے مقابل خود اپنا بیٹا زیادہ عزیز ہے، پھر یہ کہ اگر تم لوگ میرے بیٹے سے ملاقات کرو تو بات کرنے میں تیز طرار پاؤ گے۔ حکومت بنی عبد مناف ہی

کا حق ہے کیوں کہ وہ رسول خدا کے رشتہ دار ہیں۔ لیکن رسول خدا کی وفات کے بعد لوگوں نے ابو بکر و عمر کو بغیر اسکے کہ ان کے خاندان میں باادشاہی رہی ہو منصب حکومت سے سرفراز کر دیا۔ پھر یہ کہ انہوں نے پسندیدہ رویہ اپنایا۔ اس کے بعد حکومت خاندان عبد مناف میں پلٹ آئی اور قیامت تک اسی خاندان میں رہے گی۔ اے ابن زبیر اور ابن عمر! اس لوگوں کی حکومت سے محروم کر چکا ہے۔ لیکن میرے یہ دونوں سچیوں سے بھائی (ابن عباس اور عبد اللہ بن جعفر) حکومت سے بہر حال وابستہ رہیں گے۔ اثناء اللہ پھر کوچ کا حکم دیا اور کوئی بیعت یزید کی بات نہیں کی۔ مخالف اور موافق لوگوں کے وظائف بھی بند نہیں کئے۔ شام واپس چلے گئے۔ (۱۵۰)

اس تاریخی تذکرہ میں عبد الرحمن بن ابی بکر کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لیکن ابن ججر نے اصحاب میں لکھا ہے کہ حسین بن علی و ابن زبیر کے ساتھ عبد الرحمن بن ابی بکر نے بھی تقریر کی اور کہا کہ یہ خلافت روی اور ایرانی شہنشاہیت نہیں ہے۔ بخدا! میں ہرگز بیعت نہیں کروں گا۔

اس واقعے کو دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب معادیہ حج کے قصد سے وارد مدینہ ہوئے تو مدینہ کے جوان، بوڑھے، عورت و مرد بھی پیارہ و سوار استقبال کے لئے نکل پڑے۔ معادیہ نے جمیعت سے ملاقات کی اور زرم کلامی اور رضا جوئی کی ہر ممکن سی کی۔

خواہ آمدید مدینہ والوں سے کہا کہ فقط آپ حضرات کی محبت اور شوق ملاقات میں یہ طویل اور تھکا دینے والا سفر کیا ہے تا کہ مجاہار ان رسول اکرم کی زیارت کر سکوں۔ جواب میں بہت سے لوگوں نے خواہ آمدانہ باتیں کیں۔ جرف تک پہنچ تو امام حسین اور ابن عباس بھی استقبال کے لئے آگئے۔ دونوں کی طرف اشارہ کر کے معادیہ نے کہا: یہ دونوں سرداری عبد مناف ہیں۔ پھر ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے۔ کبھی ان دونوں سے خصوصی توجہ کے ساتھ باتیں کرنے لگے اعزاز و اکرام کے تمام لوازمات برتنے لگے۔ کبھی ان سے گفتگو کرتے، کبھی ان سے۔ مدینہ آئے تو امام حسین اور ابن عباس اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ اور معادیہ حضرت عائشہ سے

لنے چلے گئے۔ عائشہ نے اندر آنے کی اجازت دی تو وہاں صرف عائشہ کا خادم ذکوان تھا۔ عائشہ نے کہا: تھیس ڈرنیں لگا کر میں اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کا بدلتی لینے کے لئے کسی کو تمہاری گھات میں بخواہی تی جو تھیس موت کے گھات اتار دیتا۔ معاویہ نے کہا: آپ ایسا ہرگز نہ کریں، پوچھا: وہ کیسے؟ جواب دیا: چونکہ میں بیت رسول خدا میں آیا ہوں جو ان کا گھر ہے۔ پھر عائشہ نے حمداللہی کے بعد کہا کہ تھیس ابو بکر و عمر کی بیروتی کرنا چاہئے۔ معاویہ نے اپنا منہ بندھی رکھا اس ڈر سے کہ عائشہ کی طراری کے آگے ان کی چل نہیں سکتی۔ خوشامد انہے لبجھ میں کہا کہ اے ام المؤمنین! آپ نے ہمیں خدا رسول کو مجھوں ایا، دین کی معرفت کرائی، آپ اس لائق ہیں کہ آپ کیا ہر حال میں اطاعت کی جائے لیکن بیعت یزید کا واقعہ تقدیر یہ خداوندی سے وقوع پر ہو گیا۔ لوگوں کا واب اس میں کوئی اختیار نہیں رہ گیا ہے۔ کیوں کہ سب لوگ اس کی بیعت کر چکے ہیں۔ اطاعت کا قلادہ گردن میں باندھ چکے ہیں۔ عائشہ نے دیکھا کہ یہ بیعت یزید کا مصمم ارادہ کر چکا ہے کہنے لگیں کہ دیکھو خدا سے ڈردار مسلمانوں کے حق میں نامناسب روایہ اختیار نہ کرو بلکہ پسندی کا نتیجہ خراب ہو گا۔ معاویہ اٹھنے لگے تو عائشہ نے کہا کہ تم نے جمروں ان کے نیک و پارسا ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ اس معاملہ کو ہم پر اور جمروں پر چھوڑ دیجئے، ہم قیامت میں سمجھ لیں گے۔ ذکوان کے بازوں کا سہارا لئے گھر سے باہر آئے۔ اور کہا کہ بعد رسول ایسا سخنور میں نہیں دیکھا۔ اور اپنی قیام گاہ میں بھیج گئے۔ پھر کسی کو بھیج کر امام حسین کو بلوایا اور تھائی میں ملاقات کر کے کہا: بھیجی! تمام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے سوائے پانچ قریبیوں کے جنکی رہبری تم کر رہے ہو۔ پیارے بھیجی! آخر کیوں خالفت پر کربستہ ہو۔ امام حسین نے فرمایا: انھیں بھیج کر بلواؤ، اگر انھوں نے بیعت کر لی تو میں بھی کر لوں گا، ورنہ عجلت پسندی مت دکھائیے۔ معاویہ نے یہ بات کسی سے بھی نہ کہی۔ راستے میں ابن زبیر نے آدمی بخوار کھا تھا کہ جب حسین ملاقات کر کے واپس آئیں تو مجھے مطلع کرنا۔ اس شخص نے امام حسین سے پوچھا: آپ کے بھائی زبیر نے پوچھا ہے کہ وہاں کیا واقعہ چیزیں آیا اور تفصیل پوچھنے میں بہت زیادہ اصرار کیا ہے۔

پھر معاویہ نے ابن زبیر کو بلوایا اور خلوت میں وہی بات کہی۔ زبیر نے بھی وہی کہا کہ آپ انھیں

بلوائے اگر انہوں نے بیعت کی تو میں بھی کرلوں گا۔ پوچھا: کیا ایسا ہی کرو گے؟ جواب دیا: ہاں۔ معاویہ نے اس کی خبر کسی کو نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن عمر کو بلوایا اور خلوت میں ان دونوں سے بھی زیادہ نرم کلامی سے لفٹکو کی اور کہا کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں امت محمدؐ کو اس طرح چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چڑا ہے کے بکریوں کا جمنڈ ہوتا ہے۔ (ہائے! کیا اس بات کا احساس رسولؐ خدا کو نہ تھا؟ وصیت رسولؐ کو شکرا کر اپنے مطلب کے وقت اسی حقیقت کو بنیاد رکھا یا جاتا ہے۔ رسولؐ بغیر وصی و جانشین بنائے چلے گئے ہوں گے یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔)

تم جنکی سرداری کرتے ہو ان پانچ کے سوا بھی نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ آخر تم خالفت پر کیوں کمرستہ ہو؟ ابن عمر نے کہا: کیا آپ ایسا کام کریں گے جس سے آپ کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور خون بھی نہ نہیں؟ معاویہ نے کہا: میں تو یہی چاہوں گا۔ ابن عمر نے کہا آپ عمومی جلسہ سمجھنے اگر سب نے بیعت کر لی تو میں بھی کرلوں گا۔ خدا کی قسم! اگر امت کسی جبھی پر بھی ایکا کر لے تو میں اس کی بیعت کرلوں گا۔ معاویہ نے کہا: کیا ایسا کرو گے؟ ابن عمر کہا: ہاں ایسا ہی کروں گا۔ (۱) پھر عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلا کر کہا: آخر تم گناہ میں اپنے ہاتھ کیوں روکنگیں کر رہے ہو؟ عبد الرحمن نے کہا: میں اس میں اپنی بھلانی سمجھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا: خدا کی قسم امیں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا ہے۔ عبد الرحمن نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا میں ذلت پاؤ گے اور آخرت میں جہنم۔ یہ کہکھہ ہاں سے چلے آئے۔

اس دن معاویہ نے لوگوں کو انعام و بخشش سے نواز نے میں گزارا، لوگوں کی عزت افزائی میں صرف کیا۔ دوسرا دن صحیح حکم دیا کہ تخت آراستہ کیا جائے، اس کے اطراف میں کریمان لگا دی جائیں تاکہ در بان و مقر بان بیٹھیں۔ اس کے برابر اپنے خاندان کے لوگوں کی کریمان لگوائیں۔ خود یعنی جامدہ زیب تن کئے ہوئے، سیاہ عمامہ لگائے، معطر ہو کر اپنے تخت پر بیٹھے۔ کلرکوں کو نزدیک ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا تاکہ ضروری باقی نوٹ کرتے جائیں۔ در بان کو حکم دیا کہ کسی کو بھی خواہ کوئی بھی ہو بغیر میری اجازت کے اندر آنے نہ دیا جائے۔ پھر امام حسینؑ اور ابن عباس کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ پہلے ابن

عباس آئے اور سلام کیا۔ معاویہ نے انھیں باسیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بات چیت شروع کی۔ معاویہ نے کہا: خدا نے مزار رسولؐ کی مجاہوت سے تم لوگوں کو پوری طرح بہرامند کیا ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلکہ اس کے علاوہ بھی ہم لوگوں کو حصے نصیب ہوئے ہیں۔ معاویہ نے یہ بتائیں اس لئے کیس تھیں کہ بات چیت دوستانہ ماحول میں شروع ہو اور بحث و مجاہد کی نوبت نہ آئے۔ ابھی بات انسان کی سرشنست اور عمر کے متعلق ہو رہی تھی کہ امام حسینؑ آگئے۔ معاویہ کی نظر پڑی تو وہی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ان کی اور اولاد امام حسینؑ کی احوال پری کرنے لگے۔ امام جواب دے کر خاموش ہو گئے۔ پھر معاویہ نے تقریر تیرے صاحب کے حادثہ قتل کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ تمہیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یزید کی بیعت کے لئے کوشش کی جا رہی ہے تا کہ معاشرتی وحدت برقرار رہے۔ تم دونوں بھی قرابت رسولؐ رکھتے ہو، علم و شجاعت سے آراستہ ہو، لیکن میں نے یہ بتائیں یزید میں زیادہ دیکھی ہیں۔ پھر یہ کہ وہ واقف سنت رسول اور واقف قرآن ہے، اس کا علم پھر کو بھی موم کر دیتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ مخصوص رسولؐ نے جگ ذات السلاسل میں عمر ابو بکر کو اکابر صحابہ کے مقابل سر برہان لٹکر بنا یا۔ ان کی سیرت ہمارے لئے اس وہ ہے۔ اے بنی عبد المطلب ہمارے اور تمہارے مفادات مشترک ہیں۔ اس نشست میں ہم تم سے انصاف کی توقع کرتے ہیں۔ اب تم لوگ اپنی اپنی رائے ظاہر کرو۔

جواب میں ابن عباس کھڑے ہونا چاہتے تھے کہ امام حسینؑ نے انھیں بخادیا اور فرمایا: چوں کہ معاویہ کا زیادہ تر روئے تھن میری طرف تھا اس لئے مجھ کو جواب دینے دو کہ زیادہ تہمت مجھ کو لگائی گئی ہے۔ امام نے فرمایا:

اما بعد: اے معاویہ تم رسولؐ خدا کی جس قدر بھی مدح کرو ان کے بے شمار محاسن کے مقابل کم ہی ہو گا۔ تم حقیقت کو چھپا نہیں سکتے۔ صبح کی پییدی نے شام کی سیاہی کو رسوا کر دیا۔ نور خورشید نے چراغ کے نور کو مدھم کر دیا۔ جو لوگ بعد رسولؐ خلیفہ بنے ان کی ضرورت سے زیادہ تم نے ستائش کی اور دوسروں پر جنا کی۔ تم انصاف سے قطعی دور ہو گئے۔ اگر واقعی صاحب فضیلت کی بات بیان کی تو شیطان نے تمہیں

دوسرے فحائل کے بیان سے روکا۔ میں نے شاہے کہ تم نے یزید کی سیاست، تدبیر اور دوسرے کمالات کا ڈھونگ رچایا ہے۔ تم اس بارے میں لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ یزید کوئی اجنبی آدمی ہے یا کوئی غائب شخص ہے۔ یا کسی اسکی چیز کی تعریف کر رہے ہو جسے صرف تمھیں جانتے ہو۔ حالانکہ یزید کے چال چلن اور عقیدے کا اظہار خود اسکا وجود ہے۔ اس کی حرکات پر غور کرو تو ان سے کھلیتا، کبوتر بازی، بھروسوں کے ساتھ ہو و الحب، ہوس بازی نے اس کے کردار میں نمایاں رول ادا کیا ہے۔ تم کیسے اس قسم کے آوارہ انسان کو ایسے بلند مقام پر فائز کرنا چاہتے ہو۔ خود بھی گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی بے راہ کرو گے۔ آخرت کو یاد کرو۔

معاویہ نے ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا کہ تمہاری بات تو اس سے بھی تنخ تر ہوگی۔ ابن عباس نے کہا: بخدا! وہ ذریت رسول اور اصحاب کساد کی فرد ہیں، پاک و مصروف خانوادے کے چشم و چہار گیز، لہذا تمہیں اپنے ارادے سے بازاً ناچاہئے۔

معاویہ نے کہا: میں ہمیشہ بربار رہا ہوں اور بہتریں برباری یہ ہے کہ خاندان کے لوگوں سے برباری کی جائے، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ پھر عبد الرحمن بن ابی بکر، عبد اللہ بن عمر اور ابن زیبر کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب آگئے تو ابن عمر سے کہا کہ تم تو ہمیشہ کہتے ہو کہ ایک رات بھی بے امام کی بیعت کے نہ گذارنا چاہیے۔ اب میں تمہیں اسلامی وحدت کو برہم نہ کرنے کی تاکید کرتا ہوں تاکہ بعد میں خوزہ یزدی نہ براپا ہو۔ یزید کی بیعت ایک تقدیر الہی تھی جو ان جام پا مگئی، اب کسی انسان کو اس میں چون وچڑا کی گنجائش نہیں، لوگوں نے پیان حکم باندھ لیا ہے۔ یہ کہکے خاموش ہو گئے۔

ابن عمر نے جواب دیا:

اے معاویہ! تم سے پہلے کے ٹلفاء کے بھی لا کے جو تمہارے لا کے سے بہتر ہیں، جو خیال آج تم اپنے لا کے کے متعلق رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے تھے، نہیں حکومت کے کاموں میں دھیل نہ کیا بلکہ امت کی بہتری کے لئے بہترین انسانوں کا انتخاب کیا۔ تمہیں جواندیش ہے میں کبھی وحدت اسلامی پارہ پارہ نہ کروں گا، میں ایسا کام انشاء اللہ ہرگز نہ کروں گا بلکہ لوگ اگر ہم خیال ہو گئے تو میں بھی وہی کروں گا نہ

خون بینے کا سامان کروں گا، معاویہ نے انہیں دعا دے کر رخصت کر دیا اور کہا کہ تم خالفت و سرشاری نہ کرو گے۔ پھر اس کے بعد ابن زیبر سے بھی اسی طرح بات کی۔ ابن زیبر نے کہا: تم نے جو اس گستاخانہ ارادے کو محکم کر لیا ہے بخدا! اب مجھے خدا ہی کے حوالے کرتا ہوں۔ اسی خدا کی قسم! تمہیں اس کام کو شوریٰ کے حوالے کرنا چاہئے ورنہ اس بیعت کو زیر وزیر کر دوں گا۔ یہ کہکشانے لگھوڑ معاویہ نے دامن تھام کر کہا: ذرا اٹھیرو، اے خدا! اس کی شرارتیو سے جس طرح بھی ہو مجھے محفوظ رکھ، خبردار اگر تم نے شایسوں کے سامنے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو وہ تمہارا تیپا نچا کر دیں گے۔ پھر کہا کہ تم مکار لوڑی ہو جو ایک سوراخ سے دوسرے سوراخ میں گھستی پھرتی ہے، تم نے ہی ان دونوں کو بھڑکایا ہے اور خالفت پر ابھارا ہے۔ ابن زیبر نے کہا: تم یزید کی بیعت لینا چاہتے ہو بتاؤ تو میں اسکی بات مانوں گا یا تمہاری؟ اگر خالفت سے تھک گئے ہو تو استھادے دو اور یزید کی بیعت کرو، ہم بھی اس کی بیعت کر لیں گے۔

آپس میں بہت زیادہ تبادلہ خیال ہوا۔ آخر میں معاویہ نے کہا:

میں جانتا ہوں کہ تم اپنے کو موت کے منحہ میں ڈھکلیں رہے ہو۔ پھر ان دونوں کو رخصت کر دیا اور تمن و دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی۔ چوتھے روز نکل کر حکم دیا کہ لوگوں کو ایک اہم مسئلے کے لئے جمع ہونے کی خبر دے دو۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ ان متذکرہ چند افراد کو مسجد کے آس پاس بھایا۔ حمد و ثناء الہی کے بعد یزید کے محاسن و فضائل، اس کی قرآنی بصیرت اور حدیث فہمی کا تذکرہ کیا۔ پھر کہا کہ مدینہ والوں میں یزید کی بیعت کے لئے یہاں آیا ہوں۔ ہر شہر و دیہات میں جہاں بھی اس مسئلے کو پیش کیا گیا، سب نے بلاچون وچار تسلیم کر لیا، فقط مدینہ باقی رہ گیا۔ جو تا خیر اور بے تو جہی کا مظاہرہ کر رہا ہے مدینہ کے چند سر بر آرہ بیعت سے کترار ہے ہیں۔ بخدا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یزید سے بہتر بھی مسلمانوں میں کوئی ہے تو میں اسی کی بیعت لیتا۔

یہ سنتے ہی امام حسین کھڑے ہو گئے اور:

خدا کی قسم! جو شخص یزید اور اس کے ماں باپ سے بھی افضل و بہتر ہے اس کو تم نے نظر انداز کر دیا ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ شاید تم اپنے ہی کو مراد لے رہے ہو؟ فرمایا: ہاں۔ معاویہ نے کہا:

ہاں میں مانتا ہوں کہ تمہاری والدہ یزید کی والدہ سے قطعاً افضل ہیں۔ وہ اگر عام عورت بھی ہوتیں تو اس کی ماں سے افضل ہوتیں لیکن وہ تو دختر رسول بھی ہیں۔ سبقت ایمان اور دینی بصیرت سے سرفراز ہیں لیکن تمہارے باپ نے یزید کے باپ کے مقامی خدا کے یہاں انصاف طلب کیا اور ان کے خلاف فیصلہ صادر ہوا۔ امام حسین نے فرمایا: تمہاری نادانی کے لئے بھی کافی ہے کہ تم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے۔

معاویہ نے کہا: تم نے اپنے کو یزید سے بہتر کہا ہے۔ بخدا! وہ امت کے حق میں تم سے زیادہ مفید ہے۔ امام حسین نے فرمایا: یہ سراسر بہتان ہے، یزید شراب خوار، ہوس باز اور ذلیل حرکتیں کرنے والا ہے۔ کیا وہ مجھ سے بہتر ہو گا؟

معاویہ نے کہا: ذرا شہرو، اپنے چمیرے بھائی کو گالی نہ دو کیونکہ اگر تمہاری باتیں اس سے کہی جائیں تو وہ تمہیں گالی نہیں دے گا۔ پھر لوگوں کو خاطب کر کے کہا:

لوگوں کا تم جانتے ہو کہ رسول خدا بغیر کسی کو اپنا جاشین میں کئے دنیا سے گذر گئے۔ مسلمانوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ ابو بکر کو خلیفہ ہالیں، ان کی بیعت ہدایت کی بیعت تھی، انہوں نے قرآن و سنت پر عمل کیا، اپنے بعد عمر کو نازد کیا اور عمر نے چھاؤ میوں کی کمیٹی تھکیل دی، پھر اسی ابو بکر نے وہ کیا جو رسول نے نہیں کیا تھا، عمر نے وہ عمل کیا جو ابو بکر نے نہیں کیا تھا۔ سب کے پیش نظر مسلمانوں کی مصلحت تھی۔ اسی لئے میں بھی مصالح مسلمین کے پیش نظر یزید کی بیعت لیتا چاہتا ہوں کیمیرے بعد گذشتہ اختلافات کا سد باب ہو جائے۔ (۱)

بیعت یزید کی سعی میں دوسرا سفر

ابن اشیر کے مطابق جب عراق اور شام والوں نے یزید کی بیعت کر لی تو معاویہ نے ایک ہزار جنگجو

۱۔ الامامة والخلافة ج ۱۵۵-۱۳۹ (م ۱۲۳-۱۵۷)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۰۲ (ج ۵ م ۲۰۳ حادثہ ۱۵۶)

سواروں کے ساتھ چاڑی کا رخ کیا۔ مدینے کے قریب امام حسین کے ہمراہ لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ معاویہ نے امام کو دیکھا تو کہا: نہ سلام نہ علیک
تم اپنے کوموت کے منہ میں ڈھکیل رہے ہو۔ امام نے فرمایا: ذرا سنجل کے بولو، نامناسب بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: بلکہ تم اس سے بدتر کے خذار ہو۔

اہن زیر استقبال کے لئے آئے تو اس سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، میں ایک جیوان کو دیکھ رہا ہوں جو سوراخ میں منہ چھپائے اپنی دم سے جگ کر رہا ہے، ذرا دری میں اس کی دم پکڑ کر کر توڑ دی جائے گی، اسے نکال باہر کرو۔ معاویہ کے آدمیوں نے اس کی سواری پر چاہک مارا اور وہ واپس چلے گئے۔

عبد الرحمن بن ابی بکر سے بھی کہا: نہ سلام نہ علیک، بڑھے کی عقل ماری گئی ہے۔ اس کو بھی حکم دیا کہ نکال باہر کر دو۔ عبد اللہ بن عمر کے ساتھ بھی یہی برتاو کیا۔ جو لوگ ساتھ آئے تھے ان کی طرف بھی اعتنانہ کی اور مدینہ داخل ہو گئے۔ لوگ اذن باریابی سے محروم ہوتے رہے، نہ بات چیت کی۔ نتیجہ میں مکہ جا کر قیام پذیر ہوئے۔

معاویہ نے مدینہ میں تقریر کر کے یزید کی ستائش و تغیریف کے پل باندھے، کہنے لگے: اس کے ہوتے کون خدار خلافت ہو سکتا ہے؟ میرے خیال میں کچھ لوگ مخالفت کر کے اپنے سر مصیبت اور عذیل رہے ہیں۔ اگر میری نصیحت انہیں فائدہ ہو نچا سکے تو میں نے ان کو اچھی طرح سمجھادیا ہے۔ پھر عائشہ سے ملنے لگے۔ وہ سن چکی تھیں کہ معاویہ نے امام حسین اور ان کے رفقاء کو دھمکی دی ہے کہ اگر بیعت نہ کی تو قتل کر دوں گا۔

معاویہ نے عائشہ سے ان کی شکایت کی۔ عائشہ نے کہا: میں نے نہیں کہا کہ تم نے انہیں قتل کی دھمکی دی ہے۔ معاویہ نے کہا: ام المؤمنین! وہ لوگ میری نظر میں محترم ہیں لیکن میں نے یزید کی بیعت کر لی ہے، میرے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی کر لی ہے، آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں اپنی بیعت توڑ دوں؟ عائشہ نے کہا: ان کے ساتھ نزدی و مہربانی کا برتاو کرو شاید اچھے حالات پیدا ہو جائیں۔

معاویہ نے کہا: اب میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد کہا کہ تمہیں کیسے اطمینان ہو گیا کہ میں تمہیں

ابن تھیہ نے بھی معاویہ کا عافنوں اور گارڈوں کے نزٹے میں دھوکہ دے کر بیعت یزید لینے کا حال لکھا ہے۔ شرکاء بزم میں امام حسین، ابن عمر، ابن زیبر، ابن عباس اور عبدالرحمن بن ابی بکر تھے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو پہلے ہی اپنے اس کارروائی کی اطلاع دے دی تھی۔ گھر سے نکلے تو ان سب کے ہمراہ ہنستے اور بات کرتے ہوئے مسجد تک گئے۔ امام حسین کو جامد زرد، ابن عباس کو جامد بزر، ابن عمر کو جامد ابریشمی، ابن زیبر کو بھی جامد ابریشمی سرخ ہلقوں سے نوازا، درمیان میں ایسی حرکتیں کرتے جاتے تھے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ بھی خوش اور راضی ہیں اور پھر متذکرہ ذرا سہ کیا۔

مکہ جاتے ہوئے جب مقام روحاں پر چوں تو ابن عباس نے ان سے ملاقات کرنی چاہی۔ معاویہ نے اجازت نہ دی، خواب سے چونکے تو پوچھا: کون شخص منتظر ملاقات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عبد اللہ بن عباس۔ حکم دیا: ان کو سواری سمیت بیہاں تک لا۔ ابن عباس نے پوچھا: اب کہاں جا رہے ہیں؟ جواب دیا: مکہ۔ ابن عباس نے کہا: آپ نے تمام قبائل کو جائزہ و انعام دیا ہمیں کیوں نہ دیا؟ معاویہ نے کہا: جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں گے تمہارے وظائف بند نہیں گے۔ ابن عباس نے کہا کہ ابن زیبر نے بھی بیعت نہ کی لیکن تم نے بنی اسد کا وظیفہ بند نہیں کیا، ابن عمر نے بھی بیعت نہ کی لیکن بنی عدی کا وظیفہ نہیں رکا۔

اگر میرے سردار نے بیعت نہ کی تو دوسروں نے بھی نہیں کی، اس سے ہمارا کیا ربط ہے؟ معاویہ نے کہا: دوسروں میں اور تم میں فرق ہے۔ بخدا! جب تک تمہارے سردار بیعت نہ کریں ہم وظائف نہ دیں گے۔ اس وقت ابن عباس نے سو اعلیٰ شام کے لوگوں کو بناوت پر آمادہ کرنے کی دھمکی دی اور معاویہ نے ڈر کے مارے وظائف جاری کرنے کا حکم دے دیا۔ مقام روحاں سے سب کا وظیفہ ارسال کیا۔ (۱)

اس شرمناک واقعہ "بیعت یزید" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ڈر اس دھونس، دھمکی، دھوکہ، تہمت و افتراء، جھوٹ اور قتل و غارت گری کے سہارے رچایا گیا۔ معاویہ نے بیعت یزید کے لئے کسی کو

وہ مکی دی، کسی کو گورنر بنایا، کسی کو قتل کیا، کہیں درہم و دینار لائے لیکن اکثر اس میں ایسے بھی نظر آئے جن کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنس نہ ہوتی۔ لیکن اس سے فائدہ ہی کیا جب کہ اہل سنت حضرات ان کی پیروی نہیں کرتے۔ امام حسین فرزند رسول اور عصمت و طہارت کی آغوش کے پروردہ تھے، آپ نے اس شرمناک بیعت کی ہر ممکن خلافت کی، لوگوں کو چونا کیا کہ اس سے مسلمانوں کے مصالح عمومی خاک میں مل جائیں گے، لوگوں کو برس پیکار ہونا چاہئے۔ آپ نے کوئی پرواہ نہ کی کہ لوگ ہماری یا توں پر کان و حرثے ہیں یا نہیں۔ آپ کی اطاعت کر رہے ہیں یا نہیں۔ آپ نے اپنی ذمہ داری نجحدی، لوگوں کو باخبر کر دیا۔

آپ نے معاویہ کی تہمت اور دوسروں کی سرزنش کی ذرا بھی پرواہ نہ کی، آپ مسلسل احتجاج کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ اپنے شرمناک گناہ لئے جہنم واصل ہو گیا۔ امام حسین اس حال میں خدا سے ملا تی ہوئے کہ آپ نے اپنی ذمہ داری باحسن و جوہ نبھائی اور رضاۓ الہی کی ابدی سعادتوں سے سرفراز ہوئے۔ امام حسن کی طرح امام حسین بھی قتیل بیعت ہوئے۔ اسی بیعت کی وجہ سے اسلام پر بے شمار تحوتیں برس پڑیں، کعبہ پر چڑھائی، واقعہ حرہ، ناموس مدینہ کی بے حرمتی اور واقعہ کربلا کا اندوہناک حادثہ جس کی نظری صدارت خیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ شہادت کے بعد ہر وابستہ رسولؐ کی آنکھیں قیامت تک آنسو بھاتی رہیں گی۔ ولی عہد ایسا شخص ہوا تھا جو نہ صرف یہ کہ اس مقام خلافت کا اہل تھا بلکہ پست ترین رذائل کا مجموعہ، بے حیائی کا مجسمہ، شراب و شباب کا رسیا اور تمام قسم کی رسواں بیوں کا پتلہ تھا۔

اکثر پاک نس افراد نے بھی گواہی دی چنانچہ مدینہ کا وفد جس میں عبداللہ بن حفظہ غسل الملائکہ، عبداللہ بن ابی عمرو، منذر بن زمیر اور دیگر اعیان مدینہ تھے۔ یزید نے ان کا برا احترام کیا، بڑی خاطر تواضع کی۔ ان میں منذر کے علاوہ بھی نے مدینہ واپس آ کر یزید کے پاپ بیان کرنا شروع کر دیئے۔ انہوں نے کہا: تم ایسے شخص کے پاس سے آ رہے ہیں جو بے دین، کنیزوں کا رسیا، گوئیوں کا شیدا، کتوں کا شوقین اور نہایت اوپاش ہے۔ نتیجہ میں مدینہ والوں نے یہ عت کا قلا دہ گردن سے اسار پھینکا۔ (۱)

١- تاريخ طبرى ج ٢ ص ٣٨٥ (ج ٥ ص ٣٨٠ خواص ٢٤): تاريخ كامل ج ٢ ص ٣٥٧ (ج ٢ ص ٥٨٨ خواص ٢٦): البداية والنهائية
ج ٢ ص ٣٦ (ج ٣ ص ٣٢٣ خواص ٢٣): تاريخ ج ٣ ص ٥٩ (ج ٣ ص ٢٠)

بزرگ صحابی رسول عبد اللہ بن حظله واقعہ حرمہ میں شہید ہوئے، آپ نے اپنی تقریر میں یزید کے ترک نماز، شراب خواری اور ماں، بہن، بیوی میں تمیز نہ کرنے کے صفات کا تذکرہ کر کے کہا کہ اگر لوگ میر اساتھ دیں تو اس کے خلاف جہاد کروں۔ (۱)

منذر نے کہا کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ روپت دی ہے اس لئے اس کی بدکداریاں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بخدا! وہ شراب پیتا ہے، مستی میں نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔ (۲)

عبدہ بن مسعود نے اہن عباس سے کہا: انتہائی شرابی وہوں باز یزید کی آپ بیعت کریں گے؟ ابن عباس نے فرمایا: چھوڑ دیجی، ابھی اس سے بھی بدتر کہیں آئیں گے جن کی تم لوگ بیعت کرو گے، میں نے تمہیں منع کیا لیکن تم اس کے مرتكب ہوئے، دیکھو گے کہ ایک قریشی دار پر چڑھایا جائے گا (مطلوب تھا عبد اللہ بن زبیر) (۳)

یزید کے سیاہ کارنے سے عالم لوگوں سے پوشیدہ نہ تھے تو کیا اس کے باپ معاویہ سے پوشیدہ ہوں گے؟ وہ صالح صحابہ کے درمیان اس کی مدح سراہی کرتا ہے، جب کہ خود معاویہ نے ایک خط میں یزید کو بہت سرزنش کی۔

اے یزید بھجو لوک شراب کی مستقی سے شکر خدا کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کی مسلسل عنایات نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھو یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ انسان نماز کو اس کے وقت پر نہ پڑھے۔ شراب خواری ہی کی وجہ سے انسان نماز کو ترک کرتا ہے، دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان برے کام کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، جو کام تمہاریوں میں کرنا چاہئے اسے اعلانیہ کرنے لگتا ہے۔ بنا بریں اپنے کو تمہاریوں میں پاپ کرنے سے بے خوف نہ ہو جاؤ، اپنے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۷۲ (ج ۷ ص ۳۲۹ فبراير ۲۰۲۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۷۲) ۲۰ فریوال ج ۲۲ ص ۸۵

(ج ۲ ص ۵۸۸ فریوال ۲۰۲۰) الاصابة ج ۲ ص ۲۹۹ (نومبر ۲۰۲۰)

۲۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۵۸۸) البدریہ والحلیۃ ج ۸ ص ۲۱۶ (ج ۸ ص ۲۳۶ حادثہ ۲۲۴)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱۶۷ (ج ۱۶۷ ص ۱۷۲)

برے کاموں کو چھوڑ دو۔

انھیں مشہور رذائل اور خبائش کی وجہ سے حسن بصری نے کہا ہے کہ معاویہ کا یہ یہ کو جانشین نامزد کرنا
چار عظیم ترین پاپ میں سے ایک ہے۔

۱۵۔ صفحات تاریخ پر معاویہ کے سیاہ کارنامے

معاویہ کی تمام نخوس زندگی پاپ سے بھری ہے۔ ہم یہاں صرف چند نمونے پیش کرتے ہیں:
ایک طویل عرصہ تک امیر المؤمنین حضرت علیؑ پر سب و شتم، ہمیں گلوچ کی رسم جاری کی نماز جحدہ
عیدین نیز قوت میں لخت کو ضروری فرار دیا (۱) اپنے گورزوں اور کارندوں کو حکم دیا کہ اسی بات پر
بیعت لئی، جس نے سرتاہی کی اسے سزا دی۔

۱۔ مسلم و ترمذی نے عامر بن سعد بن وقاص کی روایت نقل کی ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا: تم علیؑ
پر سب و شتم کیوں نہیں کرتے؟ جواب دیا: میں نے ان کے متعلق ایسی قبیتی احادیث سنی ہیں کہ مجھے عظیم
نختوں سے بھی عزیز تر ہیں۔ پھر حدیث منزلت، حدیث رایت اور واقعہ مباحلہ نقل کیا۔ معاویہ کو مدینہ
میں جب تک سعد زندہ رہے کلہ فرش ادا کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (۲)

طبری نے اس روایت کو ابن حنفیؓ سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے سعد کو اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر سب
و شتم شروع کر دیا۔ سعد اعترض کر کے جانے لگے اور متذکرہ تینوں روایات بیان کیں۔

مسعودی نے اس واقعہ کو طبری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سعد جانے لگے تو معاویہ نے زور دار ریاح
خارج کی اور کہا: بیٹھو اور جواب بھی سن لو کہ جب تھیں یہ احادیث یاد تھیں تو ان کی جمل و صفتیں میں مدد

۱۔ الحکی اہن حزم ح ۵ ص ۸۶، بدائع الصافح ح ۱ ص ۲۷، شرح سنابن بجہ سندي ح ۱ ص ۳۸۶، المصنف عبد الرزاق (ج ۳

ص ۲۸۳ حدیث ۵۶۳۹) نقل الاوطار شکانی ح ۳ ص ۳۶۳ (ج ۳ ص ۳۲۵) شرح موطا زرقانی ح ۱ ص ۳۲۳ (ج ۱ ص ۳۲۲)

۲۔ صحیح مسلم ح ۲ ص ۱۲ (ج ۵ ص ۲۲) حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابة (سنن ترمذی ح ۱ ص ۱۷) (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث
۳۲۲۲) المحدث علی الحسینی ح ۳ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۷) حدیث ۴۵۷

کیوں نہ کی؟ عثمان کے بعد ان کی بیعت کیوں نہ کی؟ اگر میں نے یہ حدیث رسول تی ہوتی تو ہمیشہ علی کی جو تیاں سیدھی کرتا رہتا۔ سعد نے جلا کر کہا کہ جس جگہ تم پہنچئے ہواں کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ معاویہ نے کہا: میں عذرہ اسے قبول نہ کریں گے۔ لائق توجہ بات یہ ہے کہ سعد قبیلہ میں عذرہ سے تھے۔

ابن کثیر کے مطابق سعد کی روایت کو معاویہ نے ام سلمہ سے پوچھا اور انہوں نے تقدیق کی۔ تب معاویہ نے کہا: اس سے پہلے میں نے حدیث سنی ہوتی تو مرتبے دم تک علی کی چاکری کرتا۔ (۱)

معاویہ نے سفید جھوٹ بولا ہے کہ اسے ان مشہور احادیث کو نہیں سناتا چاکر کیونکہ یہ حدیث خواص کے علاوہ عوام کے بھی زبان زدھی۔ میں نے مان لیا کہ جنگ خیبر میں معاویہ شرکوں کی فوج میں تھا۔ حدیث منزلت کو تو محدود موقعاً پر بلکہ آخری زمانوں میں بھی فرمایا ہے۔ (۲)

جنگ تبوک میں اور روز غدری خم تو معاویہ خود بھی حاضر تھا۔ اس نے ایک لاکھ میں ہزار صحابہ کے ساتھ اپنے کانوں سے خود ہی سناتا چاکر۔ چونکہ وہ ارشاد رسول پر ایمان ہی نہیں لایا تھا اس لئے حکم کے خلاف علی سے جنگ کی اور اس نے حضرت علی پر سب و مشتم کی قیچی رسم جاری کی حالانکہ دعائے رسول کو اپنے کانوں سے سناتا چاکر خدا یا جو علی کو دوست رکھئے تو اسے دوست رکھنا جو علی سے دشمنی رکھئے تو بھی اسے دشمن رکھنا۔ احمد بن حبیل کی روایت کے مطابق اس حدیث کو مواخات کے موقع پر بھی فرمایا تھا۔ (۳)

فرض کر لیا کہ واقعہ مبارکہ کے وقت وہ کافر تھا تو کیا اس بعد اس نے قرآن میں آیہ مبارکہ نہیں پڑھی تھی؟ تھوڑی دیر کے لئے مان لیا کہ معاویہ یقین بول رہا ہے تو کیا اس نے قرآن میں یہ حکم نہیں پڑھا تھا کہ جب بوسنین کے دو گروہ جنگ کریں تو ان درمیان صلح کر دو۔ خود معاویہ نے عمار کے متعلق سناتا چاکر

۱۔ مروج الذهب ج ۱۱ ص ۲۲ (ج ۲۳ ص ۲۲) تذکرۃ الخواص ص ۱۲، (ص ۱۸)

۲۔ البدریۃ والتحلیۃ ج ۸۳ ص ۷۷ (ج ۸۴ ص ۸۳) حادیث ۵۵۰

۳۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۵ ص ۵۹۶ حدیث ۳۲۲) خلاصہ سننی ص ۳۲ (ص ۳۲ حدیث ۱۱) سنن نسائی ج ۵ ص ۷۷

حدیث ۸۳۹۹ مروج الذهب ج ۲ ص ۶۱ (ج ۲۳ ص ۲۲) صحیح مسلم (ج ۵ ص ۲۲ حدیث ۳۲) المسند رک علی الحسنین ج ۲

ص ۱۰۸ (ج ۳ ص ۷۷) حدیث ۵۷۵ (ص ۲۵۷۵) ۲۔ مذاقب علی احمد بن حبیل (ص ۷۷) حدیث ۷۷ ریاض

انصرة

نسیس با غیگر وہ قتل کر دیا۔ پھر آخر کیوں جب سعد سے حدیث سن لی اور امام سلمہ سے تقدیق بھی کرائی تو حضرت علی پر لعنت کی رسم قائم بند نہ کرائی۔

میں ہاں! اس نے عشرہ مبشرہ کی فرد سعد سے حدیث سن کر امام سلمہ سے تقدیق بھی کرائی پھر بھی لعنت کی رسم جاری رکھی، گورنرزوں کو رسم جاری رکھنے کا حکم دیا اور لوگوں کو سنتے پر مجبور کیا۔ اس ذیلی حرکت پر مر گیا اور اپنے گناہوں کا پڑا رہ لئے خدا کے سامنے حاضر ہے۔

۲۔ وفات امام حسن کے بعد معاویہ حج کی غرض سے مدینہ آیا اور منبر سے حضرت علی پر لعنت کی۔ اس سے کہا گیا کہ سعد موجود ہیں وہ اسے پسند نہ کریں گے۔ آدمی تحقیق کران کی رائے معلوم کرو۔ سعد نے آکر کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو پھر بھی مسجد میں نہیں آؤں گا۔ معاویہ اپنی حرکت سے باز آگیا۔ امام سلمہ نے معاویہ کو خط لکھا کہ تم لوگ منبر سے علی اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو، میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا انھیں دوست رکھتے تھے۔ لیکن معاویہ نے ان بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۱)

۳۔ معاویہ نے عقیل سے کہا کہ علی نے حق برادری نہیں بنھایا اور میں نے رشید داری کا حق ادا کیا، اب میں تم سے اسی وقت راضی ہوں گا جب تم منبر پر علی پر سب شتم کرو۔ عقیل منبر پر گئے اور کہا: لوگو! معاویہ نے مجھے علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے تم لوگ اس پر لعنت بھیجو۔ سب نے لعنت کی۔ منبر سے یخچ آئے تو معاویہ نے کہا: تم نے تشخیص نہیں کی کہ کس پر لعنت بھیجو۔ فرمایا: بندہ! اس سے ایک کلہ کم یا زیادہ نہ کھوں گا۔ (۲)

۴۔ معاویہ نے عبد اللہ بن عمر کی خوش آمد کی اور علی پر لعنت کرنے کو کہا اور نیز یہ کہ انہوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ یاد رکھو وہ علی ابن ابی طالب ہیں، ان کی ماں فاطمہ بنت اسد ہیں، وہ شیر ز بھی ہیں، حکومت عدل کے ساتھ کی۔ اب بتاؤ تو ان کی کس بات کی نذمت کروں۔ صرف انھیں قتل عثمان کا الزام دے سکتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا: اس طرح تو ان کے منھ پر طمانچہ لگا دو گے۔ (۳)

۱۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۳۰۱ (ج ۱۵۹، ۳۲)

۲۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲۳ ص ۲۱۵) المطرف ج ۱ ص ۵۲ (ج ۱ ص ۳۲)

۳۔ کتاب صفين ابن حرام ج ۱ ص ۹۲ (۸۲) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۵۶ (ج ۲ ص ۱۰۰) اخطبہ (۲۲)

۵۔ شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ معادیہ نے مختلف علاقوں میں علی پر لعنت مجھے والے ملازم تین کئے، آخری مرد انصاری تھا جس کا نام اپنی تھا، اس نے لعنت طامت کے بعد لوگوں سے کہا کہ آج تم لوگوں نے بہت زیادہ سب و شتم کیا۔ میں نے حدیث رسول سی ہے کہ قیامت میں درخت کے پتوں کیطڑ ج غیروں کی شفاعت کروں گا۔ کیا تم مجھے ہو کہ رسول خدا غیروں کی تو شفاعت کریں گے مگر اپنے رشتہ داروں کی نہ کریں گے۔ (۱)

۶۔ ایک بار معادیہ اپنے اعیان و امراء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اخف بھی تھے۔ حضرت علی پر لعنت ہونے لگی، بعد میں اخف نے معادیہ سے کہا: بخدا! اگر یہ لوگ مجھے کہ تمہاری خوشی بھی لعنت کرنے میں ہے تو یہ اس سے بازنہ آتے۔ رسول پر بھی لعنت کرتے۔ خدا سے ڈرو، وہ اپنے کردار کے ساتھ دنیا سے تشریف لے گئے، ان کے فدا کاری کے احسانات سے اسلام کی گردان جھکی ہوئی ہے۔ معادیہ نے کہا: اخف! تمہاری بکواس کو ہم نے نظر انداز کیا، اب تھیں بہر حال منبر پر جا کر لعنت کرنی ہو گی۔ اخف نے کہا: اگر مجھے معاف رکھو تو بہتر ہے ورنہ انصاف ہی کی بات کہوں گا۔ پوچھا: کیا کہو گے؟ اخف نے کہا: میں کہوں گا کہ لوگو! معادیہ نے مجھے علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے، علی و معادیہ نے باہم جنگ کی، ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ دوسرا باغی ہے، لہذا آواب دعا کریں کہ ان میں جو بھی باغی ہو اس پر خدا و طالکہ اور تمام مومنین کی لعنت ہو۔ معادیہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر بنے ہی دو۔ (۲)

۷۔ علامہ اسماعیل بن علی بن محمود نے (الحقیر فی اخبار البشر) میں لکھا ہے کہ امام حسن نے صلح میں چند شرائط لکھیں تھیں کہ معادیہ اگر انھیں مان لے تو وہ مطیع ہو جائیں گے، معادیہ نے انھیں مان لیا۔ ان میں ایک شرط یقینی کہ موجودہ کوئی کاخ زانہ امام حسن کو دے دیا جائے گا، دیگر ایسی آریات کی مالکداری بھی اور یہ کہ علی پر سب و شتم نہ کیا جائے۔ لیکن معادیہ نے علی کو دشام دینے کی شرط قبول نہ کی۔ آخر امام حسن نے شرط نرم کر کے لکھا کہ ان کے سامنے امام علی کو دشام نہ دیا جائے تو معادیہ نے مان لیا

۱۔ اسد الغلبۃ ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۵۸ نمبر ۱۷) الاصابة ج ۱ ص ۷۷

۲۔ العهد الفرید ج ۲ ص ۱۳۳ (ج ۲ ص ۲۱۵) المعرف ج ۱ ص ۵۲ (ج ۱ ص ۳۲)

لیکن اس شرط کو بھی پورا نہ کیا۔ (۱)

۸۔ قیس بن عباد شیعیانی نے زیاد کو خبر دی کہ صینی بن فسل مجرم بن عدی کا طرفدار ہے اور تمہارا سخت دشمن ہے۔ زیاد نے اسے بلوا کر پوچھا: ابو تراب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جواب دیا: ابو تراب کو میں نہیں جانتا۔ پوچھا: علیؑ کو پہچانتے ہو؟ جواب دیا: ہوں۔ کہا: وہی تو ابو تراب ہیں۔ جواب دیا: وہ تو حسن و حسینؑ کے باپ ہیں۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت کرو ورنہ گردن ماردوں گا۔ جواب دیا: اگر اسی وجہ سے مجھے قتل کر دیا تو مجھے خوشنودی خدا حاصل ہو گی اور تو رو سیاہ ہو گا۔ حکم دیا: گردن مار دی جائے۔ پھر حکم دیا کہ پابrezنجیر کے زمان میں ڈال دیا جائے اور اس کے بعد انھیں قتل کر دیا گیا۔ ان کے ساتھ مجرم کے دوسرے ساتھیوں کو بھی اسی میں قتل کیا گیا۔ (۲)

۹۔ بر بن ارطاط نے بصرہ میں منبر پر علیؑ کو گالیاں دے کر کہا: تھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگرچہ کہوں تو تائید کرنا ورنہ تکذیب کرنا۔ ابو بکر نے کہا: خدا گواہ ہے میں تجھے پا جھوٹا سمجھتا ہوں اور تیری باتیں قطعی غلط ہیں۔ حکم دیا ان کا گلاد بادیا جائے۔ (۳)

۱۰۔ کثیر بن فحباب کو محادیہ نے گالیوں ہی کے انعام میں ری کی حکومت پھر کوفہ کی گورنری دی۔

۱۱۔ مخیرہ بن شعبہ کوفہ کا گورنر ہوا تو اس نے علیؑ اور ان شیعیوں کو گالیاں دیں۔ متواتر روایات میں ہے کہ مخیرہ نے بارہ پوری حرکت کی، وہ کہتا تھا کہ رسول خدا نے علیؑ کو قربت کی وجہ سے بیٹی نہیں دی تھی بلکہ ابوطالبؑ کے احسانات کا بدلہ چکایا تھا۔ مخیرہ کی بد گوئی پر زید بن ارقم نے اعتراض کیا کہ رسول خدا نے مردوں کی بد گوئی سے منع کیا ہے کونے کے چند خلیبوں نے تقریر کی۔ مصطفیٰ نے تقریر کی تو مخیرہ نے

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۱۲۰ حادثہ ۳۰) تاریخ کامل ج ۳ ص ۵۷ (ج ۴ ص ۲۳۲ حادثہ ۱۳) البدایۃ

و الحدیۃ ج ۸ ص ۱۱ (ج ۸ ص ۱۶ حادثہ ۳۰) تذکرۃ المؤاس، ص ۱۱۳ (۱۹۸) الاتحاف حب الاشراف، ص ۱۰ (ص ۲۵)

۲۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۳۹ (ج ۵ ص ۲۲۶ حادثہ ۳۰) الہ گانی ج ۱۶ ص ۷ (ج ۷ ص ۱۱۸) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۰۳ (ج ۲ ص ۲۹۲ حادثہ ۳۰) تاریخ ابن صفار ج ۶ ص ۲۵۸ (ج ۲۲ ص ۲۵۹) تختیر تاریخ ابن صفار (ج ۱۱ ص ۲۹۰۸) تختیر تاریخ ابن صفار (ج ۱۱ ص ۲۹۰۸)

(ج ۵ ص ۹۶) تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۱۲۸ - ۱۲۷ حادثہ ۳۰)

۳۔ تاریخ کامل ج ۳ ص ۹۷ (ج ۲ ص ۳۵۲ حادثہ ۳۰)

انھیں نکال دیا اور لعنت کرنے کا حکم دیا۔ مقصود نے کہا کہ خدا لعنت کرے اس پر جو علیق پر لعنت کا حکم دے۔ میرے نے انھیں قید کرنے کی تتم کھائی پھر منہ کی کھائی کیوں کر لعنت اسی کے گلے پڑ گئی تھی۔ (۱)

۱۲۔ نیر بن اسحاق کہتا ہے کہ مردان حاکم مدینہ تھا اور حسن بن علی کے سامنے علی پر برابر لعنت کرتا تھا۔ امام حسن چپ رہتے تھے۔ ایک دن کہلوایا کہ تمہاری مثال خچر کی ہے جس سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری ماں کون ہے تو کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے۔ امام حسن نے جواب دیا کہہ دو: اگر وہ حق کہتا ہے تو خدا ہمیں معاف کرے اور جھوٹ بکتا ہے تو خدا اس سے بدل لے، مردان جسے رسول خدا نے چھپکی اور چھپکی کا بچ کہا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؑ کو اس طرح کیوں گالیاں دیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ ہم نبی امیر کی حکومت صرف اسی وسیلہ سے باقی رہ سکتی ہے۔ (۲)

۱۳۔ معاویہ نے مغرب بن سعید اشدق کو مدینہ کا گورنر بنایا۔ اس کی نعمت میں حدیث رسولؐ بھی مردی ہے (۳) یہ شخص متبررسول پر بہت زیادہ حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا۔ ارشاد الساری (۴) اور تحفۃ الباری میں ہے کہ اس کا لقب اسی لئے اشدق ہوا کہ بہت زیادہ نمبر پر گالیاں لکنے کی وجہ سے اس کے منہ پر لقوہ کا اثر ہو گیا تھا۔ یہ شخص قتل حسینؑ کے وقت بھی مدینہ کا گورنر تھا، جب خبر قتل مدینہ میں شائع ہوئی اور زنان بھی حاشمؑ نے فوجہ وزاری کی تو اس نے خوشی میں اشعار پڑھے اور کہا کہ یہ قتل عثمان کے شیون کا بدلہ ہے۔ پھر نمبر پر جا کر خبر قتل حسینؑ دی (۵) اور مزار رسولؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اے محمد! یہ جنگ بد رکا بدلہ ہے۔ تمام خاجرین و انصار جو موجود تھے انہوں نے سخت احتجاج کیا۔ اسی سعید نے ابو رافعؑ کے فرزند کو محض یہ کہنے پر کہ میں آزاد شدہ تجھیر ہوں پانچ سوتا زیانے مارے اس نے اقرار کیا کہ میں تمہارا آزاد

۱۔ مندرجہ اس ۱۸۸ ص (ج ۱۰ ص ۳۰۰ حدیث ۱۲۳۳) الاعانی جلد ۱۶ ص ۲ (ج ۷ ص ۲۷۲) المسدرک علی الحمسین ج ۱

ص ۳۸۵ (ج ۱۰ ص ۵۳۱ حدیث ۱۳۱۹) شرح ابن القیم ج ۱ ص ۳۶۰ (ج ۱۰ ص ۲۹۶ خطبہ ۵۶)

۲۔ تاریخ اخلفاء ج ۱ (ص ۷۷) الصواعن اثر قاسم (ص ۳۳)

۳۔ مندرجہ اس ۵۲۲ ص (ج ۱۰ ص ۳۳۰ حدیث ۱۰۲۸۵) البدریۃ والتحلیۃ ج ۸ ص ۱۱۱ (ج ۸ ص ۳۲۲ حادثہ ۶۷۰)

۴۔ ارشاد الساری شرح الحجۃ بخاری ج ۳ ص ۳۲۸ (ج ۲ ص ۲۱۹ حدیث ۱۸۲۲)

۵۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۲۸ (ج ۵ ص ۳۲۵ حادثہ ۶۱۰) تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۵۷۹ حادثہ ۶۱۰)

کروہ ہوں تو اسے چھوڑا۔ (۱)

۱۲۔ حاکم نیشاپوری نے بطریق طاؤوس یہ روایت نقل کی ہے کہ جابر بن قیس مددی مولا علی کے غلام خاص تھے۔ ایک دن حضرت نے اس سے کہا کہ تھیں حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر لعنت کرو، تم لعنت کر دینا لیکن مجھ سے بے تعلق نہ ہونا، تم راند کرنا۔ طاؤوس خود کو اہ ہیں کہ جابر کو خلیفہ احمد بن ابراہیم اموی نے لعنت علی کا حکم دیا پھر قتل کی دمکی دی۔ جابر نے منبر پر کہا کہ امیر احمد نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علی پر لعنت کروں اس لئے تم لوگ بھی اس پر لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے۔ خدا نے سب کی عقل پر پتھر ڈال دیئے تھے کوئی نہ سمجھا کہ جابر کس پر لعنت کر رہے ہیں۔ (۲)

معاویہ اور اس کے گورنزوں نے اس رسم لعنت کو اس قدر طول دیا کہ بچے بوڑھے ہو گئے۔ ابتداء میں تو کچھ لوگ لعنت سے کتراتے تھے، بعض نے اس سلسلے میں سخت اذیتیں بھی جھیلیں، بعض قتل بھی ہو گئے لیکن امویوں نے اس میں اس قدر تندی و دکھائی کہ آہستہ آہستہ تمام معاشرے میں رائج ہو گیا۔ معاویہ سخت ترین دشمنان علیٰ علیٰ کو گورنری پر مامور کرتا تھا تا کہ رسم لعنت کو کینہ تو زی میں جاری رکھ سکے۔ یہ شرم ناک رسم عمر بن عبد العزیز کے عهد تک جاری رہی یعنی پورے چالیس سال تک تمام اہم شہر کوفہ، مکہ، مدینہ، بصرہ میں یہ بدعت جاری رہی۔ یاقوت نے بحث (۳) میں لکھا ہے کہ تمام اسلامی مملکت میں یہ شرم ناک رسم جاری تھی صرف سیستان اس سے محظوظ رہا، وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی۔ لوگ پھر گئے پھر وہاں والوں نے حکومت سے معابدہ کر لیا کہ یہاں یہ شرم ناک حرکت نہ کی جائے۔ میں امیر کے زمانہ میں ستر ہزار منبوذوں سے حضرت علیٰ پر سب و شتم ہوتا تھا (۴) اور اس کام کو عقیدہ ثابت اور مسلم فرض سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ جب عمر بن عبد العزیز نے اس شرم ناک رسم کو بند کیا تو لوگ سمجھتے تھے

۱۔ کامل بردج ۲۲ ص ۵۷ (ج ۱ ص ۳۰۰) الاصابة ج ۲ ص ۲۸

۲۔ المسدر ک علی الحسنین ج ۲ ص ۳۵۸ (ج ۲ ص ۲۹۰) حدیث (۲۲۶۶)

۳۔ بحث البلدان ج ۵ ص ۳۸ (ج ۳ ص ۱۹۱)

۴۔ رقع البارار (ج ۲ ص ۱۸۶) العقد الفريد ج ۲ ص ۳۰۰ (ج ۲ ص ۱۵۹)

کے انہوں نے انہائی غلط اور غصہ حرکت کی ہے۔ یہ لعنت کسی حال میں بند نہیں ہونی چاہئے تھی۔ مسعودی کی صردوں، تاریخ یعقوبی، کامل بن اشیر اور سیوطی کی تاریخ الخلفاء (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے صرف نماز جمعہ میں منبروں سے علی پر لعنت کو بند کیا تھا اور اس کی وجہ پر آیت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس نے علی پر لعنت کرنے والوں کو سزا بھی دی ہواں کا کوئی ثبوت صفات تاریخ میں نہیں ہے حالانکہ کہ اسی عمر نے عثمان یا معاویہ کو گالی دینے والے پرتازیانے کی سزادی تھی (۲) حضرت علیؑ کو گالی دینے کے جرم میں سزادی نہیں۔ حضرت علیؑ کے فضائل، حasan، آیات و احادیث میں اُنکی مدح اور اسلام کیلئے اُنکی فدا کاریاں اگر نظر انداز بھی کردی جائیں تو کیا فتحہاء کا یہ فتوی نہیں ہے کہ گالی اور لعنت حرام ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا یا لعنت کرنا حرام ہے۔ (۳)

حضرت علیؑ کی پاک نسل اور قدسی صفات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو کیا وہ مسلمان بھی نہیں تھے؟ کیا عشرہ بشرہ کی فرد بھی نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی بھی نہیں تھے؟ جنکے لئے علماء کا فتوی ہے کہ ان پر لعنت کرنا کفر ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص عثمان یا علیؑ یا کسی صحابی رسولؑ کو گالی دے وہ جال ہے، اُسکی گواہی قول نہیں کی جائے گی، اس پر خدا، رسولؑ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (۴) امام احمد بن حنبل (۵) کہتے ہیں: رسول خدا کے بعد سب سے بہتر ابوکمر، پھر عمر پھر عثمان اور پھر علیؑ ہیں۔ اس بات پر سب تمنق

۱۔ صردن الذنب بح۲ ص ۱۶۷ (ج ۲۳ ص ۲۰۵) تاریخ یعقوبی بح ۲ ص ۲۸ (ج ۲۳ ص ۲۰۵) تاریخ کامل بح ۲ ص ۲۸ (ج ۲۳ ص ۲۰۵)

حداد ش ۹۹ (ج ۲۳ ص ۱۶۱) تاریخ الخلفاء میں (ج ۲۳ ص ۲۲۶)

۲۔ الصارم اصلوں ابن تیمیہ میں (ج ۲۳ ص ۲۷۲) (میں (ج ۲۳ ص ۵۷۲)

۳۔ سیج بخاری (ج ۲۳ ص ۲۷۲ حدیث ۲۸) سیج سلم (ج ۲۳ ص ۱۱۲ حدیث ۱۱۶ کتاب الایمان) سنن ترمذی (ج ۲۳ ص ۱۱۲ حدیث

۱۹۸۳) سنن نسائی (ج ۲۳ ص ۳۱۲ حدیث ۳۵۶۱-۳۵۶۸) سنن ابن ماجہ (ج ۲۳ ص ۱۲۹۹ حدیث ۳۹۳۹-۳۹۴۰) مندرجہ

(ج ۲۳ ص ۶۳۶ حدیث ۳۲۳۹) سنن یعنی (ج ۲۳ ص ۲۰) تاریخ بغداد (ج ۲۳ ص ۱۸۵ نمبر ۱۶۲) الترقیہ والترمیب

ج ۲۳ ص ۱۹۲ (ج ۲۳ ص ۳۲۶) فیض القدری (ج ۲۳ ص ۵۰۶، ۵۰۵، ۸۲۳، موسکاۃ المصائب) (ج ۲۳ ص ۳۲۳ حدیث ۳۸۳۸)

۴۔ تحدیب الحدیب (ج ۲۳ ص ۵۰۹) (ج ۲۳ ص ۲۷۲) ۵۔ مندرجہ (ج ۲۳ ص ۱۸۶) (ج ۲۳ ص ۱۸۶ حدیث ۹۳۶)

ہیں اور یہی خلفائے راشدین ہیں۔ اسکے بعد جائز نہیں کہ کوئی شخص ان کی برائی کرے۔ جو شخص برائی کرے اسے سزا دی جائیگی، اگر اسرار کرے تو عمر قید کی سزا بھی دی جائیگی تاکہ وہ باز آئے۔ قاضی ابوی��ی کہتے ہیں کہ صحابہ کو گالی دینا کفر ہے۔ یہ تمام علماء کا متفق فیصلہ ہے۔ کوفہ کے علماء صحابی کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ابو بکر و عمر کے لئے تو اس سے بھی زیادہ سخت فیصلے ہیں۔ ابوی��ی سے پوچھا گیا کہ جو شخص ابو بکر کو گالی دے؟ جواب دیا: وہ کافر ہے۔ سوال ہوا کیا اس کی نماز میت پڑھی جائے گی؟ جواب دیا: نہیں۔ پوچھا گیا: لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کیوں؟ جواب دیا: اسکی لاش چھوٹا نہیں چاہئے بلکہ لکڑی سے اٹھا کر قبر میں پھینک آنا چاہئے۔ (۱)

یہ فتویٰ تمام علماء کے نزدیک مسلم ہیں۔ تو کیا کوئی بھی الصاف پسند یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؓ کو گالیاں دیں ان پر یہ احکامات کیوں نافذ ہوتے؟ جن لوگوں نے یہ شرمناک جرم کیا اُنھیں کافر اور دجال کیوں نہیں کہا جاتا؟

۱۶۔ معاویہ کی حضرت علیؓ سے جنگ

اس سلسلے میں اگر تمام باتوں سے چشم پوشی کر لی جائے تو اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت امیر المؤمنین خدا پرست مسلمان تھے اور مسلمان کو آزار پہنچانا اور اس سے جنگ کرنا حرام ہے، آئیت ہے کہ جو لوگ مومنین و مومنات کو اذیت دیتے ہیں وہ بہت بڑے بہتان اور گناہ عظیم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کا متفق فیصلہ ہے کہ مسلمان کو گالی دینا بد کرداری ہے اور جنگ کرنا کفر ہے۔

اس سلسلے میں معاویہ نے دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھایا، علیؓ کو گالی بھی دی اور خلیفہ وقت سے جنگ بھی کی۔ اولین مسلمان کو اذیت بھی دی، جس کی اذیت رسولؐ کی اذیت کے مترادف تھی۔ جو لوگ

رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جس نے رسول کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ خدا اور رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ پھر یہ کہ حضرت علیؑ نص، اجماع اور بیعت مہاجرین و انصار کی بنا پر خلیفہ وقت تھے۔ چند کے سواتمام صحابہ نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اسلامی حد بندی سے الگ ہو جائے اسکی گروہ مار دینے کا حکم ہے، احادیث رسول میں واضح طور سے حکم دیا گیا ہے: جسے دیکھ لو کہ امت محمدؐ میں افتراق پیدا کر رہا ہے اسے قتل کر دو۔ جو شخص جماعت میں افتراق پیدا کرے اس کی جالمیت پر موت ہو گی، جہنم میں جائے گا، خدا کے نزدیک اسکی کوئی جنت قابل قبول نہ ہو گی۔ (۱)

ان احکامات کی روشنی میں سوچنا چاہئے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغادت کر کے اسلامی حکومت کو مترسل کیا اور خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرچینی کر کے وحدت ملی کو پارہ پارہ کیا۔ ان ارشادات رسولؐ سے معاویہ کی ذمہ داریاں پوری طرح روشن ہو جاتی ہیں اور وہ اسلامی باغی قرار پاتے ہیں۔ جس طرح کہ حالت کفر و شرک میں باطل کے سراغنہ تھے۔ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد جنگ پر مأمور فرمایا تھا۔ اسی طرح فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کریں۔ معاویہ نے عمار کو قتل کیا۔ عمار ہی پر کیا تھا ہے، کتنے ہی پاک دامن صحابہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

صلی اللہ علیہ وسلم

آخر معاویہ کو کس منطق کی بنیاد پر خلیفہ کہا جاتا ہے؟ رسولؐ کی تو حدیث ہے کہ جب دوسرا شخص خلافت کا دعویدار ہو تو اس کی گروہ مار دو۔ نیز یہ کہ جب دو خلیفہ کی بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو۔ (۲) فرمایا کہ میرے بعد بہت سے خلفاء ہوں گے۔ پوچھا گیا: پھر آپ کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ پہلے کو

۱۔ صحیح بخاری باب الحسن والظاهر لللام (ج ۲ ص ۲۶۱۲ حدیث ۲۷۲۲) صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲ (ج ۲ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲) حدیث ۵۳۷، ۵۴۰ کتاب الامارہ (سنن بتیل ج ۸ ص ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵) اسناد احمد (ج ۲ ص ۲۹۶) سنن ترمذی ج ۹ ص ۲۹ (ج ۲ ص ۲۳۵) تفسیر الوصول ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۲۷)

۲۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۱۲۸ حدیث ۶۱ کتاب الامارہ) المحدث رک علی الحسن بن الحسن (ج ۲ ص ۱۵۶) (ج ۲ ص ۱۶۹ حدیث ۲۶۶۵)

مان لو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ ان احادیث کے علاوہ خود معاویہ کے لئے حدیث ہے کہ جب تم معاویہ کو یہرے نمبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ (۱) اسکے علاوہ حدیث ہے کہ جعلی سے برس پیکار ہوا سے قتل کر دو خواہ کوئی بھی ہو۔ (۲)

جس وقت علیٰ اور معاویہ میں اختلاف ہوا تو قرآن کی روشنی میں یعنی فصلہ ہونا چاہیے تھا کہ باہم صلح و صفائی کرانی چاہئے تھی۔ اب اگر ان میں کوئی بغاوت کرے تو س کے خلاف جنگ کرنی چاہئے تھی تاکہ حکم خدا کی طرف واپس آئے (۳)

امام شافعی نے اسی آیت سے باغیوں کے ساتھ جنگ جائز ہونے کا استدلال کیا ہے (۴) اور معاویہ صریح باغی تھے (۵) محمد بن حسن شیعی کہتے ہیں کہ اگر معاویہ نے ظالمانہ طریقے سے حضرت علیؑ سے مسلحانہ بغاوت نہ کی ہوتی تو ہم باغیوں سے جنگ کے طریقے معلوم نہ کر پاتے (۶) تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ آیت باغیوں سے جنگ کی دلیل ہے، پھر آگے لکھتے ہیں کہ قاضی ابو بکر بن عربی فرماتے ہیں کہ مسلمان باغیوں کے لئے یہ بیادی آیت ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، اسی آیت سے محدثین نے استدلال کیا ہے اور اسی آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسولؐ نے فرمایا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کر لیا۔ نیز خوارج کے خلاف بھی اسی سے حکم فراہم ہوتا ہے جنہوں نے اصحاب علیؑ کو قتل کیا۔ بنا بریں یہ متفقہ بات ہے کہ حضرت علیؑ امام اور خلیفہ وقت تھے، جس نے آپ سے جنگ کی وہ باغی قرار پائے، ان سے جنگ کرنا واجب تھی۔ (۷)

۱۔ کنز الدقائق معاویہ ص ۱۰ (ج ۱ ص ۱۹) کتاب صفين ۲۲۲-۲۲۳ (۲۲۸-۲۲۱) تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۸)
تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۸۱ (نمبر ۲۱۵۲) شرح ابن الہیث ج ۱ ص ۳۲۸ (ج ۱ ص ۳۲ خلبہ ۵۳) تحدیث الحمد بب ج ۲
ص ۳۲۸ (ج ۵ ص ۹۶)

۲۔ کنز الدقائق ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱۳) ۳۔ سورہ مجرمات ۹ ۴۔ سنن بتیلی ج ۸ ص ۱۷

۵۔ کفایۃ الطالب ص ۲۷ (ص ۱۷۲ باب ۲۸)؛ البدریۃ والتهابیۃ ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۷ ص ۳۳۹ حادث ۲۲۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۲۷۰)؛ کنز العمال (ج ۱ ص ۱۱۳ حدیث ۳۲۹۷۰)؛ مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۳۹ (ج ۳ ص ۱۵۰ حدیث ۳۲۷۳)

۶۔ الجواہر المعتبرہ ج ۲ ص ۲۶ ۷۔ تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص ۳۱۷ (ج ۱۲ ص ۲۰۸)؛ العوامی و القواسم ص ۱۷۰؛ ۱۷۸

زیلیٰ نے نصب الراية میں لکھا ہے کہ حق علیٰ کی طرف تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور اس میں بیک نہیں کروہ علیٰ کی طرف تھے، معاویہ والوں نے انہیں قتل کیا۔ ام الحرمین ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیٰ اپنے دور حکومت میں حق پر تھے، جن لوگوں نے ان سے جنگ کی وہ باغی تھے۔ البستان سے حسن ظن کی بنا پر یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے خطاۓ اجتہادی کی۔ اور امت کا اجماع ہے کہ جنگ جمل اور صفين میں علیٰ حق پر تھے۔ یہ بات مسلم ہے کہ بعد جنگ حضرت عائشہ نے ندامت کا انعام کیا (نصب الراية: اولین طباعت میں یہی عبارت تمیٰں میں موجودہ طباعت میں تحریف کر دی گئی ہے) (۱)

عائشہ نے صحیح کہا تھا کہ آیت ”وَإِن طَّافَتْهُنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْتَلُوا“ سے مسلمانوں کی رعیت میں نے سب سے زیادہ دکھی۔ (۲) خدام المؤمنین نے سب سے پہلے اس حکم کی خلافت کی اور اس کا حکم ضائع کیا اور جانلیٰ بناوے سکھار کر کے مگر سے نکلیں، امام وقت سے جنگ کی پھر شرمندگی میں اس قدر روتی تھیں کہ آپل آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

اسی دلیل سے امیر المؤمنین شام والوں سے جنگ کرنا اجوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دور استے ہیں یا تو شامیوں سے جنگ کروں یا جو کچھ محمد پر نازل ہوا ہے اس کا انکار کروں۔ (۳) رسول اکرم نے بھی حضرت علیٰ، عمار، ابوالیوب جیسے اصحاب کبار کو مارقین، قاطلین اور ناکٹین سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ (۴) اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ معاویہ والے قاطلین میں تھے۔ بنابریں معاویہ سے جنگ واجب تھی۔ وہی حکم دیتا ہے کہ ملتی سے جنگ کرو۔ حالانکہ قرآن کا حکم ہے کہ جب باہم

۱۔ نصب الراية (۲۹ ص ۶۹)؛ الارشاد (۳۳ ص ۲۲۵) (ص ۳۶۵)

۲۔ سنن بنی ماجہ (۸۸ ص ۷۲)؛ مسند رحمان حامی (۲۲ ص ۱۵۶) (ج ۲ ص ۱۶۸) حدیث (۲۶۶۳)

۳۔ فتح البلاغ (۱ ص ۹۳) (ص ۸۳ خطبہ ۳۲)؛ کتاب صفين ص ۵۳۲ (ص ۲۲۲)؛ مسند رحمان حامی (۲ ص ۱۱۵) (ج ۲ ص ۱۱۳) حدیث (۲۶۹۷)

۴۔ شرح ابن الباری (۱ ص ۱۸۲) (ج ۲ ص ۲۰۸) خطبہ (۲۵)؛ بحر الدلائل (۵ ص ۳۱۵) (ج ۶ ص ۳۱۵)

۵۔ مسند شمس الاخبار (۲۸) (ج ۱ ص ۱۰۳ باب ۷)؛ مسند ابی یعنی (ج ۳ ص ۱۹۲) حدیث (۱۶۲۳)؛ بحیر الرد (۱ ص ۲۲۸) تاریخ بغداد (۱۳ ص ۱۸۷) (نبر ۱۶۵) کتاب الطالب (۰) (ص ۱۲۹ باب ۷)

اختلاف کر تو قرآن کو حکم بناو۔ اس شخص نے حکم خدا و رسول کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ حضرت علی نے اتمام جنت کے بطور اسی لئے پہلے اس سے خط و کتابت فرمائی اور کتاب اللہ و سنت رسول کی طرف برابر دعوت دیتے رہے۔ (۱) لیکن معاویہ نے قرآن اور سنت کی قطبی پرواہ نہ کی۔ ان واجبی احکام کا ذرہ برابر خیال نہ کیا اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔ کیا معاویہ کی فہمائش کے لئے یہ احادیث رسول کافی نہیں تھیں کہ علی کی منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہاروئی کی موٹی کے نزدیک تھی صرف یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ خدا یا! جو اس کو دوست رکھے تو بھی دوست رکھ۔
جس نے میری اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے علی کی اطاعت کی، اس نے
میری اطاعت کی۔

میں تم میں دو گرفتار چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: ایک کتاب خدا، دوسرا میں اپنی عترت۔
جسے پسند ہو کہ میری جسمی زندگی و موت سے سے ہمکنار ہوا سے علی سے محبت کرنی چاہئے۔
خدا نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ علی ہدایت کا پرچم، منارہ ایمان، میرے اولیاء کے امام اور میرے
تمام اطاعت شعاروں کا نور ہیں۔

صیفیہ مومن کا عنوان علی بن ابی طالب ہیں۔
علی و فاطمہ اور حسنین کی طرف دیکھ کر فرماتے تھے: ان سے جنگ، مجھ سے جنگ اور ان سے صلح،
مجھ سے صلح ہے۔

علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر مومن کا دلی ہے۔
اے علی! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔
اے علی! تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی نفرت کرے گا حسنین کا ہاتھ تھام
کر فرمایا: جوان سے اور ان کے والدین سے محبت کرے، وہ قیامت میں میرے درجے میں ہو گا۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۲۶ ص ۲۳ (ج ۵ ص ۸ حادثہ ۲۴۰)؛ شرح فتح بلانج اص ۱۹ (ج ۳ ص ۲۱۰ خطبہ ۲۸)

علی کی منزلت وہی ہے جو میرے بدن کو میرے سر سے ہے۔
اپنی جان کی قسم! جو اہل سیقت سے بغض رکھے گا، اسے خدا جہنم میں جھوک دے گا۔
اے علی! خوشحال اس کا جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے، اس کا ستیا ناس
ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ بولے۔

جو مجھ سے محبت کرے اس کو ملی سے محبت کرنی چاہئے۔
اور جس نے علی سے نفرت کی اس نے مجھ سے نفرت کی اور جو مجھ سے نفرت کرے وہ خدا سے
نفرت کرتا ہے اور جہنمی ہے۔

علی کو گالیاں نہ دو کیونکہ وہ دارِ فتنہ ذات خداوندی ہیں۔

یہ نیکوں کا امیر اور بدکاروں کا قاتل ہے، اس کا مد دگار منصور اور اسے چھوڑنے والا ناکام ہے۔
جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں۔ چالیس احادیث (۱)

یہ امیر المؤمنین کے متعلق محبت و نفرت کے احکام و ارشادات رسول تھے۔ اسی لئے عظیم صحابہ نے
معاویہ کی معافانہ روشن کو سخت ناپسند کیا۔ (۲) ابوذر نے حدیث رسول ﷺ کی: معاویہ جہنم کا کندہ
ہے۔ (۳) اور معاویہ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ عبد الرحمن بن سہل نے معاویہ کی شرائخواری پر
تصیحت کی، عمرو عاص نے عمار کی شہادت کے بعد فتحیہ باعثیہ کی حدیث سنائی، ان کے علاوہ بھی صحابہ نے
احتجاج اور غم و غصہ کا مظاہرہ کیا۔ معاویہ کی خباثت نفس کا اندازہ موفقیات بن بکار کی روایت سے
ہوتا ہے۔ مطرف بن مخیرہ نے کہا کہ میرے باپ اکثر معاویہ کے بیہاں سے آتے تو اس کی ذہانت و
ہوشمندی کی تعریف کرتے۔ لیکن ایک دن آئئے تو معموم تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہا: آج کی رات

۱۔ مذکورہ حدیث میں اسی کتاب کی جلد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ میں موجود ہیں۔

۲۔ مروج الذہب ج ۱۱ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۲)؛ تذکرة الخواص ص ۱۲ (ص ۱۸)

۳۔ شرح ابن القیم (ج ۸ ص ۲۵۵ خطبہ ۳۰)

میری بھیاں کے تین رات ہے، میں دنیا کے خبیث ترین انسان کے پاس سے آ رہا ہوں، میں نے آج معاویہ سے کہا کہ اگر آپ بنی ہاشم کے ساتھ صدر حرم کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس کمینے نے جواب دیا کہ افسوس! ابو بکر نے منصانہ حکومت کی، انہیں کیا ملا؟ عمر نے انصاف کیا، کیا ملا؟ میرے بھائی عثمان نے تو خوش کرواری کی حد کر دی لیکن ان کے ساتھ بر ابرتاو ہوا لیکن یہ بنی ہاشم توہر پانچ وقت اپنی برتری کا اعلان کرتے ہیں ”أشهد ان محمد رسول الله“۔ (۱)

معاویہ کے گستاخانہ خطوط جو اس نے امیر المؤمنین کے لکھے، انہیں پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عصیت میں کفر کی حدود سے بہت آگے نکل گیا تھا۔ (۲) معاویہ شجرہ ملعونہ کی فرد اور علی صدیق اکبر و فاروق اعظم اور یحیوب الدین تھے۔ (۳) علی قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ تھا (۴) علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ تھا یہاں تک کہ حوض کو شرپ پرواہ ہوں۔ (۵)

اسکی ہزاروں احادیث رسول ہیں، اس طاغی کو نام علی سے چڑھتی۔ عبد اللہ بن عباس کے یہاں لڑکا ہوا علی اسے دیکھنے گئے، گود میں لے کر پوچھا: کیا نام رکھا؟ ابن عباس نے کہا: میں آپ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں۔ فرمایا: میں نے علی نام رکھا اور کنیت ابو الحسن۔ کچھ دن بعد معاویہ نے ابن عباس سے کہا کہ میں نے اس کی ابو محمد کنیت رکھی۔ علی کے نام سے مت پکارتا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں نے علی نام کے اپنے بچوں کا نام بدل دیا تھا۔ (۶) کیونکہ بنی امیہ علی نام کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ (۷)

۱۔ مردج الذهب ج ۲ ص ۳۲۱ (ج ۳ ص ۳۹)

۲۔ و سارے خطوط شرح فتح البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۲۸، ۲۱۶، ۲۱، ۵۰، ۵۱، ۲۰۱، ۸۲، ۸۷، ۱۸۶، ج ۲ ص ۱۳۵، ۱۱۳، ج ۷ اصل ۲۵۲، ۲۵۳

۳۔ الحادی للبغدادی سیدی طی (ج ۲ ص ۱۹۶)

۴۔ مدرس حامی ج ۲ ص ۱۱۲ (ج ۳ ص ۱۳۳) احادیث ۳۲۸ (ج ۳ ص ۳۲۸)؛ الحمد الادسط طبرانی (ج ۵ ص ۳۵۵) احادیث ۳۷۷ (ج ۳ ص ۳۷۷)؛ صواعق عزیز ص ۳۷

۵۔ مذکور حامی ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۳ ص ۱۳۰)؛ البیان الصغیر ج ۲ ص ۱۱۰ (ج ۳ ص ۱۱۰) کے احادیث ۵۵۹ (ج ۳ ص ۱۱۰)؛ تاریخ بغداد ص ۱۱۶ (ج ۳ ص ۱۱۶)؛ ثیف القدری ج ۲ ص ۲۵۱

۶۔ مذاقب خوارزی (ص ۶۷) احادیث ۲۱۳ (فرائد اسرائیل) (ج ۱۱۷) احادیث ۱۳۰

۷۔ کامل ہدیہ ج ۲ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۲۹) تہذیب العہد ہدیہ ج ۷ ص ۳۱۹ (ج ۳ ص ۲۸۱)

۱۔ فرزند جگر خوارہ کی تباہ کاریاں

۱۔ جب علی کی فوج کے سپاہی نعیم بن صہیب جگ صفین میں قتل ہوئے تو ان کا چھیرا بھائی نعیم بن حارث معاویہ سے بولا کر اسے مجھے بخش دیجئے تاکہ دفن کروں۔ معاویہ نے کہا: اسے دفن ہونے کا حق نہیں کیونکہ عثمان کو بھی دفن نہیں ہونے دیا گیا تھا۔ نعیم نے کہا: اگر اجازت نہیں دو گے تو تمہیں چھوڑ کر علی کے ساتھ ہو جاؤں گا۔ مجبور ہو کر معاویہ نے اجازت دی اور اس نے دفن کیا۔ (۱)

۲۔ عبد اللہ بن بدیل قتل ہوئے تو معاویہ کے ساتھ ابن بدیل کے دوست عبد اللہ بن عامر بھی سر ہانے پیدا ہوئے۔ ابن عامر نے ابن بدیل کی لاش کو ڈھانپ کر مغفرت کی دعا کی۔ معاویہ نے کہا: چھرہ کھولو۔ ابن عامر نے کہا: بخدا! جب تک جان میں جان ہے ابی نہیں ہونے دوں گا کہ اس کا مثلہ کیا جائے۔ معاویہ نے کہا: چھرہ کھولو، مثلہ نہیں کروں گا، میں نے تمہیں بخش دیا۔ (۲)

ابو جعفر بغدادی الحجر میں لکھتا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ جسے بھی دین علی پر پاؤ اسے قتل کر دو اور اس کی لاش کا مثلہ کر کے پارہ پارہ کر دو۔ (۳)

۳۔ معاویہ نے نذر مانی تھی کہ قبیلہ ربعیہ کی عورتوں کو کنیر بنائے گا اور جن عورتوں نے جگ صفین میں اس کے خلاف جگ کی تھی انہیں قتل کر دے گا۔ اس سلطے میں خالد بن سعمر کے اشعار بھی ہیں۔ (۴)

۴۔ بارودی لکھتا ہے کہ عمر بن قرہ صحابی رسول جگ صفین میں معاویہ کے خلاف سخت جگ کر رہے تھے، معاویہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر قبیلے میں آگئے تو ان کے کان میں تانہ پکھلا کر پکاؤں گا۔ (۵)

۱۔ کتاب صفین میں ص ۲۹۲ (ص ۲۵۹)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۲ (ج ۱۵ ص ۲۶ حادثہ تھو)؛ شرح ابن الہیلد بیہقی ص ۳۸۹ (۳۸۹)

ج ۵ ص ۷۰ خطبہ ۶۵

۲۔ کتاب صفین میں ص ۲۶۷ (ص ۲۳۶)؛ شرح ابن الہیلد بیہقی ص ۳۸۹ (ج ۵ ص ۷۱ خطبہ ۶۵)

۳۔ الحجر ص ۲۷۹

۴۔ الاصابع ص ۲۵ (نمبر ۶۰۵)

۵۔ کتاب صفین میں ص ۲۲۳ (ص ۲۹۲)

یہ جگر خوارہ کے وہ بعض کرتوت ہیں جو جنگ صفين میں سرزد ہوئے۔ کیا یہی دین اسلام کا تقاضہ ہے کہ اگر خلیفہ وقت کی حمایت میں قتل ہو جائے تو اس کو دفن ہونے کا حق نہ رہے؟ کیا مخالف کا مثلہ اور اس کی لاش کو پارہ پارہ کرنا سابقین اولین صحابہ کا بھی شعار رہا ہے؟ رسول خدا نے تو جانور کی لاش کو بھی پارہ پارہ کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱)

آخر کس دلیل سے جگر خوارہ کا فرزند، علی والوں کی لاش کا مشتمل جائز سمجھتا تھا؟ محصیت کی نظر ماننا تھا؟ عورتوں کو کئی نیزی میں لینے کا عہد کرتا تھا؟ جب کہ حرام نذر کا پورا کرنا روانہ نہیں۔ (۲)

۱۸- نار و آهستیں

معاویہ کے شرمناک پاپ ہمارے آپ کے اندازوں سے باہر ہیں۔ اس نے حضرت علیؓ سے جنگ اور ان پر سب دشمن کو کس دل سے جائز سمجھا ہوگا؟ لیکن اس نے تو اہم طرازیوں کے ڈھیر لگادے ہیں، ایک تو حضرت علیؓ کو طلد کہا اور دوسرے یہ کہ علیؓ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ علیؓ کی تکویری سے اسلام قوی ہوا اور نماز برپا ہوئی، ان کی نماز کی خدا نے مدح کی۔ وہ سادہ لوح عموم کو سمجھا تھا کہ علیؓ کا اسلام پر ایمان نہ تھا اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

جاظ کہتے ہیں کہ معاویہ ہر تقریر کے بعد کہتے:

خدا! ابوتراب طحہ ہو گیا ہے، تیری راہ لوگوں پر بند کر دی ہے اس لئے اس پر لعنت کر بدترین لعنت اسے دردناک عذاب کا حاضرہ چکھا۔ اور یہ حکما مدت تمام گورزوں کو لکھ بھیجا یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز نے

^١ ا-عجم الكبير طرافق (ج اص ١٠٠ احاديث ١٢٨)؛ نصب الرئيـج (ج ٣ ص ١٢)؛ شرح السير الكبير فرضي (ج اص ٨)؛ صحیح بخاری باب ما يکرہ من المثلة (ج ٥ ص ٤٠٠ حدیث ٥١٩).

اے بند کیا۔ (۱)

ابن مزاحم لکھتا ہے کہ جگ صفین میں ایک کالا جوان معاویہ کی فوج سے نکلا اور دین عثمان پر ہونے کا اعلان کر کے مبارز طلب ہوا، پھر حضرت علیؓ کو گالیاں دینے لگا۔ ہاشم مر قال نے اس سے کہا کہ خدا سے ڈر دے اسے کیا جواب دو گے؟ وہ بولا: میں تم لوگوں سے اس لئے جگ کر رہا ہوں کہ میرے امیر معاویہ نے کہا ہے کہ تمہارا امیر نماز نہیں پڑھتا، اس نے میرے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہاشم نے کہا: جھیں عثمان سے کیا مطلب، انہیں تو اصحاب رسولؐ اور اساتذہ قرآن نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ بدعتیں کرتے تھے اور دین محمد بدلتے تھے پھر سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ میرا امیر سابق الاسلام اور سب سے پہلانا مازی ہے۔ سب سے زیادہ دین خدا کا واقف کار اور پیغمبرؐ کا قریب ترین رشتہ دار تھا۔ وہ جوان بولا: میرے بھائی! تم مرد صاحب معلوم ہوتے ہو اور میں گناہ میں بدلنا تھا، اب میں خدا سے توبہ کرتا ہوں اور میدان سے چلا گیا۔ ایک شاعی نے کہا کہ اس عراقی نے جھیں دھوکا دیا۔ جواب دیا: نہیں، اس عراقی نے میری خیر خواہانہ نصیحت کی۔ (۲)

معاویہ نے پوری عمر علیؓ پر تجھست لگائی اور جب ابن عباس سے بعد شہادت امیر المؤمنین ملاقات کی تو کہا کہ اس خدا کا شکر جس نے علیؓ کو قتل کیا۔

آخر یہ کہیں کہ خدا کا شکر ادا کر رہا ہے، کیا اس کا جس نے علیؓ کو ولایت عطا کی ہے اور جس کی طہارت کا قرآن میں اعلان کیا ہے، جس نے رسولؐ کو حکم دیا کہ علیؓ کو اپنا وحی بنا دو؟ کیا کوئی مسلمان جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے، قتل علیؓ پر خوش ہو گا اور خدا کا شکر ادا کرے گا؟ جی ہاں! یہ وہی کرے گا جو خدا کے بجائے جمل کو مانتا ہو۔

فرزند جگر خوارہ کی باغیانہ روشن کا دوسرا بہانہ یہ تراشاجاتا ہے کہ انہوں نے خون عثمان کا بدلہ لیا اور عثمان کا خون علیؓ کی گردان پر تھا۔ اس سلسلے میں کچھ باقی میں پیش نظر ہانی پا جائے:

۱۔ شرح ابن القیم بیرون اس (ج ۳۵۶ ص ۵۶، ۵۷) خلیفہ (۵۶)

۲۔ کتاب صفين ص ۳۰۶ (ص ۳۵۲) (ص ۳۵۲)؛ تاریخ طبری ج ۱ ص ۶۱ (ج ۵ ص ۲۲) خواتی (۲۲) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۲۲۸)

(۲۲)؛ شرح ابن القیم بیرون ج ۲ ص ۲۲۸ (ج ۸ ص ۳۶، ۳۷) خلیفہ (۱۲۲)

- ۱۔ اول یہ کہ معاویہ خود اپنے قتل کے شاہد نہیں ہیں بلکہ ان کی مدد کرنے میں کوتا ہی کی تاکہ خون بھئے تو یہ بہانہ بنا کر اپنا اقتدار مضبوط و سست کریں۔
- ۲۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر المؤمنین قتل عثمان کے موقع پر مدینہ سے باہر تھے، اس لئے قتل میں ان کے شریک ہونے کا امکان ہی ختم ہو جاتا ہے، نہ ان کی حمایت میں نہ ان کی خلافت میں، کسی قسم کی جدوجہد نہیں کی۔
- ۳۔ تیسرا یہ کہ عثمان کے قاتل نے تو خود اقرار کیا ہے کہ مجھے عمر و عاص کہتے ہیں، یہاں وادی الساع میں رہ کے عثمان کو قتل کر دیا۔ (۱)

جر جانی کہتے ہیں کہ جب عمر و عاص نے مصر کے بد لے معاویہ کی حمایت کی اور عہد نامہ بھی تحریر ہو گیا تو معاویہ نے اس کے سامنے سیاسی حالات پیش کر کے مشورہ طلب کیا۔ عمر و عاص نے کہا: محمد بن حذیفہ کو قتل کر ادا، شہنشاہ روم سے تخفہ بھیج کر صلح کرو، اب رہ کئے علی تو ان کی عراق کے معززین نے بیعت کر لی ہے، شام کے لوگوں کو تم نے علی کے خلاف کر کے اچانکیں کیا ہے، اب تمہیں شامیوں کے رئیس شر جبل بن سمعان کندی کو فریب دے کر علی کا مقابلہ بانا ہو گا۔ معاویہ نے اسے حوصل میں خط لکھ کر ہم خیال بانا چاہا، تھوڑی سی عیاری کے بعد یہ معاملہ بھی پٹ گیا۔ جب شر جبل شام آیا تو شامیوں نے زبردست استقبال کیا۔ معاویہ نے اس سے کہا کہ علی نے جریر کو بھیج کر مجھے بیعت لئی چاہی ہے، علی بہترین امت تھے اگر انہوں نے عثمان کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اب میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ شر جبل نے غور کرنے کی مہلت مانگی تو معاویہ نے اپنے آدمی لگادیئے تاکہ معاویہ کا ہم خیال بنا سکیں۔ شر جبل نے جریر سے ملاقات کر کے قتل عثمان کے متعلق مناظرہ کیا، آخر شر جبل علی کا مقابلہ ہو گیا اور جھوٹی گواہیوں اور اہتمام طرازیوں کے مل پر معاویہ نے شام والوں کو حضرت علی کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری ج ۵۵ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۵۶۰)

۲۔ کتاب مطہرین ص ۵۷، ۵۹، ۶۱ (ص ۲۲، ۵۱)؛ استیاب ج ۱ ص ۵۸۹ (القسم الثانی ص ۴۰۰، نمبر ۱۶۸)؛ اسد الغاب ج ۲ ص ۳۹۹ (ج ۲ ص ۱۳، نمبر ۲۲۱)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۳۶۰، حوارث ۲۳)؛ شرح نجع البلاغ عن ابی الحمید بن اس (ج ۲ ص ۲۵۰، نمبر ۱۳۹)

۴۔ عثمان کو مجاہرین و انصار نے مزوز ترین اصحاب رسول نے اس لئے قتل کیا کہ وہ امت اسلامی کو قرآن و سنت سے مخفف کر رہے تھے، اس لئے ان کا خون بساح سمجھا گیا۔ اس بنا پر کسی کو بھی ان کا قصاص لینے کا حق نہیں تھا۔ اس حقیقت کو حضرت علی، (۱) ہاشم مرقال (۲) اور عمران یاسر (۳) جیسے عظیم صحابہ نے واضح کر دیا ہے۔

۵۔ امیر المؤمنین کی سپاہ میں ایسے بھی عظیم اصحاب تھے جن کا قتل عثمان سے کوئی تعلق نہ تھا پھر آخر کس دلیل سے معاویہ نے حضرت علی سے جنگ کی؟

۶۔ پھر یہ کہ خود معاویہ کی طرح بھی خون عثمان کے دلی نہ تھے۔

شروع لحاظ سے ان کا قصاص فرزندان عثمان کو طلب کرنا چاہئے تھا، وہ خلیفہ وقت سے دادخواہ ہوتے تو فیصلہ ہوتا۔ البتہ معاویہ قصاص طلب کرتے اپنے بھائی حنبلہ کا، عتبہ کا ولید بن عتبہ کا، عاص بن سعید کا جن کے قاتل حضرت علی تھے لیکن معاویہ ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس میں مسلمان ان کا ساتھ نہ دیں گے۔ البتہ خون عثمان قصاص طلب کیا کیونکہ جاہلی عہد میں قصاص فرزندوں کے علاوہ دور کا رشتہ بھی طلب کر سکتا تھا معاویہ عثمان کے دور بھی کے رشتہ دار تھے۔

۷۔ معاویہ کو چاہئے تھا کہ پہلے علی کی بیعت کر کے وحدت معاشرہ میں شامل ہوتے پھر قصاص کا دعویٰ رکھتے، خود حضرت علی نے بھی ایک خط میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔ (۲)

۱۔ الامامت والسياسة ج ۱۵ ص ۷۷ (ج ۱۵ ص ۹۱)؛ العهد الفرید ج ۲ ص ۲۸۳ (ج ۲۳ ص ۱۳۷)؛ کامل بردج اس ۷۷ (ج ۱۵ ص ۲۷۱)؛
شرح ابن القیم ج ۱۵ ص ۲۵۲ (ج ۲۳ ص ۸۹ خلبہ ۲۲۲)

۲۔ کتاب صفين ص ۳۰۲ (ص ۲۵۲)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲ (ج ۵ ص ۲۳۲ حادث ۲۱۷)؛ شرح ابن القیم ج ۲ ص ۲۶۸ (ج ۸ ص ۳۵ خلبہ ۱۲۲)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۵ (ج ۱۵ ص ۲۸۳ حادث ۲۱۷)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱ (ج ۵ ص ۲۳۹ حادث ۲۱۷)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۲۸۰ حادث ۲۱۷)؛ شرح فی البلاغ ج ۱ ص ۵۰۲ (ج ۵ ص ۲۵۲ خلبہ ۶۵)؛ البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۲۶ (ج ۷ ص ۲۹۶ حادث ۲۱۷)؛ بحثۃ الخطب ج ۱۵ ص ۸۱ (ج ۱۵ ص ۲۳۵ خلبہ ۲۲۵)

۳۔ الامامت والسياسة ج ۱۵ ص ۸۸ (ج ۱۵ ص ۹۲)؛ کامل بردج اس ۷۷ (ج ۱۵ ص ۲۷۱)؛ العهد الفرید ج ۲ ص ۲۸۳ (ج ۲۳ ص ۱۳۷)؛ شرح ابن القیم ج ۱۵ ص ۲۵۲ (ج ۲۳ ص ۸۹ خلبہ ۲۲۲)

۸۔ معاویہ سے قبل علیہ و زیر نے بھی زوجہ رسولؐ کو ساتھ لے کر یہی ذرامة کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے انہیں بھی سمجھایا کہ عثمان کے فرزند ہیں، یہ حق انہیں پہنچتا ہے۔ حضرت تو خود ہی فرماتے تھے کہ دوسری راستے ہیں یا ان سے جنگ کروں یا کافر ہو جاؤں۔

۹۔ تصاص کے سلسلے میں خلیفہ وقت کی اطاعت بہر حال امت کی ہر فرد پر واجب تھی لیکن معاویہ کو خواہش نص نے انہیں اس بارے میں اس نے اپنی ذمہ داری نہیں بھائی۔

۱۰۔ قاتلین عثمان کے بارے میں اختلاف ہے، جن پر الزام ہے ان میں جبلہ بن ایحیم، کبیرہ سکونی، کنانہ بن بشر، سودان بن حمران، رومانی یمانی، یسار بن غلبان۔ ان میں سے کوئی بھی علیؓ کی فون میں نہ تھا۔ اگر اس اپ کو دیکھا جائے تو تمام مہاجرین و انصار ان کے قتل میں شریک تھے، خود حضرت علیؓ نے اپنے کو قتل عثمان سے بری قرار دیا ہے۔ لیکن معاویہ نے جھوٹ اور بہتان کی حد کرتے ہوئے حضرت علیؓ اور ان کے طرفداروں کو قاتلین عثمان میں ہونے کا بھرپور پروگنڈہ کیا۔

۱۹۔ معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا ”عذر لنگ“

معاویہ کے عغوفت خیز اور بھیاکر ترین اقدامات اور حضرت علیؓ کے خلاف ان کی مسلحانہ بغاوت کے متعلق جو عذر تراشے گئے وہ آپ نے گذشتہ صفات میں پڑھ لئے۔ اب آئیے ذرا آخری گھار کا بھی تجویز کر لیجئے ہے ابن حجر کی نے صوات عن حرقة میں لکھا ہے، یا ان کی اپنی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ ابن حزم، ابن تیمیہ، اور ابن کثیر کے چہائے ہوئے لئے ہیں جسے انہوں نے باتجا کرائے انداز میں پیش کیا ہے۔ کہ معاویہ نے علیؓ سے حق خلافت چیننا چاہا تھا، کیونکہ یہ بات تو ثابت ہے کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق کہ معاویہ نے علیؓ سے حق خلافت چیننا چاہا تھا، کیونکہ یہ بات تو ثابت ہے کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا۔ یہ حق خلافت کے لئے نہیں قابلہ یہ اس لئے پیدا ہو اکہ معاویہ اور ان کے ساتھی علیؓ سے قاتلین عثمان کو طلب کر رہے تھے، کیونکہ معاویہ عثمان کے چیزیں بھائی تھے۔ حضرت علیؓ نے اس سے انکار کیا،

وچہ یقینی کہ انھیں عثمان ہوا کہ فوراً حوالے کر دیا جائے گا تو چونکہ ان کے قبلے بہت زیادہ ہیں اور حضرت علیؑ کی فوج میں تحمل مگئے ہیں اس لئے سخت بد امنی پھیلے گی اور خلافت کا انتقام متزلزل ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ابتداء میں خلافت کو استحکام و استواری نہیں حاصل تھی، اس لئے حضرت علیؑ نے سوچا کہ جب تک خلافت مسٹکم نہ ہو جائے اس معاطے کو تالنا زیادہ قرین صواب ہے، جب قومی وحدت استوار ہو جائے تو یہاں ایک قاتلین عثمان کو پکڑ کر حوالے کر دیا جائے گا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب جنگ جمل میں آواز دی گئی کہ قاتلان عثمان فوج سے الگ ہو جائیں تو بعض نے حضرت علیؑ کے خلاف مسلحانہ بغاوت کا ارادہ کر لیا، اکثر لوگ قتل عثمان کے ہم خیال تھے، چنانچہ ایام محاصرہ میں صرف مصری افراد کی تعداد سات سو، ہزار یا پانچ سو تھی، کوفہ و بصرہ کے لوگوں کو ملا کر تعداد دو سو ہزار تک ہو چکی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ نے انھیں حوالے کرنے سے پہلوتی برتنی کیوں نکلے معاملہ سخت دشوار تھا۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ بلوائیوں نے عثمان کو تاویل فاسد کی بنا پر قتل کیا ہوا کیونکہ عثمان نے ان کی بات مانے سے انکار کیا تھا۔ جیسے مردان کا معاملہ جوان کا پتھر تھا اور پیغمبر نے اسے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا گرر عثمان نے بلا کر اسے اپنا داما دبنایا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنادیا تھا، محمد بن ابی بکر، محض ناواقفیت میں انھوں نے فیصلہ کیا کہ عثمان کا خون بہانا جائز ہے۔ یہ قول امام شافعی ہے لیکن میری بات زیادہ قابل اعتقاد ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے، ان کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ ان سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہوئی جس کی وجہ سے ان کا خون مباح ہوتا۔ (۱)

انھیں جنت تمام کرنے کے بعد قتل نہیں کیا گیا، انھیں ہزاروں مصری، کوفی و بصری لوگوں نے قتل نہیں کیا، تمام ملک ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ تھا، پاک نفس اور نیک لوگوں نے ان پر تعمید نہیں کی تھی، اول دن ہی سے قاتلین مجہول نہیں بلکہ معروف تھے، مہاجرین و انصار قتل میں شریک نہیں تھے۔

(۱) الموسوعۃ المکتبۃ الالیہ (۲۱۶، ۱۲۹)

مدینہ والوں نے دوسرے شہروں میں خط لکھ کر دین محمدیؐ کی جاہی کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا، طلبہ، زیر، عائشہ اور عمرو عاص تمام لوگوں سے زیادہ قتل عثمان میں کوشش نہیں تھے، دنیا نے عثمان کا طلبہ کے خلاف احتجاج بھی نہیں سناتا تھا، سعد نے مدد کرنے کا اقرار بھی نہ کیا تھا، تین روز تک عثمان کی لاش مزبلہ پر بھی پڑی نہیں رہی، طلبو佐یر نے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا، بھی نہیں تھا، امام وقت حضرت علیؓ کو درگذر کرنے کا حق بھی نہیں تھا، جس طرح عثمان نے ہر مژان و جھینہ کے قتل میں عبید اللہ کو معاف کر دیا تھا، چند مهزوز ترین صحابہ نے گواہی بھی نہیں دی تھی کہ عثمان کا خون معادیہ کی گردان پر ہے، عثمان کا ولی معادیہ کے سوا کوئی تھا بھی نہیں، اور معادیہ خود واقعہ قتل کے عین گواہ بھی تھے؟

ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ معادیہ کی مسلحانہ بغاوت حکومت ہتھیار نے کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف اور صرف قاتلین عثمان سے قصاص لینا چاہتے تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آزاد کا قصاص طلیق کو لینے کا حق ہے۔ ٹھیک ہے تمام حادثات یونہی پیش آئے تھے جیسا کہ ان جگہ نے لکھا ہے لیکن کوئی ان جگہ سے پوچھے کہ کیا معادیہ کی خلافت و دشمنی امام وقت کے خلاف نہیں تھی؟ کیا ایسے خلیفہ و حکمت کے خلاف نہیں تھی جسے نص اور اجماع کے ساتھ ساتھ عظیم اصحاب رسولؐ نے خلیفہ منتخب کیا تھا؟ کیا ان کی مسلحانہ بغاوت اسلامی حکومت کو متزلزل نہیں کر رہی تھی؟ کیا الہم سیاست کی تغیری و تبدلیں نہیں ہوئی؟

معادیہ خلیفہ نہیں تھے، نہ ان کی بیعت ہی ہوئی تھی، بلکہ وہ صرف ایک پچھلے خلیفہ کے معین کئے ہوئے ایک گورنر تھے۔ اس بنا پر جو بیعت مدینہ میں منعقد ہوئی اس کی اطاعت شام کے گورنر پر لازم تھی۔ خود امیر المؤمنین نے خط میں لکھا تھا کہ اگر تم شام کی گذری چاہتے ہو تو آ کر جدید تقریب کا پروانہ لے جاؤ۔ یہ سب کچھ بھی نہ ہوا؟

وفود کی کہانی

پہلا وفد:

اول ذی الحجه ۲۳ھ میں حضرت علیؓ نے بشیر ابن عمرو، سعد ابن قیس اور شبیث ابن ربیؑ پر مشتمل

ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اس شخص کو دین خدا، فرمانبرداری اور جماعت سے وابستگی کی دعوت دینا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر بشیر ابن عمرو نے حمد و هناء اللہ کے بعد کہا کہ اے معاویہ! دنیا زائل ہو نے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے، اللہ تمہارے عمل کا محاسبہ کریں گا اور اسی کے مطابق مرتاو کرے گا، میں تھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور خون بھانے سے باز آؤ۔

معاویہ نے بشیر بن عمرو کی بات کاٹ کر کہا کہ کیا یہی بات تم نے اپنے امام سے کہی؟ ہے بشیر نے جواب دیا: میر امام تمہاری طرح نہیں ہے، وہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار اور فضیلت، سبقت اسلامی اور قربابت رسول کا حامل ہے۔ معاویہ نے کہا کہ علیؑ کیا کہتے ہیں؟ بشیر نے کہا کہ وہ تھیں تقوائے اللہ کی دعوت دیتے ہیں، تھیں اپنے ابن عم کی بات ماننا لازم ہے۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم! اہم خون عثمان را یگان نہیں جانے دیئے۔

اس کے بعد ہبھی ابن رعنی نے تقریر کی، حمد و هناء اللہ کے بعد کہا: اے معاویہ! تم نے بشیر کا جو جواب دیا اسے ہم نے خوب سمجھا، تمہارا مقصد ہم سے پوشیدہ نہیں، تم ہر دلیل سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہو، خون عثمان کے بھانے کچھ پست لوگ تمہارے ہم خیال ہو گئے ہیں حالانکہ عثمان کی مدد کرنے میں ٹال مٹول دکھائی تاکہ تم اس خون کا بہانہ جا کر اقتدار حاصل کر سکو، لیکن اسے سمجھ لو کہ بہت سی آرزوؤں میں خدا خارج ہو جاتا ہے، تم نے اپنی امید کے حصول میں غلطی کی ہے، تم بدترین عرب! اگر تم تمناؤں میں کامیاب ہو گئے تو جہنم واصل ہو گے اے معاویہ! خدا سے ڈرو، اور اپنا مطالیبہ چھوڑو، حقدار سے جھوڑانے کرو۔

معاویہ نے کہا کہ اے عربی! تو نے جھوٹ بولا اور میری ملامت کی، تو بد دماغ ہے، میرے سامنے سے دور ہو جا، اب میرے اور تمہارے درمیان صرف تکواری فیصلہ کریں گی۔ وفد نے واپس آ کر حضرت علیؑ سے ساری روادرستاوی۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲۶ (ج ۲۳ ص ۷۴۵ حادث سن ۳۶) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۲۲ ص ۳۲۵ حادث سن ۳۶)
البدایہ والنھایہ ج ۲ ص ۲۵۶ (ج ۲۷ ص ۲۸۵ حادث سن ۳۶) تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳ (ج ۲۷ ص ۳۵۵ حادث سن ۳۸) کامل
ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۳ (ج ۲۷ ص ۳۶۷ حادث سن ۳۷) البدایہ والنھایہ (ج ۲۷ ص ۲۸۶ حادث سن ۳۷)

دوسرے اوفد:

عمر بن الخطابؓ میں بھیجا، جب فرقین نے جنگ روک کر صلح و مصالحتی کی بات شروع کی، حالانکہ اس کا فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ نے عدی ابن حاتم، یزید ابن قیس، شبیث ابن ربعی اور زیادہ ابن حظله کو معاویہ کے پاس بھیجا:

عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم تمہارے پاس وحدتِ کلہ اور اتحادِ ملت کی دعوت دینے آئے ہیں تاکہ خون نہ بپڑے اور امن پیدا ہو، کہیں تم۔ جنگِ جمل کا منظر نہ بھگتا پڑے۔ معاویہ نے کہا کہ تم میرے پاس صلح کے بجائے دھمکانے آئے ہو، میں حرب کا بیٹا ہوں جسے ڈرایا نہیں جا سکتا تم ہی لوگوں نے عثمان کو قتل کیا، اب میری تباہ ہے کہ ان کے بد لے میں تم لوگوں کو قتل کروں۔

شبیث ابن ربعی اور زیادہ نے معاویہ سے کہا کہ ہم تمہارے پاس صلح کی بات لیکر آئے ہیں اور تم تمہل باتیں کرنے لگے، کچھ مفید باتیں کرو۔ اس وقت یزید ابن قیس نے کہا کہ ہم تمہارے پاس دو توک جواب لینے کیلئے بیجے گئے ہیں، تم پر اچھی طرح واضح ہے کہ فضائلِ دخان میں کوئی بھی علیٰ کا ہم پل نہیں، تم سے علیٰ کا کوئی مقابلہ نہیں، اے معاویہ علیٰ کی خالفت نہ کرو۔

معاویہ نے کہا کہ تم وحدتِ قومی کی جوبات کر رہے ہو یہ میرے پاس ہے، میں تمہارے امام کی بیروتی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے عثمان کو قتل کیا اور قاتلوں کو پناہ دی ہے، تم قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ عثمان کے بد لے میں انھیں قتل کر دوں پھر تمہاری قومی وحدت کی پیش کش قبول کرلوں گا، شبیث نے کہا۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ عمار کو تمہارے حوالے کیا جائے کہ انھیں قتل کر دوں معاویہ نے کہا: کیا ہرج ہے، میں تو عمار کو غلام عثمان کے بد لے میں قتل کر دوں۔

شبیث نے کہا: خداۓ زمیں و آسان کی تم! تم نے انصاف نہیں کیا، جب تک تمہارے بہت سے لوگ خاک و خون میں نہیں لوئے تم عمار پر قابو نہیں پاسکو گے، معاویہ نے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو دنیا تم لوگوں پر اندر میں ہو جائیگی۔

جب یہ وفد معاویہ کے پاس سے چلا آیا تو معاویہ نے زیاد کو آدمی بھیج کر زیرواہ اور کہا کہ علیٰ علیہ

السلام نے قطع رحم کیا اور قاتلان عثمان کو پناہ دی، اس لئے میں تم سے اور تمہارے قبلے سے مدد کی بھیک مانگتا ہوں، میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اگر کامیابی ملی تو تحسیں کو فی باصرے کا گورنر بنادونگا۔ زیاد کا بیان ہے کہ معادیہ کہہ چکے تو میں نے حمد و شکر کے اللہ کے بعد کہا کہ میں خدا کے روشن راستے پر ہوں اور اس نے مجھ پر انعام کیا ہے، میں کبھی مجرموں کا پاشت پناہ نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہکش میں چلا آیا۔ (۱)

ابن دیزیل کی روایت ہے کہ عراقی اور شامی قاریان قرآن کا آمنا سامنا ہو جو لوگ بھگ تیں ہزار تھے۔ عراقیوں میں عبیدہ سلمان، علقمہ ابن قیس، عامر ابن قید اور عبد اللہ ابن عتبہ تھے، یہ لوگ معادیہ کے پاس گئے اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ معادیہ نے کہا: عثمان کا بدلت اور علی علیہ السلام سے لوٹا۔ پوچھا گیا: کیا انہوں نے قتل کیا ہے؟ جواب دیا: نہ، انہوں نے قتل کیا ہے اور قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ ان لوگوں نے واپس آ کر حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا تو مولانے فرمایا وہ جھوٹا، ہے تم کبھی جانتے ہو کہ میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا ہے۔ یہ لوگ معادیہ کے پاس آئے تو معادیہ نے کہا کہ انہوں نے قتل تو نہیں کیا ہے لیکن قتل کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بخدا! میں نے نقل کیا نہ حکم دیا ہے جب معادیہ سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ اگر علی علیہ السلام پچھے ہیں تو ان کی فوج میں جو قاتلان عثمان ہیں ان سے بدلتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انہوں نے قرآن و حدیث سے استباط کر کے عثمان کو قتل کیا ہے، ان پر میرا قابو نہیں۔ معادیہ نے کہا کہ پھر ہمارے مشورے کے بغیر وہ خلیفہ کیسے ہو سکے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجرین و انصار اور بدریوں نے میری بیت کی، اس وقت بدری اصحاب صرف میرے ساتھ ہیں، دیکھو تم اپنے نفوسوں کو دھوکہ مت دو۔ (۲)

یہاں قائل ملاحظہ بات یہ ہے کہ وہ جبار و سرکش حق کے سامنے سر جھکانے پر آمادہ نہیں، نہ وحدت قومی، نہ اطاعت خلیفہ وقت، نہ مہاجرین و انصار، اصحاب بدر کی عظمت۔ کس ڈھنائی سے کہتا ہے کہ جس وحدت قوی کی تم گھار مچا رہے ہو وہ میرے پاس ہے، میں تمہارے رہبر کی اطاعت نہیں کروں گا حالانکہ

۱۔ البدایہ والحادیج ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۸۷ حادثہ ن ۳۷۴)

۲۔ امر و حجۃ النزحہ ج ۲ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۳۲)

جس وحدت قوی کو اپنے پاس بنا رہا ہے وہ مدینہ میں دست حضرت علی پر واقع ہوئی تھی۔ معاویہ کو شام والوں پر ناز تھا جنہیں اونٹ اور اونٹ کی تمیز نہیں تھی۔ (۱)

فرزند جگر خوارہ کو آخر خلافت سے کیا سروکار؟ کیا ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں خلافت منعقد ہو گی؟ پھر وہ چاہتا ہے کہ علی خلافت سے دشبرا دار ہو جائیں۔ ابھن جمر کے دعویٰ کے مطابق اگر وہ خلافت کے لئے جنگ نہیں کر رہا تھا تو آخر یہ تماشے کیا ہیں؟

وہ شبیث بن ربیٰ سے کہتا ہے کہ اگر عمار ہاتھ آ جائیں تو انھیں عثمان ہی نہیں ان کے غلام کے بد لے قتل کروں۔ کیا اس نے عمار کی فضیلت میں احادیث رسول ہمیں سن تھیں کہ عمار سرتاپ ایمان سے ملوث نہیں ہیں، حق عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق کے ساتھ، عمار کا خون اور گوشت جہنم پر حرام ہے۔ انھیں عمار سے کیا سروکار؟ وہ جنت کی طرف بلارہا ہے اور یہ لوگ جہنم کی طرف بلارہ ہے ہیں۔ جسے رسول کی پرواہ ہوا سے ارشاد رسول کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟

معاویہ نے ایک وند حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن سمط اور معن بن یزید پر مشتمل حضرت علیؓ کی خدمت میں بھیجا۔ حبیب نے کہا کہ عثمان کتاب خدا پر عمل کرنے والے خلیفہ تھے اس لئے آپ لوگ ان پر برہم تھے اور قتل کر دیا، اگر آپ قاتل عثمان نہیں ہیں تو قاتلکوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے، پھر حکومت سے علیحدہ ہو جائیے تاکہ شورئی کے مطابق منتقم خلیفہ منتخب کیا جائے۔

حضرت علی السلام نے فرمایا کہ اوبے مادر اجھے خلافت سے کیا سروکار؟ دور ہو جا یہاں سے۔ شرجیل نے کہا کہ جو میرے ساتھی نے کہا وہی میرا بھی خیال ہے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ بعد رسول لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کی، ابو بکر نے عز کو جانشین بنایا پھر عثمان خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے تنقید کی اور قتل کر دیا، میں اس سے قطعی علیہ نہ تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی میری بیعت کی، اس کے بعد ظلہ وزیر نے بیعت توڑ دی، معاویہ تو کسی شمار قطار میں نہیں یہ ایسی نسل کا ہے جو حلالت کا پر چم ہے۔ ہاں میں تو قرآن و سنت رسول کی

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۳ (ج ۵ ص ۷ حادثہ ن ۲۷۶) تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۳۶۸ حادثہ ن ۲۷۶) الہمایہ و التحایہ ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۷ ص ۲۷۶ حادثہ ن ۲۷۶)

دھوت دے رہا ہوں۔ وہ دونوں عثمان کے ناق قتل ہونے اعلان کر کے بزم مولا علی سے واپس آگئے۔ (۱)

پرده اٹھتا ہے

اب ذر معاویہ کے خطبوں کو دیکھنے جسمیں مولا علی علیہ السلام سے جنگ میں اپنا مقصد ظاہر کیا گیا ہے۔ اس میں ابن ججر کے دعویٰ کی پوری طرح قلعی کھل جاتی ہے کہ معاویہ نے خلافت کے لئے جنگ نہیں لڑی۔

عثمان بن بشیر نے زوجہ عثمان کا خط لا کر معاویہ کو دیا، جس میں بوائیوں کی شورش اور محمد بن ابی بکر کا عثمان کی داڑھی پکڑنا اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ پڑھنے والا بے اختیار رونے لگتا۔ معاویہ منبر پر گئے اور خون آلود بیراہن کھول کر لوگوں کو دکھایا، لوگ داڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ اس وقت معاویہ نے لوگوں سے خون عثمان کا بدله لینے کو کہا۔ شام والوں نے معاویہ کی بات مان کر کہا: تم ان کے چمپرے بھائی اور خون کے ولی ہو۔ اسی بات پر لوگوں نے معاویہ کی بیعت کی۔ معاویہ نے حفص میں شریف ابی سلطان کو اسی بات پر بیعت کرنے کے لئے لکھا، شریف نے اشراف حفص کو بلوا کر کہا کہ قتل عثمان سے برا جرم تو یہ ہے کہ ہم معاویہ کی حفص جنگی حکمران کی حیثیت سے بیعت کریں، یہ غلطی ہوگی، ہمیں معاویہ کی خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کرنی چاہیے۔

چنانچہ حفص والوں نے بحیثیت خلیفہ معاویہ کی بیعت کر لی، پھر شریف نے معاویہ کو لکھا کہ آپ بغیر خلیفہ کے خلیفہ کا قصاص لیتے اس لئے میں نے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت لے لی ہے۔ معاویہ بہت خوش ہوا اور منبر پر جا کر شریف کے اقدام کی لوگوں کو اطلاع دی۔ لوگوں سے کہا کہ تم بھی خلیفہ کی حیثیت سے میری بیعت کرو۔ جب اس کی بیعت مکمل اور حکومت مشکم ہو گئی تو حضرت علیؑ کو خط لکھا۔

عثمان بن عبد اللہ جرجانی بیان کرتے ہیں کہ معاویہ کی بیعت ہو گئی، لوگوں نے کتاب خدا اور سنت را پڑھنے پر عمل کی شرط سے بیعت کی۔ اس وقت مالک بن ہمیرہ کندی شام کا معزز شخص تھا، بیعت کے وقت موجود نہ تھا۔ بولا: اے امیر المؤمنین! اس حکومت دعوام کو آپ نے فاسد کر دیا اور احقوں کو موقع دے دیا، عرب جانتے ہیں کہ ہمارا قبیلہ کردار کا غازی ہے گفتار کا نہیں، بہت جلد آپ اس کو دیکھ بھی لیں گے، ہاتھ بڑھائیے تاکہ ہر سر دو گرم حالات پر آپ کی بیعت کروں زقان نے بھی اتنی تزیینہ پر اچھے اشعار کئے۔ (۱)

معاویہ علی کی باہم خط و کتابت سے بھی معاویہ کے عزائم و مقاصد کا اچھی طرح پڑھ چلتا ہے۔ بیعت کے پہلے ہی دن حضرت علی نے معاویہ کو لکھا کہ باتیں بہت زیادہ ہیں، اب تم فوراً اپنے اصحاب کے ساتھ آ کر میری بیعت کرو۔ معاویہ نے اس کا جواب ایک شعر میں دیا جس میں تواریخی دھمکی تھی۔ حضرت نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے پاس قتل عثمان کی خبر پہنچ چکی ہے اور یہ کی تمام لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے، اس لئے جس میں سب لوگ داخل ہو گئے ہیں تم بھی داخل ہو جاؤ۔ آپ نے جریر بھلی کے ہاتھ جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا کہ مدینے والوں نے میری بیعت کی ہے اور تم شام ہو گئی میری بیعت لازم ہو جاتی ہے کیونکہ میری بیعت بھی انہی لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے والوں پر بھی میری بیعت لازم ہو گئی تھی۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ جس بات پر تمام مسلمان متفق ہو گئے عمر، ابو بکر اور عثمان کی بیعت کی تھی۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ جس بات پر تمام مسلمان متفق ہو گئے ہیں تم بھی اس سے اتفاق کرلو، اچھی طرح یاد رکھو کہ آزاد کر دہ لوگوں کا حق خلافت میں نہیں ہے اور نہ وہ شوری میں داخل ہو سکتے ہیں۔ میں نے جریر کو بھیجا ہے، وہ مومن اور مہاجر ہیں، ان کے ہاتھ پر میری بیعت کرلو۔

جب جریر خط لکھ کر پہنچ تو معاویہ بہت پریشان ہوا۔ اس کے بھائی عتبہ نے رائے دی کہ اس معاملے میں عرض عاص سے مدد اگو، جو قسطین میں ہے، معاویہ نے اسے خط لکھ کر شام بلایا اور جریر کے معاملے میں ٹال مٹول کرتا رہا کچھ دن بعد جریر سے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت علی شام اور مصر کے مالیات

مجھے عطا کر دیں اگر میں مر جاؤں تو کسی کو میرا جانشین نہ بنا�ا جائے میں انھیں حکومت حوالے کر دوں گا جرینے کہا کہ اسی کو خط میں لکھ دو جب حضرت علیؑ کو معاویہ کی مکاریاں معلوم ہوئی تو آپ نے جریر کو خط لکھ کر بلوالیا۔ شام میں جریر کا قیام تکن یا چار مہینے رہا۔ حضرت نے جریر کو لکھا کہ میرا خط پاتے ہی معاویہ سے فیصلہ کن بات کرو۔ یا جنگ یا صلح، اگر وہ صلح چاہتا ہو تو میری بیعت لے لو۔



معاویہ نے جریر کے ہاتھوں حضرت علیؑ کا جواب لکھا

اگر آپ کی بیعت بھی گذشتہ خلافاء کی طرح کی گئی ہوتی اور آپ کا دامن خون عثمان سے پاک ہوتا تو آپ بھی میرے نزدیک ابو بکر و عمر کی طرح ہوتے لیکن آپ نے مہاجرین کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور انصار کو مدد سے روکا، اس طرح نادان نے آپ کی اطاعت کی اور کمزور آپ کی مدد سے تو انا ہو گئے، شام کے عوام آپ سے جنگ کے سوا کسی بات پر راضی نہیں تاکہ آپ قاتلان عثمان کو حوالے کر دیجئے، اس کے بعد خلافت کا معاملہ شوریٰ کے حوالے ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جائز والے ہی حاکم اسلام تھے لیکن اسلام سے دور ہو گئے تو آب شام والے حاکم اسلام بن گئے، طلحہ و زیر پر مجھے قیاس نہ کیجئے کیونکہ انہوں نے آپ کی بیعت کی تھی اور میں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے۔ یہی معاملہ بصرہ اور شام والوں کا ہے۔

مولانا علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعویٰ کیا ہیکہ عثمان کی وجہ سے میری بیعت کا اعتبار نہیں، مہاجرین میرے ساتھ ہیں جو گمراہی پر متین نہیں ہو سکتے اور نہ میں ناکبح ہوں، نہ میں نے قتل عثمان کا حکم دیا کہ پریشان ہو جاؤں اور نہ قتل کیا ہے کہ قصاص سے ڈروں۔ تم نے شامیوں کی حکمرانی کا نوحہ پڑھا ہے ذرا ایک ہی فرد وہاں سے دکھا جو شوریٰ کی احليٰ رکھتا ہو۔ تم کوئی نام لو گے مہاجرین و انصار تمہاری تکذیب کریں گے۔ میرے پاس تو مجازیوں کی الگی بہت سی فردوں ہیں۔ اس بنا پر میری بیعت کو پھر انداز دعویٰ میری خدمت میں پیش کرو۔

آواخر جنگ صفين میں معاویہ نے حضرت علیؑ کو خط لکھا کہ اے ابو الحسن! اگر آپ نے مجھ سے جنگ کی تو جہاں سے دو چار ہوں گے، شام والوں نے آپ کی بیعت نہیں کی ہے لہذا آپ خدا کے قبر سے ڈریے، تواریخ میان میں کیجئے، خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب میں لکھا:

تم نے مجھے تباہی کی دھمکی دی ہے اور میری سابقہ اسلامی خدمات کے ختم ہونے کا مردہ سنایا ہے تو اپنی جان کی قسم! اگر میں نے تمہارے خلاف مسلحانہ زیادتی کی ہوتی تو تھیں اس طرح ڈرانے کا حق پھو نچا تائیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ قرآن کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ باہم مقابل کریں تو زیادتی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو تو اسی زیادتی کرنے والے گروہ میں ہے کیونکہ سب نے میری بیعت کر لی ہے، اب تو ہی اس سے گریز اس ہے۔ ابو بکر نے تیرے بھائی یزید کو گورنر بنایا، عمر نے اور عثمان نے تجھے باقی رکھا، اب تو مجھے ڈرار ہا ہے۔ سن لے کر رسولؐ نے تزییل کے لئے جنگ کی اب میں تاویل کیلئے جنگ کروں گا۔ تم کیسے کہتے ہو کہ شامیوں نے میری بیعت نہیں کی لہذا مجھے خلافت کا حق نہیں۔ مدینے والے جنکی بیعت کر لیں اسکی اطاعت سب پر لازم ہو جاتی ہے چاہے وہ حاضر ہو یا غائب، اب اس میں نظر ٹانی اور تغیر کی منجانش نہیں، اس کی خالفت کرنے والا منافق ہو گا، باس ہنا پر سرکشی سے بازاً اور میری بیعت کرو۔

معاویہ نے جواب دیا: لجاجت اور بیہودگی چھوڑ دا اور قاتلان عثمان کو میرے حوالے کرو، حکومت کو شوریٰ کے حوالے کرو تاکہ مرضی خدا کے مطابق سب کا اتفاق ہو سکے، تمہاری اطاعت میری گردن پر نہیں، تمہاری سرزنش و مواخذہ مجھ سے ہو سکتا ہے۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تم نے دعویٰ کیا ہے کہ فلاں فلاں شخص فضائل کے حامل تھے، اگر یہ بات صحیح بھی ہو تو تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں، اگر درست ہو تو تم پر اشکال وار نہیں ہوتا، تم جیسے طلیق بن طلیق کو حاکم و حکوم اور افضل و منفصل کی بحث میں پڑنے سے کیا سر و کار؟ یہ کام مہاجرین کا ہے۔ اب تم اپنی حد سے آگے بڑھنے کی کو

شش نہ کرو۔ تم نے مجھے تکوار کی دھمکی دی ہے، یہ لکھ کر تو تم نے رونے والوں کو بھی ہنسا دیا، کب فرزند عبدالمطلب تکوار سے ڈرا ہے۔ میں مہاجرین و انصار کی جگہ تکواروں کے ساتھ آ رہا ہوں، جس کا ذائقہ تم ہمارے بھائیوں اور خاندان کے بزرگوں نے پچھلایا ہے۔

جب حضرت علی رقد پیو نہیں تو لوگوں کے اصرار پر اتمام جنت کے لئے معاویہ کو خط لکھا جس میں اسے اور اس کے ہمہ اوس کی سابقہ اسلام و شنی یاد دلا کر انھیں حد سے بڑھنے پر سرزنش کی ہے، خلافت کا مستحق رسولؐ کے قرابینداروں اور دین کے واقف کاروں کو بتایا ہے، پھر کتاب خداوست رسولؐ پر عمل کی دعویٰ ہے تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بیجے اور امت تفرقہ کا ٹھکارہ نہ ہو۔ (۱) ☆

صاف صاف

ہم نے دیکھا کہ معادیہ نے جریسے کہا کہ حضرت علی شام و مصر کی مالیات ہمارے حوالے کر دیں اور مجھے شام کی گورنری پر بحال کر دیں۔ امام نے اس کے جواب میں تحریر فرمائیا کہ دنیا پر بھانے والی

☆ قارئین نے تمام خطوط کو پڑھ کر اندازہ لکایا ہوگا کی محاویہ فتح مکران کی تہمت اور قاتلوں کو پناہ دینے کا الزام لگاتا ہے۔ وہ اس طرح اسلامی حلفوں کو نکزد رک کر کے اپنا الوسیہ کرنا چاہتا ہے وہ اس سلسلے میں تھدید، قتل و غارت، تہمت و بہتان اور مساجرین و انصار کی ذلت و خواری پر بھی اتر آیا ہے۔ بھی خلا کار اور اسلام سے دور ہو گئے ہیں وہ مساجرین و اصحاب بدروں پرے دین ہو گئے اور یہ آزاد کردہ انسان طائفت کا سقٹ ہو گیا؟ یہ بھی توجہ طلب ہے کہ محاویہ نے حضرت علی سے اس وقت بیک چھٹیہ ہے جب حضرت نے اس پر پوری طرح جماعت کروئی تھیں ویا دہانی وصیحت کوڑا بھی فروغداشت نہیں فرمایا تمام عذر و بہانوں کو قلع کر دیا۔ لیکن ایسے کیا کیا جائے کہ محاویہ کے ماس جن کو قبول کرنے کا نہ دل تھا دہانی وصیحت۔

ہے، وہ بج سچا کر آدمی کے سامنے آتی ہے حالانکہ ہمیں آخرت کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہذا فنا سے دست بردار ہو جاؤ اور باقی کی طرف توجہ کرو، آخرت کے محابی سے ڈرو، تم نے لکھا ہے کہ عمر نے تھیں شام کا گورنر بنایا ہے۔ عمر نے اپنے پیش رو کے میمن کے ہوئے (خالد) کو معزول کر دیا تھا۔ عثمان نے عمر کے گورنر کو معزول کر دیا تھا۔ اصل میں خلیفہ کو امت کی مصلحت دینکنی چاہئے۔

معاویہ نے لیلۃ الحیر کے دو تین روز قبل امیر المؤمنین کو خط لکھا تھا کہ مجھے شام کی گورنری پر باقی رکھا جائے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے بھی یہی کہا تھا کہ اب حضرت علیؑ سے بات چیت شروع کرنا چاہتا ہوں، ایک خط لکھ چکا ہوں جس کا جواب نہیں آیا، اب دوبارہ لکھوں گا پھر یوں لکھا: اور حمد و شکر اللہی، آپ اور ہم جانتے ہیں کہ جس جنگ سے ہم دوچار ہیں اگر اسی وقت ہمیں عقل آجائی تو یہ صورت حاصل نہ ہوتی، اب عافیت اسی میں ہے کہ گذری باتوں پر شرمندہ ہوں اور آئندہ کی اصلاح کریں۔ پہلے میں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ شام مجھے حوالے کر دیجئے اور اپنی بیعت و اطاعت میرے اوپر لازم نہ فرمائی لیکن آپ نے قول نہ فرمایا اور خدا نے جس سے آپ دریغ فرمائے تھے مجھے دے دیا۔ میں گذشتہ مطالبے کو پھر دہراتا ہوں۔ جس زندگی کے آپ امیدوار ہیں، میں نہیں ہوں اور جس فدائے آپ ذور ہے ہیں، مجھے اس کا خوف نہیں، بخدا! اب تو فوجیں کم ہو گیں، لوگ مر رہے ہیں، ہم نبی عبد مناف میں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔

حضرت علیؑ نے جواب دیا:

تمہارا خط طلا، تم نے مجھے یاد دلایا ہے کہ اگر ہم لوگ جانتے تو ان حالات سے دوچار نہ ہوتے تو سن اگر میں خدا کی راہ میں قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، اس طرح ستر بار بھی ہو تو راہ خدا میں اپنی جدوجہد کمزور نہ ہوگی۔ اب تھیں عقل آئی اور شرمندہ ہوئے ہو لیکن مجھے نہ امت نہیں ہے۔ تم نے شام طلب کیا ہے، اسے نکل دیا تھا ناجدوں گا، جنگ نے بہت سے لوگوں کو کھایا تو ہے لیکن جو حق پر مرا ہے وہ جنت میں گیا اور جو باطل پر مرا وہ جہنم میں گیا۔

معاویہ نے ابن عباس کو بھی خط لکھ کر جنگ کے بھیاں کے نتائج کا تذکرہ کیا۔ جس کا جواب ابن عباس

س نے دیا کہ تم نے قتل عثمان کا بہانہ بنایا کہ حکومت حاصل کرنی چاہی ہے، تم طلیق بن طلیق ہو، تم سے خلافت سے کیا سروکار، یہ کام مہاجرین اور معزز صحابہ کا کام کیا ہے۔
 صلح امام حسن کے بعد معاویہ نے کوفہ میں داخل ہوتے ہی تقریر کی کہ تم سمجھتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، روزہ اور حج کے لئے جنگ کی ہے، میں تو جانتا ہوں کہ تم لوگ یہ سب کرتے ہو، میں نے صرف تم پر حکومت کے لئے جنگ کی ہے، جسے تم ناپسند کرتے تھے، خدا نے مجھے وہ دے دیا۔ سمجھو لو کہ تمام خون رانیگاں اور تمحاری تمام شرطیں میرے ہیروں تھے ہیں۔

معروف بن خربوزہ کی کمیان ہے، ہم لوگ مسجد میں بیٹھتے تھے، اتنے میں معاویہ داخل ہوئے تو ابن عباس نے منہ پھیر لیا، معاویہ نے کہا: کیا اس لئے منہ پھرا دیا ہے کہ میں تمحارے ابن عم سے زیادہ حقدار خلافت ہوں؟ ابن عباس نے کہا: کیا اس لئے وہ مسلمان ہیں اور تم کافر ہو؟ معاویہ نے کہا: نہیں بلکہ اس لئے کہ میں عثمان کا ابن عم ہوں۔ ابن عباس نے کہا: تو میرے ابن عم تمحارے ابن عم سے بہتر و افضل تھے معاویہ نے کہا: عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ تو ابن عباس نے عبد اللہ بن عمر کی طرف اشاری کر کے کہا کہ یہ تو تم سے بھی زیادہ حقدار ہوئے۔ معاویہ نے کہا: لیکن عمر کو کافر نے قتل کیا اور عثمان کو مسلمانوں نے۔ ابن عباس نے کہا کہ پھر تو بخدا یہ میرے لئے اور بھی مضبوط دلیل بن جاتی ہے۔

علامہ امیگ فرماتے ہیں:

ان باتوں سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معاویہ اول روز ہی سے خلافت کے لاپچی تھے، آخر کڑی پڑی تو صرف شام و مصر پر قناعت کرنے کا اقرار کیا۔ بہر حال جو شخص خلیفہ وقت سے نزارع کرے اس کا قتل واجب تھا، اسی لئے حضرت علیؑ نے اس سے جنگ کی۔

معاویہ کے گندے ارادے

معاویہ کو حضرت علیؑ علیہ السلام سے اسی وقت سے اختلاف تھا جب اسلام نے دونوں میں جدا ہی ڈالی تھی۔ ان دونوں میں کفر و اسلام کا فرق تھا، علیؑ سے کہیں اسی وقت سے ہوا جب آپؐ نے اس کے

بھائی، دادا اور ما موالوں کو قتل کیا تھا اور پھر اسلام کو ترقی ہوئی۔ صرف اس لئے کہ عثمان قتل ہوئے اور مہما جرین و انصار مدینہ نے علیٰ کی بیعت کر لی، یہ امیر المؤمنین کی اساس حکومت کی چولیں ہلانے میں لگ گیا معاویہ نے زیر کو ایک خط لکھا کہ میں نے شام والوں سے تمہاری بیعت لے لی ہے، کوفہ و بصرہ تمہارے نزدیک ہے، دیکھو فرزند اب طالب قابو نہ پاجائیں، اگر یہ دو شہر تمہاری اطاعت میں آگئے تو پھر کچھ باتی نہ رہ جائے گا، میں نے تمہارے جانشین کی شپتوت سے طلکو کی بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم لوگوں کو انتقام خون عثمان پر ابھارنے میں کوشش کرو، خدا تم دونوں کو کامران اور دشمنوں کو ذمیل کرے۔ زیر اس خط کو پڑھ کے بہت خوش ہوئے اور طلکو کو بھی دکھایا، یہ لوگ معاویہ کو اپنا خیر خواہ بھجو کے مختلف علیٰ پر آمادہ ہو گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ذرا اس شخص کی دینداری تو دیکھو کہ صرف اس لئے کہ اہل شام نے زیر کی بیعت کر لی ہے ذہ زیر کو امیر المؤمنین لکھ رہا ہے، دونوں کو فریب دے رہا ہے، نقش بیعت اور بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ خون عثمان کو حصول حکومت کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔ معاویہ نے پہلے اس نزدیکی کی طلکو و زیر کو نشاندھی کی۔ پھر یہ بھی قابل توجہ ہے کہ دشمنان علیٰ کی کامیابی اور علیٰ کی ذلت و خواری کی دعا کی جا رہی ہے۔ حالانکہ رسول خدا نے دعا فرمائی ہے کہ جو اسے دوست رکھے خدا یا اتواسے دوست رکھ، جو اسے ذمیں رکھے تو اسے ذمیں رکھ، جو اسے ذمیل کرے تو اسے ذمیل کر دے۔

ایک دوسرے خط میں زیر کو لکھتا ہے:

تم زیر بن عوام بن ابو خدیج ہو، حواری رسول اور داما ابو مکبر ہو، مجاہد اسلام ہو، تم نے اپنی صداقت ایمانی کا اکثر ثبوت دیا ہے، رسول نے تھیس مردہ بہشت سنایا اور عمر نے تھیس شوری کارکن بنایا۔ امت حکمران نہ ہونے وجہ سے پر اگنده ہے، لہذا وحدت ملی کیلئے جلد اقدام کرو، امت جاہی کے گھاٹ لگ چکی ہے، میں یہاں تم دونوں کے لئے راہ ہموار کر رہا ہوں، تم دونوں میں سے ایک دوسرے کا جانشین ہو گا۔
والسلام۔

کوئی اس فرزند گھر خوارہ سے پوچھئے کہ امت کہاں بغیر چڑا ہے کے ہے؟ حالانکہ اس امت

کار ہر علی بن ابی طالب جیسا مبارکہ و مسند ہے، ہر نازک اور بیچیدہ حالات میں امت کا یہ اپار لگانے والا ہے، برادر رسول ہے، اس کی امامت کی نفس خود رسول اکرم فرمائچے ہیں، حضرت علی فرماتے ہیں کہ معاویہ وہ شیطان ہے جو ہر چھار جانب سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، خدا نے اس کے نصیب میں کوئی سبقت اسلامی نہیں رکھی۔

معاویہ نے طلو کو خلا لکھا: تم قریشی ہو، خوبصورت اور بہادر ہو، عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد ہو، تھیں جگ احمد میں شرکت کا فخر حاصل ہے، لہذا اقتدار حاصل کرنے میں جلدی کروتا گہ خدا تم سے راضی ہو، میں نے یہاں تمہارے لئے حالات ساز گار کر دئے ہیں، تم اور زیریکسان فضیلت کے حامل ہو، خدا تھیں ہدایت و عمل سے سرفراز فرمائے۔

کوئی معاویہ سے پوچھئے کہ جو فضائل و اختیارات تم نے طلو دیں یہ کے لئے کہ کہ مستحق خلافت بتایا ہے کیا حضرت علی اس سے بے نصیب ہیں؟ عشرہ مبشرہ کی پانچویں فرد طلو ہیں، کیا حضرت علی دسویں فرد بھی نہیں؟ پھر کوئی علی کے فضائل و اختیارات کے قائل نہیں ہو؟ طلو و قاتل کہتے ہو؟ طلو و زیر کا تو اخواز رہے ہوتا کہ حضرت علی کا اقتدار مضبوط نہ ہو جائے یہی مردہ بہشت سد کیلئے بھی ہے لیکن اسے مستحق خلافت نہیں سمجھا؟ شاید وجہ یہ ہو کہ ان دونوں کے ذریعہ معاویہ اپنا الواحی طرح سیدھا کر سکتے ہیں۔ طلو کی سبقت اسلامی یا دولا رہا ہے، کیا حضرت علی سابق الامم نہیں ہیں؟ ان کے لئے تحدیث رسول ہے کہ سابق الامم تین ہیں: یوسف، جبیب نجgar اور علی ابن ابی طالب۔

اگر طلو نے احمد میں شرکت کی تو علی نے احمدی میں کیا، تمام سور کوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے، کیا طلو کے لئے بھی آسان سے نہ آئی تھی: لالعی الا علی لا سیف الا ذو الفقار؟ چونکہ علی علی نے معاویہ کے خاندان کو بھٹک چھائی اور گھر میں صفا ماتم پھوپھوائی ماس لئے وہ حضرت علی کے فضائل و مکار م سے اندر ہا بہرائیا ہوا ہے۔

جب معاویہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کر لی ہے اور تمام مہاجرین و ارباب شوری تشق ہو چکے ہیں تو مردان کو خلا لکھا: میرا خط پڑھتے ہی چیتے کی طرح ہو جاؤ جو غفلت میں جملہ کرتا

ہے، لومزیوں کی طرح جیلے کر کے دشمنوں کے چنگل سے نکلو، اپنے کوبے وقت بنا لو جس طرح سیاہی پر دسترس کے وقت بے جان بن جاتی ہے۔ یوں اپنے کو خوار و ذلیل بنالو کہ لوگ تمہاری کامرانی سے مایوس ہو جائیں، تمام حالات کے تجسس میں اس طرح رہو جیسے پرندہ اپنے بچے کے دانے کی ٹلاش میں رہتا ہے، تم جاڑ کو جاؤ کرو میں شام جاؤ کر رہا ہو۔

اسے یقین تھا کہ اب شام کی گورنری ہاتھ سے جانے والی ہے لہذا اقتدار کے حرمیوں کو ابھار کر ایسے حالات پیدا کرنا چاہتا ہے کہ حضرت علیؑ چین سے نہ رہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ معاویہ نے طلودزیر کو خلافت کے لئے ابھارا ہے جو خود حضرت علیؑ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آخر معاویہ کو کیا حق ہے خلافت میں ٹاگ اڑانے کا، پھر یہ کہ اگر طلودزیر کی بیعت ہو بھی جائے تو حدیث رسول ﷺ کی بنا پر ان دونوں کی گردان بار دینی چاہئے۔

کلمات و ارشادات

۱۔ ابو عمر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابی رسول عبد الرحمن بن عثمان شام کے فقیر و معلم تھے، ان کا مرتبہ شامیوں میں وقیع تھا، یہ وہی ہیں جن سے ابو ہریرہ اور ابو درداء معاویہ کے نمائندے بن کے علیؑ کے پاس جا رہے تھے تو حمس میں انہوں نے ان لوگوں کو بہت تحاذ اتنا، انہوں نے فرمایا تھا کہ تجب ہے تم لوگ کیسے علیؑ سے مطالبہ کر رہے ہو کہ حضرت علیؑ خلافت کا مقابلہ شوری کے حوالے کر دیں؟ حالانکہ جانتے ہو کہ مہاجرین و انصار نیز عراق و جاز کے باشندوں نے ان کی بیعت کی ہے، وہاں کے لوگ شامیوں سے بدر جہا بہتر ہیں، معاویہ طین بن طین ہے، اسے خلافت کا حق کہاں سے ہو گیا؟ اسے شوری خلافت سے کیا سروکار؟ اس کے باپ دادا تو مشرکوں کے سر غنہ تھے۔ (۱)

یہ دونوں پیشیاں ہو کر قوبہ کرنے پر مجبور ہوئے۔

(۱) استیعاب (المیثاق ص ۲۸۵ نمبر ۱۳۲۹)؛ اسد الغاب ج ۳ ص ۳۱۸ (ج ۳ ص ۲۷۸ نمبر ۲۳۲۰)

۲۔ ایک شامی اشائے جنگ صفين صف سے باہر آیا اور اپنے مقابلے کے لئے حضرت علی کو بلانے لگا، حضرت تشریف لائے اور اس تقدیر قریب ہوئے کہ گھوڑے کے منہ آپس میں مل گئے، شامی نے کہا کہ آپ عراق پر قاتعات کیجئے اور ہمیں شام میں رہنے دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم دسویزی اور ہمدردی میں کہہ رہے ہو کہ مسلمانوں کا خون نہ ہے، لیکن مجھے اس معاملے میں سخت پریشانی ہے، اگر میں معاویہ سے جنگ نہ کروں تو کافر ہو جاؤں، اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ (۱)

۳۔ عتبہ بن ابوسفیان نے امیرہ سے کہا: بخدا! ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ معاویہ حضرت علی سے زیادہ خلافت کا حقدار ہے، لیکن انہوں نے قتل عثمان میں شرکت کی، اب علی کو چاہیے کہ خود عراق پر قاتعات کریں اور ہمارے لئے شام چھوڑ دیں۔ علی کے لئے قطعی نامناسب ہے کہ خلافت کے لئے مستحق ترین فرد ہوتے ہوئے مسلمانوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں۔

جده نے کہا: علی کی اولویت کا تو کوئی شخص بھی مذکور نہیں، لیکن معاویہ و علی کا جنگ کے لئے اصرار اسی بات ہے کہ معاویہ کو جنگ میں شک و تردید ہے اور علی یقین سے بھرپور ہیں۔ (۲)

۴۔ عبد اللہ بن بدیل نے جنگ صفين میں فرمایا کہ معاویہ اسکی چیز کا دعویدار ہے جس کا وہ مستحق نہیں، باطل طریقے پر محاولہ کر کے حق کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے، تعریب و تصب کے ذریعے شرک و گمراہی کا ماحول واپس لانا چاہتا ہے۔ (۳)

۵۔ حضرت علی کی خدمت میں عبد اللہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر یہ خدا اے ہوتے تو کبھی آپ کی خلافت نہ کرتے، یہ لوگ فقط ہمارے مقتدی سے اخراج کی وجہ سے بر سر پیکار ہیں، اس طرح وہ اپنی سیاسی بساط مغبوط کرنا چاہتے ہیں، چند روزہ دنیا چھوڑنا نہیں چاہتے۔ آپ نے چونکہ ان کے قبیلے

۱۔ کتاب صفين ص ۵۳۶ (ص ۳۷۳): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۲۰۰ خطہ ۲۷)

۲۔ کتاب صفين ص ۵۲۹ (ص ۳۶۲): شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۰۱ (ج ۸ ص ۹۸، اصل ۱۰۳)

۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۹ (ج ۵ ص ۱۶، حوارث ۲۳۰): کتاب صفين ص ۲۲۳ (ص ۲۲۲): ریغ کامل ج ۲ ص ۱۰۸ (ج ۲ ص ۲۷۳، حوارث ۲۳۰): شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۸۳ (ج ۵ ص ۱۸۶، اصل ۲۵)

کے سر برآردہ افراد کی کھوپڑیاں توڑی ہیں اس لئے آپ سے کینہ و عداوت رکھتے ہیں۔ پھر لوگوں سے خطاب کیا: علیٰ نے اسکے بھائی حظله اور ماموں ولید اور دادا عنبه کو قتل کیا ہے، یہ بیعت کیسے کر سکتا ہے؟۔ (۱)

۶۔ یزید بن قیس ارمی نے جنگ صفين میں تقریر کے درمیان فرمایا: یہ لوگ دین کے استحکام کے لئے جنگ نہیں کر رہے ہیں، نہ اس لئے کہ ہم پر انحراف دین کا الزام ہے، فقط معاویہ کو بادشاہ ہنانے کے لئے یہ لوگ جنگ کر رہے ہیں۔ (۲)

۷۔ سعد بن ابی وقاص نے معاویہ کو لکھا: ارباب شوری میں سب سے زیادہ اولی حضرت علیٰ ہی ہیں، وہ تمام فضائل و محسن سے آرستہ ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق، لیکن تقدیریات نے ان کے بجائے دوسروں کو خلافت دے دی، اے معاویہ! تمہارے تو شروع ہی سے مخالف ہیں، طلحہ و زیبر اگر بیعت پر باتی رہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا اور خدا نے تعالیٰ عائشہ کی مفترت فرمائے۔ (۳)

۸۔ محمد بن مسلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم صرف دنیا کے دلدادہ ہو، اپنی خواہشوں کے پابند ہو چکے ہو، بعد مرگ عثمان کی مدد کر رہے ہو جب کہ زندگی میں ان پر لات ماروی تھی، ہم مہاجرین و انصار صواب اور حسن رائے سے زیادہ قریب ہیں۔ (۴)

ان کے علاوہ بھی اصحاب رسول اور صلحاء کی آراء کو آپ نے الغدیر کے صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ یہ ان لوگوں کی نظریات ہیں جنہوں نے معاویہ کی زندگی کا ہر جہت سے مشاہدہ کیا، جب وہ شرک تھا اور جب جبراً مسلمان ہوا اور پھر جب اس میں خلافت کی طمع کلبائی، حالانکہ اس میں فضائل نام کو بھی نہیں، تمام ترزیاں سے بھرا ہوا ہے، اس کے اقدامات سے حکومت اسلامی کمزور ہوئی اور اپنے اقتدار

۱۔ وحدت کتاب صفين (ص ۱۰۲)

۲۔ کتاب صفين ص ۲۷۹ (ص ۲۲۹)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۷) احادیث ۲۳۰؛ شرح ابن ابی الحجاج اص ۲۸۵ (ج ۵ ص ۱۹۳) خطبہ ۶۵

۳۔ الامۃ والسلیمان ج اص ۸۶ (ج اص ۹۰)

۴۔ الامۃ والسلیمان ج اص ۷۸ (ج اص ۹۱)

کیلئے لائق، تهدید، قتل وغیرہ طریقے اپنائے، یہ شخص اپنے کو عمر سے بھی زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتا ہے، چنانچہ بخاری (۱) میں ابن عمر کا بیان ہے کہ معاویہ نے ایک تقریب میں میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ لوگ حکومت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ میں خلافت کا اس (ابن عمر) سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہوں۔ لیکن ابن عمر نے خوزیزی کے ذریعے بکھر جواب نہیں دیا۔ (۲)

پتہ نہیں یہ احتیاط حضرت علی سے بیعت کے وقت کہ کہاں غائب ہو گئی تھی؟

معاویہ کا مقصد تو اس سے بھی بلند تھا کہ وہ اپنے کو رسول کہلانا چاہتا تھا اپنے عمر و عاص نے مصری وفد کو معاویہ سے ملانا چاہا تو ارکین کو تحریر معاویہ کی تلقین کی۔ معاویہ بمانپ گیا، چنانچہ اس نے ارکین دولت کوتا کید کر دی کہ وفد کو اتنا ہر اس ان کرو کرہام ہو جائے۔ اور پھر تمام وفد نے خدمت میں حاضر ہو کر السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کے خطاب کیا۔ (۳)

ممکن ہے بھی وجہ ہو کہ معاویہ کے اکثر ہوا خواہ اسے رسول سمجھتے ہیں۔ مُسْ الْدِين نیاء مقدی نے کتاب احسن الفتاویں (۴) میں لکھا ہے کہ اصفہان کے احق معاویہ کے متعلق بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ ایک عابد سے پوچھا کہ صاحب بن عباد کے متعلق کیا رائے ہے؟ یہ سن کر وہ صاحب پر لخت کرنے لگا۔ میں نے وجہ پوچھی تو کہتا ہے کہ کیا معاویہ رسول نہیں تھا اور معاویہ کی ذممت کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اور تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب دیا کہ میر امدادیہ تو اس کے متعلق قرآن کی اس آیت پر ہے: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رَسُولِهِ﴾ (هم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے) اب تو بکر بھی رسول تھے، مگر بھی رسول تھے.....

جب میں نے اس سے کہا کہ معاویہ صرف ایک بادشاہ تھا تو وہ میری جان کا بھی دشمن ہو گیا۔

۱۔ بھی بخاری کتاب المغازی باب فرودۃ الحمد ح ۶۲ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۱۵۰۸ حدیث ۳۸۸۲)

۲۔ البخاری ح ۷۷ ص ۳۲۲ (ج ۲ ص ۳۰۳)

۳۔ ابن حبیب ح ۶۲ ص ۱۸۳ (ج ۵ ص ۳۲۰ حادیث ۲۹۰)؛ البدریہ والتحابی ح ۸۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حادیث ۲۰۷)

۴۔ احسن الفتاویں ص ۳۹۹ (ص ۳۰۶)

مان لیا کر وفد نے وحشت میں معاویہ کو رسول کہہ کے خطاب کیا لیکن معاویہ کی خوشی کس بات کی غماز ہے؟ اس غصب خلافت اور کامیابی نے اس کا دماغ اتنا خراب کر دیا تھا کہ اپنے کو رسول کہلوانا تھا۔ امّن ابن ابی حضری سے بات چیت میں اس نے رسول خدا کا صرف نام لیا تو اس نے برہی سے کہا کہ تم نے صرف محمد کہا، رسول خدا کیوں نہ کہا۔ (۱)

فرزند جگر خوارہ کی باطل پستی کے یہ چند نمونے پیش کئے گئے۔

تحکیم کا مقصد

آخری دھماچوکڑی جس نے معاویہ کی گدی جانے میں اہم کردار ادا کیا وہ عمر و عاص کی عیاری سے مسئلہ تحکیم ہے۔ حضرت علی شروع ہی سے فرمائے تھے کہ اس اختلاف کا حل قرآن سے ہونا چاہئے لیکن معاویہ و عمر و عاص نہیں مان رہے تھے، لیکن جب تکوار کی باڑھ نے آخری مرحلے میں قدم رکھا تو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن نیزوں پر بلند کر کے دہائی دی جانے لگی، اس میں عمر و عاص کی حیله پروازی اور ابو موی اشرفی کی حمافت سے معاملہ اور بھی انتشار و افتراق کی نذر ہو گیا۔ عمر و عاص سے ابو موی نے جلا کر کہا: خدا تھجھ پر لعنت کرے، تو کتنے کی طرح ہے یا کتا ہے۔ عمر و عاص نے زیریب قبسم کے ساتھ کہا: تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جس پر کتابیں لا دو دی گئی ہوں۔ (۲)

اس طرح دونوں کی عیارانہ پنچاہت کی وجہ سے حقیقت اور حکم خدا پامال ہو گیا۔ تحکیم سے قبل امّن عباس نے ابو موی کو خبردار کیا تھا کہ تمہارا سابقہ عرب کے عیار تین انسان سے ہے، اگر تم میں لا جھ یا خود پسندی آگئی تو معاملہ اٹ سکتا ہے، یاد رکو، معاویہ طیق بن طیق ہے، اس کا باپ شرکوں کا سر غنہ تھا، وہ

۱۔ تاریخ ابن حبیب ج ۳ ص ۹۰ (ج ۲ ص ۱۰۳)؛ تختیر تاریخ ابن حبیب (ج ۵ ص ۲۳)؛ اسد الطابیج اص ۱۵۵ (ج ۱ ص ۲۷۶ نومبر ۲۲۲)

۲۔ الامامت والہیات ج اص ۱۱۵ (ج اص ۱۱۸)؛ کتاب صفين (ص ۵۲۶)؛ العهد الفرید ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ص ۱۳۶)؛

تاریخ طبری ج ۲ ص ۳۰ (ج ۵ ص ۱۷) حادثہ تیسی؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۲۷) (۳۱۸، ۳۱۷)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص

(ج ۲ ص ۲۹) حادثہ تیسی؛ شرح ابن ابی الحییج اص ۱۹۸ (ج ۲ ص ۲۵۶-۲۵۵ خطبہ ۲۵۴)

بغیر شوری اور انتخاب کے دعویٰ خلافت کرتا ہے..... (۱)

احف بن قیس اور شریع بن ہانی نے بھی ابو موسیٰ اشعریٰ کو خبردار کیا تھا۔ (۲)

دوسری طرف معاویہ نے عمر و عاصم کو مذاکرات کے لئے اس طرح آمادہ کیا کہ اگر تمہیں عراقیوں سے ڈرایا جائے تو تم انہیں شامیوں سے ڈراؤ، اگر مصریوں سے ڈرایا جائے تو تم مکن والوں سے ڈراؤ، اگر علی سے ڈرایا جائے تو تم معاویہ سے ڈراؤ۔ عمر و عاصم نے پوچھا: اگر نام علی کے ساتھ ان کی سبقت ایمانی اور متفقہ خلافت کا تذکرہ آجائے تو کیا کہو؟ معاویہ نے زیج ہو کر کہا: جیسی مصلحت دیکھنا کرنا۔ (۳)

ان واقعات سے عراقیوں اور شامیوں کے تمام عزم و مقاصد کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کی حکومت کا طبلہ گار تھا اور اسی مقصد سے تھکیم کا واقعہ خواہ حق یا ناحق بیش آیا، جس میں دو جانوروں نے اثاثاً سیدھا طینے کر دیا۔ تھکیم میں کہیں بھی خون عثمان کا تذکرہ نہ آیا، البتہ صلح امام کھستے وقت مولانا علی کے نام سے امیر المؤمنین ہٹانے کی بات ضرور آئی۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ نقطہ خلافت کا طبلہ گار تھا، نہ اسے خون عثمان سے غرض تھی نہ کچھ اور۔ اب اس جر کی لہر بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ علی و معاویہ کی جنگ خلافت یا حکومت کے لئے نہیں تھی بلکہ صرف قتل عثمان کا بدله منظور تھا۔ وہ اس توجیہ سے فرزند جگر خوارہ کے خطروں کے جرائم کی صفائی دینا چاہتا ہے۔

لچڑ دلائل

اہن جمر نے اگلوں کی تقلید کرتے ہوئے معاویہ کے جرائم کی بہانہ تراشی اور صحیح خلافت کے لئے

۱۔ شرح ابن الہبید حج اص ۹۵ (حج ص ۲۲۶ خطبہ ۲۵)

۲۔ الامامة والسياسة ح اص ۹۹ (حج اص ۱۱۶)؛ غایۃ الارب ح ۷ ص ۲۲۹؛ شرح ابن الہبید ح اص ۹۶ (حج ص ۲۲۹ خطبہ ۳۵)

۳۔ الامامة والسياسة ح اص ۹۹ (حج اص ۱۱۶)

ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، اپنی تمام کرتب بازیاں صواعقِ محقرہ (۱) میں دکھاتے ہوئے دو باتوں پر خاص طور سے زور دیا ہے:

۱۔ معاویہ کے تمام پاپ اور جرائم، باغیانہ لشکر کشی، خوزیری، خلیفہ وقت کے خلاف چڑھائی، ہزاروں مسلمانوں کا قتل (جگ صفين میں شام کے مقتول پینتالیس ہزار اور عراق کے مقتول بیچس ہزار تھے) (۲)، ان میں تین سوتیرہ بیعت رضوان سے سرفراز تھے۔ (۳)، کچھ مجاهدین بدر (۴) اور اکثر مہاجرین و انصار اور عادل صحابہ تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ سب جرائم معاویہ کے اجتہاد کی وجہ سے ہوئے، ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ان سخراں اگنیز توجیہات سے معاملہ حل بن جائے گا، معاویہ کے گناہوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ جن گناہوں کی تشخیص قرآن و سنت نے کر دی ہے، اجتہاد کے بھائے اس عیب کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ جو اجتہاد قرآن و سنت کے مخالف ہو وہ قطعی بے اعتبار ہے۔ ابن حجر نے یہ تو سن لیا تھا کہ مجہدوں کے استباط کے برخلاف اجتہاد کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں یہ سمجھ میں نہ آیا کہ حکم خدا و رسول کے خلاف اجتہاد اور اظہار رائے صحیح نہیں ہے۔ ابن حجر جیسے لوگ سمجھتے ہیں کہ اجتہاد ایک بے قاعدہ قانون چیز ہے، نہ اس کا کوئی اصول ہے نہ ضابط ہے، اسے اپنے پسند کی چیز سمجھ لیا گیا ہے، جس کے ذریعے ہر پانی کی گروں چھڑائی جاسکتی ہے، اس اجتہاد نے خالد بن ولید کی مجرمانہ حرکت، قبیلہ نبی حنفیہ اور مالک بن نورہ پر مظالم پر پردہ ڈالا۔ (۵) اسی کے ذریعے ابن حمّم مرادی جیسے پانی کو جسے رسول اعظم نے کہیا تین انسان کہا (۶) اور

۱۔ صواعقِ محقرہ میں ۱۳۹، ۱۳۸ (ص ۶۲۲) (۱۴۹، ۱۴۰ ص ۲۱۶، ۲۱۸)

۲۔ مسند رک علی الحسنین ح ۳۲ ص ۱۰۳ (ج ۳ ص ۱۱۲) حدیث (۳۵۵۹)

۳۔ مسند رک علی الحسنین (ج ۳ ص ۱۱۲) حدیث (۳۵۵۹)؛ البدریہ و التحایہ ح ۷ ص ۲۵۲ (ج ۷ ص ۲۸۳) حداد (۳۲۷)؛ کتاب صفین میں (ص ۲۲۸، ۲۲۶)؛ شرح ابن الہدی ح ۱ ص ۲۲۸، ۲۲۶ (ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۸۹) مصل (۶۵)

۴۔ اس سلسلے میں الفدیری کی ساقتوں جلد میں تفصیل سے بحث ہوئی ہے۔

۵۔ العدد الفرید ح ۲ ص ۲۹۸ (ج ۲ ص ۱۵۵)؛ کنز العمال ح ۶ ص ۳۲ (ج ۱۲ ص ۱۹۵) حدیث (۳۶۵۸۲)؛ البدریہ و التحایہ ح ۷ ص ۳۲۲ (ج ۷ ص ۳۵۸) حداد (۳۲۷)

جس نے شش رسول کو تراپ عبادت میں شہید کیا، مجرم کے بجائے ایک ثواب کا تمذ عنایت کر دیا گیا، اسی اجتہاد سے قاتل عمار، ابو عادیہ کی گردن چھڑائی گئی، عمر و عاصی کی حکیم کی چال کو محسن بنا دیا گیا، (۱) یزید جیسے فاسق و بد کردار پاپی کی برأت کا دستاویز فراہم کیا۔ (۲) ظاہر ہے کہ یہ اجتہادات قفعی مہمل اور بے اعتبار ہیں، اس اجتہاد کو قاتلین عثمان کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، حالانکہ ان کو قتل کرنے والے مجاہرین اور انصار نیز ہدایت یافت اصحاب رسول نجیب، انہیں تو اہن حزم، (۳) اہن تیہی، (۴) اہن کیث (۵) اور ابن مجرم (۶) جیسے لوگ ملعون، قتلة پر داز، خوزیر، حکومت اسلامی کے با غی، خطکار اور عقل و شعور سے عاری سمجھتے ہیں انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر خالد اور ابن ملجم اور معاویہ کو مجتہد کہا جاتا ہے تو قاتلین عثمان کو بھی مجتہد کہا جائے، یہ لوگ تو امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی اس رائے کو بھی اجتہاد مانے پر آمادہ نہیں، جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قاتلین عثمان کے معاملے کو ابھی ٹالا جائے تاکہ داخل قتلہ فرو ہو پھر بعد میں حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں تو جمل و صفين و نہروان کے معز کے ہو گئے، حالانکہ قاتل ہر زمان کے معاملے میں عثمان کی معافی کو سمجھ سمجھتے ہیں۔

اکلوں کا معمک اجتہاد یہی ہے کہ حضرت امیر المؤمنین پر دشام طرازی کو جائز سمجھنا جاتا ہے، نبر پر لعن طعن، خطبہ جمد و عیدین میں بدعا، یہ سب جائز ہے کیونکہ مجتہد خطکار ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے، لیکن ہیجیان علیؑ کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے ظلم کے خلاف ظالموں کی صفات بیان کر سکیں، اگرچہ وہ مجتہد بالغ نظر ہی کیوں نہ ہوا سے اجتہاد کا حق نہیں۔ اگر کسی سے یہ غلطی ہو گئی تو وہ پھانی اور جلاوطنی کا مستحق ہے۔ اہن مجرم کہتے ہیں کہ بعض بدعی افراد معاویہ کو دشام دیتے ہیں، لعنت کرتے ہیں، معاویہ کے بارے میں بھی ابو بکر و عمر و عثمان کا طریقہ کار اپنانا چاہئے بنابریں ان کی بات لائق اعتمان نہیں، زادے بنیاد عمل بنانا

۱۔ البدریہ والحلیۃ ح ۷ ص ۲۸۳ (ح ۷ ص ۳۱۳ حادث ۱۳۴)

۲۔ البدریہ والحلیۃ ح ۸ ص ۲۲۳، ۲۲۴، ح ۱۳ ص ۱۰ (ح ۸ ص ۲۲۵ حادث ۱۳۴، ح ۱۳ ص ۱۲ حادث ۱۵۹)

۳۔ الفضل ح ۳ ص ۱۶۱

۴۔ مناج النبی ح ۳ ص ۱۸۹

۵۔ البدریہ والحلیۃ ح ۷ ص ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹ (ح ۷ ص ۱۹۸، ۲۰۰ حادث ۱۵۹)

۶۔ صواتن محقر ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱ (ص ۱۱۳، ۱۱۴)

چاہیے۔ یہ لعنت و دشام ان لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو احتق اور نافرمان ہیں، خدا کو پرواہ نہیں کہ یہ کس وادی میں سرگردان ہیں، خدا ان پر لعنت اور خوار کرے، ان پر الٰی سنت کی تکوار سے زیادہ استدالی جست دیرہاں مسلط ہے۔ (۱)

آپ جانتے ہیں کہ ابن حجر کن لوگوں پر لعنت کر رہے ہیں اور دشام دے رہے ہیں۔ اب ذرا معاویہ کے متعلق رسول خدا کی لعنت کو ملاحظہ فرمائیے، امیر المؤمنین نے جو لعنت فرمائی ہے اور دعائے قوت میں التزام فرمایا ہے، ابن عباس اور عمار یا سر کی لعنت، محمد بن ابی بکر کی لعنت کے ساتھ ساتھ ہر نماز کے بعد عائشہ کی بددعا اور لعنت، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام صحابہ و مهاجرین و انصار نے معاویہ پر لعنت کی بارش کی ہے، انہیں ملاحظہ فرمائیے اور پھر آپ ہی فیصلہ کئجئے!!!۔

اجتہاد کیا ہے....؟

اب یہاں ضروری ہے کہ مفہوم اجتہاد کو بھی سمجھ لیا جائے، جس اجتہاد نے ہزاروں خون بھائے ناموں بر باد کی، حرمت پامال کی، احکام و قوانین الٰہی کا تیارا نچا کیا۔ اس میں اس قدر و سخت کہاں سے آگئی کہ شریعت کو احتل پھل کر دیا جائے؟ کیا اجتہاد میں اتنی گنجائش ہے کہ ناقابل تغیر سنت الٰہی کو درگوں کر دیا جائے اور مسلمہ احکام کو لغو قرار دیا جائے؟

کیا مجتہدوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جدول میں آئے کرڈا لے یا اس کا اصول و حساب کتاب بھی ہے بلکہ مجتہدوں ہے جو قرآن، سنت اور تہذیرو استنباط کے داشمندانہ عمل کو برتبے یا جیسا کہ الٰی سنت کہتے ہیں کہ اجتہاد بمقابل نص میں چاروں چیزوں کے تاویلات صحیح کا التزام کرے۔ اگر اجتہاد کے قواعد صحیح نہیں کئے جائیں گے تو ہر دیہاتی اور جنگلی اپنی خواہش کے مطابق اٹکل چھوٹوں مارتا رہے گا، داشمنوں سے اچھا سمجھے گا؟

آمدی نے ”الاحکام فی اصول الاحکام“ (۱) میں اجتہاد کا مطلب اور انجام کار کے متعلق انتہائی کوششکاری اور لکھا ہے اور علماء اصول نے اجتہاد کا مخصوص معیار متعین کیا ہے، مجتہد اسے کہتے ہیں جو صفت اجتہاد سے متصف ہو، اس کی دو شرطیں ہیں: شرط اول یہ ہے کہ وجود پروردگار سے آگاہ اور اس کے صفات واجبہ کو جانتا ہونیزیہ کہ اس بنیاد پر عقیدہ رکھے کہ وہ حکم دیتا ہے، قانون بنا تا ہے، اس نے رسول اور شریعت نازل کی۔

شرط دوم یہ کہ مدارک شرعی اور اس کے اقسام کا علم رکھتا ہو، اس کے اختلاف و مراتب کو پہنچانا تا ہو، روشن جرح و تقدیل، صحیح و سقم کی پہچان، ناسخ و منسوخ کی معرفت اور اس بارے میں آیات کے نزول کی معرفت رکھتا ہو، اسکے ساتھ لغت و نحو پر عبور رکھتا ہو البتہ لازم نہیں کہ وہ لغت میں اصطہمی کے پائے کا ہو اور نحو میں ظلیل و سیبویہ کا درجہ رکھے، عادات و رسم عرب سے واقف ہوتا کہ الفاظ کے استعمال پر قدرت حاصل کر سکے، مفرد و مركب، کلی و جزئی، حقیقت و مجاز، تواطی و اشتراک، ترادف و تباہ، نفس و ظاہر، عام و خاص، مطلق و مقید اور منطبق و مفہوم، انتفاء، اشارہ، تنبیہ، ایماء وغیرہ کو پہچانتا ہو اور تیز کر سکے یہ تمام چیزیں مجتہد مطلق کیلئے ضروری ہیں خواہ اکیس مکمل بصیرت رکھتا ہو یا جزوی طور سے۔

شاملی (۲) نے اجتہاد کی دو قسمیں کی ہیں: ایک اجتہاد و ایک تحقیق مناط، اس کو تمام امت بلا اختلاف مانتی ہے، اس کا مطلب ہے مدارک شرعی سے حکم ثابت کیا جائے۔ دوسرے اجتہاد منقطع، اس کی تین قسمیں ہیں، اول: تحقیق مناط، دوسرے: تجزیع مناط اور تیسرا: متذکرہ صدر کے اقسام کے تحقیق مناط۔

یہ تو اصولیں کے نزدیک اجتہاد کی تعریف تھی۔ اب رہ گئے فقهاء تو ان کے نزدیک اجتہاد دین شناسی کا بلند ترین مرتبہ ہے، جس کے سہارے وہ فقیہ کہا جاتا ہے اور وہ فقیہہ فرع کو اصل و اساس کی طرف پھرنا ہے، پھر اس سے استنباط احکام کرتا ہے، نقد و اشکال کو رفع کرتا ہے، تکلیف کا دفاع کرتا ہے۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۲۱۸ (ج ۲ ص ۱۲۹)

۲۔ المذاہقات ج ۳ ص ۸۹

آمدی، (۱) این نجیم، (۲) حاوی، این عابدین (۳) و این قاسم غزی (۴) وغیرہم کے افادات کا ماحصل یہ ہے کہ فقہ کا مطلب فہم و دانش ہے اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم استدلال یا اولہ تفصیلہ کے ذریعے حاصل کیا جائے۔ این رشد نے مقدمہ (۵) مدونہ کبری میں احکام شرعیہ کے مارک چار لکھے ہیں: اول قرآن، دوسرا سنت رسول، تیسرا اجماع، چوتھے اتنیاط جسے قیاس کہتے ہیں اور وہ انہیں تینوں کے اصول سے ماخوذ ہو۔

اب ذرا اجتہاد معاویہ پر نظر ڈال جائے، کیا ان کے اعمال و تصورات میں نوامیں اربعہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کی کہیں چھاپ ہے، کیا معاویہ یہ قرآن کا علم تھا؟

کس سے درس حاصل کیا؟ کیا انہیں حکم و مقابله، عموم و خصوص، مطلق و مقید، ناخ و منسوخ کی خبر تھی؟ معاویہ کا ظرف کبھی اس کا تحمل نہ ہو سکا وہ تو بتوں کے پچاری تھے، اسلام تو ان کے دماغ میں کسی طرف سے نہیں گھسایا، معاویہ کے تو دو سال آخر (۶) کے رسول اسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بارہ سال میں سورہ بقرہ یاد کر سکے، جب یاد کر پچھے تو شکرانہ میں قربانی کی، خدا جانے کتنی پریشانی جیسی تھی، انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ رسول امر سکتے ہیں، جب قرآن کی آیت سنائی گئی تو سیدھے ہوئے، زمانہ رسول اور بعد کے فقہا میں صرف عبد اللہ بن مسعود، این عباس، ابی بن کعب اور زید بن ثابت کا نام آتا ہے، وہ گئے حضرت علیؓ تو وہ عدل قرآن تھے، اس کے اصرار و غواصن سے پوری طرح آشنا تھے، ان کے سامنے تمام سوالات کے جوابات متحضر رہتے تھے، خود فرماتے کہ کتاب خدا کے متعلق پوچھلو، پوچھلو۔

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۱ ص ۷ (ج ۱ ص ۲۲)

۲۔ المحرر الرائق ج ۱ ص ۲

۳۔ حاشیہ المحرر ج ۱ ص ۲

۴۔ الشرح ج ۱ ص ۱۸

۵۔ مقدمۃ المدویۃ الکبری ص ۸

۶۔ استیعاب (ج ۳ ص ۱۳۱۶ نمبر ۵) (۲۲۳۵)

معاویہ کی سنت شناسی یہ تھی کہ مند احمد کے مطابق لوگوں کو حدیث رسول ننانے سے روکتے تھے۔ (۱) صرف انہیں حدیثوں کو ننانے کی اجازت دیتے جو عہد عمر میں رائج ہو گئی تھیں۔ آخر کیوں؟ کیا عمر کے بعد حدیثیں گردھی جانے لگی تھیں؟ یا عدولی صحابہ کا اعتبار بعد عمر ختم ہو گیا تھا؟ اس طرح اکثر مدارک احکام پر مشتمل احادیث بے وقت ہو جائیں گی کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ وہ عہد عمر سے پہلے یہاں کی گئیں یا بعد میں۔ پھر بھلا عہد عمر کی خصوصیت ہی کیا...؟

معاویہ کی سنت دانی کے لئے کافی ہے کہ وہ سنت کی تحقیر کرتا ہے، کبھی کبھی حدیث ننانے والے کا مذاق اڑاتا ہے۔ (۲) کافی بھی دیتا ہے، جس کا یہ روایہ ہواں نے کیا حاصل کیا ہوگا، اندرازہ کر لیجئے؟ انہوں نے تو حالات اسلام میں چند سال بسر کئے، انہیں حدیث سننے کا موقع کہاں ملا؟ پھر گورنری و حکومت میں لگ گئے، پھر یہ کہ وہ مدینہ سے بہت دور شام میں تھے، مدینہ والوں سے کینہ رکھتے تھے۔

متدرک حاکم (۳) میں ہے کہ نوف نے عبد اللہ بن عمر و عاص سے کہا کہ آپ صحابی رسول ہیں آپ کو حدیث ننانے کا مجھ سے زیادہ حق ہے۔ عبد اللہ نے کہا: مجھے حکمرانوں نے نقل احادیث سے منع کیا ہے۔ نیز یہ کہ معاویہ نے ابن عمر کو پیغام بھیجوایا کہ اگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تم لوگوں کو حدیثیں سارے ہو تو گردن مار دوں گا۔ (۴)

اسی سبب سے معاویہ نے عادل صحابہ کا خون بھایا، مدینہ رسول کوتاراج کیا۔ اس کے بعد زیندگی تو پاپ کی حد ہی کر دی۔

۱۔ مند احمد ج ۳ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۲۶ حدیث ۲۶۷۲۷) (۱۶۳۶۷)

۲۔ شرح ابن الی اصیل (ج ۸ ص ۲۵۵ خطیب ۱۳)؛ مروج الذهب ج ۱ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۲۲)؛ تاریخ الحنفی ص ۷۷، فیض القدری فی شرح الباقع الصیر (ج ۲ ص ۳۲۵)؛ استیعاب ج ۱ ص ۲۵۵ (اقسم الثالث ص ۱۳۲) نمبر ۲۲۲۵؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۲۰۱، نمبر ۱۷)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۹)؛ تاریخ الحنفیات ص ۱۳۳ (ص ۱۸۸)؛ متدرک علی الحنفیین (ج ۲ ص ۵۲۰ حدیث ۵۹۳۵)؛ الحنفی الکبری ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۲۵۵)

۳۔ متدرک علی الحنفیین ج ۲ ص ۳۸۶ (ج ۲ ص ۵۳۲ حدیث ۸۳۹۷)

۴۔ کتاب وحد صحنی ص ۲۳۸ (ص ۲۲۰)

معاویہ کی احادیث مسند احمد میں ایک سو چھوٹی ہیں، جن میں مکرات بھی ہیں، بعض کا تعلق احکام سے نہیں ہے، مثلاً رسول، ابو بکر، عمر بنوں نے ترٹھ سال عمر بائی۔ یا یہ کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا امام حسن کی زبان چوں رہے تھے۔ اب ذرا بتن احادیث کا جائزہ لیجئے:

۱۔ معاویہ حضرت عائشہ سے ملنے گئے تو عائشہ نے کہا: تمہیں اس کا ذریعہ نہیں تھا کہ کسی کو گھات میں بھا کر تمہیں قتل کرادیتی۔ جواب دیا: آپ ایسا نہ کرتیں کیونکہ میں امن کے گھر میں ہوں، میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ایمان غافلانہ حملے سے مانع ہے۔ پھر پوچھا: میں آپ کی حاجتوں کے بارے میں کیسا ہوں؟ جواب دیا: اچھے ہو۔ معاویہ نے کہا: تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ ہم (اور محمد بن الکبر) خدا سے ملاقات کریں، وہیں فیصلہ ہو گا۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ قتل معاویہ کو جائز بحقیقتی تھیں کیونکہ انہوں نے بہت سے خون بھائے تھے اور بڑے پاپ کئے تھے، لیکن چونکہ معاویہ نے عائشہ کے ساتھ داد دہش کا اچھار و یہ اپنایا تھا، اس لئے نظر انداز کر گئیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ کو ان کے جرام پر کوئی بھی قائل نہیں کر سکتا تھا، لیکن علیٰ کے خلاف خون عثمان کو عائشہ نظر انداز نہ کر سکیں۔

۲۔ عباد بن عبد اللہ بن زیر کہتا ہے کہ معاویہ نے حج کے موقع پر نماز ظہر دور رکعت پڑھی اور دارالنیدۃ پڑھے گئے عثمان نے نماز ظہر پوری پڑھی۔ جب مکہ آئے تو چار رکعت پڑھی، منی و عرفات میں قصر پڑھی، حج ختم کر کے منی میں اقامت کی تو نماز تمام پڑھی، جب معاویہ نے دور رکعت نماز پڑھی تو مردان اور عورتوں بن عثمان نے شکوہ کیا کہ آپ نے عثمان کے خلاف عمل کیا؟ معاویہ نے کہا کہ میں نے رسول اور عمر و ابو بکر کے ساتھ یہاں قصر پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے پیغمبر سے بھائی عثمان نے یہاں پوری نماز پڑھی ہے اس لئے اگر آپ قصر پڑھیں گے تو لوگ عثمان پر تنقید کریں گے۔ یہ سن کر معاویہ نے جب عصر کی نماز پڑھائی تو نماز تمام پڑھائی۔ (۲)

۱۔ مسند احمد ح ۹۲ ص ۵۲ (حج ۳۳ ص ۵۲ حدیث ۱۶۲۹۰)

۲۔ مسند احمد ح ۹۳ ص ۵۸ (حج ۳۴ ص ۵۸ حدیث ۱۶۳۱۵)

سچھ میں نہیں آتا کہ یہاں معاویہ پر تقدیم کی جائے جو حکم رسول جانتے ہوئے محض خاندانی تعصب میں شریعت پامال کر رہا ہے، میا عثمان کی حرکت پر تقدیم کی جائے، اگر معاویہ ایسے ہی فقیر تھے تو اسکی فقیر پر لفت۔

۳۔ ہنائی کہتے ہیں: میں اصحاب رسول کے ساتھ معاویہ کے یہاں موجود تھا، معاویہ نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا رسول خدا نے رشیم پسندے پر منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، ہاں! پھر پوچھا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا رسول خدا نے رح و عمرہ کے جمع سے منع نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا: ایسا تو نہیں ہے، ہم نے ان کے ساتھ دونوں کو جمع کیا۔ (۱)

معاویہ نے کوشش کی کہ ہر سنت ثابت کے خلاف بدعت کا احیاء کیا جائے، متوجه کا قرآن میں حکم ہے، رسول ابوبکر، عمر نے عمل کیا، لیکن عمر نے آخر وقت منع کیا تھا اور معاویہ کا کام ہی تھا حکم خدا کے مقابل حکم عمر کو باقی رکھا جائے، یہ تھی ان کی دین شناسی یا بے اطلاقی۔

۴۔ حران کہتے ہیں کہ معاویہ نے بعد عصر درکعت نماز پڑھنے سے منع کیا۔ زمانہ نبی میں بعد عصر درکعت نماز پڑھنے کا معمول تھا، حضرت عمر نے اس کو منع سے منع کیا، اصحاب نے احتجاج کیا کہ یہ سنت ثابت ہے لیکن عمر نے توجہ دی، معاویہ نے حکم عمر کو جاری کیا۔ (۲)

۵۔ معاویہ سے حدیث رسول مژدی ہے: جو شراب پیئے اسے تازیا نہ مارو، تکرار کرے تو تازیا نہ مارو، چوتھی بار تکرار کرے تو قتل کر دو۔ (۳)

مجھے حیرت ہے کہ معاویہ نے اس حکم پر اپنی گورنری یا حکومت کے زمانے میں ایک روز بھی عمل کیا؟ اگر عمل کرنے تو شراب کے قلے اونٹوں پر بارش ہوتے، خرید و فروخت کی شام میں آزادی نہ دیتے، خود

۱۔ مسند احمد حج ۳۲ ص ۹۲، ۹۵، ۹۶ (حج ۵۵ ص ۵۲ حدیث ۱۶۳۹۱، میں ۵۹ حدیث ۱۶۳۲۸، میں ۲۱ حدیث ۱۶۳۶۶)

۲۔ مسند احمد حج ۳۲ ص ۹۹، ۱۰۰ (حج ۳۳ ص ۲۶ حدیث ۱۶۳۶۵، میں ۶۷ حدیث ۱۶۳۶۹)

۳۔ مسند احمد حج ۳۲ ص ۹۳ (حج ۵۵ ص ۵۶ حدیث ۱۶۳۱۷، میں ۵۹ حدیث ۱۶۳۱۷، میں ۶۰ حدیث ۱۶۳۲۷، میں

۴۔ حدیث ۲۳ ص ۲۸ حدیث ۱۶۳۸۱)

نہ پیتے اور ستر میں اشعار کفر یہ نہ کہتے۔ اگرچہ اس روایت کی سند حکم ہے، امام احمد، ترمذی و ابو داؤد نے
حثیت کیا ہے لیکن کوئی فقید اس پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اسے معاویہ نے اکیلہ نقل کیا ہے۔

۶۔ ابو اوزیم کہتے ہیں کہ معاویہ بہت کم حدیث بیان کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے
رسول خدا سے سنا کہ خدا ہرگناہ کو ممکن ہے بخش دے سوائے اس کے کہ انسان کا فخر ہے یا کسی مومن کو
جان بوجھ کر قتل کرے۔ (۱) ایک خط میں حضرت علیؓ کو معاویہ نے لکھا کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے
کہ اگر صنعا اور عدن کے تمام باشندے کسی ایک مسلمان کے قلمی پر متفق ہو جائیں تو خدا سب کو جہنم میں
جوہک دے گا۔

سوال یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں معاویہ کے خلاف پڑتی ہیں یا متوافق؟ آخرين میں ہزاروں
مومنوں کو کس نے قتل کرایا؟ باغی گروہ کون تھا؟ جو ایسا خونخوار ہوا سے خلافت سے کیا سروکار؟ امام وقت کو
قتل کرنے کی سازش اور اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لئے ہزاروں صحابائے کرام، صلحاء عظام کو
موت کے گھاٹ اتارنا کہاں تک جائز تھا؟ اس خونخوار نے چونکہ خود حدیث کی روایت کی ہے لہذا اس
سے سخت موافذہ ہو گا۔

۷۔ معاویہ سے حدیث مرفوع مردوی ہے کہ جو شخص بے امام کے مر جائے، اس کی موت جالمیت پر
ہوتی ہے۔ (۲)

اب ذرا معاویہ اور اس کے جرگے سے پوچھیے کہ تم پر کس امام کی بیعت کا تلاad ہے؟ کیا معاویہ کی
امامت نص و اجماع سے ثابت ہے؟ خود معاویہ کس حال میں مرا؟ کیا امیر المؤمنین کے سوا کوئی اور تھا
جس کو نص و اجماع کے ذریعے خلافت لی ہو؟ معاویہ نے تو انہیں سے جگ کی اور ان کی خلافت کو شهادتا
ان کی خلافت ختم کرنے کے لئے ایڈی چوٹی کا زور لگایا، اس طرح وہ جالمیت کی موت مرا، کیونکہ حضرت
علیؓ کی خبر شہادت سن کر خوش ظاہر کی، امام حسنؓ کے مسموم ہونے پر انہمار سرت کیا، ان دونوں سے وہ بر

۱۔ مندرجہ ۹۳ ص ۹۹ (ج ۵ ص ۲۲ حدیث ۱۶۳۶۳)

۲۔ مندرجہ ۹۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۲۱ حدیث ۱۶۳۳۳)

سرپریکار رہا، ہر مکاری اور حیلہ بردا، اپنی سیاسی خلافت جانے کے لئے ہر لامب، رشوت اور مکاری کا جال رچایا۔ جب کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دورات بھی بغیر امام کے بس رکرے۔ (۱) ورنہ جامی موت مرے گا؛ اس حکم رسول میں تو کوئی استثنائیں کیا، معاویہ اس حکم سے مستحب تھا، یا وہ اس حکم سے ناداً قف تھا؟ اس طبق بن طلیق کی موت بہر حال جاہلیت پر ہوئی۔

اس حدیث معاویہ کو ابن عمر کے طریق سے ابو داؤد طیابی (۲) نے لکھا ہے جس میں اضافہ ہے کہ



وَمِنْ نَزْعٍ يُدَا مِنْ طَاعَةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حِجَّةَ لَهُ۔ (۳)

یہ حقیقت ہے جس سے گریز مکن نہیں کہ صحاح و مسانید اس پر متفق ہیں اس حدیث کو مانے بغیر چارہ نہیں، لازم آتا ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرجائے اس کی موت جاہلیت پر ہوگی، اس موقع پر یہ سکتہ لائق توجہ ہے کہ فاطمہ زہرا قرآن کی روشنی میں پاک اور ان کی خوشنودی رسولؐ کی خوشنودی اور ان کا غم و غصہ رسولؐ اکرم کا غم و غصہ قادہ اس حالت میں دنیا سے گئیں کہ ان کا کسی کو امام نہیں بتایا جا سکتا، نہ انہوں نے ابو بکر کی بیعت کی نہ ان کے شوہرنے چھپاہ تک بیعت کی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تک فاطمہ زمہ تھیں لوگ ان کے احترام میں علی سے تعرض نہ کرتے تھے، لیکن جب فاطمہ انتقال کر گئیں تو لوگوں سے علی کا احترام کیا لیکن جب فاطمہ مر گئیں اس وقت تک علی نے ابو بکر کی بیعت نہ کی تھی تو علی کا وہ احترام باقی نہ رہا، لوگوں نے بیعت لے کر وحدت میں شامل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

۱۔ الحجی ج ۴ ص ۳۵۹ (مسنون ۲۸۷) ۲۔ مسنون طیابی ص ۵۹

۳۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۲۲ (ج ۲۳ ص ۱۴۶) حدیث ۵۸ کتاب الامرہ: مسنون بیہقی ج ۸ ص ۱۵۶: تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۷۱: مجمع الزادerek ج ۵ ص ۲۲۳، ۲۱۸: زیارت الہماج اصل ۳: مسنون حجر ج ۳ ص ۲۲۶ (ج ۲۳ ص ۳۷۶) حدیث ۱۵۲۶۹ (۱۵۲۶۹) شرح القاصد ح ۲ ص ۲۲۵ (ج ۵ ص ۲۳۹): خاتمة الجواهر المعتبرة قاری ج ۲ ص ۵۰۹: تفسیر الوصول ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲۳ ص ۳۷)

۴۔ صحیح بخاری کتاب الغازی ج ۶ ص ۱۹ (ج ۲۳ ص ۱۵۳) حدیث ۳۹۹۸: صحیح مسلم کتاب الجمارج ۵ ص ۱۵۳ (ج ۲۳ ص ۳۰) حدیث ۵۲۷

یہاں تین اختلالات ہیں:

اول یہ کہ فاطمہ نے ایک حکم اسلامی پر عمل نہ کیا اور بے امام رکھ گئیں۔

دوسرے یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں، جب کہ تمام شیعہ سنی علماء نے اس کی روایت کی ہے۔

تیسرا یہ کہ فاطمہ نے ابو بکر کی امامت کو صحیح نہیں سمجھا، ابو بکر کو خلافت کا مستحق نہیں جانا بلکہ علیؑ کی امامت کی قائل تھیں۔

کیا کوئی مسلمان سوچ سکتا ہے کہ فاطمہؓ نے خلاف عقل و منطق اور مخالف رضاۓ خدا عمل کیا ہو گا؟

دوسرہ اختال بھی صحیح نہیں، حدیث قطعی صحیح ہے۔ لہذا اب تیراً اختال ہی باقی رہ جاتا ہے کہ فاطمہؓ زہرا اجر پارہ رسولؐ نے ابو بکر کی امامت و خلافت کو صحیح نہیں سمجھا، وہ ابو بکر کی خلافت سے بیزار تھیں، اسی لئے حضرت علیؑ نے زمانہ فاطمہؓ میں ابو بکر کی بیعت نہ کی حالانکہ جانتے تھے کہ جو شخص بغیر امام کے مرجائے اس کی موت جاہلیت پر ہو گی۔

۸۔ ابو ہریرہ نے معاویہ کی شکایت رسولؐ خدا سے کی، تمپے نے وضو کرتے ہوئے ایک یادو بار سر اٹھایا اور فرمایا: اگر تم حکمران ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ معاویہ کہتے ہیں کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ حکمران ہونا لیکن ارشاد رسولؐ کے مطابق آج اسی میں بتلا ہوں۔ (۱)

لیکن اس شخص نے دعیت رسولؐ پر قطعی عمل نہ کیا، نہ خدا کا خوف کیا، نہ عدالت کو راہ دی، اس کی حکمرانی تمام تر ظلم وعدوان سے بھری ہے، کاش قتل عثمانؑ کے بعد اسے یہ دعیت رسولؐ یاد آتی تو مولا علیؑ سے جگنہ کرتا، نہ عدوں مجاہد کو جلاوطنی و قتل و قید کی اذیت دیتا، کیا یہ سب کام عدالت و تقویٰ پر منی تھے؟ نہ زیاد کو بھائی بناتا، نہ منبر پر علیؑ و آل علیؑ نیز شیعوں پر عن طعن و دشام طرازی کرتا۔ پتہ نبی اگر دعیت رسولؐ نہ ہوتی تو وہ کیا کرتا؟

۹۔ معاویہ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا سے نہ کہ اگر خدا کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے تو اسے دینی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔ (۲) یہ حدیث مسند احمد میں سولہ بار نقل کی گئی ہے، اس کا نتیجہ تو یہ ہوتا

۱۔ مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۱ (ج ۵ ص ۲۹ حدیث ۱۶۳۶۰) ۲۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۱۵ حدیث ۱۶۳۸۶)

چاہیے تھا کہ معاویہ میں دین شناسی آ جاتی، احکام الہی پر عمل کرتا، برخلاف اس کے نہ اس میں تنقید تھا ان احکام خدا پر عمل۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے معاویہ کے ساتھ کوئی بھلاکی نہ کی۔

۱۰۔ محمد بن جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ ہم لوگ چند افراد کے ساتھ معاویہ کے پاس تھے اتنے میں معاویہ سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن عمرو و عاصی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آئندہ قحطانی باادشاہ ہوں گے۔ معاویہ بھڑک اٹھے، منبر پر جا کر حمد و شانے الہی کے بعد کہا کہ بعض لوگ تم سے ایسی بات نقل کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں ہے، یہ لوگ قطعی جالی ہیں، جو لوگ تھمارے خیالات پر اکنہ کرنا چاہتے ہیں ان سے پرہیز کرو کیونکہ میں نے رسول خدا سے سنائے کہ یہ حکومت قریش میں ہی میں رہے گی، جب تک دین و شریعت باقی ہے جو اس سے گلراۓ گا خدا اسے چور چور کر دے گا۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو معاویہ سمجھی نہیں، عمرو و عاصی کے بیٹے نے یہیں کہا تھا کہ خلیفہ ہوں گے بلکہ کہا تھا کہ باادشاہ ہوں گے، ہر شخص جانتا ہے کہ بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باادشاہ ہوئے ہیں جو غیر قریش تھے، پھر یہ کہ رسول کا مقصد خلقاء قرش سے یہ ہے کہ جب تک وہ خلفاء دین و شریعت پر عمل کریں ان سے مت گراو، معاویہ وغیرہ تو مسلسل دین و شریعت پا مال کرتے رہے، اس طبق بن طلیق بن علیٰ کو خلافت کا ارمان کرنا ہی نہیں چاہئے۔ حریت ہے کہ معاویہ تو عبد اللہ کو جالیں کہتے ہیں اور ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ سب سے زیادہ حدیث نقل کرتے ہیں، یا انہیں سب سے زیادہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد ہے۔ وہ مرد فاضل، حافظ اور دانشمند تھے۔ (۱) معاویہ انہیں اس طرح جالیں کہہ رہے ہیں جیسے خود بہت بڑے فقیہ ہیں۔ عبادہ بن صامت نے معاویہ سے کہا تھا کہ تیری ماں ہندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ (۲)

یہ معاویہ تھے اور ان کی حدیث شناسی !!!۔

۱۔ استیاعاب ح ۱۰۷ (الفہم المأثور ح ۹۵ نمبر ۱۶۱۸)، اسد الغاب ح ۲۳۲ (ج ۲ ص ۲۲۲) (ج ۲ ص ۲۲۹ نمبر ۳۰۹)، الاصابع ح ۲

ص ۳۵۲ (نمبر ۳۸۲)، تہذیب التجدیب ح ۵ ص ۳۲۷ (ج ۵ ص ۲۹۲)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ح ۱۰۰ (ج ۲۶ ص ۱۹۵ نمبر ۳۰۷)، مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۰۶)

اجماع

آمدی (۱) نے اجماع کی بہت اچھی تعریف کی ہے کہ کسی معاٹلے پر اس زمانے کے تمام حل و عقد کا ایک رائے ہو جانا۔ اب ذرا معاویہ کے احوال، اعمال اور جرام کو دیکھئے اور تلاش کیجئے کہ اس وقت کے فہرane ان بدعتوں پر کہاں اتفاق کیا۔ احتہاد کی یہ دم بھی معاویہ کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

قياس

اہل سنت کی نظر میں وہی قیاس معتمر ہے جو قرآن و سنت کی بنیاد پر کیا جائے، یا ان دونوں سے اخراج کیا گیا ہو بحث و استنباط کے ذریعے نوعی یا شخصی حیثیت سے۔ ہم معاویہ کے تمام کرتوں پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی بھی کام قرآن و سنت کی بنیاد یا استنباط کے سہارے انجام نہیں دیا گیا اور نہ اس کی کسی طرح بھی تاویل کی جاسکتی ہے۔ البتہ معاویہ نے جامیل قیاس کو احکام اسلام میں شامل کر دیا ہے۔

برجال نقد و اصول کی نظر میں صحیح احتہاد کیجئے لینے کے بعد یہ اچھی طرح اندازہ ہو جاتا ہے کہ معاویہ اس سے قطعی دور تھے، اس نافرمان مجتہد کے بھیاں مک جرام پر نظر دوڑائیئے اور پھر دیکھئے کہ این حزم، این نیپہ، این کثیر اور این مجرمیتیں لوگ اسے مجتہد کہہ کے تمام جرام سے بری کر دیتے ہیں، مجتہد خطا کار پر گناہ تو ہوتا ہی نہیں الشایع ثواب حاصل ہوتا ہے۔

ان سے پوچھئے کہ آخر کس احتہاد سے مولا علیٰ کو لعنت اور دشام طرازی کی بلکہ تمام مسلمانوں پر شرعی حیثیت سے لازم کر کے تھوپ دیا؟ آخر کس آیت سے استنباط کیا تھا، آیے تقطیر یا آیے مبالغہ سے یا ہزاروں احادیث رسولؐ سے جس میں فضائل علیٰ کے سند رسموجن ہیں، اگر انہیں خلیفہ نہ بھی سمجھیں تو کیا وہ ایک شائستہ کروار مسلمان بھی نہیں تھے؟ یہ ہندہ جسی فاحش کار دو دھنیے والا مجتہد خود اجازت دیتا ہے کہ علیٰ کو گالیاں دی جائیں اور بر سر پیکار ہے ظاہر ہے کہ اس حکم کا مرک صرف قیاس جامیل ہی میں مل

سلکتا ہے، دو نوں قبیلوں ہائی و اموی میں پرانی دشمنی تھی، ایک دوسرے کو بہر و سیلہ اذیت دیتے تھے، انتقام لیتے تھے، چاہے وہ مقتول کے وارث نہ بھی ہو۔ معاویہ نے اسی جانشی روشن پر عمل کر کے انتقام عنان کا نفرہ بلند کیا۔

کس اجتہاد میں گنجائش ہے کہ بر سر منیر اور دعائے ثبوت میں علی پر لعنت کی جائے جو احتجاج کرے اسے ذرا یاد رکھ کر اجتہاد میں دوستدار ان علی کو قید و جلاوطنی سے دوچار کرنا جائز کہا گیا ہے، کون اجتہاد علی کو کافر و ملکہ کہنے کی اجازت دیتا ہے، کس اجتہاد میں قتل علی و امام حسن کی اجازت دی گئی ہے، مکہ و مدینہ کی حرمت کی بربادی، شہداء صفیین کا مثلہ اور مولا علی کے لئکر پر پانی بند کرنا کس اجتہاد کی بناء پر ہوا۔ کس اجتہاد میں ناہلوں پر دولت اتنا نا جبر جیسے نیکوں کا قتل، بیرت علی کے خلاف عمل کیا جائے، زیاد کو بھائی بنا کر جائے، بزید جیسے شرابخوار کو جائشین بنایا جائے، عترت کی اذیت سے رسول خدا کو آزار پہنچایا جائے، عہدوں پیمان کو بیروں تلے روندا جائے سنت رسول کی تفحیک کی جائے اور امام وقت کے خلاف بغاوت کر کے تواریخ بھائی جائے۔

یہ تمام اجتہاد پھر، پوچھ اور بے وقت ہیں، نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ دین، یہ سبھی قرآن و سنت کے صریحی خلاف۔ یہ سب کچھ ہوس و خود سری تھی، استنباط حکم شرعی نہ تھا، یہ ایسا ہی ہے کہ قتل رسول کے متعلق اجتہاد کیا جائے۔

یہ مجھ تک جگر خوارہ کا فرزند، پرچم والی فاحش کا پوت تھا، جس نے مقدسات اسلامی کا تیا پانچا کیا، ابن حزم و ابن تیہ اسے مجتہد کہتے ہیں، ابن حجر اسے ظلیفہ برحق کہتا ہے، لیکن ہم تو ان کے کافنوں میں مقلبی کا نظریہ ؓ النا چاہتے ہیں، وہ اپنی کتاب "العلم الشافعی ایضاً الحق علی آباء المشائخ" میں رقطراز ہیں:

حضرت علی تو صرف ہدایت کے امام تھے لیکن انہیں آزمائشوں میں جھوک دیا گیا اور وہ اپنی پسندیدہ روشن پر برابر چلتے رہے۔ ان کے بارے میں کچھ لوگ بلاک ہوئے، کچھ غلو میں حد سے بڑھ گئے اور کچھ نفرت میں مرتبے سے گھٹانے لگے، اس گزوہ کا گراہ ترین دست خوارج کا ہے، جو بر سر منیر لعنت کرتے ہیں اور ابن ملجم ملعون کی ستائش کرتے ہیں، اسی طرح مردوانیہ بھی لعنت کرتے ہیں، خدا ان کا

ناک مارے۔ کم گراہ وہ لوگ ہیں جو بیعت شکنوں سے جنگ کرنے کی بنا پر علیٰ کو خطا کار سمجھتے ہیں حالانکہ خدا نے باغی گروہ سے لڑنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ عثمان کا قصاص طلب کر رہے تھے، علیٰ نے انہیں شریٰ جواب دیا کہ عثمان کے درثاء آکر مقدمہ دائر کریں، ان کی تعداد جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، صوات عن کے مطابق دس ہزار تک یہ ہوتی ہے۔ (۱) طلودزیر دعا نشہ و اصحاب رسول تھے، لیکن اس میں تک نہیں کہ اشتباہ کا شکار ہوئے لیکن معاویہ کا مقصد تو بالکل واضح ہے۔ اسی طرح خوارج کا معاملہ بھی روشن تر ہے، اگر علیٰ ان سے جنگ نہ کرتے تو کون جنگ کرتا؟ خوارج قلعی گراہ تھے۔ معاویہ حکومت کے خواہشند تھے جس کے لئے وہ ہرجاہ کاری کے مرٹکب ہوئے، آخری جرم بیعت یزید ہے۔ ہماریں جو بھی کہہ کر معاویہ نے اجتہاد کیا وہ سخت غلطی پر ہے یا حقیقت سے بے خبر ہے یا منھ پھٹ یا مقلد یا گراہ اور خواہش نفس کا پابند ہے، خدا یا! ہم اس پر گواہ ہیں۔

میں نے کئے میں کتاب دیکھی جس میں ابن عساکر (۲) سے منسوب عبارت تھی کہ رسول خدا نے پیشین گوئی کر دی تھی کہ معاویہ حکمران ہوں گے اور کسی کو اس پر غلبہ نہ حاصل ہو سکے گا۔ حضرت علیٰ نے جنگ صفين کے درمیان فرمایا تھا کہ اگر یہ حدیث مجھے پہلے معلوم ہو جاتی تو معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ اس قسم کی بات کہنے والے حضرت علیٰ اور امام حسن و حسین کے خلاف تواریخ لانے والوں سے کم نہیں، تجھ کی بات تو یہ ہے کہ الٰی سنت کا عقیدہ ہے کہ معاویہ باغی گروہ تھا اور حق علیٰ کے ساتھ تھا۔ اس عقیدتے کے بعد اسکی بات کہنا کہاں تک مناسب ہے؟ جو لوگ معاویہ کو باغی گروہ کہتے ہیں وہی حضرت علیٰ کو برسر منبر لعنت کرنے کی تجویز کرتے ہیں۔ یہ بدعت عمر بن عبد العزیز کے زمانے تک رہی۔ ام سلمہ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ رسول خدا کا گالا پیاس دیتے ہو۔ کہا گیا: خدا کی پناہ! ام سلمہ نے فرمایا کہ حدیث رسول ہے: جس نے علیٰ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ (۳)

اس جاہل ڈگراہ مجہد کی حالت آپ نے دیکھی کہ کس قدر فهم و دانش سے تھی دست ہے، اس نے

۱۔ الصوات عن محقر (ص ۱۱۸، ۲۱۶)

۲۔ مختصر تاریخ بن عساکر (ج ۲۵ ص ۸)

کبھی کوئی مفید کام کیا ہی نہیں، صرف معاویہ ہی تھے سے عاری نہیں بلکہ جو لوگ اس کی برائت میں علم و دانش کی ریڑھ مارتے ہیں وہ بھی عقل سے عاری ہیں، اس مجتہد کا مرتبہ ہے امام ہدایت کہا جاتا ہے، میں حدیث رسول سے سمجھنا چاہئے، جنہوں نے اس کے بھائی، باپ اور خود اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت علیؓ اس پر دعائے قوت میں برابر لعنت پڑھتے رہے، عائشہؓ بھی ہر نماز کے بعد نفرین کرتی تھیں۔ امام حسن اور محمد بن ابی بکر اور ابن عباس نے شادی ہی کی کہ اس پر رسول خدا نے لعنت فرمائی ہے۔ رسول خدا نے اس کی آواز سنتے ہی فرمایا: خدا یا! اسے فتنے میں جھوک دے، اس کو عمر و عاص کے ساتھ دو کیجے کر فرمایا: جب بھی انہیں ایک جگہ دیکھو، علیحدہ کر دیکھو تکہ کبھی بھلائی پر ایکانہ کریں گے۔ کبھی فرمایا: جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔

اس کے علاوہ ارشادات حضرت علیؓ جس میں اس کو منافق، پریشان عقل، فاسق، کذاب، بدکار زادہ کہا۔ ابو یوب انصاری نے اس کو بت پرست جو مجبوراً اسلام میں داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا۔ بدربی صحابی معن سلمی نے فرمایا: تھوڑے زیادہ بدمعاش قریش میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان کے علاوہ امام حسن، امام حسین، عمار یاسر، ابن بدیل، سعید بن قیس، ابن عباس، ہاشم مرقال، جاریہ بن قدامہ، محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر جیسے اساطین اسلام کے نمائت بھرے ارشادات ہیں۔

اب آپ کو اختیار ہے کہ معاویہ کے متعلق ان حضرات کی بات مانئے یا ابن حزم، ابن تیمیہ اور ابن حجر جیسوں کی بات مانئے۔

دوسرابہانہ

معاویہ کی صفائی میں ابن حجر کا دوسرا بہانہ سن لیجئے۔ (۱) حقیقت یہ ہے کہ معاویہ خلیفہ برحق ہو گئے وہ اس طرح کہ ترمذی نے حدیث حسن نقل کی ہے کہ خدا یا! معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دے۔ (۲) اور

۱۔ صوات عرقیں ۱۳۰ (ص ۲۱۸، ۲۱۹)

۲۔ سن ترمذی (ج ۵ ص ۲۳۵ حدیث ۳۸۳۳)

مند احمد میں دعائے رسول ہے کہ خدا یا! معاویہ کو علم قرآن و حساب تعیم دے اور عذاب سے محفوظ رکھ۔ (۱) اس کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں (۲) اور طبرانی نے کمیر میں (۳) معاویہ کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے مجھ سے فرمایا: اگر بادشاہ ہونا تو نیک برتاو کرنا۔ اس پناپر دعائے اول پر بھی غور کیجئے جس میں معاویہ کو ہادی و مہدی قرار دیا گیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اس سے فضیلت معاویہ کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جنگوں کی وجہ سے بر انہیں کہا جا سکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کی وجہ سے جنگ کی جس کی وجہ سے وہ ایک اجر کے سبقت ہوئے، کیونکہ اگر مجتہد خطا کرتا ہے تو ایک اجر پاتا ہے، اس کی طامت نہیں کی جاتی۔ فضیلت معاویہ کی دوسری حدیث دعائے رسول ہے کہ جس میں عذاب سے محفوظ رکھنے کی بات ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دعائے رسول سچا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کو جنگوں کی وجہ سے نہ صرف عذاب نہ ہوگا بلکہ ایک اجر بھی پائیں گے جو مجتہد خطا کار کو ملتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گروہ معاویہ کو باغی ہونے کے باوجود گروہ مسلمان میں شامل یا گیا ہے، اس طرح دونوں گروہ حقوق اسلامی سے سرفراز ہیں، ان کی تقدیم نہیں کی جاسکتی، کیونکہ دونوں گروہ نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا، جس کی تروید ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ معاویہ کا گروہ اگر چہ باغی گروہ تھا لیکن اس کی بخواہت برائی پر مشتمل نہیں کیونکہ وہ اجتہاد شخصی کا نتیجہ تھی۔

اسی طرح رسولؐ کی اس پیش گوئی پر بھی غور کرنا چاہئے کہ معاویہ سلطنت و حکومت پائیں گے تو حکم دیا کر نیک سلوک اپنائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کی حکومت شرعی تھی، پھر اس کے بعد امام حسن نے معاویہ کے حق میں دستبرداری اختیار کی تو حق خلافت حاصل ہو گیا۔ نیک روشن اپنانے کا حکم دلیل ہے کہ خلافت برحق تھی، یعنی ہونا حقانیت کی وجہ سے ہے، سیاسی مظالم کی وجہ سے نہیں کیونکہ جو شخص طاقت کے زور پر حکومت پا جائے اور مسلمانوں کا حکمران ہو جائے تو بد کار اور لاائق طامت ہے، اسے مبارکباد نہیں دینی چاہئے بلکہ اس پر عتاب کرنا چاہئے۔ بنابریں اگر معاویہ نے طاقت کے زور پر حکومت حاصل

۱۔ مسند احمد (ج ۵ ص ۱۱۱ حدیث ۶۰۷)

۲۔ المصنف (ج ۱۸ ص ۱۳۸ حدیث ۶۲۷)

۳۔ الحجم الکبیر (ج ۱۹ ص ۳۶۱ حدیث ۸۵۰)

کی ہوتی تو رسول خدا ضرور اشارہ فرماتے چونکہ نہ تصریح کی نہ اشارہ کیا تو اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسن کی دستبرداری کے بعد معاویہ خلیفہ رحمت تھے۔

یہ ابن ججر کی عیاری کا سارا ذرخوا، اب اس پر چند پہلوؤں سے غور کرنا چاہئے:

۱۔ معاویہ کی شخصیت، ان کی مشرکانہ اور اسلامی زندگی تمام کی تمام یاہ ہے، اسے دیکھتے ہوئے حال ہے کہ رسول اسلام نے یہ فرمایا ہوگا۔ پاک نقوش کا خون بھایا، شعائر کی بے حرمتی کی، صالح مونون کو جلاوطنی، اسیری اور مہاجرین و انصار کو قتل کیا، شریعت میں تغیر کیا اور بدعتوں کے ذمہر لگا دیئے۔

۲۔ اس حدیث کے مقامیں (اسی جلد میں) صحیح و موثق احادیث ہیں جن میں معاویہ کی نذمت ہے پھر حضرت علیؑ کے ارشادات اور تمام صالح صحابہ کی نذمت ہے۔

۳۔ خود رسول اسلام نے فرمایا کہ شام کے طاغی سے جنک کرو۔ صحیح و موثق احادیث میں ہے وہ باغی گروہ تھا۔ کیا ایسے ذلیل انسان کی تحسین و ستائش زبان رسالت سے سمجھ میں آتی ہے؟ قطعی ناممکن ہے۔

۴۔ حافظان حدیث کہتے ہیں کہ معاویہ کے متعلق ایک بھی ستائشی حدیث، صحیح نہیں ہے۔

۵۔ ابن ججر نے جن احادیث کا تذکرہ کیا ہے اسکے متین کا تجزیہ کیجئے:
پہلی روایت ترمذی (۱) نے کہ کہاں کے حسن ہونے کی نشاندہی کی ہے، اس میں ابن الیعیر کا صحابی رسول ہونا مذکور ہے، ابو عمر نے استیغاب (۲) میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ہے کہ اس میں عبد الرحمن صنفڑب ہے اور شای بھی ہے، پھر یہ کہ اس حدیث کے تمام رجال شای اور معاویہ کے زلخوار ہیں۔

متین کے بعد اب مفہوم پر آئیے: اس کی پوری زندگی یاہ ہے لہذا کہیں سے بھی اس کے ہادی و مہدی ہونے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا، پھر اگر مہدی ہے تو آخر کس نے ہدایت کی؟ ابن ججر کس کا نام لیں گے؟ کیا بسر بن ارطاة کا، جس نے حرم مکہ و مدینہ کی حرمت برپا کر کے تاراج کیا؟ یا زیاد کا جسے بھائی بنایا تھا؟ یا عمر عاصی، جس نے مصر کے بدلتے اپنادین نجی دیا؟ یا مغیرہ بن شعبہ عیار وزنا کار کا؟، یا کثیر بن شہاب کا؟ جو

۱۔ سنن ترمذی ج ۱۳ ص ۲۲۹ (ج ۵ ص ۲۲۵ حدیث ۲۸۲۲)

۲۔ استیغاب ج ۲ ص ۳۹۵ (القسم الثاني ص ۸۲۲ نمبر ۱۲۲۵)

منبروں پر دھڑلے سے امیر المؤمنین پر لعنت کرتا تھا، یا سرہ کا جو سکون کے بد لے آیات و احادیث میں تحریف کرتا تھا؟ اگر واقعہ رسول نے دعا دی ہوتی تو حضرت علی، امام حسن و حسین، عمار یا سرخزیہ بن ثابت جیسے آئند و صحابہ اس سے جنگ نہ کرتے کیونکہ یہ لوگ محافظ دین رسول تھے۔ ابن عقیل نے اس دعا کے پارے میں بڑی اچھی بات کی ہے کہ بالفرض یہ روایت صحیح بھی ہوتا دعاۓ رسول قبول نہیں ہوئی۔ (۱) دوسری روایت کہ خدا یا! اسے علم قرآن و حساب سکھادنے اور عذاب سے بچا دے۔

اس کی سند میں حارث بن زیاد ہے جسے ابن عبد البر ذہبی وغیرہ نے ضعیف و محبول کہا ہے۔ (۲) پھر شامی بھی ہے۔ مفہوم کو دیکھئے تو کیا قرآن کا پورا علم مقصود ہے یا جزوی؟۔ جو بھی ہو کہیں بھی قرآن نہیں کا شہوت نہیں ملتا، البتہ احکام قرآنی کے خلاف رسول کو اذیت دی، واجب الاطاعت امام سے بخاوات کی۔ اس میں حساب کا علم بھی نہ کوئی ہے۔ پتہ نہیں کون سا حساب؟ وہ حساب جو ہمپا یہ قرآن ہے، شاید مقصود ہو کہ خدا اس کے سیاہ کار ناموں کی حساب رسی فرمائیے یا پھر حقوق خدا و بندگان کا حساب کتاب!!!۔

تیسرا روایت

جب تم سلطنت پانا تو نیک روش اختیار کرنا۔

ان تمام احادیث کی سند خود معاویہ تک پہنچتی ہے، اس کے نقل کرنے میں کوئی بھی صحابی شریک نہیں ہے، اس لئے اس روایت سے فضیلت معاویہ کا استدلال ایسا ہے جیسے لومڑی اپنی دم کو گواہی میں پیش کرے۔ تمام عادل صحابہ، مہاجرین والنصار، ازدواج رسول وغیرہ نے اس کے فاسق، بدکار، منافق اور کذاب ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس لئے روایت ناقابل قبول ہے۔ یہاں اگر خود ابن جرہی کے قول کو بنیاد بنا یا جائے تو روایت پر اعتبار کرنے کی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔

۱۔ الحصان الحفاظیہ ص ۱۶۷ (ص ۱۶۰، ۲۰۱)

۲۔ المحرر والتعديل (ج ۲ ص ۲۵۷ نمبر ۲۲۵)؛ بیرون الاعتدال (ج ۱ ص ۳۲۳)؛ تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۱۲۲)؛ لسان المیزان (ج ۲ ص ۱۲۹)؛ (ج ۲ ص ۱۹۰ نمبر ۲۱۸۵)

تہذیب العہد یہ (۱) میں ابن معین کی زبانی لکھتے ہیں کہ جو شخص عثمان، طلحہ یا کسی اصحاب رسول کو گالی دے وہ دجال ہے، اس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں، اس پر خدا کی لعنت اور تمام ملائکہ اور عوام الناس کی لعنت اس طرح معاویہ سب سے بڑا دجال ہے، جس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں اور اس پر خدا و ملائکہ اور تمام مسلمانوں و عوام الناس کی لعنت، کیونکہ اس نے امیر المؤمنین، ابن عباس اور قیس بن سعد جیسے عظیم محدثین کرام کا لیاں دیں، ہر دو ستار علیٰ کی توجیہ کی، اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ہر نماز میں قنوت میں، منبروں پر لعنت کی، گورزوں کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ یہ شرمناک رسم اموی حکومت کے اختتام تک جاری رہی۔ علاوہ اس کے سند روایت میں عبد الملک بن عمر ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مفطر بحدیث ہے۔ (۲) پھر یہ کہ کم روایت بھی ہے، میں نے اس کی پانچو سے زیادہ احادیث نہیں پائیں، اکثر میں خطا کی ہے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ حواس باختہ تھا عملی کہتے ہیں کہ مرد نے قبل اس کا حافظ قتل ہو گیا تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ مذہبیں کرتا تھا۔ (۳)

دوسرانام اسلامیل بن ابراہیم کا ہے۔ جسے ابن معین، (۲) نسائی (۵) اور ابن جارود نے ضعیف کہا ہے۔ ابو داؤد بہت ضعیف کہتے تھے اور اس کی روایت لکھنے نہیں تھے۔ (۴) ان تینوں روایتوں کو معاویہ کے جرائم کی روشنی میں دیکھا جانا چاہئے۔ اگر ابن حجر جیسے لوگ یہی دیکھ لیتے کہ اس کی مدعی کی لچر روایات کے مقابلے نہ مت کی احادیث زیادہ ہیں تو بے حیائی سے اسی بات نہ کرتے۔

سید علی اختر رضوی گوپال پوری

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء: ۷ ربیع صبح

۱- تہذیب العہد یہ ج اس ۵۰۹ (ج اس ۲۶۹)

۲- العلل و معرفۃ الرجال (ج اس ۱۵۶ نمبر ۲۶۸)

۳- الفتاوی (ج ۳۱۱)؛ تہذیب العہد یہ ج اس ۸۳۲ (ج ۲۶۸)

۴- الاربع (ج ۳۲۲ نمبر ۱۶۶)

۵- کتاب الفضلاء والخر وکین (ص ۳۸ نمبر ۳)

۶- الجرج و التعديل (ج اس ۱۵۲ نمبر ۵۱)؛ کتاب الجرج و مین (ج اس ۱۳۲)؛ تہذیب العہد یہ ج اس ۹ (ج اس ۲۲۲)

غدیر

صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن، حدیث اور ادب میں

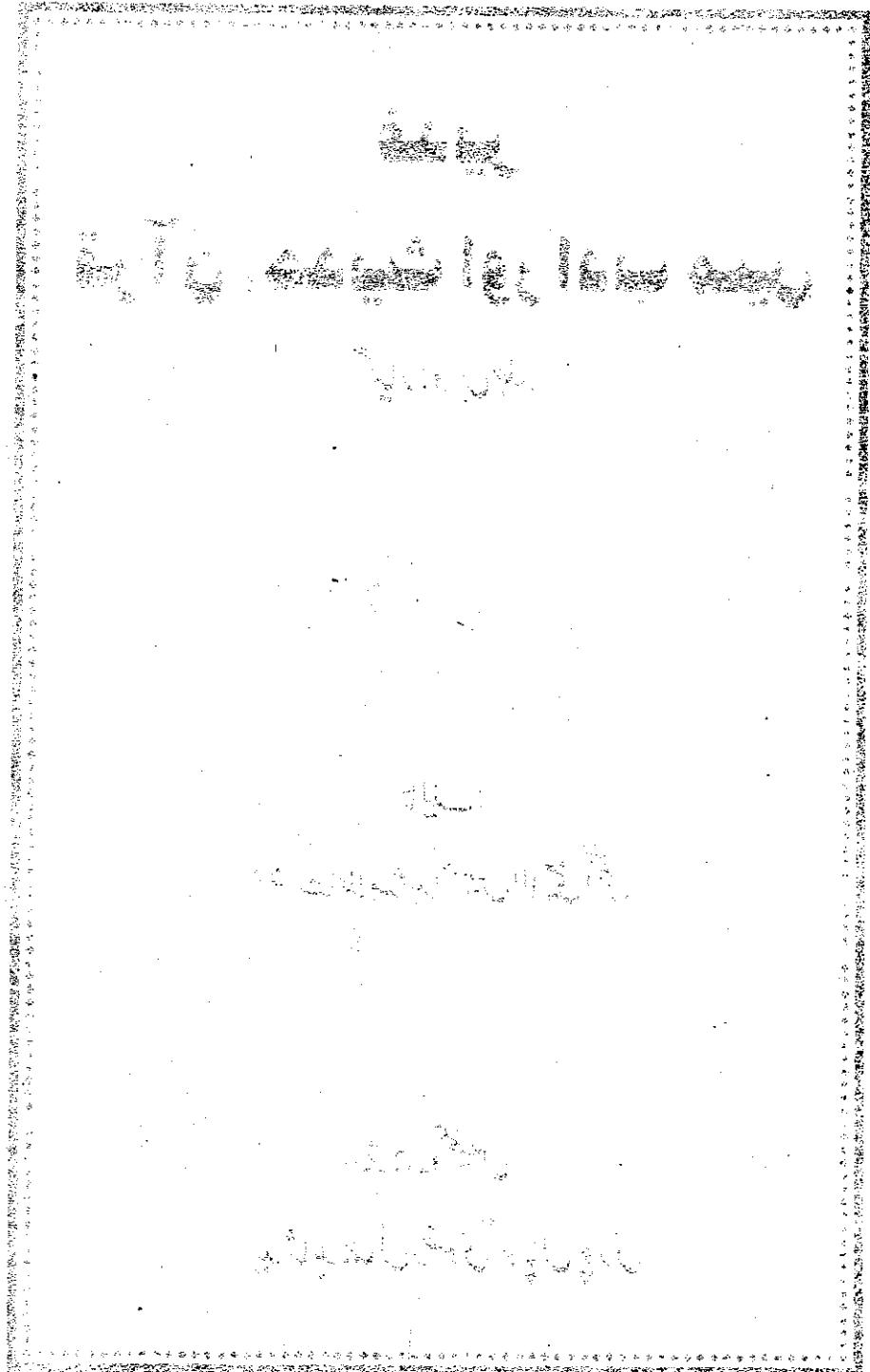
گیارہویں جلد

تألیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامین الخجی

ترجمہ و تلخیص

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری



وَدَيْهُ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ حَصْنِي
فَمَنْ دَخَلَ حَصْنِي أَمْنًا مِنْ عَذَابِي“
علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلمہ ہے جو میرے قلعہ میں
داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

احوال واقعی

لیجے اعلام اینی کی گرفتار کتاب "الغدیر" کی گیارہویں جلد کا ترجمہ و تلخیص پیش ہے، شیعی دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھنے والی اس عظیم، ادبی اور تاریخی کتاب کی بقیہ و جملوں کا ترجمہ کر کے مجھے حتیٰ خوشی ہوئی ہے اس لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس کتاب کا ترجمہ والد علام کے کارناۓ کی تکمیل کے عنوان سے کیا تھا لیکن جیسے جیسے کتاب کا ترجمہ کرتا گیا اور اس کے مطالب سے آشنائی ہوئی تو پہلا جذبہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا، اب اس جذبہ سے بالآخر یہ جذبہ کا فرمائیے کہ اگر والد علام اس کا سنگ بنیاد نہ بھی رکھتے اور میرے بیٹے میں ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کا ترجمہ کر دیتا اس لئے کہ یہ کتاب اس لائق ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبان میں اس کا ترجمہ ہونا چاہئے۔

چھٹی جلد کے برخلاف اس جلد کا ترجمہ تھوڑی تلخیص کے ساتھ پیش ہے، پہلے پہل مکمل ترجمہ کرنے کا ارادہ تھا اور فارسی کی پہلی جلد کا مکمل ترجمہ بھی کر لیا تھا (غدری کی ہر جلد کا فارسی ترجمہ و جملوں میں ہوا ہے) لیکن وقت کی تنگی اور ناگفتہ ہر حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی تلخیص کرنی پڑی تاکہ جلد از جلد ولایت کی میسحور کن خوبصور، اردو وال طبقہ بھی محسوس کر سکے اور والد مرحوم کا یہ کارناامہ حالات زبانہ کی نذر ہونے سے محفوظ رہ سکے۔
تلخیص میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ کتاب کے اہم مطالب، میری کم مانگی اور ناقص تلخیص کی نذر نہ ہو جائیں اسی لئے میں نے دو مرتبہ کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے پھر اس کی تلخیص کی ہے نیز اپنے بزرگوں کے مشوروں سے بھی استفادہ کیا ہے، بہر حال ترجمہ و تلخیص پیش نظر ہے، اچھے یا بے کافی ملے آپ کریں گے، میں نے تو خالص دینی جذبے کے تحت اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گرقویں اقتدار ہے عز و شرف

سید شاہد جمال رضوی گوپال پوری

حوزہ علمیہ قم (ایران)

۵/رجاہی الاول ۱۳۴۲ھ رو ز ولادت ثانی زہرا (س)

A black and white photograph of a large, mature tree with a complex root system. The tree has a dense canopy of leaves and appears to be bearing fruit. It is situated in an open field with other vegetation visible in the background.

1. *Chlorophytum comosum* (L.) Willd. (Asparagaceae)

فہرست مطالب

۲۳۱.....	امام حسن کے ساتھ معاویہ کا برداڑہ
۲۳۱.....	امام حسن کون ہیں...؟
۲۵۸.....	بیرون امیر المومنین پرمعاویہ کے مظالم
۲۶۷.....	واقع کا تفصیلی جائزہ
۲۸۵.....	حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پرمعاویہ کے مظالم
۲۹۱.....	عمر بن حنفی
۲۹۷.....	صفیٰ بن نسیل
۲۹۹.....	قبیصہ بن ضبیح
۲۹۹.....	عبداللہ بن خلیفہ
۳۰۰.....	حجر کے خلاف جھوٹی گواہی
۳۰۳.....	معاویہ کی طرف حجر اور ان کے ساتھیوں کی روائی اور ان کا قتل
۳۱۸.....	شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ خضری کے دو فراد کا قتل
۳۱۹.....	مالک اشتر
۳۲۲.....	محمد بن ابی بکر
۳۲۷.....	محمد بن ابی بکر کی شہادت کا دوسرا راخ
۳۳۱.....	معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

معاویہ پر رسول کا درود وسلام

معاویہ پر خدا کا سلام

معاویہ امین ہے

۳۲۹..... معاویہ کے توسط سے کتابت و حج پر رسول کا فتحار

۳۲۲..... رسول سے معاویہ کی ملاقات جنت میں

۳۲۲..... معاویہ بہشتی ہے

۳۲۲..... علم و حلم سے معاویہ کی شکم پری

۳۲۵..... جنت میں معاویہ کی رسول خدا سے ملاقات

۳۲۵..... معاویہ جنتی لباس میں

۳۲۶..... شیعہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے

۳۲۷..... معاویہ نوری ردا میں

۳۲۸..... معاویہ الہ بہشت سے ہے

۳۵۰..... خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے

۳۵۰..... خدا اور رسول معاویہ کو دوست رکھتے ہیں

۳۵۱..... معاویہ امین و حج

۳۵۱..... مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر

۳۵۲..... معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا

۳۵۲..... معاویہ امین و حج

۳۵۲..... معاویہ کے لئے رسول کی دعا

۳۵۶..... معاویہ قوی و امین شخص

۳۵۷..... معاویہ الہ بہشت ہے

خدا شکم معاویہ کو سیرہ کرے	۳۵۹
رسول نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مأمور فرمایا	۳۶۷
معاویہ شہر علم رسول کے دروازے کی زنجیر	۳۶۸
خدا یا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔	۳۶۸
بیت المقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسول کی پیشین گوئی	۳۶۹
بیکم خدا، رسول نے معاویہ سے مشورہ کیا۔	۳۶۹
جنت میں رسول سے معاویہ کی ملاقات	۳۷۱
نبوت کی حالت میں معاویہ کا مشورہ ہونا۔	۳۷۲
معاویہ کے چانپے والوں سے حساب و کتاب نہیں ہوگا۔	۳۷۳
معاویہ کی ناک کا گرد و غبار، عمر بن عبد العزیز سے بہتر۔	۳۷۴
معاویہ کا دشمن جہنم میں	۳۷۴
معاویہ صحابی رسول	۳۷۵
فضائل معاویہ پر مشتمل اور اس کھانے سے چوبے کی موت	۳۷۶
فضائل معاویہ میں کلوادی کا قصیدہ	۳۷۷
خرافاتی حکایتیں	۳۷۹
۱۔ پس مرگ زید بن خارج کا تکلم	۳۸۹
۲۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے۔	۳۸۳
۳۔ شیبان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے۔	۳۸۴
۴۔ اسید و عباد کا عصا	۳۸۵
۵۔ خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل	۳۸۷
۶۔ آگ اب مسلم نہیں جلاتی	۳۸۸

- ۷۔ ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا..... ۳۸۸
- ۸۔ ابو مسلم کی تسبیح..... ۳۸۹
- ۹۔ وسائل غفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ..... ۳۹۰
- ۱۰۔ ایک عورت کے سودو زیاب پر مشتمل ابو مسلم کی دعا..... ۳۹۱
- ۱۱۔ ابو مسلم کی دعا سے ہرنچھس گیا..... ۳۹۲
- ۱۲۔ موت کے بعد رنج بول اخفا..... ۳۹۳
- ۱۳۔ چار ہزار سپاہی پانی سے گزر گئے..... ۳۹۴
- ۱۴۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گزر گیا..... ۳۹۵
- ۱۵۔ سعد کی دعا نے اس کی موت ملوثی کر دی..... ۳۹۶
- ۱۶۔ بادل آبیاری کر کے بزرے اگارہا ہے..... ۳۹۷
- ۱۷۔ ابرا ایم تھی کی حیرت انگیز زندگی..... ۳۹۸
- ۱۸۔ حافظ کی بد دعا سے ایک شخص کی موت..... ۳۹۹
- ۱۹۔ ایک بادل ”کرز بن وبرہ“ کے سر پر سایہ گلن ہوں..... ۴۰۰
- ۲۰۔ ایک فقیر نے زمین کوسونا کیا..... ۴۰۱
- ۲۱۔ غطفانی موت کے بعد مکرا ہاتے ہے..... ۴۰۲
- ۲۲۔ عمر بن عبد العزیز توڑیت..... ۴۰۳
- ۲۳۔ عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت..... ۴۰۴
- ۲۴۔ عمر بن عبد العزیز کا برأت نامہ..... ۴۰۵
- ۲۵۔ مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش..... ۴۰۶
- ۲۶۔ ایک متابع الدعائی صی..... ۴۰۷
- ۲۷۔ سختیانی پانی جاری کرتا ہے..... ۴۰۸

۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ.....	۳۱۰
۲۹۔ معروف کی دعائے غائب شخص حاضر.....	۳۱۱
۳۰۔ ہوا کے دوش پر چار زانو بیٹھا ایک شخص.....	۳۱۱
۳۱۔ ایک جن نے خزاںی سے گفتگو کی.....	۳۱۲
۳۲۔ احمد خراگی کا سر بولتا ہوا.....	۳۱۲
۳۳۔ ابو حنیفہ کے وجود پر تعمیر کرم کا اختار.....	۳۱۳
۳۴۔ ابو رعید گزاروں کو سونے میں بدلتا ہے.....	۳۲۰
۳۵۔ ابراہیم خراسانی کا وضو.....	۳۲۰
۳۶۔ ملخون موت کے بعد زندہ ہوا.....	۳۲۱
۳۷۔ امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط.....	۳۲۲
۳۸۔ آیاں نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف.....	۳۲۲
۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرم کو حاملہ کرتا ہے.....	۳۲۵
۴۰۔ احمد کی شلوار کا ازار بند.....	۳۲۵
۴۱۔ واقع آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد.....	۳۲۶
۴۲۔ خدا ہر سال احمد کا بیدا اور کرتا ہے.....	۳۲۷
۴۳۔ احمد اور مکر و نکیر.....	۳۲۸
۴۴۔ امام مالک ہر رات رسول کی زیارت کرتے ہیں.....	۳۲۸
۴۵۔ خدا کے لئے ریش تراشی.....	۳۲۹
۴۶۔ خداوند عالم نے ابوحامد غزالی سے گفتگو کی.....	۳۲۹
۴۷۔ غزالی کی کتاب ”احیاء العلوم“.....	۳۳۸
۴۸۔ عبد القادر ایک رات میں چالیس مرتبہ حکم ہوتا ہے.....	۳۳۸

۳۹۔ رسول خدا عبد القادر کے دوش پر سوار ہوئے.....	۳۳۵
۵۰۔ شیخ عبد القادر کی وفات.....	۳۳۶
۵۱۔ اسماعیل حضری کے لئے سورج کا فریب.....	۳۳۷
۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے.....	۳۳۷
۵۳۔ شیخ ایک گائے کھالیتا ہے.....	۳۳۸
۵۴۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسول کو دیکھا.....	۳۳۹
۵۵۔ سیوطی اور طی الارض.....	۳۴۰
	کرامات و عجائب
۳۵۱۔.....	آخری بات

بقیہ عندلیبان غدری (دویں صدی ہجری)

۳۵۵.....	ضیاء الدین ہادی
۳۵۶.....	شاعر کا تعارف
۳۵۸.....	حسن آں ابی عبدالکریم
۳۵۹.....	شاعر کا تعارف

عندلیبان غدری (دویں صدی ہجری)

۳۶۳.....	شیخ کشمی
۳۶۵.....	شاعر کا تعارف
۳۶۶.....	بعض گرانقدر تالیفات
۳۶۷.....	عز الدین عاملی
۳۶۸.....	شاعر کا تعارف
۳۶۹.....	آثار و کارنائے

ولادت و وفات

۳۷۰.....	عند لیبان غدیر (گیارہویں صدی ہجری)
۳۷۱.....	ابن ابی شافین بحرانی
۳۷۲.....	شاعر کا تعارف
۳۷۳.....	زین الدین حمیدی
۳۷۴.....	شاعر کا تعارف
۳۷۵.....	بہاء اللہ والدین (شیخ بہائی)
۳۷۶.....	شاعر کا تعارف
۳۷۷.....	اساتذہ اور مشائخ
۳۷۸.....	شیخ بہائی کے تلامذہ اور رواۃ
۳۷۹.....	شیخ بہائی کی گرانقدر تالیفات
۳۸۰.....	ولادت
۳۸۱.....	وقات
۳۸۲.....	حرفوشی عامی
۳۸۳.....	شاعر کا تعارف
۳۸۴.....	ابن ابی الحسن عاملی
۳۸۵.....	شاعر کا تعارف
۳۸۶.....	شیخ حسین کرکی
۳۸۷.....	شاعر کا تعارف
۳۸۸.....	قاضی شرف الدین
۳۸۹.....	شاعر کا تعارف

۳۹۰	سید ابو علی انسی
۳۹۰	شاعر کا تعارف
۳۹۲	سید شہاب موسوی
۳۹۳	شاعر کا تعارف
۳۹۴	سید علی خان مشعشعی
۳۹۴	شاعر کا تعارف
۳۹۶	سید ضیاء الدین یعنی
۳۹۷	شاعر کا تعارف
۳۹۸	محمد سلاطہر قنی
۳۹۸	شاعر کا تعارف
۵۰۰	قاضی جمال الدین کی
۵۰۱	شاعر کا تعارف
۵۰۲	ابو محمد شیخ صنوان
۵۰۳	شاعر کا تعارف
۵۰۴	علی سکینہ
۵۰۵	شیخ حمزہ عاملی
۵۰۸	شاعر کا تعارف
۵۱۰	شیخ احمد بلادی
۵۱۰	شاعر کا تعارف
۵۱۰	شیخ الدین یعنی
۵۱۲	شاعر کا تعارف

۵۱۳.....	سید علی خان مدñی
۵۱۴.....	شاعر کا تعارف
۵۱۵.....	ولادت اور ان کی زندگی
۵۱۶.....	شیخ عبدالرضا کاظمی
۵۱۷.....	شاعر کا تعارف
۵۱۸.....	علم الہدی محمد
۵۱۹.....	شاعر کا تعارف
۵۲۰.....	شیخ علی عاملی
۵۲۱.....	شاعر کا تعارف
۵۲۲.....	مولانا سید حسین رضوی
۵۲۳.....	شاعر کا تعارف
۵۲۴.....	ابن بشارۃ غروی
۵۲۵.....	شاعر کا تعارف
۵۲۶.....	شیخ ابراہیم بلاوی
۵۲۷.....	شاعر کا تعارف
۵۲۸.....	شیخ ابو محمد شویکی
۵۲۹.....	شاعر کا تعارف
۵۳۰.....	شیخ حسین رضوی
۵۳۱.....	شاعر کا تعارف
۵۳۲.....	سید بدرا الدین
۵۳۳.....	شاعر کا تعارف

امام حسنؑ کے ساتھ معاویہ کا برتابو

فرزند جگر خوارہ نے امام حسنؑ کے ساتھ ایسے سلوک و برتابو روا رکھے جن کے مطابعہ سے روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کو سن کر انسان آشفۃ خاطر اور رنجور ہو جاتا ہے، انسانیت کی پیشائی شرم سے جھک جاتی ہے، دین و دیانت ان کی مذمت اور عدل و انصاف ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ پاک طینت اور عظیم خاندان کے افراد ایسے سلوک و برتابو کو ظلم و جلتیت پر محول کرتے ہیں، ایسے سلوک جنہیں معاویہ نے آسانی اور لاپرواہی سے انجام دیا، ان کے ذریعہ دین و مردم و ارشاد کو پستی کی گھری کھائی میں گرا کر ان کی توہین کی۔

امام حسنؑ کون ہیں...؟

پی ذات والا صفات پکھنیں تو کم از کم مسلمانوں کی ایک شخصیت، جاملاً قرآن کی ایک فرد اور ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے خدا کے لئے احسان و مردمت کا راست اختیار کیا۔

اس عظیم شخصیت نے اسلامی علوم و معارف کا بوجھا پنے کا ندھر پر اٹھا کر کتاب و سنت اور تمام تر اچھائیوں کو اپنا نصب لیعنی قرار دیا ہے، اسے مکارم اخلاق میں رہبر اور اسلامی ثقافت میں اسوہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام کے مقدس آئین میں ایسی عظیم شخصیت کی توہین، ظلم و خیانت اور اس سے جنگ کی بختی سے ممانعت کی گئی ہے؛ الٰی شریعت میں ایسی شخصیتوں کے ساتھ پیش آنے کی روشن اور طریقے کو بہتر انداز میں بیان کیا گیا ہے، ایسی شخصیتوں کا فائدہ و نقصان مسلمانوں کے فائدہ و نقصان

سے مربوط ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، وہ اصحاب رسول کی نمایاں فرد تھے؛ اصحاب میں ان کے والد بزرگوار کے بعد کوئی ایسا نہیں جوان کی برابری کر سکے؛ ان کی عدالت اور بہترین سیرت کے پیش نظر ان کے ماتندا اصحاب میں کوئی نہیں تھا۔ اس امام کے عظیم فضائل کا اہم پہلو یہ ہے کہ اس عہد میں لوگوں کے درمیان ان کے علاوہ کوئی دوسرا رہبری اور امامت کا مستحق نہیں تھا، اس لئے کہ فضیلت اور رسول خدا سے نزدیکی میں تمام صحابہ سے برتر تھے اور اسلامی احکام کے مفادات کو وہی سب سے زیادہ نافذ کرتے تھے۔ بنابریں اس عظیم شخصیت سے دوری اختیار کرنا اور اس سے جگ کرنا جائز نہیں، ان کے اقوال و افکار کی مخالفت قطعی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ ان پر لعنت بھیجی جائے اور ان کی ہنگام حرمت کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو نجا دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اس امام کے فضائل و مناقب میں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے وہ سبطر رسول خدا اور جسم رسول کی روشنی "سیدۃ نساء العالمین" کے فرزند ہیں، ان کا گوشت و خون رسول خدا کا گوشت و خون ہے۔ لہذا خاتم النبین کی نبوت پر ایمان رکھنے والوں پر واجب ہے کہ صاحب رسالت کی شان و منزلت کا پاس و لحاظ رکھیں اور ان کی رضاہی و خوشنودی حاصل کریں؛ اس لئے کہ وہ خالص دین اور واضح آئین کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعہ راضی نہیں ہوں گے۔

ان تمام باتوں سے یقیناً، امام عالی مقام ان اصحاب کماء کی فرد ہیں جنہیں آیہ شریفہ کے مطابق خداوند عالم نے ہر جس وکیافت سے دور کر کے پاک و منزہ قرار دیا ہے۔

یہ امام ان افراد میں سے ہیں جن کی خداوند عالم نے "سورة مل آتی" میں تعریف کرتے ہوئے ان کی شان میں آیہ مبارکہ ﴿ وَيُطْبِعُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبَّهُ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسْيَرًا ﴾ نازل فرمائی۔

۔۔۔

یہ امام رسول اسلام کے "ذوی القربی" کی نزدیک ترین فرد ہیں جن کی دوستی و محبت کو خداوند عالم نے واجب قبول دے کر اجر رسالت کا عنوان قرار دیا ہے۔

یہ ان دو عظیم امامتوں میں سے ایک ہے جنہیں رسول خدا نے امت کے درمیان امانت کے طور پر چھوڑا ہے تا کہ وہ ان کی پیروی کریں اور فرمایا: جب تک ان کے دامن سے متancock رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

یہ اسی خاندان سے ہیں جو امت کے درمیان کشتی نوح کا حکم رکھتا ہے کہ جو اس پر سوار ہو انجات پا گیا اور جس نے منہ موڑا ہلاک ہو گیا۔ یہ ان افراد میں سے ہیں جن پر خداوند عالم نے نمازوں میں درود و سلام کو واجب قرار دیا ہے جس نے ان پر درود نہیں بھیجا اس کی نماز قابل قبول نہیں۔

یہ ان افراد میں سے ہیں جن کو مخاطب کر کے رسول خدا نے فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور جو تم سے دوستی کرے گا میں اس کا دوست رہوں گا۔

یہ ان افراد خیر کی فرد ہیں جن کے متعلق رسول خدا نے فرمایا: ”اے مسلمانو! میں اس خیر میں رہنے والوں کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں، میں ان کا شیدائی ہوں جو ان سے محبت کرتے ہیں، اس خیر میں مقیم افراد سے وہی محبت کر سکتا ہے جو پاک طینت ہو گا اور ان سے دشمنی دعاوت رکھنے والا ذمیل اور پست ترین نسل سے ہو گا۔“

یہ امام ریحانہ رسول ہیں، آنحضرت ان کی خوبیوں کر کے اپنے سینے کو فشار دیتے تھے۔

وہ حسین ابن علی علیہ السلام کے بھائی ہیں، یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔

یہ رسول خدا کے جیب تھے، آنحضرت لوگوں کو ان سے محبت کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے تھے:

”خدایا! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھا اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھا۔“

یہ رسول خدا کے جگر کے دلکڑوں میں سے ایک ہیں جنہیں آنحضرت نے اپنے دو شعبارک پر اٹھا کر فرمایا: ”جو میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھ سے دوستی کی ہے اور جو ان سے

دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے۔“

یہ ان دو عظیم شخصیتوں میں سے ایک ہیں جن کے ہاتھوں کو رسول خدا نے پکڑ کر فرمایا: ”جس نے

مجھ سے، اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت کی وہ مجھ سے ہے اور وہ قیامت کے دن

میرے ہمراہ ہو گا۔“

یہ رسول خدا کے ان دو فرزندوں میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا: حسن و حسین (علیہما السلام) میرے دو فرزند ہیں جس نے ان سے مجت کی اس نے مجھ سے مجت کی اور جو مجھ سے مجت کرتا ہے خدا اسے پسند فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جو ان سے دشمنی کرے اس نے مجھ سے دشمنی کی ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والے کو خدا اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے آتش جہنم میں جبوک دیتا ہے۔ (۱)

یہ ہے امام حسن مجتبی کی ذات والا صفات اور عظیم شخصیت۔ اب ذرا بچکروارہ ہند کے بیٹے پر ایک نظر ڈالئے جس کے سیاہ کار ناموں کو اس سے قبل دسویں جلد میں چیش کیا گیا، اس نے امام عالی مقام پر جو مظالم کئے ان کو دنیا کے اطراف دا کناف میں چلیے ہوئے افراد جانتے ہیں اور تاریخ کے سینے میں ان کے ناموںے موجود ہیں۔

معاویہ نے امام عالی مقام سے دشمنی کر کے ان سے جنگ کی اور نص کے ذریعہ ثابت شدہ حق امامت کو زبردستی چھین لیا۔ اس نے اس عہد و پیمان کو توڑ دیا ہے اس نے صلح کے وقت امام کے ساتھ کیا تھا۔ امام نے یہ صلح صرف اور صرف شیعوں کے خون، اہل بیت کرام کی کرامت و بزرگی اور دینی شرافت کو بچانے کے لئے کی تھی۔

امام علیہ السلام اپنے علم و دانش کے ذریعہ معاویہ کے طحون خاطر تمام امور سے غافل نہیں تھے، وہ جانتے تھے کہ طاغوت عصر اپنی دہتریں میں آئے ہوئے انسان کو صرف موت کے گھاٹ اتارنے پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ اسے منت و مراجحت کرنے کی مہلت دیتا ہے تاکہ قبل از وقت اپنی حکومت کے اختیارات کو ثابت کر سکے اور اپنے منھ پر موجود الہی لکام کو اس طرح جدا کر سکے کہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی ان ذلت و خواری اور جنایات کو کم کر سکے جو فتح کہ کے دن ان کے دامن گیر ہوا تھا، اس دن رسول خدا نے قریش کے غلاموں پر احسان کیا، انہیں تجت عطا کی اور آزاد کیا اور اس طرح یہ گروہ ”طلقاء“ کے نام سے

(۱) مذکورہ تمام احادیث کے مصادر اور اسناد انشاء اللہ آئندہ بیان کئے جائیں گے۔

مشہور ہو گیا۔

امویوں کے اسی فرمی نمائندہ نے اس ذلت و خواری کو بنی ہاشم کے سرڈالنے کا ارادہ کیا، اس سلسلے میں اس نے سر جو ز محنت کی اور اپنا سارا کس بیکال دیا۔ لیکن بالآخر اس صلح نے اس کے ارادہ کی مٹی پلید کر دی جس کے آثار و نتائج ہاشمی خاندان کی شرافت و بزرگی، اور ذلت سے ان کی پاکیزگی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ اس صلح کے اہم ترین اور عظیم نتائج نے ہی امام عالی مقام کو صلح پر آمادہ کیا تھا، یہ اور بات ہے کہ معاویہ خائن تھا، اس نے عہد و پیمان کو توڑ دیا، اس سلسلے میں کرو فریب اور عذر رتاشیاں خود اسی سے مربوط ہیں۔ اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، اس عہد نامہ کے مطابق معاویہ نے قبول کیا تھا کہ اس کے بعد وہ امام کے والد محترم پر سب و شتم اور لعنت نہیں کرے گا لیکن اس نے سب و شتم کو ناقابل تغیر قانون کے عنوان سے اسلامی محلوں میں رانجی کیا اور اسے جاری رکھا۔

اس نے عہد کیا کہ اس کے بعد وہ ان کے والد محترم کے شیعوں کو آزاد چوڑ دے گا لیکن اس نے شیعوں کو بری طرح قتل کیا، شہروں اور دریاؤں میں آوارہ اور بے سر و سماں کیا۔ وہ شیعہ اتنے خوف و دھشت اور ناخنی میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ جب ان پر یہودی ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا تو وہ ابو راب علی سے منسوب ہونے سے زیادہ آسان تھا۔

معاویہ نے قبول کیا کہ اس صلح نامہ کے بعد کسی سے کوئی عہد نہیں کرے گا، اس نے امام کو لکھا:

”اگر آپ خلافت سے دست بردار ہو کر میری بیعت کر لیں تو میں ان عہدوں پر عمل کروں گا اور جن شرائط کو قبول کیا ہے ان پر برقرار ہوں گا اور اُنہیں بن قیس کے ان اشعار کا مدد اُتھانے ہوں گا:

وَانْ أَحَدَ اسْدِي الْيَكْ أَمَانَهُ فَأُوفِ بِهَا تَدْعُى إِذَامَتْ وَافِيَا
وَلَا تَحْسَدِ الْمُولَى إِذَا كَانَ ذَانِمَتْ وَلَا تَجْفَهِ إِنْ كَانَ فِي الْمَالِ فَانِيَا
”اگر کسی نے کوئی امانت تمہارے پردازی ہے تو اس سے وفا کروتا کہ وقاروں کے زمرے میں تمہاری موت ہو، کبھی اپنے بے نیاز آقا سے رٹک نہ کرو، اگر وہ بے پناہ مال و متاع میں غوطہ زن ہو تب بھی اس پر ظلم نہ کرو۔“ میرے بعد خلافت آپ کا حق ہوا اس لئے کہ آپ ہی اس مقام و منصب کے

زیادہ حقدار ہیں۔ (۱)

اس عهد و پیمان کے باوجود اس نے اپنے بے حیا اور ذلیل بیٹھ کوتا کید کی کہ امام کی شہادت کے بعد حالات کو اپنے حق میں کرنے کی کوشش کرے۔

جب دونوں میں صلح ہو گئی تو امام حسن نے معاویہ کو اس طرح خط لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

”یہ اس صلح نامہ کا متن ہے جسے حسن ابن علی نے معاویہ بن ابی سفیان کے ہمراہ منعقد کرتے ہوئے قبول کیا ہے کہ مسلمانوں کی ولایت و رہبری اس شرط پر اس کے حوالے کریں گے کہ وہ خدا کی کتاب، رسول خدا کی سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کرے، معاویہ کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس کے بعد وہ کسی اور کے ساتھ عہد و پیمان کرے بلکہ اس کے بعد یہ امر (خلافت) مسلمانوں کی شوریٰ کے ذریعہ انجام پذیر ہوگا، اس عہد کے مطابق شام، عراق، ججاز اور یمن یا خدا کی وسیع زمین میں ہر جگہ رہنے والے لوگ امان میں رہیں گے، حضرت علیؑ کے اصحاب اور ان کے شیعوں کی جان و مال، اولاد اور عورتیں چاہے جہاں بھی ہوں حفظ و امان میں ہوں گے، معاویہ بن ابی سفیان پر لازم ہے کہ وہ حسن ابن علیؑ، ان کے بھائی حسین اور خاندان رسول کی کسی فرد پر پوشیدہ و آشکارا اچالبازی اور سازش سے پرہیز کرے اور انہیں خوف زدہ نہ کرے، میں اس امر بیعت پر خدا کو گواہ، قرار دیتا ہوں وہ بہترین گواہ ہے۔“ (۲)

جب معاویہ مدد حکومت پر بر اجحان ہوا اور کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

”اے کوفہ والو! کیا تم سوچتے ہو کہ میں نے تم نے نماز، روزہ اور حج کے سلسلے میں جنگ کی ہے، نہیں میں نے اس لئے جنگ کی تاکہ تم پر حکومت کر سکوں“ اس کے بعد اس نے کہا: میں نے تم سے جو

۱۔ شرح ابن ابی الحدید حج ۳۲ ص ۱۲ (ج ۱۶ ص ۷۳ و میت ۳۱)

۲۔ مصادر ابن حجر ص ۸۱ (ص ۱۳۶)

بھی عہدو بیان کیا تھا ابھی اسی وقت اپنے بیرون تسلی روندتا ہوں۔ (۱)

ابو اسحاق سعیٰ نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے مقام خیلہ میں ایک خطبہ کے دوران کہا: آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے حسن بن علیٰ کے ساتھ جو عہدو بیان کیا تھا اسے اپنے بیرون تسلی روندتا ہوں، اس پر کبھی عمل نہیں کروں گا۔ (۲) ابو اسحاق کی نظر میں: وہ ظالم وجابر تھا۔ (۳)

لہذا یہ شخص امام علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا، اس نے عہدو بیان توڑا، امام کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، اس نے ان کے جد بزرگوار رسول اکرمؐ اور والد محترم، خلیفہ بلافضل حضرت علیؓ کے عظت و احترام کی رعایت نہیں کی، آپ کی مادر گرامی صدیقہ طاہرہ اور خود آپ کی شخصیت کے گوناگون فضائل و مناقب کا بھی پاس ولخان نہیں رکھا، اسلامی حقوق کی ذرا بھی رعایت نہیں کی اور اصحاب کرام کے احترام اور قول رسولؐ کی شخص کے مطابق آپ کی تربت و نزدیکی کو پا مال کیا۔ حق کی قسم اس عہدو بیان سے قبل جو مظالم ڈھانتا تھا وہ اس کے بعد بھی ڈھانتارہا، یہاں تک کہ نمازوں میں بھی امام علیہ السلام پر لعنت کرتا تھا۔

ابو الفرج نے عجیب بن معین سے، اس نے ابو الفضل لبان سے، اس نے عبدالرحمن بن شریک سے، اس نے ابراہیم بن خالد سے اور اس نے جبیب بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کوفہ میں آکر خطبہ پڑھا، امام حسن و حسین (علیہما السلام) و ہیں تشریف فرماتے، معاویہ نے علیؓ کا نام لے کر ان پر دشام طرازی کی پھر حسن علیہ السلام کو بر اجلا کہا، امام حسینؑ کھڑے ہوئے تاکہ منہ توڑ جواب دیں لیکن امام حسن علیہ السلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر بٹھایا پھر کھڑے ہو کر اس طرح فرمایا:

”اے وہ شخص جس نے علیؓ کا تذکرہ کیا، (سن) میں حسن ہوں اور میرے والد علیؓ تو معاویہ ہے اور تیرا پاب صخر، میری ماں قاطرہ ہیں اور تیری ماں ہند، میرے جد رسول خدا ہیں اور تیرا جد عقبہ بن ربيعہ،

۱۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

۲۔ شرح بن الی الحمد پر ج ۲۳ ص ۱۶ (ج ۱۲ ص ۳۶۲ و ص ۳۷۱)

۳۔ تفصیل کے لئے دسویں جلد کی جانب رجوع کریں۔

میری جدہ خدیجہ الکبری ہیں اور تیری جدہ فقیلہ، خدا اس شخص پر لعنت کرنے جس نے برائی کے ساتھ ہمارا تذکرہ کیا، ہماری شخصیت کا مذاق اڑایا اور عہد رفتہ میں یا آج کے دن ہمارے خاندان کی برائی کی اور کفر و نفاق کو اختیار کیا۔ مسجد میں موجود تمام لوگوں نے آئین کہا، علی بن حسین اصفہانی نے بھی آئین کہا معاویہ اپنے ترکش کا آخری تیر چلا کر جس ظلم کا مرکب ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مکر و فریب کا سہارا لے کر حضرت کو زہر دیا۔ جس سے آپ کی درودناک شہادت واقع ہو گئی، زہر نے آپ کے گجر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔

ابن سعد طبقات (۱) میں لکھتے ہیں:

معاویہ نے حضرت کوئی مرتبہ زہر و اقدی (۲) کی روایت کے مطابق: حضرت مسوم ہوئے جس سے آپ کی طبیعت و مزاج پر خاص اثر ہوا پھر دسری مرتبہ زہر دیا گیا۔ جس سے آپ کی شہادت واقع ہو گئی، شہادت کے قریبی ایام میں طبیب نے آپ کو دیکھ کر کہا: زہر نے اس انسان کے گجر کے ٹکڑے کر دیا ہے، یہ سن کر امام حسین نے فرمایا: اے ابو محمد علیہ السلام! مجھ سے بتائیے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے؟ پوچھا: اے بھائی! کیوں پوچھنا چاہتے ہو۔ فرمایا: تاکہ آپ کو سپرد لحد کرنے سے پہلے اسے یہ تشق کر سکوں، اگر مجھے قدرت حاصل نہ ہوئی پھر بھی میں یہ کام انجام دوں گا، بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ ایسی سرز میں میں چلا جائے جہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ یہ سن کر امام حسن نے فرمایا: اے بھائی! یہ دنیا تاریک راتوں کے علاوہ کچھ نہیں، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دوتاکہ خدا کی بارگاہ میں اس کا سامنا کر سکوں۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے قاتل کی شان دیکھ کرنے سے پہلے زہر کیا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ معاویہ نے اپنے بعض الہکاروں کو اس کام پر اکسایا اور انہوں نے زہر دے دیا۔ (۳)

۱۔ شرح ابن القیم ج ۲ ص ۱۶۲ (ج ۱۶ ص ۳۶۶ و میت ۳۱)

۲۔ تتم طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱۵ ص ۳۵۷)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۳۳ (ج ۸ ص ۳۷۴ و میت ۳۹۰)

مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو اٹھ کر چلنے لگے پھر واپس ہوتے ہوئے فرمایا: میں کئی مرتبہ میں مسموم ہوا لیکن جس طرح اس مرتبہ مسموم ہوا دیا کبھی نہیں ہوا۔ انہوں نے باہر آئے ہوئے اپنے جگر کے بعض ملکزوں کو ہاتھوں میں لے کر ایک لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ امام حسینؑ نے پوچھا: اے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا؟ فرمایا: اس کے ساتھ کیا کرو گے، جس شخص کے بارے میں میں مگان کر رہا ہوں اگر وہی ہے تو خدا بہتر انداز میں اس سے باز پرس کرے گا اور اگر دوسرا نے زہر دیا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔ تین دن سے زیادہ آپ زندہ نہ رہے پھر آپ کی شہادت ہو گئی خدا ان سے راضی ہو۔

منقول ہے کہ آپ کی بیوی ”جدهہ بنت اشعیہ بن قیس کندی“ نے آپ کو زہر دیا۔ معاویہ نے اسے در غلایا تھا کہ اگر تو قتل حسن کے سلسلے میں اقدام کرے گی تو سوہنار دیناروں گا اور یزید کے ساتھ تیری شادی کردوں گا۔ یہ لائچ دے کر اس نے جدهہ کو امام حسن علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب امام شہادت کی شہادت واقع ہو گئی تو معاویہ نے دینار بھیج کر اپنا وعدہ پورا کیا لیکن کہا: اگر تو اپنے شوہر کے ساتھ بیوقائی نہ کرتی تو ایسے فرزند سے تیری شادی کر دینا، یزید کی زندگی مجھے عزیز ہے۔

منقول ہے کہ امام حسن نے وفات کے وقت فرمایا: جام شربت نے اپنا اثر کھا دیا ہے اور قاتل کا مقصد پورا ہو گیا، وہ (معاودیہ) اپنا وعدہ و فائزیں کرے گا، اسکن باقی صداقت سے قطعی عاری ہیں۔

شاعر اہل بیت نجاشی نے جعدہ کے اس فعل پر کے متعلق یہ اشعار کہے:

جعدة بكية ولا تسامي بعد بقاء المعول الشاكل

لم يسبل الستر على مثله في الأرض من خاف ولا ناعٌ

كان اذا شئت له نارة **يرفعها يامنده الغاتا**

كيمياير إما باتس، ميريل، فرنسا

غلىء، بنى، املحّم حتى، اذا اوضح لهم يغدا على آكل

اعنى، الذى اسلمنا هلكه للذى من المستحق ح الماها

”اے جده! امام کی موت پر گریہ وزاری کرایا گریہ جس کے بعد ایک بیوہ عورت خود کو بے سہارا اور بے پناہ محسوس کرتی ہے۔ دل بیگنی اور پریشانی کا شکار نہ ہو کیوں کہ اس عظیم شخصیت کی طرح بوڑھے اور پھر میں کوئی بھی اس گھر میں زندگی بر نہیں کرے گا۔ یہ ایسا گھر تھا کہ جب بھی مہمان نوازی کی آگ بہڑکتی تھی تو ایسے بزرگ بھی اس سے مشرف ہوتے تھے جو عظیم شخصیت کے حامل تھے، بے چاروں اور بے کسوں کا تو تاتا بندھار ہتا تھا۔ اس گھر کے کھانے کے گوشت اتنے پکائے جاتے تھے کہ کھانے والے کو کھانے میں پریشانی نہیں ہوتی تھی۔“ (۱)

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں: امام حسنؑ نے معاویہ سے عہد لیا تھا کہ وہ خلافت کے بارے میں کسی سے عہدو پیمان نہیں کرے گا اور اس کے بعد خلافت کے حقدار صرف وہ ہو گئے، لیکن معاویہ نے اپنے فرزند کو خلیفہ بنانا چاہا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ حسن ابن علی اور سعد بن ابی وقاص تھے اسی لئے اس نے ان دونوں کو زہر دلوادیا۔ جده کو پیغام بھجوایا کہ اگر تم نے امام حسنؑ کو زہر دے دیا تو میں تیری شادی اپنے بیٹے بیٹے بیزید کے ساتھ کر دوں گا، امام کی شہادت کے بعد اس نے ایک لاکھ درہم بھیجا اور یہ کہلوایا دیا کہ میں اپنے بیٹے بیزید کی شادی تم سے نہیں کر سکتا۔ (ابن ابی الحدید نے شرح فتح البلاغہ میں مخبرہ اور ابی بکر بن حفص کے طریق سے یہ واقعہ نقل کیا ہے)۔ (۲)

ابو الحسن مدائی لکھتے ہیں:

حضرت کی وفات ۳۹ھ کو واقع ہوئی، تقریباً چالیس دن بیمار رہے اور ۷۷ سال کی عمر میں شہید ہوئے معاویہ نے جده بنت الشعفہ کے ذریعہ امام کو زہر دلوایا۔ معاویہ نے کہا: اگر تم نے امام کو زہر دے دیا تو ایک لاکھ درہم دوں گا اور بیزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس نے درہم تو دے دیا لیکن دوسری شرط پر عمل نہ کرتے ہوئے کہا: مجھے ذر ہے کہ جو سلوک تو نے فرزند رسول کے

۱۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۵۰ (ج ۳ ص ۶۔ ۷)؛ متذکرہ اشعار تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ تاریخ من کثیر (ج ۸ ص ۷۷ خوارش ۳۹ھ) میں بھی مذکور ہیں۔

۲۔ مسائل الطالبین ص ۲۹ (ص ۸۰ نمبر ۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱، ۱۷ (ج ۱۶ ص ۲۹، ۳۰ و صیحت ۳۱)

ساتھ کیا ہے وہ میرے بیٹے کے ساتھ نہ کر دے۔ (۱)

حسن بن منذر راقشی کا بیان ہے: خدا کی قسم! معاویہ نے امام حسن سے کئے گئے کسی بھی عہد کو پورا نہیں کیا، مجرم بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا، اپنے بیٹے یزید کی بیعت لی اور امام حسن کو زہر دغا سے شہید کر دادیا۔ (۲)

ابو عمر نے استیعاب میں قادة اور ابو بکر حفص کے طریق سے نقل کیا ہے کہ حسن بن علی مسوم ہوئے تھے، آپ کو آپ کی بیوی "جدهہ بنت اشعث" نے زہر دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے معاویہ کی سازش کے تحت یہ کام انجام دیا اور ڈھیروں مال و متاع بھی حاصل کئے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد انہوں نے مسعودی کی روایت نقل کی ہے۔ (۳)

سطی ابن جوزی تذكرة الخواص میں لکھتے ہیں: ارباب سیر (جن میں ابن عبد البر بھی شامل ہیں) نے نقل کیا ہے کہ حضرت کوان کی بیوی "جدهہ بنت اشعث" بن قیس کندی "نے مسوم کیا۔ اور سعدی لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے امام کو مسوم کرنے کے سلسلے میں جدهہ کو اسکایا اور کہا کہ میں تھہ سے شادی کرلوں گا۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا، جب امام کی وفات ہوئی تو جدهہ نے یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ یزید نے کہا: میں تھے امام حسن کے لئے پسند نہیں کرتا تھا، اپنے لئے کیسے پسند کروں؟ شعی کے بقول: معاویہ نے اس عورت کو آمادہ کیا تھا، اس نے کہا: تو امام حسن کو زہر دے دے، میں اپنے بیٹے یزید سے تیری شادی کردوں گا اور ہزار درہم بھی دوں گا۔ چنانچہ امام کی شہادت کے بعد اس نے معاویہ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے، معاویہ نے درہم بھیج کر صاف کہلوادیا کہ میں یزید سے محبت کرتا ہوں اس کی زندگی مجھے عزیز ہے، اگر دلی طور پر اس سے وابستہ نہ ہوتا تو میں اس سے تیری شادی کر دیتا۔ (۴)

۱۔ شرح بن ابی الحدید حج ۲۳ ص ۲ (حج ۱۶۱ ص ۱۱، ۷ اوسمیت ۳۱)

۲۔ شرح بن ابی الحدید حج ۲۳ ص ۷ (حج ۱۶۱ ص ۱۱، ۷ اوسمیت ۳۱)

۳۔ استیعاب ابو عمر ح ۱۳۱ (اقسم الاول ص ۹۲۸۹ نمبر ۵۵۵)

۴۔ تذکرہ ابن جوزی ص ۱۳۱ (ص ۲۱۲-۲۱۳)

شمعی نے اسی سے ملتی جلتی بات نقل کی ہے: امام حسن علیہ السلام نے وقت شہادت فرمایا: معاویہ جس مقصد کے تحت مجھے مارنا چاہتا تھا پورا ہوا، زیر نے اپنا کام کر دکھایا، اس کی خواہش و آرزو برآئی لیکن خدا کی قسم وہ اپنے وعدہ پر عمل نہیں کرے گا، اس کا قول صداقت سے عاری ہے۔ پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے امام کو کمی مرتبہ زہر دلوایا تھا۔

ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: انہیں کمی مرتبہ زہر دیا گیا اور وہ فتح گئے لیکن آخری مرتبہ زہر نے اپنا کام کر دکھایا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو زہر دینے پر ماسور کیا تھا، یہ زہر اتنا سریع الاثر تھا کہ سامنے موجود طشت میں آپ نے چالیس مرتبہ اٹی کی۔ محمد بن مرزا بن نقل کرتا ہے: ان کی یہی "جعدد بنت اشعث بن قیمی" نے یزید کی سازش کے تحت زہر دیا، یزید نے وعدہ کیا کہ اس سے شادی کر لے گا۔ جب وفات کے بعد یزید کو پیغام بھجوایا کہ اپنے وعدہ پر عمل کرے تو یزید نے کہا: خدا کی قسم؟ ہم تو حضرت کے لئے تھے راضی نہیں تھے، اپنے لئے کیسے پہنڈ کو لیں۔ (۱)

کثیر اور ایک روایت کے مطابق نجاشی نے یہ اشعار کہے ہیں:

بِمَا جَعَدَهُ أَبْكَيْهُ وَلَا تَسْأَمِي	بِكَاءٍ حَقٌّ لِّيْسَ بِالْبَاطِلِ
فِي النَّاسِ مِنْ خَافٍ وَلَا نَاعِلُ	لَنْ تَسْتَرِيَ الْبَيْتَ عَلَى مُثْلِهِ
لِلْزَمِنِ الْمُسْتَخْرِجِ الْمَاحِلِ	أَعْنَى الَّذِي اسْلَمَهُ أَهْلَهُ
كَانَ إِذَا شَبَّتْ لَهُ نَازِهُ	كَانَ إِذَا شَبَّتْ لَهُ نَازِهُ
كَمَا يَرَاهَا بِالْسَّمَاءِ مَرْمَلِ	أَوْ قَدْ قَوْمٌ لِّيْسَ بِالْأَمْلِ
يَغْلِي بِنِي اللَّهُمَّ حَتَّى إِذَا	إِنْضَجَ لَمْ يَغْلِي عَلَى أَكْلِ

مرزی نے "تهذیب الکمال فی اسامی الرجال" میں ام بکر بنت سورہ سے نقل کیا ہے کہ امام حسن کو کمی مرتبہ مسموم کیا گیا اور بالآخر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ کی رحلت کے جانوز موقع پر بن ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک صفع عزاجھائی اور نوح و ماتم میں مشغول رہیں۔

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲۲۹ ص ۲۲۹ (ج ۱۳ ص ۲۸۲-۲۸۳ نمبر ۱۳۸۳) مختصر تاریخ دمشق ج ۲۹ ص ۲۹

اسی کتاب میں عبد اللہ بن حسن سے مقول ہے کہ میں نے سنا کہ معاویہ نے اپنے ایک خادم کو معور کیا وہ امام حسن کو زہر دینے کے لئے زینہ فراہم کرے۔ ابو عوانہ نے مغیرہ سے اور اس نے ام جوی سے نقل کیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا، امام عالی مقام چالیس روز تک اس زہر کے اثر سے پریشان و نالا رہے۔ (۱)

”مرآۃ العجائب و اعasan الاخبار الغرائب“ میں بھی مقول ہے کہ حسن بن علیؑ کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ کی یوں ”جعدہ بنت اشعث“ نے آپ کو زہر دیا۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے (خداحقیقت حال سے آگاہ ہے) کہ معاویہ نے اسے دھوکا دیا کہ سوہزار در ٹھم دے گا اور اپنے بیٹے زید سے اسکی شادی کر دے گا۔ لیکن جب امام حسن کی شہادت ہوئی تو معاویہ نے در ہم دینے کے بعد کہا: زید کی زندگی مجھے زیادہ عزیز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسن نے وقت شہادت فرمایا: زہر آلوہ شربت نے اپنا اثر دکھادیا لیکن وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرے گا، اسکی باتوں میں صداقت کا شانہ تک نہیں۔ امام کے واقعہ مسوم کو ایک شیعہ شاعر نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

تعرفکم لک من ملوا تفسر عنک قليل الحزن

بسموت النبی و قتل الوصی و قتل الحبیب و سم الحسن

”تمہیں اسکی تحریت چیش کرتا ہے جو تمہارے ہر غم کو دور کر دے گا، (اور وہ ہے) وفات رسول، ان کے وصی اور حسین کا قتل اور امام حسن کا مسوم ہونا۔“

زختری ریج الابرار کے باب نمبر ۸۱ میں نقل کرتے ہیں: معاویہ نے بنت اشعث زوجہ امام حسن یعنی جعدہ کو ایک لاکھ در ہم دیا تا کہ وہ حضرت کو زہر دے دے، اس کے بعد وہ دو شنبہ تک زندہ رہے، ان کے سامنے رکھے ہوئے طشت میں خون کے لوٹھرے بھرے ہوئے تھے، وہ فرماتے تھے: مجھے بارہ مسوم کیا گیا لیکن مجھے ایسا صدمہ کبھی نہیں ہوا، میرا جگر لکڑے لکڑے ہو گیا ہے۔ (۲)

۱۔ تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۵۲ نمبر ۱۲۲۸

۲۔ ریج الابرار (ج ۳ ص ۲۰۸)

نکتہ "حسن السریر" (۱) میں ہے: کچھ معاویہ کے درگانے پر جدہ بنت اشعت بن قیس کندی نے امام کو زہر دیا، ایک لاکھ درہم بھی دیا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کروی۔ معاویہ نے امام کو اپنی ناپاک خواہش (بیعت یزید) کی راہ میں عظیم رکاوٹ سمجھ کر خود کو داعتبار سے خطرے میں محسوس کیا: صلحانہ جسے اس نے قبول کیا تھا اور دوسرا طرف امام کی شائستہ کرداری، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں بہت زیادہ مقبول تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے بچنے کے لئے اس نے امام عالی مقام کو زہر دلوایا، جب امام کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ خوشی سے جھوم انھا اور اس کے ہمراہ تمام درباری بحث میں گر پڑے۔

ابن قتیبه لکھتے ہیں: حسن ابن علی بیمار ہوئے تو مدینہ کے عامل نے معاویہ کے خط میں حسن ابن علی کی شکایت اور ان کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: میں ان کی خبر شہادت سننے کے لئے بے میمن ہوں، اگر قادر ہو تو اس کام کو انجام دو۔ وہ ہمیشہ امام کے حالات لکھتا رہا، جب وفات کی خبر دی تو وہ خوشی سے جھوم انھا اور اس کے ساتھ تمام درباری بحث میں گر پڑے۔ اس وقت شام میں عبد اللہ بن عباس موجود تھے، وفات کی خبر پا کر معاویہ کے پاس پہنچے، بیٹھتے ہی معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا حسن ابن علی چل بے؟ کہا: ہاں! وہ شہید ہو گئے، "انا لله و انا اليه راجعون" دو مرتبہ اس کی تکرار کی، پھر کہا: تو جس خبر سے بہت زیادہ خوش ہے وہ مجھے معلوم ہوئی، خدا کی قسم: ان کا جسد پاک تیری قبر میں حائل نہ ہوگا۔ ان کی موت تیری عمر میں اضافہ کا سبب نہیں بنے گی، وہ جس حال میں فوت ہوئے تھے سے بہتر تھے، ہم اس مصیبت میں غمزدہ ہیں، اس سے قبل ان کے جد رسول خدا کی مصیبت میں بھی امام کنایا تھے، خدا نے اس مصیبت کی اس طرح حلاني کی کہ ان کی جگہ بہترین جانشین کو میں فرمایا۔ پھر ابن عباس جیخ مار کر گریب کرنے لگے۔ (۲)

- (۱) اس کتاب کو حب الدین طبری (صاحب ریاض الصفرۃ) کے نواسے "عبد القادر بن محمد بن (حجی حسینی شافعی) طبری" نے تالیف کیا ہے؛ ملاحظہ ہو: کشف الغون (ج ۳ ص ۲۰۲)
- (۲) الاما و السیار (ص ۱۳۳) (ج ۱ ص ۱۵۰)

عقد الفرید میں ہے: جب معاویہ کو حسن ابن علی کی خبر شہادت معلوم ہوئی تو جدہ میں گرفڑا، پھر شام میں موجود ابن عباس کے پاس پیغام بھیجوایا اور تسلیع عرض کی، اس وقت وہ بہت زیادہ خوش تھا، اس نے ابن عباس سے پوچھا: کتنے سال کی عمر میں ابو محمد کی وفات ہوئی ہے؟ کہا: ان کی عمر زبان زد خاص دعام تھی، تعجب ہے کہ تو اس سے ناداواقف ہے۔ معاویہ نے کہا: مجھے بتایا گیا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں؟ کہا: وہ چھوٹے سہی لیکن وہ بھی بڑے ہوں گے۔ اس خاندان کے چھوٹے بھی بڑوں کے مانند ہیں۔ پھر کہا: اے معاویہ! میں تجھے اتنا خوش کیوں دیکھ رہا ہوں، کیا یہ خوشی حسن ابن علی کی موت کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! تیری موت بھی فراموش نہیں کی جائے گی، ان کی موت تیری قبر کو پر نہیں کرے گی ان کے بعد تیری زندگی کتنی محضر ہے۔ (۱)

راغب اصفہانی نے معاشرات میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۲)

حیاة الحبیب اور تاریخ الحمیس میں ہے: سلیل سکینیہ

”ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جب (امام) حسن مریض ہوئے تو مروان بن حکم نے اس سلطے میں معاویہ کو خط لکھا۔ معاویہ نے جواب میں لکھا: مجھے حسن کی موت کی خبر سناؤ۔ جب اسے وفات کی خبر ہوئی تو سبز محل سے عجیب کی آواز بلند ہوئی جسے سن کر شام والوں نے بھی عجیب کہی۔ یہ دیکھ کر فاختہ بنت قرۃظہ نے معاویہ سے کہا: خدا تمہاری آنکھ روشن کرے، عجیب کیوں کہی تھی؟ اس نے کہا: حسن مر گئے۔ فاختہ نے کہا: کیا فرزند قاطمہ کی موت پر عجیب کہتے ہو؟ معاویہ نے جواب دیا: میں نے ان کی موت سے خوش ہو کر عجیب نہیں کہی ہے، لیکن یہ خبر سن کر میرے دل کو بہت سکون ملا ہے۔ ابن عباس ہوئے تو معاویہ نے کہا: اے ابن عباس! کیا جانتے ہو کہ تمہارے گھر میں کیا واقعہ پیش آیا؟ کہا: میں نہیں جانتا کہ کیا ہوا ہے، لیکن میں تمہیں خوش دیکھ رہا ہوں، عجیب کی آواز بھی سئی تھی۔ معاویہ نے کہا: حسن مر گئے۔ ابن عباس نے کہا: خدا ابو محمد پر رحمت نازل کرے (اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار کی۔ پھر کہا): اے معاویہ! خدا کی قسم، ان کی قبر تیری

۱۔ العقد الفرید (ج ۳ ص ۱۳۶)

۲۔ معاشرات الادباء ج ۲ ص ۲۲۳ (مجلد ج ۲ ص ۵۰۰)

قبر کو پنیس کرے گی، ان کی عمر تیری عمر کو زیادہ نہیں کرے گی، اگر ہم پر حسن کی (موت) کاغم نازل ہوا ہے تو امیر المؤمنین اور خاتم المرسلین کا غم بھی نازل ہوا تھا، خدا یہ خلاضرور پر کرے گا اور ہمارے آنسوؤں کو قبول فرمائے گا، ان کے بعد ان کا جانشیں موجود ہے۔^(۱)

معاودیہ کی خوشی کے لئے لوگوں نے امام حسن کی وصیت کے مطابق ان کو رسول خدا کی قبر کے پہلو میں دفن ہونے سے روک دیا حالانکہ آپ ہی اس مقدس جگہ پر مدفون ہونے کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ اب ان کی شرایقی تاریخ میں لکھتے ہیں: مرد ان نے اس کام کی ممانعت کی چونکہ وہ معزول ہوا تھا، اسی لئے اس نے اس ویلے سے معاودیہ کی رضایت و خوشنودی حاصل کرنا چاہی۔^(۲) اب عساکر لکھتے ہیں: مرد ان نے کہا تھا: میں فرزند ابو راب کو رسول خدا کے پہلو میں بھی دفن نہیں ہونے دوں گا حالانکہ عثمان بیعی میں مدفون ہیں، چونکہ مرد ان انجیں ایام میں معزول ہوا تھا اور اس ویلے سے معاودیہ کو راضی کرنا چاہتا تھا، وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک بنی ہاشم سے دشمنی کرتا رہا۔^(۳)

یہ تھے جگر گوشہ رسول امام حسن تھی پر معاودیہ کے مظالم کے چند نمونے۔ ممکن ہے اس کے کئی گناہ مظالم سے تاریخ نے فرو گذاشت کیا ہوا اور انہیں نہ لکھا ہو۔ کیا کوئی ایسا مسئلہ ہے جو امام تھی کی غلطی کی توجیہ کرے کہ خدا نہ کرده وہ اس غلطی کے مرتكب ہوئے تھے، جس کی وجہ سے ان پر یہ تمام بلا میں اور مصیبیں نازل کی گئیں؟ جگر خوارہ ہند کے جنے نے ان مظالم کے لئے کون سا جواب آمادہ کر رکھا ہے؟ کیا امام کی غلطی اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ فرزند رسول تھے، اس رسول کے فرزند جس نے اس پر پرست معاودیہ کے آباء و اجداد کے دین کو باطل و منسوخ کر دیا تھا؟ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے کہ وہ خلیفہ اللہ حضرت علیؓ کے فرزند تھے، اس کے فرزند تھے جس نے ماضی کے بت پرستوں کو ترقی کر کے اموی خاندان کی ماؤں کو ماتم دار بنایا تھا...؟؟

۱۔ حیاة الحج اسحاق اسحاق (ج ۱ ص ۸۳-۸۴)؛ تاریخ اٹیس ج ۲ ص ۲۹۲؛ وفیات الاعیان (ج ۲ ص ۲۲-۲۷)

۲۔ البدریہ والبلیغہ ج ۸ ص ۳۳ (ج ۸ ص ۳۸ حادثہ ۳۰)

۳۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۷۲، ۲۸۸، ۱۳۸۳ نومبر ۱۸۸۰)؛ مختصر تاریخ دمشق (ج ۷ ص ۳۶)

معاویہ اپنی نقشی خاطر کے لئے چاہتا تھا کہ تمام تمصائب و متابع اور مظالم کو امام کے حق میں بھی روار کے اسی لئے اس نے امام کو زبردہ الیل سے شہید کروایا۔ معاویہ اپنی خواہشات نفسانی کا اس قدر اسیر تھا کہ امام حسن کی وفات پر اپنی خوشی بھی چھپانے سے قاصر رہا اور جیسے ہی وفات کی خبر ملی، بجدے میں گر پڑا میں نہیں جانتا کہ اس نے لات و منات کے لئے بجدہ کیا تھا یا خدا نے وحدہ لاشریک کے لئے ...؟! ہاں! اس کی دلی حالت کو اس کے نقطہ حرام ”بیزید“ نے اپنے اشعار کے ذریعہ واضح کر دی تھی۔

وہ کہتا ہے:

قدقتللت القوم من مداداتهم
و عدلنا ميل بدر فاعتدل
ليست اشياعي ببدر شهدوا
جزع الخروج من وقع الرسل
لعبت بنى هاشم بالملك فلا
خبر جاءه ولا وحى نزل
”میں نے ان کے بزرگوں اور ہبڑوں کو قتل کر دیا اور جنگ بدرا کا انتقام لے لیا، اب ہم مقتولین
بدر کے عنوان سے ان کے برابر ہیں۔ اے کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدرا میں قتل کئے گئے، ابھی
ہوتے اور نیزوں کی ضربوں سے قبیلہ خزرج کی جھیٹیں سنتے۔ بنی هاشم نے حکومت و اقتدار کا ڈھونگ رچایا
تھا، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کوئی کتاب نازل ہوئی تھی۔“

وہ محیوب رسول ”فاطمہ زہرا (س)“ کے پارہ تھے، اس پاکیزہ ذات کے پارہ تھے جس کے درخشن سلسلہ کسب نے دنیا کو پر کر رکھا ہے اور اسی سلسلے کی وجہ سے عظمت و بزرگی اور دین حنف جلوہ افراد ہے۔ اس کے برکش معاویہ تمام خوبیوں سے برس پیکار رہا، قرآن مجید کی آیتیں اور حکمکیاں بھی اس پر اثر انداز نہ ہوئیں۔

خداؤند عالم کا ارشاد ہے:

هُمَا سَفِرٌ عَنْ أَهَمِّ الْبَيْنَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ يَغْنِي الْحَقُّ وَإِنْ يَرَوْا أَكْلَ آتِيَةً
لَا يَؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا أَسْبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَعْلَمُونَ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْفَقْرِ يَتَعْلَمُونَ
سَبِيلًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَلُّهُمَا بِأَيْمَانَنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۷﴾ ”میں عقریب اپنی آنکھوں کی طرف

سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو روئے زمین میں ناقص اکڑتے پھرتے ہیں اور یہ کسی بھی نشانی کو دیکھ لیں ایمان لانے والے نہیں ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ ہدایت کاراست دیکھیں گے تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور گمراہی کاراست دیکھیں گے تو اسے فوراً اختیار کر لیں گے یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھلایا ہے اور ان کی طرف سے غافل تھے۔ (۱)

پیر و ان امیر المومنین پر معاویہ کے مظالم

معاویہ اپنی حکومت کو مشکم بنا نے کے لئے ہر عظیم گناہ کو انجام دے دیا کرتا تھا، گھٹاؤ نے کاموں کو بڑی آسانی سے انجام دیتا تھا اور ہر ستم کو آسان خیال کرتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت میں امیر المومنین کے شیعوں اور چانپے والوں کے خون بہانے کو اپنی عادت سی بنالی تھی، شیعوں کی جان، مال، عزت و آبرو کو حلال سمجھتے ہوئے ان کے افراد خاندان اور بچوں کو تفعیل کر دیتا تھا حتیٰ حور تیس بھی اس کے قتل و غارت گری سے محفوظ نہیں تھیں، اس نے ان شیعوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے جن کی خود رسول خدا نے مدح و ستائش کی تھی۔ (اس موضوع کی تفصیل بحث تیری جلد میں گزر جکی ہے)۔

فرض کریں کہ رسول اکرم کی جانب سے شیعوں کی مدح و ستائش اور ان کے بارے میں خصوصی تاکید صادر نہیں ہوئی تھی اور اس سے مریوط روایتوں سے جگر خوارہ ہند کا بیٹا ناداقت تھا پھر بھی کیا معاویہ اور اس کے چچے اس اسلام سے خارج تھے جس کی کتاب و سنت میں لوگوں کی جان و مال کو احترام کی گناہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا یہ شیعہ ناقبل ٹلانی گناہ کے مرتكب ہوئے تھے۔ کیا ان کی خطاب اس کے علاوہ کچھ اور تھی کہ وہ ایسے امام سے وابستہ تھے جس کی جانشی اور رسول خدا کے توسط سے اس کے انتخاب پر تمام مسلمان متفق تھے اور ان کے رسول نے آسانی کتاب کے مطابق امام کی دوستی و ولایت کی تاکید فرمائی تھی؟ کیا ہند کا بیٹا کوئی ایسی بات جانتا تھا جس سے تمام مسلمان بے خبر رہے؟ اور کیا وہ کتاب و سنت کے احکام و قوانین کے سلسلے میں تمام مسلمانوں سے زیادہ آگاہ تھا؟ یا پھر یہ کہ اس میں قتل و غارت گیری اور

خوزیری کی ہوں کوٹ کر مجرمی ہوئی تھی...؟

معاویہ نے حضرت علی بن ابی طالب کی زندگی ہی میں حکیمین کے فیصلے کے بعد بسر بن ارطاۃ کو لشکر کا سردار بنادیا، طاہر کے ویلے سے ایک دوسرے لشکر کو تیار کیا اور ضحاک بن قیس فہری کو بھی لشکر آرائی کی تا کید کی، ان تمام لشکر یوں کو حکم دیا کہ شہروں میں جا کر علیٰ کے شیعوں کو قتل کریں، ان کے کارکنوں کو قتل کے کھاث اتنا ریس حتیٰ عورتوں اور بچوں پر بھی رحم نہ کریں۔

اس حکم کے ساتھ بسر مدینہ پہنچا اور بعض اصحاب علی کو تہہ تنقیح کر کے ان کے گھروں کو تباہ و بر باد کر دیا، وہاں سے مکہ گیا اور خاندان ابوالعبیب کے بعض افراد کو قتل کے گھاث اتنا ریس "مراۃ" میں داخل ہوا اور وہاں بھی قتل و غارت گری کی، وہاں سے نجران میں جا کر عبد اللہ بن عبد المدان حارثی اور ان کے بیٹے کو تہہ تنقیح کیا، دونوں بنی عباس کے داماد اور حضرت علیٰ کے کارکنان تھے۔ وہاں سے مکن پہنچا، اتفاق سے وہاں حضرت علیٰ کے گورنر عبد اللہ بن عباس موجود نہیں تھے۔ منقول ہے کہ بسر کی آمد سے باخبر ہو کر چلے گئے تھے، بسر نے انہیں نہ پا کر ان کے دو مخصوص بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ پھر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

معاویہ کے دوسرے الہکاروں نے بھی یہی مظالم ڈھانے، چنانچہ مرد عامری "انبار" پہنچا اور ان حسان بکری اور کتنی شیعہ مردوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ ابو صادقہ کی روایت (۱) کے مطابق: معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کیا اور حضرت علیٰ کے خدمت گزار "حسان بن حسان" کو قتل کر دیا، اس کے علاوہ وہاں بہت سے مردوں اور عورتوں کو بھی قتل کیا۔ جب یہ خبر حضرت علیٰ کو معلوم ہوئی تو گھر سے باہر آئے اور منبر پر جانے کے بعد خدا کی حمد و شکری اور رسول خدا پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

"جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، لہذا جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، اسے اللہ ذلت کا لباس پہنادے گا، اس پر مصیبت حادی ہو جائے گی، ان کے بچوں پر تہمت طرازی کی کی جائے گی اور وہ ذلت و خواری کی گہری کھانی میں چلا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ تم سے

۱۔ ابو الفرج اصفہانی نے اس واقعہ کی سند قتل کی ہے، انتشار کے پیش نظر اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے (الآنفی ج ۱۶ ص ۲۸۲ - ۲۸۷)

برسر پیکار ہوں میں نے تمہیں خبردار کر دیا تھا کہ ان سے جنگ کرو۔ بالآخر جن لوگوں نے ان سے جنگ نہیں کی وہ ذمیل دخوار ہوئے تم لوگوں نے اس اہم مسئلہ کو ایک دوسرے کی گردان پر ڈال کر ذلت و خواری کا راستہ اختیار کیا اور میری باتوں پر ذرا بھی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ انہوں نے تم پر مسلسل حملہ کئے، اب تو صورت حال یہ ہے کہ عامر کے بھائی نے شہر ابخار میں پہنچ کر حسان بن حسان اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا ہے، بہت سی عورتوں اور بچوں کو بھی تہبیث کر دیا ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ اس ذمیل انسان نے مسلمان عورتوں کے گھر میں داخل ہو کر گوشوارے اور گلو بند بھی چھینے اور ان کے اموال و ناموس پر دست درازی کی لیکن کسی نے بھی اب اعتراض نہیں کھولا، اس ذلت و پسکی کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان فرط تاسف اور غم و اندوہ سے مر جائے تو نہ صرف جائے ملامت نہیں بلکہ یہی مناسب ہے....”۔ (۱)

عبداللہ ابن عباس کی زوجہ ”ام حکیم بنت قارط“ اپنے بچوں کی دردناک موت پر اتنی سر ایسہ اور بے خودی کا فکار ہوئیں کہ اپنے بچوں سے قتل سے مر بوط خبروں پر کوئی توجہ نہیں دیتی تھیں اور مسلسل ادھر گھوم کر انہیں ٹلاش کرتیں تھیں۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کے متعلق یہ جانزو اشعار کہے ہیں:

یامن احسن بابنی اللذین هما کالذین تشظی عنهم الصدف

یامن احسن بابنی اللذین هما سمعی و قلبي قلبي اليوم مردھف

نبشت بسر او ما صلت ما زعموا من فوقهم ومن الذك الذى الترقو

انحصى على ودجي اهنى قرهفة مشحودة و كلذك الافك يقترب

”اے وہ شخص جس نے میرے و فرزندوں کو دیکھا ہے، ایسے فرزند جو صدف سے نکلے ہوئے وہ موتی کے مانند تھے۔ اے وہ جو میرے و فرزندوں سے واقف ہے ایسے فرزند جو میرے وہوں و دل تھے اب میرا دل ^{لکھی} کا فکار ہے۔ اے وہ افراد جنہوں نے میری بنیاد اور میرے استخوان کے مانند فرزندوں کو جنمیں زبردستی مجھ سے جھین لیا گیا ہے، دیکھا ہے۔ بُر کی دردندگی مجھ سے بیان کی گئی لیکن میں نے اسے جھوٹ سمجھا اور اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ باتیں بیان کیں جن کے وجود سے

شرافت کی بُوآتی ہے۔ اب تو میں برس کو ہر لعنت و نفرین کا سُخن بُختی ہوں، وہ اور اس کے تمام ساتھی تباہ کار ہیں۔ اس پر بیشان اور تباہ حال مان تک ان کے دو فرزندوں کو کون پہنچائے گا؟۔۔۔۔۔

منقول ہے کہ جب برس کے ہاتھوں ان دونوں بچوں کے واقعہ قتل سے حضرت علیؑ کو مطلع کیا گیا تو آپ نے چینی مار کر خدا سے درخواست کی کہ اس پر لعنتوں کی بوجھا رکرے۔ فرمایا: ”خدایا! اس سے دین کی نعمتیں چیزیں لے، اس کی عقل چیزیں کر انہیں موت کے گھاث اتار دے۔۔۔۔۔ چنانچہ حضرت کی یہ دعا مستجاب ہوئی، اس کی عقل جاتی رہی۔ وہ ہمیشہ اول فول بکتا، لکڑی کی تکوار لے کر اپنے سامنے والی چیز پر اتنا مارتکہ تھک جاتا تھا۔ (۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

معاویہ نے ۹۳ھ میں حضرت علیؑ کے شیعوں پر یورش کی، ان کی حکومت کے سپاہیوں اور جانبازوں کو پر اگنڈہ اور متفرق کیا، بے ایمان افراد کو صاحب ایمان اور نیک افراد کے قتل پر آمادہ کیا اور حکم دیا کہ جہاں بھی علیؑ کے شیعہ نظر آئیں، انہیں بے رد لیف قتل کر دو۔ نہمان بن بشیر کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ ”عین المتر“ کی طرف روانہ کیا۔

اسی طرح سفیان بن عوف کو چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ”بیت“ کی جانب روانہ کر کے حکم دیا کہ وہاں سے انبار و مدانہن جائے اور لوگوں کو تباہی گھاث لگائے۔ وہ بھی ان علاقوں میں آ کر اصحاب علیؑ کے قتل پر کمر بست ہوا، ان سے جنگ کی اور اشہر بن حسان کمری کے ہمراہ تیس افراد کو قتل کیا، پھر انبار میں موجود تمام مالیات کو لے کر معاویہ کی جانب لوٹ آیا۔

عبداللہ بن منصور بن حکمه فراری بھی حضرت علیؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو معاویہ کی طرف سے ایک

۱۔ آغازی ج ۱۵ ص ۳۲۷۔ ۳۲۸ (ج ۱۶ ص ۲۸۵۔ ۲۹۲)؛ تاریخ ابن حزار ج ۳ ص ۲۲۳ (ج ۱۰ ص ۱۵۲۔ ۱۳۵)؛ تحریر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۲؛ الاستیحاب ج ۲۵ (اقسام الاول ص ۲۰ اگسٹ ۱۷۲۰)؛ الزراع والتغاص ج ۱۳ (ص ۲۸)؛ تہذیب العہد ج ۲ (ج ۱۰ ص ۳۸۱، ۳۸۲)۔

ہزار سات سو سپاہیوں کے ساتھ ”جنما“ کی جانب روانہ ہوا، معاویہ نے اسے حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں میں جو اس کی تصدیق کرے امان دو اور جو خالفت کرے اسے قتل کر دو (۱)۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے مکمل وہینہ میں داخل ہوا اور وہاں بھی ان مظالم کے دہانے کھول دیے۔

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو حکم دیا کہ ”واقصہ“ جائے اور حضرت علیؑ کے زیر فرما ہر انسان کو مورد عتاب قرار دے، تین ہزار افراد بھی اس کے ہمراہ کئے، چنانچہ وہ روانہ ہوا اور لوگوں کے اموال کی لوٹ مار کی۔ شلبیہ سے عبور کرتے وقت بہت سے افراد کو قتل کیا اور حضرت علیؑ کے اسلحہ خانے پر حملہ بول دیا۔ وہاں سے ”قططعۃ نہ“ آیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جبر بن عدی کو چار ہزار افراد کے ہمراہ نبرد آزمائی کے لئے روانہ کیا، ضحاک کے لئے مقابلہ کرنا سخت تھا، اس کے انیس ساتھی مارے گئے اور حضرت علیؑ کے بعض اصحاب بھی شہید ہوئے، جب رات ہوئی تو ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی اور جبراپنے ساتھیوں کے ساتھ واہیں آگئے۔

اسی طرح معاویہ نے عبدالرحمٰن بن قباث بن اشیم کو ”جزیرہ“ کے شہروں میں روانہ کیا۔ وہاں ”میتب بن عامر و کرمائی“ موجود تھے، انہوں نے مقام ہیبت میں موجود کمیل ابن زیاد کو خط لکھ کر تمام واقعہ سے آگاہ کیا، کمیل جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور عبدالرحمٰن کے لئکر پر کامیابی حاصل کی۔ جنگ میں شام کے کچھ افراد بھی قتل ہوئے کمیل نے حکم دیا کہ بھاگنے والوں کا پیچانہ کیا جائے اور ستم دیدہ افراد پر حملہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

حرث بن نمر تنوفی کو ”المجزیرہ“ بیجا تاکہ ہیر و ان علیؑ پر حملہ کرے۔ اس نے بنی شلب کے سات افراد کو گرفتار کیا اور لوٹ مار بھی کیا۔ زہیر بن نکھول عامری کو ساواہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کے اموال کو چھین لے۔ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے تین افراد جن میں جعفر بن عبد اللہ شعبی بھی شامل تھے، کو روانہ کیا تاکہ ان کے مطیع و فرمان بردار قبیلہ بکر و کلب کے ہمراہ مل کر دفاع کریں۔ چنانچہ

۱۔ الفارات (ج ۲ ص ۳۶۳؛ تاریخ الامم والملوک ج ۵ ص ۱۳۳؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۲۵ پر اثریں مذکور ہے اور درسرے منابع میں حسان بن حسان لکھا ہوا ہے۔

زہیر سے مذکور ہوئی اور شدید جگ ہوئی۔ اس جنگ میں ”جعفر بن عبد اللہ“ شہید ہو گئے تھے میں بسر بن ارطاط کو ایک لشکر کے ہمراہ روانہ کیا، وہ مدینہ پہنچا، حضرت علیؑ کے عامل ”ابو ایوب анصاری“، وہاں موجود تھے، وہ وہاں سے بھاگ کر کوفہ حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا، جب بسر مدینہ پہنچا تو کسی کو جنگ کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے منبر پر جا کر کہا: اے دینار، نجار، سے زندقی (یہ انصار کے بزرگ تھے) ہم نے اپنے رہبر عثمان سے جو عہد و پیمان کیا تھا کہاں ہے؟

پھر کہا: اے مدینہ والو اخدا کی قسم، اگر معاویہ حکم دیتے تو میں نابالغ بچوں کے قتل سے بھی دربغ نہیں کرتا۔ ایک شخص کو بن سلمہ کے پاس پہنچ کر پیغام دیا: تمہارے لئے کوئی امان نہیں مگر یہ کہ جابر بن عبد اللہ کو میرے پاس پہنچ دو۔ جابر نے زوجہ رسول اللہ کے پاس آ کر کہا: آپ کیا فرماتی ہیں؟ یہ بیعت مخلالت و گراحتی ہے، کیا آپ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ ما راجاوں کا؟ انہوں نے کہا: میری نظر میں بہتر یہ ہے کہ تم بیعت کرلو۔ میں نے عبد اللہ بن زید کے دادا اور عمر ابن ابی سلمہ کے دو فرزندوں کو بھی یہی سفارش کی ہے۔

بسر نے مدینہ میں غارت گری کے بعد مکہ کا رخ کیا، ابو موسیٰ موت کے خوف سے بھاگ نکلے۔ ابو موسیٰ نے میکن ایک خط لکھا کہ معاویہ کی طرف سے ایک لشکر مامور ہے کہ لوگوں کو مارے اور معاویہ کی حکومت کی مخالفت کرنے والوں کو قتل کر دے۔ اس کے بعد وہ میکن پہنچا، عبد اللہ بن عباس جو حضرت علیؑ کی جانب سے میکن کے حاکم تھے، وہاں سے حضرت علیؑ کی طرف کو نہ بھاگ گئے اور اپنی جگہ عبد اللہ بن عبد الدار اُن حارثی کو میکن کیا۔ بسر نے میکن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عبد اللہ بن عباس کے دو چھوٹے بچوں کا سر قلم کر دیا جن کا نام عبد الرحمن اور حکم تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بچے قبیلہ میں کنانہ کے پاس مستیاب ہوئے، اس نے انہیں مارنا چاہا تو ایک کنانی نے کہا: ان دونوں بچے مخصوص بچوں کو کیوں قتل کرتا ہے، ان سے پہلے تجھے میری زندگی کا خاتمہ کرنا ہو گا۔ اس نے کہا: ایسا ہی ہو گا۔ اس نے پہلے مرد کنانی اور پھر دونوں بچوں کو قتل کیا۔ میں کنانہ کی ایک گورت باہر آ کر جیخنے لگی: اے طحون! تو نے مرد دوں کو مارا، ان دونوں بچوں کو کیوں قتل کر رہا ہے خدا کی قسم! محمد جاہلیت اور

اسلام میں ایسا ظلم نہیں دیکھا گیا، اے برا خدا کی قسم، جس حکومت میں بچوں اور بزرگوں کے قتل اور حقوقِ الناس سے دربنی نہ کیا جائے، وہ ایک جاہ کا ر حکومت ہے۔

برنے مکن کے راستے میں بھی حضرت علیؑ کے بعض شیعوں قتل کیا۔ (۱)

ابن عبد البر لکھتے ہیں: سمجھی ہی میمین نے کہا کہ بسر بن ارطاط ایک ذلیل انسان تھا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے کہ وہ اسلام میں عظیم مظالم کا مرکب ہوا۔ مورخین و محدثین نے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے مصصوم بچوں کا قتل ان کا ایک ادنیٰ مسونہ ہے۔ (۲)

دارقطنی نقل کرتے ہیں: رحلت پیغمبر کے بعد وہ کبھی راہ راست پر نہیں رہا۔ اس نے عبید اللہ بن عباس کے دو بچوں کو تہبیخ کیا۔ ابو عمر شیعیانی کہتے ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے بسر بن ارطاط کو حضرت علیؑ شیعوں کے قتل پر مامور کیا، معنی یا عمر بن یزید سلمی اور زیاد بن اہبہ جحدی نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم، رحم سمجھئے اور بسر کو قیس پر سلط کرنے سے پر ہیز سمجھے اسلئے کہ وہ قیس کو نبی سلیم کا انتقام لینے کے لئے ضرور قتل کر دے گا۔ معاویہ نے کہا: اے برا تمہیں قیس پر حکومت و سلط حاصل نہیں، چنانچہ بسر مدد پیش کہنچا اور عبید اللہ کے دو فرزندوں کو قتل کر دیا، اہل مدینہ بھاگ کر جرہ میں سلیم میں داخل ہوئے۔ (ابو عمر کہتے ہیں): اسی حملہ میں ابو عمر و شیعیانی کی ایک روایت کے مطابق بسر بن ارطاط نے ہمان پر دعا بہ بول دیا اور وہاں کی حورتوں کو اسیر کیا، یہ وہ چہلی حور تھیں ہیں جنہیں اسلام میں اسیر کیا گیا۔ اس کے بعد ابو عمر نے دو اسطلوں سے ابوذر سے نقل کیا ہے کہ ابوذر نے اپنی نماز میں دعا کی اور رکوع و تکوہ کو طول دیا، ان دو مردوں نے پوچھا: آپ نے اعوذ بالله من الشیطان کیوں کہا، کس کے بارے میں دعا کر رہے تھے؟ کہا: میں خداوند عالم سے اس دن کی مصیبت

۱- تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۷۷-۸۱ (ج ۵ ص ۱۳۹-۱۴۰ حادثہ ۳۰۰)؛ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۶۲-۱۶۷ (ج ۲ ص

۲۳۲-۲۳۵ حادثہ ۳۰۰)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۳ (ج ۱۰ ص ۱۵۲، ۲۲۲-۲۳۵)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۵ ص ۱۸۵-۱۸۷ (ج ۱۰ ص ۱۵۲-۱۵۳ نمبر ۲)؛

۲- الاستیطاب ج ۱ ص ۲۵ (اقسم الاول ص ۱۵۷-۱۶۲ نمبر ۲)؛ البریۃ والتهابیۃ ج ۱ ص ۳۵۶-۳۵۷ حادثہ ۳۰۰)؛

دقائق الوقاۃ ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۲ باب ۲)

۳- الاستیطاب عبد البر ج ۱ ص ۲۵ (اقسم الاول ص ۱۵۸-۱۵۹ نمبر ۳)

سے پناہ مانگ رہا تھا جو مجھ پر نازل ہونے والی ہے اور جس دن مجھے نقصان ہوئے بخچے گا۔ پوچھا: آپ کی مراوکیا ہے؟ فرمایا: مصیبت کا دن وہ ہے جس دن مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نبرد آزما ہوں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے، نقصان وہ اور خطرناک دن وہ ہے جس دن مسلمان عورتین اسیر کی جائیں گی اور انہیں بازاروں میں نیلام کیا جائے گا، میں نے خدا سے وعاء کی ہے کہ ایسا دن میرے فیض حال نہ کرے شاید تم لوگ ایسا دن دیکھے ہی لو۔ جب عثمان قتل ہوئے تو معاویہ نے بربن ار طاط کو میں بھیجا، اس نے مسلمان عورتوں کو اسیر کیا اور بازاروں میں بخچے کے لئے پیش کیا۔

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے:

بسر معاویہ کا مطیع تھا، وہ جنگ صفين میں معاویہ کے ہمراہ رہا، معاویہ نے اس ^{۲۷} کے اوپر میں وحجاز کی جانب روانہ کیا اور حکم دیا کہ علی کے شیعوں کو علاش کر کے تہہ تیغ کرے، اس نے مکہ و مدینہ اور حجاز میں یہ گھناؤ نے افعال انجام دیئے اور معاویہ کی طرف سے ”بج“ کا دالی و حاکم مقرر ہوا۔ میں میں عبد اللہ بن عباس کے دو بھوپن کو تہہ تیغ کیا۔ دارقطنی کا بیان ہے: دو صحابی رسول تھاں کیں بعد رسول دین پر قائم نہ رہ سکا۔ حقیقت مرتد ہو گیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے: معاویہ نے ^{۲۸} میں بصر کو حاکم بنا�ا، اس نے مدینہ میں داخل ہو کر بیعت لی پھر مکہ اور وہاں سے میں آ کر عبد اللہ کے دو بھوپن کو مظلومانہ قتل کیا۔ زہری کی روایت کے مطابق: ^{۲۹} میں معاویہ نے اسے اس کام پر ماسور کیا۔ وہ معاویہ کی طرف سے بغرض تبلیغ مدد یزید آیا۔ وہاں عمرو بن عوف کے بھائی زرارہ بن خیرون کے گھر کو آگ لگادی۔ رفاح بن رافع اور عبد اللہ بن سعد کے گھر بھی اس آتشیں جنایت سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے بعد مکہ و میں کارخ کیا اور وہاں عبد الرحمن بن عبد اللہ اور عمرو بن ام اروا کو قتل کیا۔ ابن سعد کے بقول: یہ تمام واقعات اس لئے پیش آئے کیونکہ معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کر وہ علی کافر مان بردار ہے اسے قتل کر دو۔

اس نے ایک ہفت تک مدینہ میں قیام کیا، جس کے بارے میں کہا جاتا کہ اس نے عثمان کے خلاف نصرت کی ہے، اسے قتل کر دیتا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں کعب کے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہ تمام واقعات حضرت علی کی شہادت کے بعد وقوع پزیر ہوئے۔

- ابن یوس کہتے ہیں: عبد اللہ بن عباس نے اپنے دو فرزند "عبد الرحمن اور قتم" کو میں کنانہ کے ایک شخص کے پرورد کیا تھا، یہ دونوں بہت چھوٹے تھے۔ جب برسنی کنانہ ہو تو اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ ایک کنانی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھر میں داخل ہوا اور سر پا برہنہ ہی حملہ کرنے والوں پر اپنی تکوار کھینچ لی۔

وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

اللَّيْثُ مَنْ يَمْسِعُ حَافَاتُ الدَّارِ وَلَا يَذَالِ مَصْلَاتُ دُونَ الدَّارِ

الْأَفْتَى إِرْوَعُ غَيْرُ غَدَارِ

"شیر تو وہ ہے جو اپنے گھر کے حریم کا دفاع کرے، وہ ہمیشہ شمشیر بکف ہو کر اپنے پڑو سیوں کا دفاع کرتا ہے اور یہ وہی جوان کر سکتا ہے جو خوش شکل، حیرت آنگیز اور دلاور ہو، فدار نہ ہو۔"

یہ دیکھ کر برس نے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ بخدا ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے تو خود کو حلاک کر رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنے پڑوی کے پہلو میں مارا جاؤں گا تاکہ خدا اور لوگوں کی نظروں میں سرخ رو ہو سکوں۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا، برس نے ان دونوں بچوں کے سر ان کے بدن سے جدا کر دیئے۔ میں کنانہ کی عورتیں باہر نکل پڑیں۔ ایک نے کہا: اے ملعون! تو نے مردوں کو قتل کیا اب بچوں کو کیوں قتل رہا ہے، خدا کی قسم! عهد جامیت اور نہ ہی اسلام میں بچے ایسے قتل نہیں کئے گئے۔ بخدا جس حکومت میں بچوں، بزرگوں کے قتل اور حقوق الناس سے دریغ نہ کیا جائے وہ حکومت تباہ کا رہے۔ برس نے جواب میں کہا: خدا کی قسم! میری تو یہ خواہیں تم حور توں کو بھی قتل کر دوں۔ اس نے کہا: میں بھی اس عورت کی بہن ہوں جسے تو نے قتل کر دیا ہے لہذا تیری طرف سے امان کی امید بیکار ہے۔

اصابہ میں ہے: بسر بن ارطاط نے عمر و بن عیسیٰ کو بھی اسی حاکیت کے دوران قتل کیا۔ (۱)

واقعہ کا تفصیلی جائزہ

بسر بن ارطاط ایک سنگ دل اور خونخوار انسان تھا، اس کے دل میں مہربانی اور ہمدردی کی ہلکی سی بھی رمق نہیں تھی۔ معاویہ کے حکم کے مطابق حجاز، مکہ و مدینہ سے ہوتا ہوا یمن پہنچا۔ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جہاں کے لوگ بھی علیٰ کے پیروکار ہوں وہاں پہنچ کر ان سے بدکلامی کرو اپنیں اتنا برا بھلا کہو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو جائیں، تم ان کے جان و مال پر مسلط ہو جیسے چاہو استقبال کرو، پھر ان سب کو بیعت کی دعوت دو جو خالفت کرے اسے قتل کر دو، علیٰ کے شیعہ جہاں نظر آئیں انہیں تہہ تیق کر دو۔

ابراهیم ثقفیؓ کے واقعات نقل کرتے ہوئے الغارات میں لکھتے ہیں: معاویہ نے بسر بن ارطاط کو تین ہزار لٹکر کے ہمراہ روانہ کرتے ہوئے کہا: جاؤ، مدینہ میں لوگوں کو جمع کر کے جس کی چاہو اہانت کرو، جن لوگوں نے ہماری پیروی سے گریز کیا ہے انہیں تاراج کر دو، مدینہ میں اعلان عام کر دو کہ سب مارے جائیں گے، کسی کو تیرے ہاتھ سے امان نہیں، ان کے خذر کو قبول نہ کرو جب تک انہیں یقین نہ ہو جائے کہ بیعت کی خالفت کرنے والے تمام لوگ قتل کر دیے جائیں گے۔ وہاں سے مکہ جاؤ لیکن وہاں کے لوگوں پر کسی قسم کی پابندی عائد نہ کرو، وہاں سرراہ افراد کو وحدت کو دو راہ اختیار کریں پھر وہاں سے صفا پہنچو وہاں ہماری دولت اور جانے والے ہیں، انہوں نے ہمیں خط لکھا ہے۔

بسر پاہیوں کے ہمراہ روانہ ہوا جہاں بھی جاتا وہاں کے لوگوں کی سواریاں جھین کران پر سوار ہوتا، اس کے سپاہی بھی دوسروں کی سواریاں جھین کران پر سوار ہوتے اور اپنے اوپنیوں کو چھوڑ دیتے تھے، ایسی ہی چمپھوری حرکتیں کرتا ہوا مدینہ پہنچا، قبلہ "قضاۃ" ان کے استقبال کو آیا، انہوں نے اس کے استقبال میں اونٹ کی قربانی پیش کی۔ اس طرح وہ مدینہ میں داخل ہوا حاکم مدینہ "ابو ایوب انصاری" کو جب

معلوم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بسر نے لوگوں کو مخاطب کر کے انہیں برا بھلا کہا، ذریما، دھنکایا۔ پھر کہا: رخساروں کے رنگ تاریک ہو گئے، خداوند عالم نے اس قریب کی مثال پیش کی جہاں کے لوگ صاحب ایمان تھے، گوناگوں غمتوں سے بہرہ مند تھے، خداوند عالم نے یہ مثال تم پر صادق فرمائی ہے، تم لوگ بھرت رسول کے اس شہر میں رہتے ہو کہ جہاں رسول اسلام کا گھر، ان کا مرقد مطہر اور دوسرے خلفاء کے گھر ہیں۔ لیکن تم نے خدا کی اس عظیم نعمت کا مشکر یہ ادا نہیں کیا، اپنے رسول کے حقوق کی رعایت نہیں کی، تم ہی ہوجن کے درمیان خلیفہ خدا قتل ہوئے، تم میں سے کچھ لوگ ان کے قتل اور بعض ان پر سب وشم کرنے میں شریک رہے، جب تمہارے پاس مومنین آئے تو کہنے لگے: کیا ہم تمہارے ہمراہ نہیں تھے، کافروں کے پاس پہنچ کر کہا، تم نے ہمیں تم سے نبردازی کی اور مومنین کو اذیت پہنچانے سے باز رکھا۔

اس کے بعد اس نے انصار کو برا بھلا کہنے لگا: اے یہودیو، اے غلاموں کے فرزندو، اے منی زریق، اے منی بخار، منی سالم اور اے منی عبد اہبل! خدا کی قسم، تم پر ایسی بانا نازل کروں گا کہ مومنین اور آل عثمان کے دل کی آگ شنڈی ہو جائے گی۔ انہیں اتنا دھنکایا کہ ذر سے کاپنے لگے کہ کہیں انہیں قتل نہ کرو دیا جائے۔ وہ حویطب بن عبد العزی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے، یعنی بسر کی ماں کا شوہر تھا، منبر پر جا کر قتل عثمان میں شریک نہ ہونے والے انصار رسول کو مخاطب کیا اور لوگوں کو بیعت معاویہ کی دعوت دی بعض لوگوں نے بیعت کر لی پھر منبر سے نیچ آ کر بہت سے گھروں میں آگ لگادی جن میں زرارہ کا گھر سرفہرست ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری دستیاب نہ ہوئے تو کہا: اے منی سلمہ! جابر ابن عبد اللہ کہاں ہیں؟ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے اماں میں نہ رہو گے۔ جابر امام سلمہ کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ امام سلمہ نے ان کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا: جب تک بیعت نہ کرے اماں نہ دو، پھر جابر سے کہا: جابر بیعت کرلو، دونوں نے جا کر بیعت کی۔

وہب بن کیسان کے طریق سے منقول ہے کہ میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا: میں بسر کے خوف سے فرار ہوا، اس نے میرے قبیلہ سے کہا قاتم لوگ جب تک جابر کو میرے حوالے نہ کرو گے اماں میں نہ

رہو گے۔ وہ سب میرے پاس آ کر کہنے لگے: آپ کو خدا کی قسم ہے بیعت کر لجھتے تاکہ آپ کے ہمراہ ہم بھی محفوظ رہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے قبیلہ کا خون نہ بھایا جائے، اگر یہ کام نہیں کریں گے تو ہم سب مارے جائیں گے اور ہمارے الٰہی بیت اسیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک رات کی مہلت مانگی، جب دن نمودار ہوا تو امام سلمہ کے گھر میں داخل ہو کر ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بیٹھے! جاؤ بیعت کرو اور اپنے ساتھ ساتھ اپنے قبیلہ والوں کی حفاظت کرو میں نے تمہارے سمجھنے کو بھی پہنچ دیا تھا، میں جانتی ہوں کہ یہ بیعت ضلالت دگر ای ہے۔

ابراہیم کا بیان ہے: بسر کچھ دنوں تک مدینہ میں قیم رہا، قیام کے دوران لوگوں سے کہا: میں نے تمہیں معاف کیا جالانکہ تم معافی کے لائق نہیں تھے، جن لوگوں کا امام ان کے سامنے قتل کیا جائے، انہیں معاف کر دینا اور ان کے سردار سے عذاب کو اٹھایا ممکن نہیں تھا، اگرچہ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ آخرت میں خداوند عالم کی رحمت نصیب نہ ہوگی۔ میں نے ابو ہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اس کی مخالفت سے پر ہیز کرنا، پھر وہاں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ولید بن ہشام روایت کرتا ہے: بسر مدینہ پہنچا اور نبیر رسول پر جا کر کہنے لگا: اے مدینہ والو! تم نے ایک حاکم کا مقابلہ کیا اور عثمان کو خاک دخون میں آفستہ کیا، خدا کی قسم! جس کا ہاتھ خون عثمان سے رکھیا ہے وہ اسی مسجد میں قتل کیا جائے گا، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: مسجد کے دروازوں پر نظر رکھو، یہ دیکھ کر عبد اللہ بن زبیر اور ابو قیس نے انٹھ کر خواہش کی کہ لوگوں کو معاف کر دے۔ اس کے بعد بسر مکہ روانہ ہوا اور مکہ کے نزدیک حضرت علیؑ کی طرف سے مکہ کے حاکم، "کشم بن عباس" سے جنگ کی اور بالآخر مکہ میں داخل ہو گیا، مکہ والوں کو خخت و سوت کہا، پھر شیبہ بن عثمان کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے چلا گیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: علی ابن مجاہد نے این احتجاج سے روایت کی ہے کہ الٰہی مکہ بسر کے مظالم من کر بری طرح خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس کے فرزند بھی اپنی ماں حوریہ بنت خالد بن کثانیہ کے ہمراہ خارج ہوئے، ان کے نام سلمان و داؤد تھے، یہ بھی انی زہرا کے ہمراہ تھے، لیکن یہ دونوں بچے میمون بن خضری کے کنوں کے پاس گم ہو گئے۔ یہ میمون عدر بن خضری

کا بھائی تھا، چنانچہ برسنے ان پر حملہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا، ان کی ماں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:
 هامن احسن یا بنی اللذین هما کا الدرتین نشظی عنہا الصدق
 ”ہاں صدق میں موجود موتی کے مانند میرے دو فرزندوں کو کس نے دیکھا ہے؟“۔

ایک روایت کے مطابق ان دونوں بچوں کے نام ”عبد الرحمن و قشم“ تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بھی کنانہ کے پاس تھے، وہیں سے گم ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ برسنے ان دونوں کو میکن میں قتل کیا۔ عبد الملک بن نوبل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ بسر وار د طائف ہوا، وہاں بغیرہ سے گفتگو کی، اس نے کہا: تم نے مجھ کہا اور مجھے بہترین صحیحت کی ہے۔ رات وہیں گزاری اور پھر وہاں سے کوچ کر کے بھی کنانہ آیا، وہیں عبد اللہ بن عباس کے دو بچے اپنی ماں کے ہمراہ موجود تھے، اس نے ان دونوں کو طلب کیا۔ میکن بھی کنانہ کا وہ شخص سامنے آیا جس کے حوالے یہ دونوں بچے کے گئے تھے، اس کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی۔ برسنے اس سے کہا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، ہم تجھے مارنا نہیں چاہتے، خود ہی موت کے منہ میں کیوں جانا چاہتا ہے؟ اس نے کہا: مجھے میرے پڑو سیوں کے سامنے قتل کر دو تو اکھد اور لوگوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں۔ پھر اپنی تکوار سے بسر اور اس کے ساتھیوں پر یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

آلیت لا یمنع حافات الدار ولا یموت مصلتا دون الجار

الافتی اروع غیر غدار

”میں نے قسم کھائی ہے کہ اس گھر کی ضرورتوں کو پورا کروں گا جو اپنے پڑو سیوں کے ساتھ تکوار اٹھاتا ہے اور دفاع کرتا ہے تو شجاع، خوش بغل اور دلاور ہوتا ہے، غدار نہیں ہوتا“۔
 وہ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا، پھر ان دونوں بچوں کو لا یا گیا اس نے انہیں بیدر دی سے قتل کر دیا، یہ لخراش منظر دیکھ کر بھی کنانہ کی عورتیں باہر آ گئیں اور چلانے لگیں: تم نے مردوں کو قتل کیا، ان بچوں کا قصور کیا تھا، خدا کی قسم ا جامیلت و اسلام میں ایسا ظالم نہیں دیکھا گیا، بخدا جو حاکم شیر خوار بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرے اور قطع ارحام کے لئے حکومت کرے ایسا حاکم مستحق لعنت ہے، وہ ذلیل ہے۔ برسنے کہا:

خدا کی قسم! میں تو تم عورتوں کو بھی تہبیت کر دینا چاہتا تھا۔ وہ عورت چلائی: خدا کی قسم! میری نظر میں یہ کام اس سے بہتر ہے۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ بسر طائف سے نکل کر نجران آیا اور عبد اللہ بن عبد مدان اور ان کے فرزند ماں کو قتل کیا، یہ عبد اللہ، عبید اللہ بن عباس کے داماد تھے۔ پھر لوگوں کو جمع کر کے انہیں اس طرح خطاب کیا: اے یہودیو، اے میونیوں کے بھائیو! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے میری خواہش کے برخلاف عمل کیا ہے تو ایسا کام کروں گا کہ روئے زمین سے تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی، تمہاری کھیتیاں غارت اور تمہارے گھروں میں ہو جائیں گے۔ ایک لبی دھمکی دی، پھر ارجح میں داخل ہوا اور وہاں ابو کرب کو قتل کیا جو خود کو شیعہ کہتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ ان تمام لوگوں کے سردار تھے جو ہمان میں زندگی بسر رہے تھے۔ وہاں سے صناعہ پہنچا، عبید اللہ بن عباس اور عبید بن عمران نے وہ جگہ ترک کر دی، عبید اللہ نے عمر بن ارَاکَ ثقیفی کو اپنا جانشین مقرر کیا، چنانچہ انہوں نے بسر کی راہ میں رکاوٹ بننے ہوئے جنگ کی لیکن مارے گئے۔ بسر نے صناعہ میں داخل ہو کر بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

ابراہیم نقل کرتے ہیں: یہ اشعار عبد بن ارَاکَ ثقیفی کے ہیں، مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عمر کی موت پر کہے تھے:

لعمري لقد ادرى ابن ارطاط بصنائع كالليلت الهزير ابى الاجر

تعزفان كان البكارد هالكا على احد فاجهد بكاك على عمرو

ولاتبك ميتا بعد ميت احبة على و عباس و آل ابى بكر

”میری جان کی قسم! ارطاط کے جننے نے ایسے پہلوان اور شجاع کو مارا ہے جو نامور ہو شیار اور نیک بخت تھا، اگر گریہ وزاری کسی مقتول کی واپسی کا سبب ہوتی تو تمہیں چاہئے کہ عمر کے لئے گریہ کرو، لیکن پیروان علی، عباس اور آل ابی بکر کی موت کے بعد کسی اور پر آنسو نہ بہاؤ۔“

ان کا بیان ہے: اس کے بعد برصغیر کی جانب روانہ ہوا اور حسان کے شیعوں کے ساتھ جنگ کی انہیں بری طرح ٹکست دی، پھر وہاں سے صناعہ پہنچا، آیا اور وہاں سو بوڑھوں کو مظلومانہ قتل کیا کیونکہ

عبداللہ بن عباس کے دو فوں فرزند، ابیاء فارس سے تعلق رکھنے والی بنت بزرج نامی عورت کے گھر میں پناہ گزیں تھے، اسی لئے اس نے تین سو آدمیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو آگ میں جھوک دیا۔ یزید بن مفرغ نے اس خونپکاں و استان سے متعلق پہلا شعراً کہے ہیں، جس کا ایک شعر ہے:

تعلق من اسماء متأقد تعلقاً و مثل الذي لاقي من الشوق ارقا
”ایسے ایسے لوگوں کو قتل کیا اور قید کیا کہ جن کے لئے رات سے دن تک شب بیداری کرنی چاہئے۔“

وہ کہتے ہیں: حضرت علیؑ نے بزرکے بارے میں اس طرح بدعا فرمائی:

”خدا یا! بزر نے اپنا دین دنیا کے بد لے شج دیا، وہ تیرے حرم کی توہین کرتے ہوئے تیری مخلوقات کی جاتی پر کمرستہ ہو چکا ہے، خدا یا! جن نعمتوں کو عطا فرمایا ہے اس سے چھین لے، اس سے اس کی عقل سلب کرنے کے بعد صوت دے اور اپنی رحمت سے دور کر، خدا یا! بزر، عمر اور معاویہ پر لعنت کر، اپنی خشونت ان کے شامل حال کر اور ان پر اپنا عذاب نازل فرماء، ایسی سزادے جو مجرموں سے مخصوص ہے۔“

اس بعد اس کی عقل تھوڑے ہی دنوں بعد جاتی رہی، اپنی تکوار سے کو اس کیا کرتا تھا، وہ کہتا تھا: مجھے تکوار دوتا کر قتل و غارت گری کروں، ہمیشہ یہی حالت رہی، لوگوں نے لکھوی کی تکوار بنا کر ایک تکیہ اس کے سامنے رکھ دیا، وہ اپنی تکوار سے اس تکیہ پر اس قدر ضریب لگاتا تھا کہ ہوش دھواس سے بیگانہ ہو جاتا تھا، پھر اسی حالت میں داخل جہنم ہو گیا۔ (۱)

شرح ابن الہیم (۲) میں ہے: ابو الحسن علی ابی محمد بن ابی سیف، ابو تراب اور ان کے اہل بیت کی فضیلت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد خطباء ہر جگہ منبر پر جا کر حضرت علیؑ پر لعنت کرتے، معاویہ کو ہر تہمت سے منزہ تھاتے اور تمام گناہوں اور مظالم کو علیؑ واللہ بیت سے منسوب کرتے تھے۔ مرکز تشقیق

۱۔ شرح ابن الہیم ج ۱ ص ۱۲۱۔ ۱۲۲ (ج ۲ ص ۷۔ ۸۔ ۱۰۵ بخطہ)

۲۔ شرح ابن الہیم ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۳۔ ۳۴ بخطہ)

کوفہ والوں نے زیادہ مصائب و متابعہ کا سامنا کیا۔ معاویہ نے بصرہ اور کوفہ میں زیاد بن سیہ کو مامور کیا، وہ شیعوں کو تلاش کرتا، حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود افراد کی شناخت کر کے انہیں گرفتار کر لیتا تھا، شیعوں کو جہاں پاتا بے دریغ قتل کر دیتا تھا، انہیں بڑی طرح ذرا تا دھکانا، ان کے دست و پا کاٹ کر آنکھیں پھوڑ دیتا اور دار پر لکھا دیتا تھا۔ معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا کہ شیعوں اور خاندان علیؑ کو پناہ نہ دو یہ بھی لکھا کہ عثمان کے طرفداروں کو اہمیت دو، ان کی محلوں میں شرکت کرو، ان میں سے ہر ایک کاتام اور اس کی پوری تفصیل لکھ بجھو، انہوں نے اس ذمہ داری کو انجام دیا۔ چنانچہ اکثر افراد عثمان کے مناقب و فضائل کو بیان کرنے کے لئے آگے آئے، معاویہ نے بھی ان پر تحفہ و تھائے کی بارش کر دی۔ غیر معروف اور مردود حکام کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مناقب عثمان کے سلسلے میں قلم فرسائی اور تبلیغ کریں، جو ایسا کرتا فوراً ہی مقریبین کی فہرست میں شامل ہو جاتا، اس کی شفاعت کی جاتی اور اس طرح وہ اپنی جگہ پر مشتمل ہو جاتا۔

پھر معاویہ نے اپنے حکام کو لکھا: عثمان کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں بیان کی گئیں اور مختلف شہروں اور علاقوں میں منتشر ہو چکی ہیں لہذا جیسے ہی یہ خط پہنچے لوگوں کو دوسرے خلفاء اور اصحاب کے مناقب سے آشنا کرو، مناقب علیؑ کے سلسلے میں منقول کسی بھی روایت کو ترک نہ کرو بلکہ اسی کی نقیض جعل کروتا کہ اس کا جھوٹا اور جعلی ہونا ثابت ہو سکے۔ یہ کام مجھے بہت پسند ہے، میری آنکھ روشن ہوگی اگر میں یہ دیکھوں گا کہ علیؑ کے طرفداروں کے دلائل باطل ہو رہے ہیں اور عثمان کے فضائل و مناقب کی تقویت ہو رہی ہے۔

اسی مضمون پر مشتمل ایک دوسرا حکم نامہ اپنے حکام کو صادر کیا: جو بھی علیؑ اور ان کے اہل بیت کی دوستی و محبت پر دلیل قائم کرے اسے حکومتی کام سے اخراج کر کے اس کے حقوق کو منقطع کر دو۔

اسی کے ساتھ ایک دوسرا حکم نامہ بھی ارسال کیا: جس شخص پر علیؑ کی دوستی کا اثر امام عائد ہوا سے بخخت ترین اذیت سے دوچار کرو اور اس کی گردان مار کر اس کے گھر کو دیران کر دو۔ اس طرح عراق بالخصوص کوذ کو مصائب و مظالم نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

زیاد نے سرہ بن جنبد کو بصرہ میں اپنا جائشیں مقرر کیا، معاویہ نے اسے کوفہ و بصرہ کا حاکم بنایا تھا زیاد چھ میٹنے کو فی میں رہا۔ سرہ بھی ان افراد میں سے تھا جنہوں نے معاویہ کے حکم کے مطابق لوگوں کے قتل عام اور غارت گری میں افراط سے کام لیا تھا۔ طبری نے محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ میں نے انس بن سرین سے پوچھا: کیا سرہ کسی کے قتل کا مرتب ہوا ہے؟ کہا: کیا سرہ کے مقتولین کا احصاء کیا جاسکتا ہے؟ جب زیاد نے اسے بصرہ میں اپنا جائشیں مقرر کیا اور کوفہ سے واپس آیا تو سرہ آٹھ ہزار افراد کو قتل کر چکا تھا۔ معاویہ نے اس سے پوچھا: کیا بے گناہوں کو قتل کرنے سے خوف زدہ ہو؟ ایسے افراد کو قتل کرنے میں کسی بات کی پرواہ نہیں۔ ابوالسود امروی نقش کرتے ہیں: اس نے ایک صبح میرے قبلہ کے سینا لیں (۷۲) افراد کو قتل کیا اور یہ سب قرآن کی جمع و ترتیب میں شامل تھے۔

انپی سند سے عوف سے روایت کی ہے کہ سرہ مدینہ سے آیا، جیسے ہی اسد کے گھروں کے پاس پہنچا، اس کا ایک مرد شجاع اس کے سامنے آیا، کچھ لوگوں نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا، جب وہ اپنے خون میں غلطان تھا سرہ اس کے سر پر پہنچا، پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: اپنے قبیلے کا سردار ہے۔ کہا: اے لوگو! ہم جب اپنے مرکب پر سوار ہوں تو ہمارے نیزوں کی فوک سے ڈرو۔ (۱)

معاویہ نے بیت المال سے چار لاکھ درہم سرہ بن جنبد کو اس لئے دیا تاکہ اہل شام کے درمیان تقریر کرے اور کہ کہ آئی مبارکہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُغْنِيْكَ فَوْلَهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشَهِّدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَّا يُحِبُّ الْفَسَادَ ” (۱) انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں بھلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ بنتاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں اور جب آپ کے پاس سے من پھیرتے ہیں تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کھیتیوں اور نسلوں کو برپا کرتے ہیں جب کہ خدا فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (۲) حضرت علی ابن ابی

طالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آئیہ مبارکہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ أَبْتَغَا مَرْزِقًا إِلَهُ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾ اور لوگوں میں دہمی ہیں جو اپنے نفس کو مرمنی پر دردگار کے لئے نفع ذاتی ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا امیر ہاں ہے۔ (۱) ابن حبیم مرادی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

طبری نے عمر بن شہبہ کے طریق سے نقل کیا ہے: زیاد کے ہلاک ہونے کے بعد سرہ نے آٹھ مینے بصرہ پر حکومت کی۔ عمر کا بیان ہے کہ جعفر پڑھی نے مجھ سے کہا: معاویہ نے زیاد کے بعد سرہ کو چھ مینے بصرہ میں برقرار رکھا اور اسے مزول کر دیا۔ سرہ نے کہا: خدا معاویہ پر لعنت کرے، خدا کی قسم امیں نے معاویہ کی حقیقی اطاعت کی ہے اگر خدا کی کرتا تو وہ مجھے عذاب نہ کرتا۔ سلیمان بن سلم بن عجمی کے طریق سے مردی ہے کہ اس نے کہا: میرے والد نے مجھ سے کہا: میں مسجد میں داخل ہوا، ایک شخص سرہ کے پاس آیا، پہلے اس نے اپنے مالیات کی زکوٰۃ ادا کی پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھی جب باہر آیا تو اتنی بے دردی سے اس کا سر قلم کیا کہ اس سر مسجد کے ایک طرف اور بدن دوسری طرف گراہ ادھ سے گذرنے والے ابو بکر نے کہا: خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿فَلَمَّا فَلَحَ مِنْ تَزْكِيَةِ جَنَاحَاتِ زَبَانٍ سَلَّمَ لَهُ كَرْنَاجَزْ بُنْجَمْيَهُ وَنَجَاتْ بُنْجَيَا﴾۔ (۳) جس نے زکوٰۃ دی اور خدا کا نام اپنی زبان سے لے کر نماز پڑھی وہ نجات پا گیا۔ (۴) میرے والد کا بیان ہے: میں اس بات کا گواہ ہوں کہ سرہ اپنی موت سے قبل شدید دردی میں گرفتار ہوا اور بدترین حالت پر واصل جہنم ہو گیا۔ نیز گواہی دیتا ہوں کہ اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا، وہ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھتا: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا نے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، میں قبیلہ حدویہ (۵) سے پیزار ہوں۔ اس بعد سرہ سامنے آ کر اس کی گروپ مار دیا کرتا تھا۔ پھر وہ میں پھیس دنوں کے بعد واصل جہنم ہو گیا۔ (۶)

۱۔ تقریب ۷۰۷ء۔ ۲۔ شرح بن الجیع ج ۳ ص ۶۱ (ج ۳ ص ۷۳۷ خطبہ ۵۶)

۳۔ الاعلیٰ ر ۱۲۳

۴۔ خروج یہ خوارج کا ایک گروہ ہے، جو کوفہ کے نزدیک "خروداء" نامی جگہ سے منسوب ہے۔

۵۔ تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۱۶۳ (ج ۵ ص ۲۹۱ حادث ۵۵۲)

زیاد بن سمیہ ان حکام میں سے ہے جنہوں نے آل اللہ کے پیروکاروں اور چاہنے والوں پر ظلم و تم کو اپنا شعار بنایا تھا، زیاد بن مظاہم اور ہولناک جناتیوں کا مرتکب ہوا، وہ صفتِ تاریخ میں محفوظ ہیں، ان کے تکرار کی چند اس ضرورت نہیں، ایسے مظالم اس جیسے انسان سے بعید نہیں ہیں، یہ تباہ کار اور خائن سمیہ کا پورا دہ تھا، کوزے سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ کائنتوں سے انگور کی امید قطعی احتمال ہے۔

بے شک رسول خدا نے دعظیم فرزند اور ان کے والدین کے متعلق لکھی اچھی بات بیان فرمائی ہے کہ سعادتمند اور پاک نسب افراد ہی ان سے محبت کریں گے اور پست نسب افراد ہی ان سے دشمنی کریں گے۔ گذشتہ افراد اپنی اولاد کو حضرت علیؑ کی محبت و دوستی کے ذریعہ آزماتے تھے، اگر کوئی ان سے محبت نہیں کرتا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ ترقی نہیں کر سکتا۔ لہذا اس نظرے حرام، ذمیں انسان پر تجھب نہیں کہ اس نے امام حسنؑ کو تو ہیں آمیز خط لکھ کر ایک شیعہ علیؑ کی شفاعت کو مسترد کر دیا۔

ابن عساکر لکھتے ہیں: جبیب ابن عبد شمس کا غلام سعد بن سرح حضرت علیؑ کا چاہنے والا تھا، جب زیاد کو فہرآیا تو اس نے سعد کو دھمکایا اور اپنے پاس بلایا لیکن وہ امام حسن بن علیؑ کے یہاں پناہ گزیں ہو گئے، زیاد نے ان کے بھائی بچوں اور بیوی کو مورد عتاب قرار دیتے ہوئے زندان میں ڈال دیا اور ان کا تمام مال و متاع ضبط کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر امام حسنؑ نے زیاد کو لکھا:

”حسن ابن علیؑ کی جانب سے زیاد کو، تو ایک ایسے مسلمان کو پریشان اور جتنا یے مصائب کر رہا ہے جس کا خیر و شر مسلمانوں کے خیر و شر سے جدا نہیں ہے، تو نے اس کا گھر ویران کیا، مال و متاع چھین لیا اور افراد خاندان کو زندان میں ڈال دیا ہے، لہذا یہ خط پچھتے ہی اس کا گھر آپا دکرا اور تمام مال و متاع اور افراد خاندان کو واپس بیچ دے اس لئے کہ میں نے اسے پناہ دی ہے اور میں اس کی شفاعت کر رہا ہوں۔“

زیاد نے جواب میں لکھا:

زیاد بن سفیان کی طرف سے حسن بن فاطمہ کو۔ اما بعد! تمہارا وہ خط جس میں تم نے اپنی برتری

جاتی ہے اور چند تقاضے کئے ہیں، موصول ہوا۔ میں بادشاہ ہوں اور تم ایک عام انسان، تم نے ایک ایسے فاسق کی سفارش کی ہے کہ ذلت و پستی کی وجہ سے قابل ذکر نہیں، ازیں بدتر کوہ تھمیں اور تمہارے باپ کو دوست رکھتا ہے، میں جانتا ہوں کہ تم نے اسے برے ارادے سے اپنے یہاں پناہ دی ہے، خدا کی قسم اسے پناہ نہ دو، اگر وہ تمہارے گوشت پوشت کا حصہ بھی بن جائے پھر بھی وہ تمہارا دوست نہیں، میری نظر میں پسندیدہ اور لذیز گوشت وہ ہے جو تمہارے گوشت سے متصل و مریبوط ہو، اس شخص کو اس کے جرم کی وجہ سے ایسے شخص کے حوالے کر دو جو تم سے بہتر ہے، اگر اس کے گناہوں سے صرف نظر بھی کروں پھر بھی تمہاری شفاعةت کو قبول نہیں کیا ہے اور اگر اسے مارڈالوں تو سمجھ لو کہ تمہارے باپ کی محنت میں قتل کیا ہے والسلام۔“ (۱)

زیاد لوگوں کو اپنے محل میں جمع کر کے حضرت علیؑ پر لعنت کی تشویق کرتا تھا۔ یہی کی عبارت کے مطابق: لوگوں کو حضرت علیؑ سے کنارہ کشی کے لئے لانچ دیتا تھا، لوگوں سے مسجد بھر جاتا تھا۔ جو لوگ شرکت سے پرہیز کرتے تھے انہیں تمہرے تیغ کر دیتا تھا۔

ابن جوزی کی مختصر تاریخ میں ہے: زیاد نے کوفہ میں آکر منبر سے اہل کوفہ کو اپنے پاس جمع کیا اور اسی وقت اسی (۸۰) افراد کے ہاتھ قلم کر دیئے۔ اس نے ان کے گھروں کو ویران اور ان کے خرما کے درختوں کو آگ لگانے کا ارادہ کیا، چنانچہ جب پوری مسجد بھر گئی تو اپنے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ سب حضرت علیؑ سے برآت کریں، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ لوگ ایسا ہرگز نہیں کریں گے، اس نے اسی عزم بالجسم کو ان کے قتل و غارت کا وسیلہ قرار دیا۔ عبدالرحمن بن سائب نقل کرتے ہیں کہ میں بھی گروہ النصار کے ہمراہ مسجد میں حاضر کیا گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں، اچانک میں نے ایک سفیدی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا، سوال کیا: تو کون ہے؟ کہا: میں صاحب قدرت کا فرستادہ ہوں مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں اس قصر کے مالک کو گرفتار کروں۔ خوف و دهشت سے میری

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۱۸ (ج ۱۹ ص ۱۹۸ نومبر ۲۳۰ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۸۶)، شرح بن الی الحمدی ج ۲ ص ۷۷ (ج ۱۷ ص ۱۸۱ نومبر ۲۳۱ھ ص ۲۱۸)۔

آنکھ کھل گئی، تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ سب واپس چلے جائیں امیر کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔

عبداللہ بن سائب کہتا ہے:

ما كان متھيا عمن اراد بنا
حتى تاتي له النفاد ذو الرقبه
لما تناول ظلمما صاحب الرحبه
فاسقط الشق منه ضربة ثببت
”ابھی ہم پر کئے گئے ظلم و جنایت کا خاتمہ بھی نہیں ہوا تھا کہ سب سے بڑی قدرت اس کے سر پر بھی
گئی، چنانچہ جس نے صاحب رحیم (حضرت علی) کی ہنگ حرمت کی تھی، وہ اچاک ایک ہی ضرب سے
تابھی گھاث لگ گیا۔ (۱)

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

میرے ساتھ آئیے تا کہ ان سیاہ اور اق کو جو ہر طرح کی مظلومات و گمراہی اور فسادات و مہلکات سے پر ہیں، پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا درخشاں شریعت، انسانی ناموس اور عدل والنصاف کے ترازوں میں ان مظالم کا جواز پایا جاتا ہے؟ ہند کے اس ذمیل بیٹے نے جن مظالم کا دہانہ کھولا ہے کیا تاریخ کا کوئی بھی ظالم ان کا مرتب ہوا ہے؟ آپ ایسی مثال بیش کرنے سے قاصر ہیں گے، ایسے مظالم نہ صرف دین خیف لکھ کر فرد سے سنتے میں نہیں آئے بلکہ تصوری بہت رتن انسان سے بہرہ مندا انسان بھی ایسے مظالم سے پناہ مانگتا ہے اور ان کے ارتکاب کو نکل و عار محسوب کرتا ہے۔ ان مظالم کے بعد بھی کیا معادیہ اس آئی کریمہ کا مصدق ہو سکتا ہے؟

وَمُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحْمَاءٌ بِنِتْهَمْ تَرَاهُمْ رُكْعَا
سُجَّدًا يَتَّقُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا بِمِمَّا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَنْوَارٍ يَهُمْ ”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں، تم انہیں

۱- مروج الذہب ج ۲ ص ۶۹ (ج ۳۲ ص ۳۶-۳۷)؛ المحسن والساڑی ج ۱ ص ۳۹ (ص ۵۲-۵۵)؛ مسحوری اور بیتلنے نے تکمیلے ہے
کہ صاحب رحیم سے مراد ”علی بن ابی طالب“ ہیں۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۸۱ تا ۱۸۴ ص ۳۷-۳۸ (ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۳)

ویکھو گے کہ بارگاہ احادیث میں سرمخ کئے ہوئے سجدہ ریز ہیں۔ اور اپنے پروردگار سے فیض و کرم اور اس کی خشنودی کے طلبگار ہیں۔ کثرت حجود کی بنا پر ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ (۱) کیا آپ ہند کے بنے کو مونین کے اس گروہ سے خارج نہیں سمجھتے؟ بے شک وہ نہ رسول خدا کے ہمراہ تھا اور نہ عی اُن کے اہل بیت اور چاہنے والوں سے محبت کا قائل تھا، بلکہ وہ ان افراد میں سے تھا جنہوں نے ان سے دشمنی کی، انہیں قتل کیا اور ان پر سب و شتم کرتے ہوئے ان کی ہٹک حرمت کی۔ یہ حدود اسلام سے خارج ہے۔ معاویہ نے صرف امت چیخبر کے برآبردہ افراد ہی پر ظلم نہیں ڈھایا بلکہ سجدہ گزار، عابد شب زندہ دار اور خشنودی خدا کے حقیقی عاشق بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے، ایسے مقام پر صرف انصاف ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

جنہیں نے مثان کے قاتل طاق نیاں کی زینت بن جاتے ہیں اور تمام تر گناہ حضرت علیٰ ولایت سے منسوب کر دیا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی ولایت کو ان کی اور رسول خدا کی دوستی سے متصل رکھا ہے، ان کی محبت کو خدا اور رسول گی محبت کے ہم پلہ قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت و مودت کو ان لوگوں کے لئے اجر رسالت کا عنوان رکھتی ہے جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔

معاویہ اور اس کے زرخیز و چمچے حضرت علیٰ اور ان کے شیعوں کے علاوہ کسی اور سے دشمنی کے قائل نہیں تھے، انہوں نے ایسے گھناؤ نے اعمال و افعال انجام دیے جنہیں صرف وہی انجام دے سکتا ہے جو دین سے مخالف ہوا اور خدا کا دشمن ہو۔ معاویہ نے حکومت کی باگ ڈور، مردو دو مطرود "مروان"، قبلہ ٹھیف کا بدر تین انسان "مخیرہ بن شعبہ" اور قریش کے دوسرے فاسق و فاجر جوانوں کے حوالے کر دی تھی، نیز بزر بن ارطاط، مروان بن حکم، سفیان بن عوف، نعمان بن بشیر، محاک بن قیس، سرہ بن جذب جیسے پست افراد شامل ہیں۔

وہ ان ذیل انسانوں کو خدا کے بندوں پر مسلط کرتا تھا حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح پہچانتا تھا لیکن پھر بھی رسول خدا کی حدیث پر کوئی توجہ نہیں دیتا تھا کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی مسلمان کی حاکیت قبول

کرے اور کسی انسان کو کسی کام پر مأمور کرے اور وہ جانتا ہو کہ بندگان خدا میں ایسے افراد بھی ہیں جو کتاب خدا و سنت رسول^ﷺ سے اس سے زیادہ واقف ہیں تو اس نے خدا اور رسول^ﷺ اور مومنین سے خیانت کی ہے۔ (۱)

یہ سب گھاؤنے ان غال انجام دیتے اور معاویہ کے حکم سے مختلف قسم کے گناہوں میں ملوث رہتے تھے لیکن اس کے کان پر جوں تک نہیں رسیغتی تھی، اس کی نظر میں دینا نے ان باموں کی ممانعت نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس نے بکہ مکرمہ جیسے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، جسے خداوند عالم نے اس میں مقیم تمام افراد حتیٰ کافروں کے لئے امن کی جگہ قرار دی ہے، اس میں انسان و حیوانات، پرندے اور بنا تات سب کو محترم شمار کرتے ہوئے ان پر دست درازی کو حرام قرار دیا ہے۔

یہ ہی شہر ہے کہ جب رسول خدا نے اسے فتح کیا تو خداوند عالم نے کفر والوں کا پر چم دار "ابوسفیان"^{رض} اور دوسرے افراد کو بھی ایمان دیا اور دوسرے ایام میں بھی اس کی عظمت و بزرگی کی رعایت فرمائی۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ شہر ہے کہ خداوند عالم نے خلقت زمین و آسمان کے وقت ہی سے اسے محترم قرار دیا، روز قیامت تک یہ شہر حیرم الہی میں داخل ہے، مجھ سے قبل کسی پر یہاں قتل و غارت حلال نہیں تھی، بیرونے لئے بھی صرف چند گھنٹے حلال تھا، خدا کے حکم سے قیامت تک کے لئے یہ حرام ہے، اس کا ایک کان بھی نہیں کاشنا چاہئے، اس شہر میں شکار حرام ہے، زمین پر پڑی ہوئی ہر چیز کو چند مقامات کے علاوہ اس کے مالک تک پہنچانا ضروری ہے۔ (۲)

رسول خدا نے فرمایا: "شہر مکہ کو خدا نے محترم قرار دیا ہے، لوگوں نے نہیں۔ جو شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اسے یہاں خوزر پزی کا حق حاصل نہیں، اگر کوئی خدا سے جنگ کی اجازت مانگے تو کہہ دو کہ رسول^ﷺ سے جنگ نہیں کر سکتا، خدا نے صرف رسول^ﷺ کو اجازت نہ رحمت فرمائی ہے، مجھے بھی صرف ایک

۱۔ مجمع ازاد اندیج ۵ ص ۱۱۱

۲۔ مجمع بخاری، باب لا يكمل النعال بملأه ح ۳ ص ۱۷۸ (ح ۲۲۷ ح ۲۵۱)؛ مجمع سلم ح ۳ ص ۱۰۹ (ح ۳ ص ۱۶۰ ح ۲۲۵) کتاب الحج

گھنٹہ اجازت دی گئی ہے، مکہ کا احترام کل کی طرح برقرار ہے جو حاضر ہے وہ اس حکم کو غائبین تک پہنچادے۔ (۱)

ہند کے جنے نے حکم دیا تو لوگوں نے مدینہ رسول کا محاصرہ کیا گیا، وہاں کے لوگوں کو بڑی طرح ڈرایا، دھمکایا گیا اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں، معاویہ نے حکم دیا تو اس کے چھوٹے نے گھوم گھوم کر حضرت علیؓ کے شیعوں کو گرفتار کیا، حالانکہ اسلام میں مدینہ منورہ کا احترام پوری طرح آشکار ہے، رسول خداؐ نے مختلف رواۃتوں میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

” مدینہ ایک حرم ہے جو بھی بر اکام کرے یا کسی کناہ گار کو اس میں پناہ دے تو خدا اور رسول اور فرشتے و مونین اس پر لعنت کرتے ہیں، ایسے شخص کی توبہ قابل قبول نہیں، مسلمانوں کے حقوق مساوی ہیں، اگر کوئی مسلمان پیان شکنی کرے تو خدا، فرشتوں اور تمام مسلمانوں کی اس پر لعنت ہو، ایسے شخص کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔“ (۲)

”کوئی شخص اہل مدینہ پر مکروہ فریب اور سازش نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اس طرح نابود ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں۔“ (۳)

”جو شخص اہل مدینہ پر ضرر رسانی کا ارادہ کرے خداوند عالم سے پانی میں نہک کی مانند ختم کر دیتا ہے۔“ (۲)

”خدایا! ابراہیم نے مکہ کو محترم قرار دیا ہے میں نے بھی مدینہ کو حرمت مکہ و منی کی طرح محترم قرار دیا ہے۔ خبردار! یہاں خوریزی و جنگ کے لئے الٹھا اندوڑی نہ کی جائے، یہاں کے درخت کا شنے کا حق

۱۴- سعی بخاری باب لامعه شجر الحرم ج ۳ ص ۷۲ (ج ۲ ص ۶۵ ح ۳۵۱)

(ج ۲۵۰) مسند احریج اصل ۸۱۵، ۱۵۱، ۱۳۶: ج ۲۵۰ (ج اصل ۱۳۱، ح ۲۶۱؛ مس ۲۰۳، ح ۱۰۳؛ مس ۲۲۲، ح ۲۰۰؛ ح ۲۳۳)

۲۰۱۴ ج/۹۵۱۵)؛ شنیلچ ۵۵ ج/۹۶؛ شن ابوداود ج/۱۸ (ج ۲۱۶ ح/۲۰۳۳).

۲-سچ بخاری ج ۳ ص ۱۸۱ (ج ۲۲۲ ح ۲۷۸)

۸- مجمع مسلم ج ۲ ص ۱۱۳ (ج ۳ ص ۱۶۶) ح ۳۶۰ کتاب الحج

حاصل نہیں گریے کہ کوئی ضروری کام لاحق ہو۔ (۱)

اُنحضرت نے فرمایا: ”جو بھی اس شہر (مدینہ) کے بارے میں بر ارادہ کرے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کی طرح نابود کر دیتا ہے۔“ سحد کے الفاظ ہیں: جو مدینہ والوں کے بارے میں بر اخیال رکھے تو خداوند عالم اسے پانی میں نمک کے طرح نابود کر دیتا ہے۔ (۲)

” مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا ایک درخت بھی نہ کانا جائے اور نہ ہی کوئی گھنا و نا فعل (زنا) انجام دیا جائے، جو مدینہ میں ایسے اعمال کا مرتكب ہو، خداوند، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔“ (۳)

” مدینہ کے بارے میں بر ارادہ رکھنے والے ہر ظالم، سلکر کو خداوند عالم نابود کر دیتا ہے اسی طرح ہیے نمک پانی میں ختم ہو جاتا ہے۔“ دوسری عبارت ہے: ”جو بھی اہل مدینہ کے لئے بر ارادہ رکھے۔“ (۴)

” خدا یا! تو اسے ڈرا جاں میں مدینہ کوڑ رائے اور ان پر قلم و تم روار کئے، ایسے شخص پر خدا، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کی توبہ قابل قبول نہیں۔“ (۵)

”جو اہل مدینہ کوڑ راتا ہے، روز قیامت خدا اسے دھمکائے گا، اس کے اعمال اور توبہ قابل قبول نہیں۔“ (۶)

”جو اہل مدینہ کو اپنے قلم کے ذریعہ خوف زدہ کرے خدا اس پر لعنت بھیجتا ہے۔“ (۷) ابن نجاشی کی

۱۔ صحیح مسلم ج ۲۲ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۱۷۱ ح ۲۷۵ کتاب الحج)؛ سنی ابو داؤد ح اص ۳۱۸ (ح ۲۲۶ ح ۲۰۳۵) روایت کے الفاظ مسلم کے ہیں۔

۲۔ صحیح مسلم ج ۲۲ ص ۱۷۱ (ج ۳ ص ۱۷۲ - ۱۷۷ ح ۲۹۲، ۲۹۳ کتاب الحج)

۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۷ (ج ۲ ص ۱۸۷ ح ۲۶۱)؛ سنی تبلیغ ح ۵ ص ۱۹۷ (ج ۱)

۴۔ وقار الوفاق ح اص ۱۳ (ج اص ۱۳)

۵۔ وقار الوفاق ح اص ۳۱ (ج اص ۲۵)

۶۔ وقار الوفاق ح اص ۱۳؛ ثقہ تقدیر ح ۶۰ ص ۲۰

۷۔ وقار الوفاق ح اص ۳۱ (ج اص ۲۵)؛ سنی ارشن کبری نسائی (ج ۲ ص ۲۸۲ ح ۲۲۶)

عبارت ہے: ”جو اہل مدینہ کو ظلم کی وجہ سے خوف زدہ کرے تو خدا نہ عالم اس کی زندگی میں خوف و حراس بھردیتا ہے اور خدا افرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔“

جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا ہے۔

احمد نے مسند میں جابر بن عبد اللہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ظالم اور فتنہ پر دور حاکم مدینہ میں داخل ہوا، اس وقت جابر کی بیانی زائل ہو چکی تھی۔ جابر سے کہا گیا: کیا اس حاکم سے دور ہو سکتے ہیں؟ وہ باہر آئے، اپنے دو فرزندوں کا سہارا لے کر راستے طے کر رہے تھے۔ ایک پتھر سے ٹھوکر گئی اور ان کا ہیر خون آلو دھو گیا۔ کہا: ایسا شخص نا بود ہو جس نے رسول خدا کو خوف زدہ کیا ہے۔ ایک فرزند دیوبندی نے سوال کیا: والد گرامی! رسول اکرمؐ کو کیسے خوف زدہ کر سکتے ہیں جب کہ ان کی وفات ہو چکی ہے؟ کہا: میں نے رسول خدا سے سنائے کہ آب نے فرمایا: جو الٰہ مدینہ کو خوف زدہ کرے.....۔ (۱)

میرے خیال سے متذکرہ حدیث میں جس حاکم کی نشاندہی کی گئی ہے وہ ”برین ار طاط“ ہے چنانچہ سہودی نے بھی یہ حدیث نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے۔ (۲)

الکبیر میں طبرانی کی نقل کے مطابق رسول خدا نے فرمایا: جو اہل مدینہ کو اذیت دے اس نے خدا کو اذیت پہنچائی ہے، خدا، فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں، اس کی عبادت اور توبہ قابل قبول نہیں۔ (۳)

جی ہاں! جب برمخاویہ کے توسط سے امیر ہوا تو وہ ان تمام مظلوم کا مرکب ہوا، محروم پر دست درازی کی، قتل و غارت گری کی، ہمارتوں کو اسیر کیا، مخصوص بچوں کے سر قلم کئے، گھروں کو تباہ و برپا دکیا، لوگوں پر طعن و نظر اور سب و شتم کے نشتر چلانے، رسول خدا اور ان کے حرم امن کے مجاہدین کے حقوق پامال کئے اور ان کی توہین کی، حرم کے ان مجاہدین کی توہین کی جو حرم خدا کی طرح محترم ہیں۔

۱- مند احمد بن جبل ح ۲۵۲ ص ۳۲۲ ح ۱۴۳۳

٢-وفاء الوفاء واج اص ٣٦ (ج اص ٣٦ باب ٢)

^٢ مجمع الکبیر (ج ٧ ص ٣٢٤ ح ١٦٣١)؛ و فاتح الوفاق، ج ١٣ ص ٣٢ (ج ١٣ ص ٣٦ باب ٢).

حالاً کہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُنُونَ رَسُولُ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ "اور جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے در دنک عذاب ہے۔" (۱)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُنُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَعَنْهُمُ اللَّهُ لِيَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةُ﴾ "یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی لعنت ہے۔" (۲)

وای ہو، دھنکار ہواں شخص پر جو اتنا جسور ہو جائے کہ خدا اور رسول کی دشمنی پر کربستہ ہو جائے اور اس کے دین کے خلاف قیام کرے۔

چنانچہ یزید نے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر قدم رکھا اور گناہوں اور اہل مدینہ پر مظالم کے سلسلے میں اپنے باپ سے بھی چند قدم آگے نکل گیا۔ اس نے اپنے باپ کی وصیت کے پیش نظر مسلم بن عقبہ کو مامور کیا کہ اس مقدس سر زمین پر مظالم کا دہانہ کھول دے۔ (۳)

ابن ابی حییہ نے "جو یہ بنت امام" سے نقل کیا ہے:

بزرگان مدینہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ جب معاویہ کا وقت نزاع آیا تو اس نے یزید کو بلا کر کہا: اگر اہل مدینہ تم سے مخالفت کریں تو مسلم بن عقبہ کو جس کی طرفداری کی میں تقدیق کرتا ہوں، وہاں مقرر کرو دینا۔ جب یزید حاکم ہوا تو عبد اللہ بن حنظله چند افراد کے ساتھ آئے، اس نے ان لوگوں کا بہت احترام کیا لیکن واپسی پر عبد اللہ لوگوں کو یزید کے خلاف درغلانے لگے اور اس کے عیوب کو بیان کرنے لگے، انہوں نے لوگوں کو یزید سے نہ رآزمائی کی دعوت دی، لوگوں نے بھی قبول کر لیا، اس صورت حال کے پیش نظر یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بیٹھ دیا..... اخ"۔ (۴)

۱۔ توبہ ۶۱

۲۔ احزاب ۷۸

۳۔ وقارم الواقف ج ۱ ص ۹۱ (ج ۱۳۰ اباب ۲)

۴۔ بلاذری نے انساب الاشراب ص ۳۳ (ج ۵ ص ۳۳۷) پر ہدی کے حوالے یہ بات نقل کی ہے۔

حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم

معاویہ نے ۷۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا، جس وقت وہ حاکمیت پر دکر رہا تھا، یہ باتیں مغیرہ کے گوش گذاریں: جو شخص اس سے قبل حلم و بردباری کا حامل تھا، آج اس کا وقت آگیا ہے کہ اسے پوری طرح سمجھ لے۔ ملتمس کہتا ہے:

لذی الحلم قبل الیوم ما تقرع العصا . وما علم الانسان الا لعلم
 تمہاری خداداد بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تعلیم کے بغیر غیب سے خدائی لیاقت کے پیش نظر
 آج چند سفارشیں تم سے کر رہا ہوں ایسی سفارشیں جن پر عمل پیرا ہونے سے میری مشیت حکومت کے
 ساتھ ساتھ میرے عمومی امور بھی آسان ہو جائیں گے، میں تمہیں ایسی خصلت کی تاکید کرتا ہوں کہ جس
 کی وجہ سے تم علی پر سب و شتم اور ان کی توہین کرنے سے جسم پوشی نہیں کرو گے اور عثمان پر شفقت و مہربانی
 کرتے ہوئے ان کے لئے طلب مغفرت کرو گے، تم اصحاب علی پر لعنت کرنا، ان کی عیب جوئی کرنا اور
 ان کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دینا، اس کے بر عکس عثمان کے طرفداروں کو تشویق کرنے کے ساتھ ساتھ ان
 کی قربت حاصل کرنا اور ان کی باتوں کو غور سے سننا۔

مغیرہ نے کہا: میں آزمودہ کار ہوں میں نے اچھی طرح سیکھ لیا، آپ سے قبل بھی دوسروں کی
 خدمت کی ہے، عظمت و بلندی یا مند حکومت سے کنارہ کشی مجھ پر اثر انداز نہیں ہوئی، آپ بھی مجھے
 آزمائیں گے اور بالآخر میری ستائش کریں گے یامدست۔
 معاویہ نے کہا: انشاء اللہ ستائش کروں گا۔

چنانچہ مغیرہ نے سات سال چند ماہ کو فیں حکومت کی، اس کی سیرت اور روشن زندگی قابل قدر تھی،
 عافیت و سلامتی کا شیدائی تھا لیکن اس نے حضرت علی پر سب و شتم اور ان کی عیب جوئی بھی ترک نہیں کی،
 عثمان کے قاتلوں پر ہمیشہ لعنت بھیجا، عثمان کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتا اور ان کے اصحاب کی
 تعریف و توصیف کیا کرتا تھا۔

مجرب بن عدی نے اس طرز زندگی کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا: ”بلکہ تم لوگ خدا کی مذمت کر رہے ہو اور اس پر لعنت کے مرٹکب ہو رہے ہو اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے ﴿کو نواقوامین بالقسط شهداء لله﴾ تا بیریں میں گواہی دیتا ہوں کہ جن افراد کی تم مذمت اور عیب جوئی کر رہے ہو، وہ تعریف و توصیف کے مستحق ہیں اور جن کی مدد و سائش کر رہے ہو در حقیقت وہی مذمت کے لائق ہیں۔“

مغیرہ نے جواب میں کہا: اے مجرب! تم پرواے ہو! امیر اور اس کے غم و غصہ سے ڈرو، اس لئے کہ بادشاہ کے غیظ و غصب نے تم جیسے بہتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پھر وہ اس سے جدا ہو کر جسم پوشی اختیار کر لیتا تھا، زندگی اس طرح جاری تھی کہ اپنی حکومت کے آخری ایام میں ایک دن مغیرہ نے کھڑے ہو کر حضرت علیؑ اور عثمانؑ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: خدا! عثمان بن عفان پر حرم کراور ان کے گناہوں سے جسم پوشی کرتے ہوئے انہیں بہترین جزادے اسلئے کہ انہوں نے تیری کتاب پر عمل کیا، تیرے رسولؐ کی سنت کی پیروی کی اور ہم سب کو ایک مرکز پر تحدیکیا، انہوں نے ہمارے خون کی حفاظت کی لیکن خود مظلومانہ قتل ہو گئے، خدا! ان کے خون کی وجہ سے ان کے اصحاب و انصار اور دوستوں پر حرم کر۔ جب حضرت علیؑ پر پہنچا تو ان پر اور ان کے چاہنے والوں کی مذمت کرنے لگا۔

یہ سن کر مجرابی جگ سے اٹھے اور ایسا نفرہ بلند کیا جسے مسجد کے اندر و باہر موجود تمام لوگوں نے سنا۔ مجرنے کہا: تو پیروی کی وجہ سے نہیں جانتا کہ کس کا شیدائی ہے، اے شخص! حکم دے کہ ہمارے حقوق اور مالیات ہمیں واپس کئے جائیں، یہ تیرا حق نہیں ہے تجھ سے قبل حاکم ان کی طبع نہیں کرتا تھا تو امیر المؤمنین کی لعنت کا حریص ہو چکا ہے اور مجرموں کی حمایت کرتا ہے۔

اس وقت دو تھائی سے زیادہ افراد نے کھڑے ہو کر یہیک زبان گہا: خدا کی قسم! مجرمج کہتے ہیں، وہ حق پر ہیں تم حکم صادر کرو کہ ہمارے حقوق و مالیات واپس کئے جائیں ورنہ تھماری باتیں ہم پر چند اثر انداز نہیں ہوں گی۔ لوگوں نے اتنا زیادہ طعن و طنز کئے کہ مغیرہ منبر سے نیچے آکر محل میں داخل ہو گیا۔

اس کے ہوادار اجازت لے کر حاضر ہوئے۔ کہا: آپ اتنی چھوٹ ہی کیوں دیتے ہیں کہ یہ شخص

اپنے خیالات کا برلا اٹھا کرے، جرأتمندانہ آپ کی حکومت کی توہین کرے اور امیر المومنین کو آپ کے خلاف غیظ و غضب سے بھروسے۔ عبد اللہ بن ابی عقیل ثقیل نے سب سے پہلے جمر کے بارے میں سخت لہجہ اختیار کیا۔ مغیرہ اسے کافی اہمیت دیتا تھا۔ اس نے جواب میں کہا: میں نے اسے اس لئے مارا کیونکہ میرے اوپر حکومت کرنے والا حاکم میرے ساتھ بھی ایسے ہی بیش آئے گا، پہلی فرصت میں اپنے دشمن کو کپڑ کر مارے گا، لیکن میری موت نزدیک ہے اور میری حکومت ختم ہونے والی ہے، مجھے پسند نہیں کہ میں اس شہر کے برآورده شخصیتوں کو مارنا شروع کروں۔ دوسرے امان و آسائش میں رہیں اور میں بدجنت ہو جاؤں۔ معاویہ دنیا میں باعزت رہے اور مغیرہ آخرت میں ذلیل دخوار ہو جائے۔

مغیرہ اپنے میں ہلاک ہوا، اس کے بعد زیاد کوفہ و بصرہ کا حاکم ہوا۔ زیاد کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا اور انہا آدمی بھیچ کر جمر کو بلوایا (اس سے قبل دونوں دوست تھے)۔ اس نے جمر سے کہا: میں مغیرہ کے ساتھ تمہاری روشن سے آگاہ ہوں، وہ تمہاری حرکتوں کو پرداشت کر جاتا تھا، لیکن خدا کی قسم! میں اسی روشن کو قطعی برداشت نہیں کروں گا۔ تم جانتے ہو کہ علیؑ کو کتنا دوست رکھتا تھا، خداوند عالم نے اس دوستی و محبت کو میرے دل سے نکال کر اسے کینہ و دشمنی سے بھر دیا۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ معاویہ سے کتنی دشمنی تھی لیکن خدا نے اس دشمنی کو مہر و محبت میں تبدیل کر دیا ہے، میں تمہارا بھائی ہوں میرے پاس آؤ اگر دیکھو کہ میں لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم بھی بیٹھ جاؤ اور اگر دیکھو کہ میں موجود نہیں ہوں تو پیش کر میرا انتظار کرو۔ میں ہر روز تم سے دو باتوں کا مطالبہ کرتا ہوں ایک وقت صبح اور دوسرے وقت شام۔ اگر اس پر قائم رہو گے تو تمہارے دین و دنیا دونوں محفوظار ہیں گے لیکن اگر دوائیں باکیں میں مخفف ہوئے تو تم نے خود کو ہلاک کر لیا ہے، تمہارا خون میرے سامنے بھایا جائے گا، میں ظلم و جنایت سے قبل قصاص نہیں کروں گا اور بغیر دلیل کے کسی سے باز پر سبھی نہیں کروں گا، خدا یا تو گواہ رہتا۔

جرنے کہا: امیر مجھے اپنی خواہش کے برخلاف نہیں پائیں گے۔ وہ مجھے صحیح کریں گے میں ان کی صحیحت کو قبول کروں گا۔ پھر باہر آگئے۔

جب زیاد مسند حکومت پر بر اجحان ہوا تو لوگوں کو بلایا، محن مسجد اور محل کے اطراف میں لوگوں کا جمع

غیرقا، اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی سے بیزاری اور اخراج کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو لوگوں نکل پہنچائے، اس نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، عثمان کے لئے دعائے مغفرت کی، ان کے ساتھیوں پر درود و سلام پہنچا اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی۔ اس کے بعد جو جو کھڑے ہوئے اور جس طرح مغیرہ کے سامنے گفتگو کی تھی اسی انداز میں گفتگو کا آغاز کیا، زیاد چھ مہینے کوفہ اور چھ مہینے بصرہ میں مقام رہا، پھر بصرہ واپس لوٹ آیا، عمر بن حربیث کو کوفہ میں اپنا جانشین بنایا، جب لوگوں نے اسے بتایا کہ جو جو علی کے شیعوں کو جمع کر کے آشکارا معاویہ پر لعنت کرتے ہیں، اس سے اظہار بیزاری کرتے ہیں اور عمر بن حربیث سے مخفف ہو چکے ہیں تو یہ سن کر معاویہ کوفہ آیا اور قصر میں داخل ہوا، تھوڑی دیر کے بعد منبر پر پہنچا۔ اس وقت جو سب سے آگے مسجد میں تشریف فرماتھے، ان کے ساتھیوں نے انہیں اپنے حلقوں میں لے رکھا تھا۔ چنانچہ معاویہ نے ڈرا دھمکا کر خطبہ پڑھنا شروع کیا: اما بعد، بالآخر ظلم و تم اور گمراہی شدت اختیار کرنی جا رہی ہے، لوگوں نے غرور و تکبر کو اپنا شعار بنایا ہے مجھے امین کے طور پر شاخت کیا لیکن خداوند عالم سے جسارت کے مرکب ہوئے، جب نکل میں تمہارا اعلان نہ کروں تم فلاج و بہبودی حاصل نہیں کر سکتے، اگر میں نے جو کو کوفہ سے نکال باہر نہ کیا اور لوگوں کے لئے درس عبرت قرار نہ دیا تو میں نے کچھ بھی نہ کیا، اے جو رات پرتف ہے، ”عشا اپنے بیرونی سے چل کر بھیڑ کے کانوال بنا گیا۔“

پھر سردار لشکر ”شداد بن یحییم ہلالی کو حکم دیا کہ جو کوئی میرے پاس لاو۔ وہ آپا تو جو کے ساتھیوں نے کہا: وہ نہیں جائیں گے، ہم تم سے بیزار ہیں۔ انہوں نے نمائندہ لشکر کی تو چین کی اور لعنت ملامت کی۔ اس کی اطلاع زیاد کو دی گئی، اس نے کہا: کوفہ والوں تم ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دسرے ہاتھ سے امن و آشتی پھیلاتے ہو، تمہارے اجسام میرے اختیار میں ہیں لیکن تم لوگ تو اس پاگل حق کے شیدائی ہو گئے ہو۔ (۱)

تاریخ کامل کی عبارت ہے: اس نے کہا: تمہارے اجسام میرے ساتھ اور تمہارے قلوب احمد جو جو کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم اجھیں ثابت کرنا ہو گا کہ تم لوگ اس سے بیزار ہو رہے ایسے گروہ کو تم پر مسلط

۱۔ تاریخ طبری (ج ۵ ص ۲۵۷ حادثہ) کی عبارت ہے: الحجاجة الاحق المدبوب۔

کروں گا جو تمہارے انحرافات کی اصلاح کرے۔ (۱) لوگوں نے کہا: معاذ اللہ! تم آپ کی اطاعت اور خوشنودی کے علاوہ کسی اور فکر میں نہیں ہیں۔ اس نے کہا: اگر ایسی بات ہے تو انہو اور اپنے قبیلہ میں موجود مجرم کے ساتھیوں کو میرے پاس حاضر کرو۔ بہت سے لوگ مجرم سے مخفف ہو گئے، زیاد نے سردار لشکر سے کہا: جاؤ مجرم کو لاو، اگر نہ آئے تو اس سے اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرو، انہیں تکوار کی نوک پر میرے پاس حاضر کرو۔

لشکر کے سردار نے آکر مجرم کو آواز دی، ان کے ساتھیوں نے اس کی بات مسترد کر دی، یہ دیکھ کر اس نے حملہ کر دیا۔ ابو عمر طکندی نے مجرم سے کہا: میرے علاوہ کوئی صاحب شمشیر نہیں جو آپ کا دفاع کرے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اٹھئے اور اپنے قبیلہ سے ملٹی ہو جائیے تاکہ وہ آپ کی حفاظت کریں۔ وہ اٹھے، اس وقت زیاد فراز نمبر سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، زیاد کے سپاہیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بکر بن عبید نایی شخص نے مجرم کے ایک ساتھی ”عمرو بن حمق“ کے سر پر ایک لکڑی سے ضرب لگائی۔ قبیلہ ازد کے دو افراد انہیں عبید بن مودع ازدی کے گھر لائے، ایک سردار نے عائز بن حملہ نجی کا ہاتھ قلم کر دیا اور ان کے دانت توڑ دئے۔ انہوں نے ایک سردار کی تکوار چھین کر جنگ شروع کر دی اور اس طرح مجرم اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ یہاں تک کہ وہ کندہ کے ایک دروازے سے نکل جا گے۔

مجرم، ابو عمر طکی میں ”دار مجرم“ سے باہر نکل گئے، بہت سے لوگ ان کے پاس آئے لیکن قبیلہ کندہ سے کوئی نہ آیا۔ فراز نمبر پر موجود زیاد نے مذبح و ہداں کو ”جانشہ کندہ“ کی جانب روانہ کیا اور مجرم کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اسی مقصد کے تحت دوسرے لوگوں کو یہن بھیجا، جب وہ آئے تو مذبح و ہداں بھی کندہ میں داخل ہوئے اور جو بھی ہاتھ لگا اسے گرفتار کر لیا، زیاد نے ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کی۔

مجرم نے قلت اصحاب کے پیش نظر جنگ سے دست بردار ہونے کا حکم دیا، کہا: تم لوگ اس کے مقابل ہو جس نے اپنے دشمنوں کو بھی تھاہرے خلاف ور غلار کھا ہے، میں نہیں چاہتا کہ مارے جاؤ۔ وہ

باہر نکلے، مرح اور ہمان نے انہیں دیکھ کر ان سے جنگ کی اور قیس بن یزید کو گرفتار کر لیا اور بقیہ لوگوں کو چھوڑ دیا۔

محر ایک راستے سے قبیلہ نبی حوت میں داخل ہوئے اور سلیم بن یزید نامی ایک شخص کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ طب نا فحش کو اس کی اطلاع ہو گئی، وہ انہیں گرفتار کرنے کے لئے آیا، یہ دیکھ کر سلیم نے تکوار کھینچ لی، اس منظر کو دیکھ کر اس کی بیٹیاں گریہ کرنے لگیں۔ مجرنے کہا: انہیں خوف زدہ کیوں کرتے ہو ؟ سلیم نے کہا: جب تک جسم میں جان ہے، میں انہیں اسیر یا قاتل کرنے کی مہلت نہیں دوں گا۔

محر اس گھر کے خیر راستے سے باہر نکل آئے اور نجح کی جانب روانہ ہو گئے وہاں اشتراخی کے بھائی عبداللہ بن حریث کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، انہوں نے شایان شان استقبال کیا، اسی وقت بتایا گیا کہ ایک سردار نجح میں آپ کو تلاش کر رہا ہے، اس کی عطا یتھی کر ایک سیاہ فام لڑکی سے اس کا سامنا ہو گیا، اس نے پوچھا: کس کی تلاش میں ہو؟ کہا گیا: مجرن عدی۔ لڑکی نے کہا: وہ نجح میں ہیں۔ مجرد وہاں سے نکل کر قبیلہ ازد کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب زیاد اس بھاگ دوڑ سے زچ ہو گیا تو اس نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا: خدا کی قسم اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاو ورنہ میں تمہارے خرما کے درختوں کو خاکستر کر کے تمہارے گھر کو ویران کر دوں گا، تو مجھ سے بچ نہیں ملتا، میں تیرے چھترے اڑا دوں گا۔ اس نے مہلت مانگی زیاد نے تین دن کی مہلت دی۔

قبیلہ بن یزید کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ زیاد نے کہا: تم سے کوئی خوف نہیں، میں عثمان کے بارے میں تمہارے نظریہ سے آگاہ ہوں اور جنگ صفين میں معاویہ کی ہمراہی میں جو تم نے امتحان دیا ہے، اس سے بھی واقف ہوں، صرف حمایت کے جذبے سے مجبور ہو کر تم نے مجرکا ساتھ دیا ہے لہذا انہیں معاف کیا لیکن میر امطالبہ ہے کہ اپنے بھائی عسیر کو میرے حوالے کر دو۔

اس طرح انہیں امان ملا، انہوں نے بھی اپنے زخمی اور اہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے بھائی کو حاضر کیا۔ زیاد نے حکم دیا کہ لوگ اسے بلند کر کے زمین پر پلک دیں، کئی مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ صورت

حال دیکھ کر قیس بن یزید نے زیاد سے کہا: کیا اسے امان نہیں دیا جاسکتا؟ زیاد نے کہا: تمہیک ہے امان دے دیا جاتا ہے اور اس کا خون نہیں بھایا جائے گا۔ پھر قیس اس کے ضامن ہوئے اور وہ آزاد کر دیئے گئے۔

حجر بن عدی ایک شبانہ روز ربعیہ کے گھر میں مقیم رہے، ایک شخص کو محمد بن اشعث کے پاس بھیجا کر زیاد سے اس کے لئے امان نامہ لے تاکہ معادیہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ بعض افراد جن میں جریر بن عبد اللہ، حجر بن یزید اور عبد اللہ بن حارث شامل تھے، اکٹھا کیا، یہ سب زیاد کے پاس پہنچتے تاکہ اس سے حجر کے لئے امان نامہ لے سکتیں۔ زیاد نے انہیں ثابت جواب دیا جانا پڑھ جو حجر زیاد کے پاس پہنچے، جب زیاد نے انہیں دیکھا تو کہا: اے ابو عبدالرحمن! تم پر سلام، جنگوں میں ایک جنگ ہے اسکی جنگ جس میں لوگ قلعی پر سکون ہیں، وہ ایسے کام انجام دیتے ہیں جن کا نقصان خود انہیں سے وابستہ ہے۔

حجر نے کہا: میں اطاعت سے محرف نہیں اور لوگوں سے جدا بھی نہیں ہوں، میں اپنی بیعت پر ثابت قدم ہوں۔ یہ سن کو زیاد نے کہا: افسوس اے حجر! ایک ہاتھ سے اختلاف برپا کرتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے اسکن و آشتنی پھیلاتے ہو اور چاہتے ہو کہ خدا اور قدرت کے باوجود میں تم سے راضی ہو جاؤں، خدا کی قسم انہیں، میں تمہاری رُگ گردن کا نئے کا شیدائی ہوں۔ حجر نے کہا: کیا تم معادیہ کی آمد تک امان نہ دو گے؟ کہا: ہاں۔ اسے زندان میں ڈال دو۔ جب انہیں لے جایا گیا تو کہا: اگر امان نہ دیا ہوتا تو اس کی گردن کاٹ دیتا۔ انہیں ایک سر دیتہ خانہ میں رکھا گیا۔ میر اور ان کے ساتھیوں کو برپا دکرنے کے علاوہ زیاد کا کوئی دوسرا کام نہیں تھا۔

عمرو بن حمق

عمرو بن حمق اور رفاعة بن شداد مدائن پیو نے پھر وہاں سے موصل آئے اور ایک پہاڑ میں چھپ گئے۔ اس دیہات کے حاکم ”عبد اللہ بن ابی بتّح“ کو اس کی اطلاع ہو گئی، وہ اپنے شکریہ کے ہمراہ ان کی

جانب روانہ ہوا، یہ لوگ بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے۔ عمر و استقائے معدہ کی بیاری میں گرفتار تھے لیکن رفقاء ایک طاقت ور جوان تھے، وہ اپنے تیز گھوڑے پر بیٹھ کر لشکر پر حملہ آور ہوئے اور عمر سے کہا: میں تمہارا بھی دفاع کروں گا۔ عمر نے کہا: تمہاری جنگ میرے لئے مفید نہیں، اپنی جان بچاؤ۔ پھر رفقاء نے لشکر پر حملہ کر کے انہیں دور بھاگایا اور اپنے گھوڑے کو ان کے حصاء سے باہر نکال لائے۔ لشکر نے ان کا تعاقب کیا، وہ ان پر تیر اندازی کرتے رہے، جو بھی ان سے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا تیر کما کر زخمی ہو جاتا تھا۔ آخر کار انہوں نے ان کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن عمر بن حمق گرفتار کرنے لئے پوچھا گیا: تم کون ہو؟ عمر نے کہا: میں وہ ہوں کہ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو وہ تمہارا مطیع و فرمانبردار ہو جائے گا اور اگر قتل کر دیا تو تمہارے لئے نقصان دہ ہو گا۔ انہوں نے بہت اصرار کیا لیکن عمر نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ ابن الیتھع نے موصل کا حاکم عبدالرحمن بن عبد اللہ بن عثمان شفیعی کے پاس روانہ کر دیا، اس نے عمر کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اس نے معادیہ کو ان کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ اسی ایسا کیا گیا اور نیزے کی نو ضریبیں لگائی گئیں، وہ پہلے یا دوسرے ہی نیزے کے درمیان راہی جنت ہو گئے۔ ان کا سر معادیہ کے سامنے پیش کیا گیا، اسلام میں اٹھایا گیا پہلا سر ہبھی تھا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ عظیم صحابی "عمر بن حمق" وہی ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی عبادت خدا میں گزار دی اور اپنا سب کچھ اسی راہ سے مخصوص کر دیا۔ (۱) اصحاب رسول میں ان کی عدالت مشہور تھی۔ ان کے اقوال و اعمال جدت کی حیثیت رکھتے ہیں، ان اصحاب کی عدالت پاگلوں اور مظلوم کمال افراد کی وجہ سے قابلِ استباہ نہیں ہو سکتی۔ اب ذرا سوچنے کہ مغیرہ بن شعبہ، حکم بن ابی العاص، ولید بن عقبہ، عبد اللہ بن ابی سرح، زیاد بن ابیہ اور قریش کے دوسرے چھوکروں نے کیسے کیے مظالم ڈھائے ہیں۔

۱۔ امام حسین نے معادیہ کے ایک خط میں یہی لکھا ہے۔

ان بخش عناصر اور عمر و بن حمق، جبر بن عدی، عدی بن حاتم، زید، صححد اور فرزندان صوحان میں
کتنا فرق ہے جنہوں نے خداوند عالم کی عبادت کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور شریعت مقدسہ
کو اپنی عادت سی بنالی تھی۔

میں نہیں جانتا کہ عمرو بن حمق پر دشام طرازی کیوں کی گئی اور انہیں کیوں قتل کیا گیا، ان کے بدن پر
انتہے نیزے کیوں مارے گئے حالانکہ وہ پہلی یا دوسری ضرب میں ہی رہی جنت ہو چکے تھے۔ عثمان کا
واقعہ تو ایسا تھا جس میں تمام مجاہد شریک تھے، خود انہوں نے قتل کیا یا قتل کے سبب بنے جیسا کہ الغدیر کی
نویں جلد میں اس کی تفصیلی بحث پیش کی گئی۔ انہوں نے عثمان کا قصاص ان تمام لوگوں سے کیوں نہیں لیا۔
یہ قصاص تو صرف ان لوگوں سے مخصوص تھا جو حضرت علی اور خدا اور رسول کے حقیقی بیرو دکار تھے۔ معاویہ نے
اپنے سپاہیوں کو قتل عثمان میں سب سے زیادہ سرگرم ”طلوز بیر“ کی زندگی میں کیوں نہیں بھیجا۔ معاویہ
کے علاوہ کس نے عثمان کی نصرت کے سلسلے میں بہانہ تراشی کی اور استمدادی اقدام کرنے میں اتنی تاخیر
کی کہ وہ قتل ہو گئے؟

اس شخص نے مدینہ والوں پر یہ اسلام لگا کر کیوں ڈرایا کہ انہوں نے عثمان کی کوئی نصرت و مدد نہیں
کی حالانکہ اسے اپنی سہل انگاری اور سستی کو حکوم کرنا چاہئے تھا؟!

جی ہاں! ان تمام مظالم کے پہاڑ صرف حضرت علیؑ کے چاہئے والوں پر ہی توڑے گئے، ان کے
دشمنوں سے ان کا کوئی واسطہ نہیں، فرزند جگر خوارہ کی نظر میں وہ ان سے قطعی دور ہیں۔

کیا معاویہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ عثمان عمر و کے نیزے سے قتل ہوئے؟ حالانکہ اس سلسلے میں تمام
مورخین واضح طور پر ”کنانہ بن بشر تھی“ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ولید بن عقبہ کا شعر ہے:

الا ان خیس الناس بعد ثلاثة تغیل التجیبی الذي جاء من مصر
”آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تھیں“
کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

اس نے یا ایک دوسرے شاعر نے کہا:

علاہ بالعمود اخو تجیب فاوہی الراس منه والجیبنا
”تجیب کے بھائی نے ان کے سر پر ایسا عمود مارا کہ ان کا سر اور پیشانی شکافٹ ہو گئی۔“ (۱)
حاکم متدرک میں کنانہ عدوی سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: کیا محمد بن ابی بکر نے قتل کیا؟ کہا: نہیں بلکہ جبلہ بن الحمیم مصری نے انہیں قتل کیا۔ اس نے کہا: کہا جاتا ہے کہ کیرہ سکونی نے انہیں قتل کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کنانہ بن بشر تجیبی نے انہیں قتل کیا ہے۔ شاید یہ سب ان کے قتل میں شریک تھے۔ ولید بن عقبہ کہتا ہے:

الا ان خير الناس بعد ثلاثة قتيل التجيبي الذي جاء من مصر
”آگاہ ہو جاؤ کہ تین افراد کے بعد سب سے بہترین انسان وہ ہے جو مصر سے آئے ہوئے تجیبی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔“ (۲)

استیغاب میں ہے: عثمان کے گھر میں سب سے پہلے محمد بن ابی بکر داخل ہوئے اور ان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! مجھے چوڑ دو، خدا کی قسم! تمہارے والد اس ڈاڑھی کا احترام کرتے تھے۔ محمد کو خجالت محسوس ہوئی اور وہ باہر آگئے۔ پھر سرحان اور ایک کوتاہ قد آدمی داخل ہوئے، ان کے ہاتھوں میں بخوبی، پوچھا: اے نعش! (بذریعۃ الحسن) تمہارا دین کیا ہے؟ کہا: میں نعش نہیں ہوں، میں عثمان بن عفان ہوں، میں ملت ابراہیم کی ایک فرد اور مسلمان ہوں، مشرک نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ پھر بخوبی سے دارکر کے قتل کر دیا۔ (۳)

صاحب استیغاب کہتے ہیں: ”عثمان کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے، اس سلسلے میں اختلاف ہے، کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے نیزے سے ان پر وار کیا۔ نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے انہیں پکڑا

۱۔ انساب الاشراف بلاذری بح ۵ ص ۹۸ (ج ۶ ص ۲۲۱)؛ تازک طبری بح ۵ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۳۹۳ حادث ۴۵۷)

۲۔ متدرک حاکم بح ۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۱۱۳-۱۱۵) (۱۰۵-۱۱۵)

۳۔ استیغاب بح ۲ ص ۳۲۷-۳۲۸ (قسم ثلاث ص ۱۰۳۶، ۱۰۳۳، ۱۰۳۲) (نمبر ۸۷۷)

اور دوسرے شخص نے قتل کیا، جس نے قتل کیا اس کا نام ”سودان بن حرمان“ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رومان بن یمایہ نے قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومان قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ کی فرد تھا۔ منقول ہے کہ محمد بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی کھینچ کر کہا: معاویہ اور ابن الی سرح نے تمہیں نجات نہیں دی اور ابن عامر نے تمہاری حفاظت نہیں کی۔ انہوں نے جواب میں کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! میری ڈاڑھی چھوڑ دو، خدا کی قسم ایو ڈاڑھی ہے جس کا تمہارے والد احترام کرتے تھے، تمہارے والد اس سلوک سے قطعی راضی نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ بعض لوگ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی موجود تھے، ان میں سے ایک نے تیر سے انہیں قتل کر دیا و اللہ اعلم۔

صاحب استیعاب نے متدرک کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے:

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: کیا محمد بن ابی بکر کا ہاتھ خون عثمان سے رکنیں ہے؟ کہا: معاذ اللہ اوه جیسے ہی داخل ہوئے عثمان نے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا تم میرے ساتھی نہیں تھے۔ ان سے ایسی باتیں کہی کہ وہ باہر نکل گئے، ان کے قتل میں شریک نہیں ہیں۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے کنانہ سے کہا: پھر انہیں کس نے قتل کیا؟ کہا: مصر کا ایک شخص ”جلہ بن اسحیم“ نے قتل کیا ہے، اس نے تمہیں مرتبہ مدینہ کا طواف کر کے اعلان کیا تھا کہ میں نعشل کا قاتل ہوں۔

محبت طبری نے ریاض العصرہ میں استیعاب کے مطابق محمد بن ابی بکر کا قتل عثمان سے بخالت محسوس کرنے، ان کے باہر آنے اور پھر رومان بن سرحان کے آنے اور عثمان کے قتل کرنے کے واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ جلہ بن اسحیم نے انہیں قتل کیا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس تو تھی نے قتل کیا۔ دوسروں کی نقل کے مطابق یمار بن غلیاض نے انہیں قتل کیا۔ (۱)۔

ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک صحابی نے انہیں پکڑ کر قتل کیا، یہ صحیح نہیں ہے۔ (۲) بلکہ تمام صحابہ نے اس فعل کی ندمت کرتے ہوئے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اور اسے

۱۔ ریاض العصرہ ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۳ ص ۶۲)

۲۔ اس کتاب کی نویں جلد کا مطالعہ کریں تاکہ مجھ و غلط اور حقیقت حال پوری طرح آشکار ہو جائے۔

انجام دینے والوں پر بدعکی ہے۔ ہاں! بعض صحابہ تھے جنہوں نے اس فعل کو پسند کیا جیسے عمار یا سر، محمد بن ابی ذکر اور عمرو بن حمق وغیرہ۔ (۱)

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ہند کے بیٹے کے پاس اس بات کے لئے کون سا بہانہ ہے کہ ایک نیزے سے ہلاک ہونے کے باوجود اس نے حکم دیا کہ عمرو بن حمق پر پورے نو نیزے مارے جائیں؟! کیا شریعت میں کوئی ایسا حکم ہے جس میں اس بات کی اجازت ہو کہ قصاص ہونے والے پر اسی طرح قصاص کیا جائے جس طرح وہ مقتول کے ساتھ پیش آیا تھا یا پھر قصاص کا مطلب یہ ہے کہ اگر چنانی کے ذریعہ قصاص حاصل ہو رہا ہے تو وہی کافی ہے؟! شاید بھی امیہ کے فقیہوں کے پاس ایسا کوئی حکم ہو جس سے ہم ناواقف ہیں۔ ان مظالم کے ساتھ اس ظلم کا بھی اضافہ کر لیں کہ ان کے سر کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح دیا رہہ دیا رپھرا گیا۔ (۲)

اب جعفر محمد بن جبیب کتاب الحجر میں لکھتے ہیں: معاویہ نے حکم دیا کہ شیعہ علی "عمرو بن حمق خرامی" کے سر کو نیزوں پر بلند کر کے بازاروں میں پھرایا جائے، عبدالرحمن بن ام حکم نے اسے جزیرے میں پھرایا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شام اور دوسرے شہروں میں بھی اس سر کو پھرایا گیا اور یہ پہلا سر ہے جسے اس طرح پھرایا گیا۔ پھر معاویہ نے اس سر کو ان کی زوجہ "آمنہ بنت شرید" کے پاس بھیج دیا (اس وقت وہ معاویہ کے قید خانے میں تھیں)، انہوں نے اپنا ہاتھ اس کی پیٹھانی پر رکھا اور وہن کا بوسہ لے کر کہا: ان کو مددوں مجھ سے جدا رکھا، اب ان کا سر مجھے لوٹا رہے ہو، لہذا اس شخص پر سلام ہو جس کا نہ کوئی دشمن تھا اور نہ عی وہ کسی کے دشمن تھے۔ (۳)

مجی ہاں! یہ اور ان جیسے بہت سے مظالم وہ نہ نہ نہیں ہیں جو ہند جگر خوارہ کے بیٹے کے فقد میں جائز

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۹۸ (ج ۷ ص ۲۲۱ حادثہ ۳۵۰)

۲۔ معارف ابن تیمیہ ص ۲۷۲ (ص ۲۹۲)؛ الاستیاب ج ۲ ص ۳۰۳ (القسم الایل ص ۲۷ نمبر ۹)؛ الاصابی ج ۲ ص ۵۳۳

الغات ابن حبان (ج ۳ ص ۲۵۵)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸ (ج ۸ ص ۵۲ حادثہ ۴۵۰)

۳۔ کتاب الحجر ص ۲۹۰؛ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۲ حادثہ ۴۵۰)

شارکے جاتے ہیں۔ ہاں ای یہ ظلم سب سے پہلے سید الشہداء جناب حزہ کے اوپر کیا گیا پھر باپ کے اس خالماں عمل کو اس کے بیٹے یزید نے جوانان جنت کے سردار امام حسین پر روا رکھا، ان کو اور ان کے اصحاب کو دردناک طریقے سے قتل کیا اور ان عظیم شہیدتوں کے مردوں کو نیزوں پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا، اور اس طرح اس نے خود ہی اپنے صفوی زندگی پر ایسا دعہ لگایا جو رحمتی کائنات تک دھویا نہیں جاسکتا، یہ ذلت و رسائی تو زبان زدر ہے گی۔

قصاص کی صورت میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ خون کے اولیاء یعنی عثمان کے فرزند قصاص کرتے اور اگر صاحب خون اس سے عاجز ہوں تو یہ ظیف وقت کی ذمہ داری تھی اس لئے کہ وہ مومنین کے چانوں پر خود ان سے زیادہ ولایت اور حق تصرف رکھتا ہے۔ اس وقت ظیفہ امیر المومنین حضرت علیؑ تھے، یہ واقعہ ان کی حکومت میں رونما ہوا تھا، عمرو بن حمّن ان کے اختیار میں تھے، وہ ان کی حالت سے پوری طرح آگاہ تھے، ان کے خلوص نیت سے بھی واقف تھے۔ اگر قصاص ضروری تھا تو خود حضرت کو نافذ کرنا چاہئے تھا، وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے تھے، ان کی عدالت کے سامنے دور نہ دیک سب برابر تھے۔ اس وقت حضرت علیؑ پوری طرح مختار تھے اور عمر سا یہ کی طرح ان کے مطیع فرمانبردار تھے۔ اس وقت معاویہ صرف امت کی ایک فرد تھا اسے کوئی قدرت حاصل نہ تھی، احکام شریعت سے اس کا کیا واسطہ؟ لیکن حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی دشمنی اور کیسے تو زی نے اسے ہلاکت و گمراہی کی کھانی میں گرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ خداوند عالم ان کا انقام ضرور لے گا۔

صفی بن فیصل

زیاد نے مجرم بن عدی کے ساتھیوں کی گرفتاری میں بہت زیادہ سی کوشش کی، وہ فرار کرتے اور وہ انہیں گرفتار کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ قیس بن عباد شیعیانی نے زیاد کے پاس آ کر کہا: صفی بن فیصل نا! ایک شخص بھی مجرم کا ساتھی ہے، وہ اس کی بہت طرف داری کرتا تھا۔ چنانچہ زیاد نے آدمی بھیج کر گرفتار

کروایا۔ زیاد نے ان سے کہا: اے دشمن خدا! ابوتراب کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ زیاد نے کہا: کیا میں ابوتراب کا تعارف کراؤں، کیا تو علی بن ابی طالب کو نہیں پہچانتا؟ کہا: ہاں! پہچانتا ہوں۔ کہا: وہی ابوتراب ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حسن و حسین کے والدگرائی ہیں۔ لفکر کے سردار نے کہا: امیر اسے ابوتراب کہتے ہیں اور تو انہیں جھٹلار ہا ہے اور نہ کہتا ہے؟ امیر جس کی تکذیب کریں میں اس کی تکذیب کرتا ہوں اور ہے باطل قرار دیں میں اسے باطل قرار دیتا ہوں۔ زیاد نے اس سے کہا: یہ خود عظیم گناہ ہے، میرا عصالا و۔ عصالا یا گیا تو پوچھا: علی کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہا: خدا کے ایک بندے کے لئے جو بہترین بات کہی جاتی ہے میں امیر المؤمنین کے بارے میں کہتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کران کی پشت پر اتنا مارا گیا کہ کھال جسم سے الگ ہو گئی۔ پھر کہا: اے چھوڑ دو۔ اور انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا: اے شخص! اب علی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ کہا: خدا کی قسم! اگر تکوار سے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے تب بھی میں وہی کھوں گا جو میں نے اس سے قتل کہا تھا۔ زیاد نے کہا: ان پر لعنت بھیجو ورنہ میں تمہاری گردان مار دوں گا۔ پہلے میری گردان مار دے تاکہ میں سعادتمند ہو جاؤں اور تو شقی و بدجنت۔ یہ سن کر زیاد نے کہا: اے بیہاں سے لے جاؤ اور آئنی زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی مجر اور ان کے ساتھیوں کی طرح شہید ہو گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ کیا عظیم گناہ ہے جو ایسے انسان پر کیا جا رہا ہے جو صرف خدا اور دین رسالت پر عقیدہ رکھتا ہے، امام رحق سے محبت کرتا ہے اور کسی ایسے گناہ کا حامل نہیں ہے جو اس طرح کی سزا کا بابا عاث ہو، ایسی سزا جو فرزند چکرخوارہ کے اشارہ پر سمیہ کے تباکار بیٹے کے ہاتھوں انجام دی گئی۔ ان کا گناہ صرف یہ تھا کہ وہ اس ولایت کو مانتے تھے جس کی خدا کی کتاب میں سفارش کی گئی ہے اور مسلسل اور متعدد سندوں کے ذریعہ سنت میں تاکید ہوئی ہے۔ کیا جس انسان کی چیزوں کا خدا نے حکم دیا ہے اور اسے پاک و منزہ قرار دیا ہے، ایسے انسان پر لعنت بھیجنے سے پرہیز کرنا، قید و قتل کا موجب ہو سکتا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

قبیصہ بن ضبیعہ

زیاد نے اپنے شکر کے سردار "شداد بن یاثم" کو قبیصہ بن ضبیعہ بن حرمہ عسیٰ کو گرفتار کرنے پر مامور کیا۔ اس نے ان کے قبیلہ سے قبیصہ کا مطالبہ کیا۔ قبیصہ بھی اپنی تلوار ہاتھوں میں لے لی۔ ربیٰ بن حراش بن جوش عسیٰ اور ان کے قبیلے کے چند افراد سامنے آئے تاکہ زیاد کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں سے جنگ کریں۔ زیاد کے فرستادہ نے کہا: اے قبیصہ جب تمہارے خون و مال کو امان دے دیا گیا ہے تو پھر کیوں جنگ کرنا چاہتے ہو؟ قبیصہ کے ساتھیوں نے کہا: جب تمہیں امان دیا جا چکا ہے تو پھر کیوں جنگ کر رہے ہو اور نہیں بھی جنگ پر مجبور کر رہے ہو؟ کہا: تم پرتف ہے، یہ زنازادہ کا بیٹا ہے، اگر وہ مجھے پا گیا تو مجھے چھوڑے گا نہیں، قتل کر دے گا۔ قبیلہ والوں نے کہا: ایسا نہیں ہے۔ پھر انہوں نے ان کا ہاتھ زیاد کے بیسمی ہوئے آدمی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے ان کو زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے دیکھتے ہی کہا: جلدی کرو، اس کا کام تمام کرو، میں ایسے شخص کو آزاد کیسے کر سکتا ہوں جو قتہ برپا کرتا ہے اور اپنے حاکموں پر حملہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: چونکہ مجھے امان دیا گیا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ زیاد نے کہا: اے قید خانے میں ڈال دو۔ چنانچہ وہ بھی مجرم کے ساتھیوں کے ہمراہ قتل کر دیئے گئے۔

عبداللہ بن خلیفہ

زیاد نے بکر بن حمران احری کو "عبداللہ بن خلیفہ طائی" کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا کیونکہ انہیں مجرم کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ انہیں عدی بن حاتم کی مسجد میں دیکھا گیا، جب انہیں مسجد سے باہر کیا جانے لگا تو اپنی عزت نفس کے پیش نظر باہر جانے سے انکار کر دیا اور جنگ کے لئے انٹھ کھڑے ہوئے۔ دشمنوں نے ان پر اتنی عکباری کی کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ان کی بہن "بیٹا" نے جیخ کر کہا: اے قبیلہ طی! کیا تم ابن خلیفہ کو ان کے حوالے کر رہے ہو؟ تم لوگ کچھ کہو اور اپنے نیزے احتمال کرو۔

احمری یہ آذن کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں قبلیہ طے اسے قتل نہ کر دیں۔ اسی لئے وہ بھاگ لکھا۔ طئی کی بعض عورتیں باہر نکل کر عبد اللہ کو گھر کے اندر لے گئیں۔ احمری وہاں سے بھاگ کر زیاد کے پاس ہیو نچا۔ اس نے زیاد سے کہا: طئی کے لوگ مجھ پر حملہ آور ہو گئے اور میں ان کا مقابلہ نہ کر سکا، اسی لئے میں آپ کے پاس آگیا ہوں۔ زیاد نے ایک شخص کو عدی کے پاس بھیجا، اس وقت وہ مسجد میں تھے۔ زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔ اس لئے کہ وہ عبد اللہ کے ٹھکانے سے واقف تھے۔ عدی نے کہا: میں ایسے شخص کو کیسے حاضر کروں جسے لوگوں نے قتل کر دیا ہے۔ زیاد نے کہا: کچھ بھی ہوا سے حاضر کرو۔ عدی نے بہانہ بنایا کہ میں اس کے ٹھکانے سے واقف نہیں ہوں لیکن زیاد نے انہیں قید خانے میں ڈال دیا۔
یعنی، معز اور ربیعہ کے قبیلوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جسے لوگوں نے زیاد کے پاس پیش نہ کیا ہو۔ وہ ان سے باز پرس کرتا اور عبد اللہ کا ٹھکانہ معلوم کرتا تھا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عبد اللہ نکل کر قبلیہ بختر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ عبد اللہ نے عدی کے پاس پیغام بھجوایا کہ اگر چاہو تو میں تمہارے پاس آ کر عہد و پیمان کروں۔ عدی نے جواب میں کہلوایا کہ خدا کی قسم! اگر تم میرے پیارے نیچے ہوتے تو میں کبھی تم پر پیر رکھ کر آگئے نہیں بڑھتا۔ زیاد نے عدی کو بلا کر کہا: میں تمہیں اس شرط پر آزاد کر رہا ہوں کہ اسے (عبد اللہ) کو کوفہ میں لے کر طی کے پہاڑوں میں مقیم ہو جاؤ۔ انہوں نے بات مان لی۔ چنانچہ واپس آ کر عبد اللہ بن خلیفہ کو پیغام بھجوایا کہ باہر نکل آؤ، اس کا غصہ ٹھندنا ہو چکا ہے، میں تمہارے متعلق اس سے گفتگو کروں گا تاکہ وہ تم سے دست بردار ہو جائے انشاء اللہ۔ پھر وہ طی کے دو پہاڑوں سے باہر آئے اور زیاد کے داخل جہنم ہونے سے قبل ہی راہی جنت ہو گئے۔

جر کے خلاف جھوٹی گواہی

زیاد نے جر کے بارہ ساتھیوں کو زندان میں قید میں کیا اور قبیلے کے مندرجہ ذیل سرداروں کو (جر

کے خلاف جھوٹی گواہی دینے) کے لئے جمع کیا: عمر بن حربیث (محلہ اہل مدینہ کا سردار)، خالد بن عرفت (قبیلہ تمیم وہدان کا سردار)، قیس بن ولید (قبیلہ ربیعہ و کندہ کا سردار)، ابو بردہ بن ابی موی (قبیلہ نجد و اسد کا سردار)۔

ان سب نے گواہی دی کہ مجرم لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے آشکارا غلیفہ کی نمائت کرتے تھے اور امیر المؤمنین سے جنگ کرنے کی سوچ رہے تھے۔

زیادنے گواہوں کی گواہی پر ایک نظر ڈال کر کہا: میری نگاہ میں یہ گواہی قطعی و مسلم نہیں ہے، گواہ چار افراد سے زیادہ ہونے چاہئے۔ اسی لئے اس نے لوگوں کو مجرم کے خلاف گواہی دینے کے لئے دعوت دی۔ زیادنے کہا: یہ ایسا مسئلہ ہے کہ سب کو شہادت دینی چاہئے، خدا کی قسم! میں خائن احمد کی رُگ گردن ضرور کاٹوں گا۔ عثمان بن شرحبیل تھی نے کھڑے ہو کر پہلے گواہ کے عنوان سے اپنا نام لکھوایا۔ زیادنے کہا: قریش سے شروع کرو اس کے بعد ان افراد کے نام لکھو جنہیں ہم امیر المؤمنین (عثمان) کی محبت و دوستی اور علی کی دشنی کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔

اس طرح ستر افراد نے مجرم کے خلاف گواہی دی۔ سچھہ اور افراد نے گواہی دی جن میں عمر بن سعد بن ابی وقاص، شریعتی الجوشن، شبیث بن ربیع اور زجر بن قیس بھی شامل تھے۔

اس گواہی میں جن لوگوں نے شرکت کی تھی ان میں حسین کا بھائی "شداد بن منذر" بھی تھا، جو ابن بزیید کے نام سے معروف تھا، اس نے شہادت کے متن میں اس طرح لکھا: ابن بزیید کی شہادت۔ زیادنے کہا: کیا اس شخص کا کوئی باپ نہیں تھا؟ اس کا نام بھی لکھا جانا چاہئے، اسے گواہوں کی فہرست سے نکال دو۔ کہا گیا: وہ حسین بن منذر کا بھائی ہے۔ زیادنے کہا: بہر حال پوری نسبت شہادت نامے میں ضرور لکھی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا۔

جب یہ واقعہ شداد کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: اس زنزاڈہ پر افسوس ہے، کیا اس کی ماں، باپ سے زیادہ مشہور نہیں تھی کہ اب سے ماں کے حوالے سے پکارا جاتا ہے، خدا کی قسم! بہر جگہ اسے اس کی ماں "سمیہ" سے منسوب کیا جاتا ہے۔

ان گواہوں میں ”شرط بن حرث اور شرط بن ہانی“ کا نام بھی دیکھا گیا۔ شرط بن حرث کا بیان ہے کہ مجھ سے علی کے بارے میں پوچھا گیا؟

میں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ علی روزہ دار اور عابد شب زندہ دار تھے؟ شرط بن ہانی کا بھی کہنا ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ شہادت نامہ میں تمہارا نام لکھ دیا گیا ہے۔ میں نے فوراً ہی اس کی تکذیب کی اور اس فعل کی ذمہ کی۔ انہوں نے وائل بن حمر کے ذریعہ معاویہ کے پاس ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا: مجھے بتایا گیا ہے کہ زیاد نے میری گواہی لکھی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جبراں افراد میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکات دیتے ہیں، ہمیشہ حج و عمرہ بجا لاتے ہیں اور امر بالمعروف اور نهى عن المکر کرتے ہیں، ان کے خون اور مال پر تباہ کرنا سب پر حرام ہے، اس کے بعد بھی اگر تم چاہو تو انہیں قتل کرو دیا پھر آزاد کر دو۔ معاویہ نے خط پڑھنے کے بعد کہا: میری نظر میں یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنی دی ہوئی گواہی سے کنارہ کش ہو جائے۔

جن کی عدم موجودگی میں حمر کے خلاف شہادت نامہ میں ان کا نام لکھا گیا، ان میں شری بن وقار حارثی بھی تھے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ جھوٹی گواہیاں ان لوگوں سے مربوط ہیں جن کے ماں یا باپ کا انتہا پڑھنے، نیک افراد نے واضح طور پر اس کی تکذیب کی ہے جیسے شرط بن حرث، شرط بن ہانی اور ان کے ہم رجیہ دوسرے افراد۔ جن کی گواہی کے قطعی برخلاف شہادت نامہ مرتب کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو گواہی کے زمان و مکان سے بھی بے خبر تھے لیکن بالآخر ان کے نام سے جو جھوٹ منسوب کیا تھا وہ واضح آئی کارہو گیا۔ ابن وقار حارثی انہیں افراد میں سے تھے۔ ان نیک افراد کے برخلاف کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تاکہ مجرمین لوگوں کا خون بھائیں، ان میں ایسے لوگ شامل تھے جن کا اسلام میں کوئی ثہمیاں کردار نہیں تھا اور نہ ہی کوئی قابل قدر کام علی انجام دیا تھا، جیسے عمر بن سعد، شری بن ذی الجوش، ہبیث بن ربعی اور زحر بن قیس وغیرہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی کی آداز بلند کی۔

معاویہ کی طرف مجرم اور ان کے ساتھیوں کی روائی اور ان کا قتل

زیاد نے مجرم بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو واکل بن مجرم حضرتی اور کثیر کے حوالے کرتے ہوئے حکم دیا کہ انہیں شام لے جائیں۔ وہ رات کے وقت باہر نکلے، جب مقام ”جبانة عزم“ میں یہو نچے تو قبیصہ بن ضعیفہ بھی کی نگاہ ان کے گھر پر پڑی، انہوں نے اپنی بیٹھیوں کو دیکھا، واکل اور کثیر سے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں اپنے گھر والوں کو وصیت کر سکوں۔ انہوں نے اجازت دی۔ جب وہ ان کے قریب یہو نچے تو سب روئے اور گریہ کرنے لگے۔ خود چپ ہوئے اور انہیں چپ کرانے کے بعد کہا:

”تم لوگ تقوائے الہی اختیار کرنا اور صبر کا دامن نہ چھوڑنا، مجھے خداوند عالم سے صرف دونیکوں کی امید ہے۔“

یا شہادت جو عظیم سعادت ہے یا پھر یہ کہ میں صحیح و سالم و اپس لوٹ آؤں گا، وہی خداروزی دے گا اور مجھے تمہارے خارج زندگی سے بے نیاز کرے گا، وہ ایسا ہی ہے جو کبھی نہیں مرتا۔ امید کرتا ہوں کہ خدا تمہیں اکیلانہیں چھوڑے گا اور مجھے تمہارے درمیان محفوظ رکھے گا۔“

پھر وہ واپس آگئے۔ تمام قبیلے اور گھر والے دست بدعا خدا سے ان کی سلامتی کی آرزو کر رہے تھے۔ پھر دہاں سے روانہ ہوئے اور دمشق کے قریب مقام ”مرج عذراء“ میں یہو نچے، سب بارہ افراد تھے: مجرم بن عدی، ارقم بن عبد اللہ، شریک بن شداد، مسیعی بن فسیل، قبیصہ بن ضعیفہ، عاصم بن عوف، ورقاء بن سعی، کدام بن حیان، عبد الرحمن بن حسان، بحرز بن شہاب اور عبد اللہ بن حوبیہ۔

زیاد نے دو آدمیوں کو عامر بن اسود کے ہمراہ روانتہ کیا، جن کی مجموعی تعداد چودہ ہو گئی تھی۔ ان سب کو مقام مرج عذراء میں قید کر دیا گیا۔ معاویہ نے واکل بن مجرم اور کثیر بن شہاب کو بلا کران کے ہاتھوں سے خط لیا اور شام کے لوگوں کے سامنے پڑھنے لگا، خط اس مضمون پر مشتمل تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِنَدَهُ خَدَا اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَعَاوِيَةَ بْنَ اَبُو سَفَيْيَانَ كَيْ جَابَ زِيَادَ بْنَ اَبُو سَفَيْيَانَ كَيْ طَرَفَ سَے۔

اما بعد! خداوند عالم نے امیر المؤمنین کے حضور بہترین آزمائش فراہم کرتے ہوئے ان کے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں سے گرفتار کروایا ہے اور جن لوگوں نے خدا کے حقوق سے تجاوز کیا ہے انہیں اسی کے حوالے کر دیا ہے، زمانے کے طاغوت جن میں سرفہrst مجرم بن عدی ہے، امیر المؤمنین کی مخالفت رہے تھے، مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف پھیلارہے تھے اور ان کو جگ کے سلطے میں درغزار رہے تھے۔ اب خداوند عالم نے ہمیں ان پر کامیابی نصیب فرمائی ہے اور ان پر سلط کر دیا ہے، میں نے مصر کے اشراف اور منتخب لوگوں کو دعوت دی، ان سب نے ان باغیوں کے خلاف گواہی دی، انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سننا تھا سے بیان کیا۔ اب میں ان مخالفوں اور باغیوں کے امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ساتھ میں مصر کے لوگوں کا گواہی نامہ بھی پیش خدمت ہے۔

معاویہ نے خط اور گواہوں کی گواہی پڑھنے کے بعد کہا: ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہئے جن کے خلاف خود انہیں کے قبیلے اور جانے والوں نے گواہی دی ہے؟

یزید بن اسد بکلی نے کہا: میری نظر میں انہیں شام کے دیبا توں میں بیچج دیجئے وہاں کے لوگ اپنے طور پر ان کے ساتھ پیش آئیں گے۔ معاویہ نے زیاد کو خط لکھا: میں مجرم، ان کے ساتھیوں اور ان کے خلاف فراہم کئے گئے شہادت نام سے مطلع ہو اور ان کے کارنا موں کا مطالعہ کیا۔ کبھی ایسا لگتا ہے کہ ان کو قتل کر دینا آزاد کرنے سے بہتر ہے اور کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو معاف کر دینا قتل کرنے سے بہتر ہے۔ والسلام۔

زیاد نے یزید بن جیہے تھی کے ذریعہ اس خط کا یہ جواب بھیجا:

”اما بعد! آپ کا خط پڑھا اور مجرم اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آپ کا نظر یہ معلوم ہوا، اس بات سے میں حیرت زدہ ہوں کہ ان کا کام آپ کے لئے مشتبہ ہے حالانکہ ان افراد کے خلاف ان لوگوں نے گواہی دی ہے کہ جوان کے حالات سے زیادہ آگاہ تھے، لہذا اگر مصر میں آپ کو کوئی ضرورت ہو (اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کی بھیکیل ہو) تو پھر مجرم اور اس کے ساتھیوں میرے پاس نہ بھیجیں گا۔“

یزید بن جیہے انہیں لے کر عذر اپہوں نچا اور کہا: اے لوگو! خدا کی قسم میں قتل کے علاوہ تمہاری گلوخلاصی

کی کوئی صورت نہیں دیکھتا، کیونکہ مجھے حکم ہے کہ میں تم لوگوں کو قتل کر دوں، لہذا ایسا کام کرو جس میں تمہارا فائدہ ہوا تو تمہاری آزادی کے سلسلے میں پچھے کہہ سکوں۔

محربوں نے معاویہ سے کہو کہ تم اپنی بیعت پر ثابت قدم ہیں، انہیں کبھی نہیں توڑیں گے، صرف ان لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی ہے جو ہمارے دشمن تھے۔

یزید نے زیاد کا خط معاویہ تک پہنچا کر مجرم کے خیالات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے کہا: میری نظر میں زیاد، مجرم سے زیادہ سچا ہے۔ عبد الرحمن بن ام حکم ثقفی (ایک روایت کے مطابق عثمان بن عیشر ثقفی) نے کہا: انہیں مکڑے مکڑے کر دو۔ معاویہ نے کہا: اس بات کا برخلاف اظہار نہ کرو اسی میں تمہاری بھلانی ہے۔

شام کے لوگ سمجھ گئے کہ معاویہ اور عبد الرحمن کیا گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نعماں بن بشیر کو بلا کر اپنے ام حکم کے خیالات سے آگاہ کیا۔ نعماں نے کہا: سب مارے جائیں گے۔ عامر بن اسود عجلي، عذر امیں تھا، وہ معاویہ سے ان افراد کے حالات بیان کرنا چاہتا تھا جنہیں زیاد نے اس (معاویہ) کے پاس بھیجا تھا تاکہ مجرم سے مل جائیں۔ وہ معاویہ کے پاس جانے لگا، جب وہ مجرم کے پاس سے عبور کرنا چاہ رہا تھا تو مجرم کھڑے ہوئے اور زنجیروں کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہا: اے عامر! میری یہ بات معاویہ تک پہنچا دو کہ ہمارا خون اس کے اوپر ہرام ہے، اس سے کہہ دو کہ ہمارا اس سے کوئی جھگڑا نہیں ہے، وہ خدا سے ذرے اور ہمارے متعلق وقت نظر سے کام لے۔ مجرم نے ان باتوں کی کمی مرتباً تکرار کی۔

عامر معاویہ کے پاس پہنچا، پہلے ان مردوں کا واقعہ بیان کیا۔ یزید بن اسد بھی کھڑا ہوا اور ان مردوں کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ معاویہ نے انہیں معاف کر دیا۔

وائل بن جرم نے ارم کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی اور انہیں بھی معاف کر دیا گیا۔

ابوالاعور کے توسط سے عقبہ بن اخشن معاف کر دیئے گئے۔

حمزہ بن مالک ہمدانی نے سعید بن نمران کی سفارش کی اور وہ بھی بخش دیئے گئے۔

جیب بن مسلم نے عبد اللہ بن حمیم کی آزادی کا مطالبہ کیا اور مجی آزاد ہو گئے۔
مالک بن ہبیر نے کھڑے ہو کر جگہ کو معاف کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن معاویہ نے قبول نہیں کیا
اور ناراض ہو گیا اور گھر میں بیٹھا رہا۔ اس نے ہدبهن فیاض قضائی، تحسین بن عبد اللہ کلابی اور ابو شریف
بدی (آغاں کی روایت کے مطابق ابو شریف بدی) کو روانہ کیا، وہ عصر کے وقت ان کے پاس آئے۔
شمی نے اعور کو آتا ہوا دیکھ کر کہا: ہم میں سے آدھے مارے جائیں گے اور آدھے آزاد
کچھ کیسیں گے۔

سعید بن نمران نے کہا: خدا یا! مجھے ان افراد میں قرار دے جنہیں آزاد کیا جائے گا اور مجھ سے
راضی رہ۔

عبد الرحمن بن حسان عزیزی نے کہا: خدا یا! مجھے ان افراد میں سے قرار دے جن کو ذلت کی وجہ سے
محترم رکھتا ہے اور مجھ سے راضی و خوشنود رہ، میں نے کئی مقامات پر اپنے آپ کو قتل ہونے کے لئے پیش
کیا ہے لیکن خدا نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔

اس مقام پر معاویہ کے فرستادے نے ان کے سامنے چھا افراد کی آزادی اور چھا افراد کے قتل کا حکم
یاں کیا۔ معاویہ کے نمائندوں نے کہا:

”ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے علیٰ سے برأت اور ان پر لعنت کرنے کی بات رکھیں اگر تم
نے ایسا کیا تو ہم تمہیں آزاد کر دیں گے ورنہ قتل کر دیں گے، امیر المؤمنین اچھی طرح جانتے ہیں کہ
تمہارے قبائل کی گواہیوں کی وجہ سے تمہارا خون حلال ہے، ہاں! اگر تم نے اس شخص سے برأت کا اظہار
کیا تو تمہیں آزاد کر دیں گے۔“

ان سب نے ایک ساتھ کہا: ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ کہ حکم دیا گیا کہ انہیں زنجروں سے باندھ
دیا جائے اور ان قبریں کوڈ کر ان کا کفن حاضر کیا جائے۔ اس رات سب نمازوں و عبادات میں مشغول رہے۔
صح ہوئی تو معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: اے لوگو! ہم نے کل رات تمہیں نمازوں و عبادات اور دعاوں میں
مشغول دیکھا ہے، ہمیں بتاؤ کہ ہٹان کے بارے میں تمہارا کیا نظر یہ ہے؟ کہا: وہ ہی پہلا انسان ہے جس

نے ظلم و تم کے ذریعہ حکومت کی اور حق پر عمل نہیں کیا۔

معاویہ کے ساتھیوں نے کہا: امیر المؤمنین! تمہیں اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ بھران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: کیا اس شخص (مراد حضرت علی) سے یزراہی کا اظہار کرتے ہو یا نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ ان سے محبت کرتے ہیں۔

ہر ایک مامور نے ان میں ایک ایک کو پکڑا تاکہ قتل کر سکے۔ قبیصہ بن ضبیحہ، ابو شریف بدی کے ہاتھ لگے۔ قبیصہ نے اس سے کہا: تمہارے اور میرے قبیلہ کا بدترین انسان اماں میں ہے اور تو مجھے قتل کر رہا ہے، مجھے چھوڑ دے تاکہ کوئی اور مجھے قتل کرے۔

چنانچہ حضری نے اسے لے کر قتل کر دیا، قضاۓ نے بھی ان کے دونوں ہاتھوں کو کاٹا تھا۔

محرّنے ان سے کہا: مجھے دور کھت نماز پڑھنے کی مہلت دو، خدا کی قسم! میں نے صرف دور کھت نماز پڑھنے کے لئے وضو کیا ہے۔ کہا گیا: پڑھ لو۔ انہوں نے نماز پڑھی اور واپس آ کر بولے: بخدا! اتنی محشر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی تھی، یہ اس لئے تھا کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کر میں نے موت کے خوف سے اپنی نماز کو طول دیا ہے۔ سپر کہا: خدا یا! ہم تم سے اپنی امت کے سلسلے میں بھلانی کے طلبگار ہیں، کونہ کے لوگوں نے ہمارے خلاف گواہی دی اور اب شام کے لوگ ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

ہدبہ اور اپنی تکوار کے ساتھ ان کے سامنے آیا اور ان کے زان پر دار کر کے بولا: تم سوچ رہے تھے کہ موت سے خوف زد نہیں ہو گے، اپنے دوست (حضرت علی) سے یزراہی کا اظہار کرو، میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ کہا: میں موت سے کیوں نہ ڈروں حالانکہ میں اپنی قبر کو تیار اور اپنے کفن کو آمادہ دیکھ رہا ہوں، میرے سر پر تکوار نکل رہی ہے، خدا کی قسم! میں موت سے جتنا بھی خوف زدہ ہو جاؤں لیکن خدا کو ناراض کرنے والی کوئی بات اپنی زبان سے نہیں نکالوں۔

ان سے کہا گیا: اپنی گردن سامنے لاو۔ کہا: یہ ل نفس ہے جس میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ انہیں سامنے لا یا گیا اور ان کی گردن اڑا دی گئی، اسی طرح انہوں نے سب کو قتل کیا یہاں تک قتل ہونے والوں کی تعداد چھا افراد تک پہنچ گئی۔

مجرم کے ساتھیوں میں قتل ہونے والے افراد مدد رجڑیل ہیں:

شریک بن شداد حضرتی، صبغی بن نسیل شبیانی، قیصہ بن عبیسی، محزز بن شباب مفتری، کدام بن حیان عنزی اور عبد الرحمن بن حسان عنزی۔

اور آزاد ہونے والے یہ ہیں: کریم بن عفیف شعیبی، عبد اللہ بن حوییہ تی، عاصم بن عوف بکلی، ورقاء بن کی بکلی، ارقم بن عبد اللہ کندی، عقبہ بن اخض سعدی اور سعد بن نمران ہمدانی۔ (۱)

علمائالمگ فرماتے ہیں:

مجرم بن عدی کون تھے؟ ان کے ساتھی کیسے لوگ تھے؟ ایسے دردناک اور خطرناک حالات میں گرفتار ہونے سے ان کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کون سا گناہ کیا تھا جو اس طرح قتل کئے گئے؟ ان کی ہنگامہ حرمت کیوں کی گئی اور رگ حیات کیوں کاٹی گئی حالانکہ وہ مسلمان تھے؟ مجرم بن عدی عادل صحابہ کرام میں سے ایک تھے۔

جیسا کہ حاکم نے لکھا ہے: وہ اصحاب محمدؐ کے راہب تھے۔ (۲)

استیغاب کے مطابق: وہ اصحاب میں فاضل محلیل اور کم سنی کے باوجود متعجب الدعوه تھے۔ (۳)

جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے: وہ موثق اور مشہور انسان تھے۔ (۴)

۱۔ اس فعل (محارہ ان کے ساتھیوں پر معاویہ کے مظالم) کے آخذیہ ہیں: الاعانی (ج ۱۶ ص ۲-۱۱) (ج ۷ ص ۱۲۷-۱۵۸)؛ عیون الاخبار (ص ۱۳۷-۱۱)؛ تاریخ الامم والملوک (ج ۲ ص ۱۳۱-۱۵۲) (ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۳) (ج ۵ ص ۲۴۹-۲۵۰)؛ مذکور حاکم (ج ۲ ص ۵۲۸-۵۲۳) (ج ۳ ص ۵۲۲-۵۲۱)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۲ ص ۸۲)؛ ج ۱ ص ۳۵۹ (ج ۱۲ ص ۲۰۷-۲۲۱)؛ ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۷)؛ تاریخ تاریخ دمشق (ج ۲ ص ۲۲۸)؛ تاریخ کابل (ج ۱ ص ۱۷۵-۱۷۶)؛ تاریخ ابن اثیر (ج ۲ ص ۲۰۸-۲۰۷) (ج ۲ ص ۳۸۸-۳۹۸) حوارث (۱۵۰)؛ البدریۃ والنہلیۃ (ج ۸ ص ۳۹-۵۵) (ج ۸ ص ۵۲-۵۵) حوارث (۱۵۰)۔

۲۔ مذکور حاکم (ج ۳ ص ۳۶۸) (ج ۳ ص ۵۳۱) (ج ۳ ص ۵۳۱-۳۶۸) نمبر (۲۸۷)۔

۳۔ الاستیغاب (ج ۱ ص ۱۳۵) (القسم الاول من ۲۲۱-۲۲۲) (ج ۳ ص ۳۶۸) (ج ۳ ص ۳۶۸-۳۶۷)۔

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۲ ص ۲۲۰)؛ تاریخ ابن حصار (ج ۲ ص ۸۵) (ج ۲ ص ۲۱۰-۲۲۱)؛ تاریخ تاریخ دمشق (ج ۲ ص ۲۳۶)؛ تاریخ ابن کثیر (ج ۲ ص ۵۰) (ج ۸ ص ۵۰) (ج ۸ ص ۵۲-۵۳) حوارث (۱۵۰)۔

مرزاں لکھتے ہیں: وہ اپنے علاقے سے محترم مہمان کے بطور رسول خدا کی خدمت میں آتے تھے، پرندہ خدا اور زاہد تھے، اپنی ماں کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے، نماز و روزہ کے بہت زیادہ پابند تھے۔ (۱)

ابو مشرک لکھتے ہیں: وہ عابد تھے، ان کا دضوی بھی باطل نہیں ہوتا تھا، وہ جب بھی دضو کرتے تھے نماز پڑھتے تھے۔ (۲)

الہذرات میں ہے: وہ صحابی رسول تھے، اپنے علاقے سے محترم مہمان کے عنوان سے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہ عابد و مجاہد تھے۔ (۳) بہت کرامتوں والے اور مستجاب الدعوۃ تھے، خدا کے حضور ہمیشہ تلیم رہتے تھے۔ ابن جنید کتاب الاولیاء میں لکھتے ہیں: حجر بن عدی مجتب ہو گئے تو اپنے مخاطب سے کہا: مجھے پینے والا پانی دوتا کر غسل کر سکوں اور کل تک کچھ بھی نہ دو۔ کہا: میں ذرتا ہوں کہ کہیں پیاس سے مر نہ جاؤ اور معاویہ مجھے قتل نہ کر دے۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے خدا کو یاد کیا اور ان کے اوپر پانی ڈالا گیا، انہوں نے پانی سے اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا: خدا کو یاد کیجئے تاکہ وہ ہمیں نجات دے۔ انہوں نے کہا: خدا یا! ہمارے لئے نیکی قرار دے۔ (۴)

عاشر نے کہا: خدا کی قسم! جہاں تک میں جانتی ہوں، وہ ایک مسلمان اور حج و عمرہ بجالانے والے تھے۔ (۵) اور انہوں نے معاویہ سے کہا: کیا تم نے مجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا؟ خدا کی قسم! مجھے

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۵ حادثہ)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۸۵ (ج ۵ ص ۲۲۰)؛ تاریخ ابن حجر العسقلانی ج ۱۹ ص ۲۰۲، ۲۳۰، ۲۳۹؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۳۶

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۰ (ج ۸ ص ۵۵ حادثہ)

۴۔ شذرات الذہب ج ۱ ص ۷۵ (ج ۱ ص ۲۲۷ حادثہ)

۵۔ الاصفی ج ۱ ص ۳۱۵ (نبر ۱۶۲۹)

۶۔ الٹائی ج ۱۲ ص ۱۱ (ج ۷ ص ۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۲۹)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹

(ج ۱ ص ۳۹۹ حادثہ)

معلوم ہوا ہے کہ مقام عذر میں سات افراد قتل کئے جائیں گے جن کے لئے خدا اور اہل آسمان ناراض ہوں گے۔ (۱)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے فرمایا: اے کوفہ والو! مقام عذر میں تھاہرے سات برگزیدہ افراد قتل ہوں گے، جن کی مثال اصحاب اندود کے مانند ہے۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: مجرم بن عدی اور ان کے ساتھی اصحاب اندود کی طرح ہیں۔ (۲)

معاویہ کو لکھے گئے امام حسین کے ایک خط میں ہے:

”کیا تم مجرم بن عدی اور ان کے عبادت گزار نمازی اصحاب کے قاتل نہیں ہو جو ظلم سے انکاری اور بدعوتوں کے خلاف تھے، امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر کرتے تھے پھر تم نے انہیں سخت قسم کے عہدو پیمان کرنے اور شہوں وعدے کرنے کے باوجود خدا پر جرأت کر کے اور اس کے عہد کو خفیف سمجھ کر محض از راہ ظلم و جور شہید کر دالا؟!

کیا تم عمرہ بن حمق کے قاتل نہیں ہو جو رسول خدا کے صحابی اور اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں عبادت نے اتنا لاغر کر دیا تھا کہ ان کا جسم ہیدہ اور ان کا رنگ زرد ہو گیا تھا، تم نے انہیں امان دینے کے بعد ایسے سخت وشدید وعدے کئے کہ اگر ایسے وعدے برکوئی سے کئے جائیں تو وہ بھی پہاڑ چھوڑ کر نیچے آتے۔ کیا تم حضرتی کے قاتل نہیں ہو جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں، حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمد بن حنفی کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تھاہری اور تھاہرے آباء و اجداد کی عزت بس پھیریاں لگا رہے ہوتے جاڑے کی پھیری اور گری کی پھیری۔ لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیب سے باہر نکلا۔“

۱۔ تاریخ ابن حسان کرج ۳۳ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۷۲۲) نمبر ۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۳۱؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۱۲ ص ۷۲۲) نمبر ۱۲۲۱؛ الاصابة ج ۱ ص ۳۱۵ (نمبر ۱۲۲۹)

۲۔ تاریخ ابن حسان کرج ۳۳ ص ۸۶ (ج ۱۲ ص ۷۲۲) نمبر ۱۲۲۱؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۲ ص ۲۳۱؛ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۱۲ ص ۷۲۲) نمبر ۱۲۲۱

۳۔ حادثہ ۱۵۵: شذرات الذهب ج ۱ ص ۷۵ (ج ۱۲ ص ۷۲۳) حادثہ ۱۵۵

یہ ہیں جو اور ان کے ساتھی۔ ان شاکستہ کردار بندوں اور نیک تابعین کا ہدف یہ تھا کہ تمام جگہوں پر
ہلاکت آمیز گناہ یعنی مبڑوں سے امیر المؤمنین حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کی ممانعت کریں؛ وہ ہمیشہ محاویہ کے
ان تمام سخت ساقیوں اور الہمکاروں کے چہرے پر گرد و غبار اڑاتے تھے جو امام بحق اور ان کے اولیاء کے متعلق
اس عظیم گناہ کے مرکب ہوتے تھے (یعنی ان سے بری طرح پیش آتے تھے اور انہیں منع کرتے تھے)۔
ان افراد کی نیکی اور شاکستہ کرداری کسی سے پوشیدہ نہ تھی حتیٰ مخیرہ پر بھی نہیں جو محاویہ کے گروہ میں
سے تھا اور حضرت علیؑ کے شیعوں کا شدید دشمن تھا؛ چنانچہ جب مخیرہ سے کہا گیا کہ جو اور ان کے ساقیوں کو
گرفتار کرے تو اس نے کہا: مجھے پسند نہیں کہ اس شہر کے نیک افراد کو قتل کروں اور ان کے خون سے اپنے
ہاتھ رنگیں کروں جس کی وجہ سے وہ سعادتمند اور میں بدجنت ہو جاؤں، دنیا میں محاویہ عزیز ہو جائے اور
آخرت اور روز قیامت میں مخیرہ ذیل و خوار ہو جائے۔

محاویہ کے ساقیوں نے مقام عذر میں ان کے زندگی کی آخری رات میں ان کی بہترین نماز و دعا
کا مشاہدہ کیا تھا، ان کی عبادت پر حیرت زده تھے اور خداوند عالم کی اطاعت کو اہمیت کی نگاہ سے
دیکھا تھا۔ لیکن محاویہ کے حکم سے ان کے سامنے امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے انہمار بیزاری کی بات رکھی
تھا کہ وہ محفوظ و مامون رہیں اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس طرح وہ حضرت علیؑ کی محبت کی
راہ میں قتل ہو گئے جیسا کہ حاکم نے مدرسہ میں لکھا ہے۔

میں نہیں جانتا، کیا یہ شریعت کا جزو ہے کہ امام ہدایت سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان پر لعنت کرنا
اماں کا باعث ہو جاتا ہے حالانکہ وہ شخص پھانسی کا مستحق ہے؟ یا خود اس بات سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی
ثابت شدہ واجب اور ضروریات دین میں سے ہے، اور جو شخص اسے ترک کرتا ہے اس کا خون بھاولیا
جانتا ہے، محاویہ ہر چیز سے زیادہ ایسے شخص کے قتل کو پسند کرتا تھا؛ چنانچہ ابن کثیر کی روایت ہے:
عبد الرحمن بن حارث نے محاویہ سے کہا: ”تو نے مجرم بن ادبر کو قتل کر دیا؟ محاویہ نے کہا: میں اس کے
ہمراہ سو آدمیوں کو قتل کرنے سے زیادہ، اسے قتل کرنے کو پسند کرتا ہوں“۔ (۱)

۱۔ البدریہ والہبیہ ج ۸ ص ۵۲ (ج ۸ ص ۵۹ حادثہ ۱۵۰)

مجی ہاں! ہم نہیں جانتے لیکن معادیہ کی فنا ہست اور اس کی شہوتیں اس عمل کو جائز شمار کرتی ہیں۔
جرحا در ان کے شاستہ کردار اور صحیح اسلام کے حامل ساتھیوں نے جب بے وقوف اور غیروں کی
حکومت کی خلافت کی تو ان کا گناہ کیا تھا؟! جیسے وزغ بن وزغ کی حکومت، قبیلہ ثقیف کا بد کار اور زنا کار
کی حکومت، اپنی شرمگاہ کھول دینے والا بسر بن ارطات کی حکومت، زیاد کی حکومت اور ان کا قائم خلیفہ
فرزند ہند۔

جرحا در ان کے ساتھی وہی تھے جنہوں نے عهد الہی کو وفا کیا، رسول خدا کی لائی گئی اور بیان کی گئی
تمام باتوں کے مقابل خاضع و فروتن رہے۔ ایک رسول خدا کی ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت
نے جابر سے فرمایا: خداوند عالم تمہیں بے وقوفوں کی حکومت سے محفوظ رکھے۔ جابر نے عرض کی: بے
وقوفوں کی حکومت کون سی ہے؟ فرمایا: وہ حاکم جو میرے بعد آئیں گے اور میری سیرت و روشن کی اقتداء
نہیں کریں گے اور میری سنت پر عمل نہیں کریں گے، لہذا جوان کے جھوٹ کی تصدیق کرے اور ان کے
ظلہ و ستم میں ان کی مدد کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، وہ حوض کوثر پر داخل نہیں ہو گا۔ اور جو لوگ ان کے
جھوٹ کی تصدیق نہ کریں گے اور ان کے ظلم و ستم میں ان کی مدد نہ کریں گے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان
سے ہوں اور وہی حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے۔ (۱)

معادیہ کے پاس لچرا در پوچ کلمات سے وابستہ ہونے کے علاوہ ان منتخب افراد کو قتل کے سلسلے میں
کوئی بہانہ نہیں تھا، اس کی جواب وہی کے سلسلے میں مختلف بہانے تراشتا تھا۔ جیسے وہ کہتا تھا: میں نے ان
کے قتل میں امت کی صلاح اور ان کے باقی رہنے میں امت کی برپا دیکھی۔ کبھی کہتا تھا: میں نے لوگوں
کی صلاح کی وجہ سے ایک شخص کی موت کو اس بات سے بہتر خیال کیا کہ وہ زندہ رہے اور لوگوں کو گمراہ
کرے۔ (۲)

کیا امیر المؤمنین حضرت علی پر لعنت کرنے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے نیزان کے شیعوں

۱۔ منداد محاج ۳۲۱ ص ۳۲۱ (ج ۲۵ ص ۲۶۵ ح ۲۶۷)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۵۵ (ج ۲۰ ح ۱۵۰ ش ۱۵۰)

سے دشمنی ہی میں لوگوں کی صلاح و کامیابی تھی؟ اس سلسلے میں غور و فکر کریں شاید اسلام کے علاوہ کسی اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل مل ہی جائے۔

یادہ کہتا تھا: میں نے انہیں قتل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف گواہی دی ہے انہوں نے قتل کیا ہے۔ (۱)

یا کہتا تھا: میں کیا کروں؟ زیاد نے مجھے خط لکھا اور ان کا مسئلہ انتہائی شدت پسندی کے ساتھ پیش کیا اور کہا کہ میری حکومت میں ایسا خلاپیدا کر دیں جس کی بھرپائی نہیں ہو پائے گی۔ (۲)

وہ کہتا تھا: سمیہ کے بیٹے نے مجھے اس کام پر مجبور کیا اور میں نے وہ کر دیا۔ (۳)

خداوند عالم لا فَزَانِی اور بے حیائی کی مٹی پلید کرے، کیا زیاداں کا حاکم تھا یا وہ زیاد کا، جس کے اشارہ پر وہ اتنے عظیم گناہوں کا مرتكب ہو گیا؟ کیا شاستر کردار افراد کا خون ایک فاسق و فاجر اور لا ابالی شخص کے کہنے پر بھایا جاسکتا ہے؟ حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاهَنَّمُ فَإِسْقِتُمْ بِنَيَّا فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصْبِيُوا أَقْوَمَا بِجَهَنَّمِ فَتُضْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمُ نَادِمِينَ﴾ "ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جا اور اس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے۔" (۴)

لیکن زیاد کو ابوسفیان سے ملت کرنے کے بعد معاویہ اسی بات کو پسند کرتا تھا کہ اس کی رضایت و خوشنودی سے محرف نہ ہو اور اس کی رضایت کے ذریعہ کینہ و دشمنی پر و ان چڑھے، خواہ زیاد کی رضایت و خوشنودی اسے ان افراد سے دور کرے جو متذکرہ آئیہ مبارکہ کے مخاطب واقع ہوئے ہیں۔

کیا معاویہ خداوند عالم سے ملاقات کے دون مندرجہ ذیل آیات مبارکہ کے مقابل اپنے پوچ اور

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۲۹ حادثہ)؛ الاستیعاب ج اص ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۳۳ نمبر ۷۸)

۲۔ الاستیعاب ج اص ۱۳۳ (القسم الاول ص ۳۳۰ نمبر ۷۲)؛ اسد الغائب ج اص ۲۸۶ (ج اص ۳۶۲ نمبر ۱۰۹)

۳۔ الاغانی ج ۷ اص ۱۵۸ (ج ۷ اص ۱۵۸)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ (ج ۵ ص ۲۲۹ حادثہ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۴ ص ۳۳۹ حادثہ)

باطل دلائل کو پیش کر سکتا ہے، یا اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ "جس کے خون کو خداوند عالم نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر سوائے حق کے ساتھ"۔ (۱)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَا ... وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَذَابًا عَظِيمًا لَهُ﴾ "اور کسی موسمن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی موسمن کو قتل کر دے مگر غلطی سے... اور جو بھی کسی موسمن کو قصد کتل کر دے گا اس کی جزا جہنم ہے، اسی میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب بھی ہے اور خدا عنہ بھی کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے"۔ (۲)

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرُوهُمْ بِعَذَابِ أَلِيمٍ﴾ "جو لوگ آیات الہیہ کا انکار کرتے ہیں اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دینے والے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیج"۔ (۳)

﴿وَعَبَادُ الرَّحْمَانِ الَّذِينَ يَمْسُحُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنَا ... وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَرْزُقُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَنَّا مَا لَهُ﴾ "اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں...، اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے حق کے بغیر قتل نہیں کرتے اور زنا بھی نہیں کرتے ہیں کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا"۔ (۴)

کیا معاویہ کے لئے بھی کافی نہیں تھا کہ اس نے خود ہی رسول خدا سے یہ حدیث روایت کی ہے: ہر گناہ کے بخشش کی امید ہے مگر وہ شخص جو کافر مرجائے یا وہ شخص وہ ایک بندہ موسمن کو جان بوجہ کر قتل کرے۔ (۵)

کیا اس نے خود ہی اپنے گناہگار ہاتھوں سے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو یہ خط نہیں لکھا: میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر اہل صناعت و عدن کسی ایک مسلمان کے قتل پر تشقق ہو جائیں تو خدا وند عالم انہیں ناک کے بل جہنم میں جھوکن دے گا۔

کیا ابن عمر نے یہ روایت نہیں کی ہے کہ رسول خداؑ نے فرمایا: جب تک ایک مومن کا ہاتھ حرام خون سے آلو دہ نہیں ہے اس بات کی امید ہے کہ وہ اپنادین محفوظ رکھے۔

کیا براء بن عاذب نے رسول خداؑ سے یہ روایت نقل نہیں کی ہے: خدا کے حضور دنیا کی نابودی، بغیر حق ایک بندہ مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ اس روایت کو بتیلی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ (۱) اصفہانی نے اس عبارت کا بھی اضافہ کیا ہے: اگر آسان وزمین پر رہنے والے ایک بندہ مومن کے قتل میں شریک ہوں تو خدا وند عالم سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

ایک دوسری روایت میں بریجہ نے رسول خداؑ سے نقل کیا ہے کہ خدا کی نظر میں مومن کا قتل، دنیا کی نابودی سے عظیم ہے۔

ایک حدیث میں ابو ہریرہ کے طریق سے مردی ہے: اگر آسان وزمین پر رہنے والے ایک مومن کا خون بھانے میں شریک ہوں تو خدا وند عالم سب کو جہنم میں داخل دے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ابن عباس سے مردی ہے: اگر آسان وزمین پر رہنے والے ایک شخص کے قتل میں شریک ہوں تو خدا وند عالم سب کو عذاب میں بجلاء کر دیتا ہے مگر یہ کوئی مصلحت ہو۔

ایک مرفوع حدیث میں ابو بکر سے مردی ہے: اگر آسان وزمین پر رہنے والے کسی مسلمان کے قتل پر تشقق ہو جائیں تو خدا وند عالم سب کو منہ کے بل جہنم میں جھوک دے گا۔

ابن عباس کے طریق مرفوع حدیث مردی ہے: خدا کی نظر میں بدترین شخص وہ ہے جو حرم الہی میں کافر ہو جائے، اسلام میں جاہلیت سنت کو ترویج دے اور ناقص ایک شخص کا خون بھادے۔ (۲)

۱۔ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۸۷۲ ح ۲۷۱۹)؛ سنن بکری (بیت المقدس) (۲۲-۲۲)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۲۵۲۲ ح ۲۵۸۸)؛ سنن بیہقی (ج ۸ ص ۲۷)

ابو ہریرہ سے مرفوع حادیث ہے: کوئی شخص مومن کے قتل میں ذرہ برابر بھی مدد کرے تو خداوند عالم اس حالت میں اس سے ملاقات کرے گا کہ اس کی دنوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: یہ رحمت خدا سے نامید ہے۔

ابوموسی سے مرفوع حديث مقول ہے: شیطان اپنے لشکر کو اس بات پر مامور کرتا ہے کہ جو بھی آج کسی مسلمانو کو تباہ کرے تو میں اسے ایک تاج عطا کروں گا۔ ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بولا: میرے فریب کی وجہ سے فلاں مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دیا۔ ابلیس نے کہا: دوبارہ شادی کا بھی امکان ہے۔ دوسرے نے آگے بڑھ کر کہا: میں نے ایسا کام کیا کہ فلاں شخص عاق والدین میں گرفتار ہو گیا۔ شیطان نے کہا: دوسری مرتبہ بھی نیکی کر سکتا ہے۔ ایک تیسرا شخص آگے بڑھ کر بولا: میری فریب کی وجہ سے فلاں شخص خدا کا مشرک ہو گیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو گئے۔ ایک آخری شخص آگے بڑھ کر بولا: میں نے ایک شخص کو ایسا دھوکہ دیا کہ قتل کا مرٹکب ہو گیا۔ شیطان نے کہا: تم کامیاب ہو۔ پھر اسے تاج بخش دیا۔

ایک مرفوع حديث میں عبد اللہ بن عمر دے مقول ہے: اگر کوئی شخص ایک معاهدہ (بشرک یا غیر مسلمان جو مسلمان سے رابطہ رکھتا ہے) کو قتل کر دے تو اس کے مشام تک جنت کی خوبیوں میں ہو سکتی، اسی طرح اگر کوئی معاهدہ عورت کو ناقص قتل کر دے تو خداوند عالم اس کے اوپر جنت کو حرام کر دیتا ہے، وہ جنت کی خوبیوں میں سوچے سکتا۔

اس سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں حفاظہ و ائمہ حدیث نے صحاح و مسانید میں نقل کیا ہے، حافظ منذری نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں سب کو جمع کیا ہے۔ (۱)

ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے معاویہ کو عائشہ جیسے لوگوں کی نسبتیں سننے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، انہوں نے تو خود ہی ہزاروں اسلام کے ماننے کو جنمیں وہ اپنا فرزند کہتی تھیں، موت کے گھاٹ اتارنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

(۱) الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۲۰-۱۲۳ (ج ۳ ص ۲۹۸-۲۹۹)

جاءت مع الاشقيين في هودج تزجي الى البصرة اجنادها
 كانها في فعلها هرة تربى ان تأكل اولادها
 ”وَهُوَ أَبْنَى شَقِيقَيْ تَرِينَ سَبَّاهِيُونَ كَمَا سَأَتَهُمْ هُودِجٌ فَرَسَارَهُوَ كَبَرَهُوَ رَحْلَهُ أَوْرَهُوَيْنَ اُورَأَيَا ظَلْمَ كَيَا جَيَّسَهُ
 اِيْكَ بَلِي اپنے فرزندوں کو کھانے کا قدر رکھتی ہے۔“

مجی ہاں! مجرم بن عدی سفید چہرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں پہنچ گئے، وہ نیک نام، نیک طینت اور مظلوم تھے، ان کے حقوق غضب کئے گئے تھے، وہ خاک و خون میں آشنا، ظلم و ستم کی زنجروں میں جکڑے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اپنی زندگی کے آخری لمحے میں بھی نماز پڑھی، اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات تھے: آئنی زنجروں کو مجھ سے جدا نہ کرنا، میرے خون کے ساتھ عسل دینا اور میرے لباس کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں جہاد کرتا ہو اشہید ہوا ہوں۔ ایک دوسری عبارت میں ہے: ہم پل صراط پر معاویہ سے ملاقات کریں گے۔ (۱) معاویہ کی ذلت و خواری کے لئے یہی ظلم کافی ہے۔ امام حسن نے معاویہ کی چار عاداتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا: ان میں سے ایک، مجرم کا قتل ہی اس کے مظالم کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ بھی کہا: مجرم اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے سلسلے میں معاویہ پر ترف ہے۔ (۲)

ہمیں یقین ہے کہ ہند گجر خوار کے جتنے نے بصرہ والوں پر جو ظلم ڈھانے ہیں، اسے اس کی سزا ضرور ملے گی، چنانچہ حضرت علی فرماتے ہیں:

”جو خون حلال نہیں ہے اسے بہانا اور ان نقوص کو قتل کرنا جنہیں خداوند عالم نے محترم قرار دیا ہے، واضح نقصان اور خطرناک بربادی ہے، خداوند عالم اس شخص کو معاف نہیں کرے گا جس نے ظلم و تجاوز کے

۱۔ محدث حاکم ح ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱ (ج ۳۲ ص ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵)، الاستیاب ح اس ۱۳۵ (القسم الاول ص ۳۳۱ نمبر ۳۸۷)؛ کامل ابن اثیر ح ۳۲ ص ۲۱۰ (ج ۲۲ ص ۵۰۰ حوار شرحته)؛ اسد الغابب ح اس ۳۸۲ (ج ۱ ص ۳۲۲ نمبر ۱۰۹۳)؛ الاصابة ح اس ۳۱۵ (ص ۱۲۲۹).

۲۔ امام حسن کے کلمات الحدیثی کی دوسری جلد میں پیش کئے گئے۔

ذریعہ کی کاخون بھایا ہے۔ (۱)

شیعیت کی بنیاد پر قبیلہ خضری کے دو افراد کا قتل

نسب شناس ابو جعفر محمد بن جبیب بغدادی (متوفی ۲۳۵) نے اپنی کتاب "احجر" میں نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے مسلم بن زیر اور عبد اللہ بن عجی (یہ دونوں قبیلہ خضری سے تھے) کو مدینہ میں ان کے گھر کو ادا پر چانسی دے دی، وہ دونوں کئی دنوں تک صولی پر لٹکے رہے، ان کا گناہ یہ تھا کہ وہ شیعہ تھے۔ یہ فعل معاویہ کے حکم سے انجام پایا۔

امام حسین بن علی (علیہ السلام) نے معاویہ کے ایک خط میں اس سلسلے میں لکھا:

"کیا تم نے ہی مجرم اور قبیلہ خضری کے افراد کو قتل نہیں کیا، جس کے متعلق زیاد نے تمہیں لکھا تھا کہ وہ علی کے دین پر ہیں۔ اور تم نے لکھا کہ جو بھی علی کے دین پر ہوا سے قتل کر دا اور نیست و نابود کر دو۔ اور اس نے بھی انہیں قتل کر کے تمہارے حکم کی بجا آوری کی۔ حالانکہ علی کا دین محمد کا دین ہے، وہ محمد بجن کی وجہ سے آج تم یہاں بیٹھے ہو، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہاری اور تمہارے آباء و اجداد کی عزت بس پھیریاں گا رہے ہوتے، جاڑے کی پھیری اور گرمی کی پھیری۔ (۲) لیکن خدا نے ہمارے واسطے سے تم پر احسان کیا اور اس عیوب سے باہر نکلا۔"

علامہ امتنی فرماتے ہیں: اے دین خدا کے ماننے والو! میرے ہمراہ آئیے اور دیکھئے کہ کیا حضرت علی کے دین و ایمان کو مانا، ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے اور اس اذیت اور مثله کا باعث ہو سکتا ہے جو شریعت مطہرہ میں کتوں کے لئے بھی حرام ہے؟!

کیا حضرت علی کا دین وہی دین نہیں ہے جسے آنحضرت نے خداوند عالم سے حاصل کیا ہے؟ مجی

۱۔ شرح ابن الہیچ درج امس ۲۵۰ (ج ۲۹ ص ۲۳۹ کتاب ۵۵)

۲۔ جاہلیت کے زمانے میں تریہبر سال در مرتبہ کوچ کرتے تھے: سردیوں میں یعنی کی طرف اور گرمیوں میں شام کی جانب۔ لکھ اور شام کے درمیان رفت و آمد کرنے والے قافلے کی ریاست ابوسفیان کو حاصل تھی۔

ہاں ابواقیعہ بھی ہے لیکن معاویہ اس ثابت و استوار دین کی خلافت کرتے ہوئے اس کے لئے کسی اہمیت کا قائل نہیں تھا اور اس کی توہین و جسارت میں بھی پیچھے نہیں رہتا تھا۔

مالک اشتر

جن صلحاء اور اسلام کے شاہزادے کردار بندوں کو معاویہ نے بے گناہ قتل کیا، ان میں "مالک بن حارث اشتر صحیحی" بھی ہیں، خدا انہیں جزاۓ خیر دے۔ وہی مالک جن میں پہاڑوں اور پھروں جیسا استحکام تھا، اسکی عظیم شخصیت کی شہادت پر تمام سو گواروں کو اٹک بارانی کرنی چاہئے۔

اے مالک! کیا آپ کے مثل کوئی پیدا ہو سکتا ہے؟ کیا خدا کے بندوں میں عظمت و اہمیت کے اعتبار سے عظیم اور ظالموں کے مقابلے میں آپ سے زیادہ بھڑکتی ہوئی آگ کے مانند کوئی ہو سکتا ہے؟ آپ لوگوں کے درمیان رحم و کثافت اور ذلت سے سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ تھے، ایسی مشیر آبدار تھے جو کبھی کند نہیں ہوتی تھی، صلح و آشتی کے وقت صاحب عرفان و حکمت اور میدان جنگ میں دلیر سپاہی تھے، آپ ثابت و استوار فکر کے مالک اور صبر جمیل کے حامل تھے۔

یہی ہے کہ مالک ان افراد میں سے تھے، جن کی سستی اور سقوط کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، جس راستے میں عجلت اور تیزی دکھانی چاہئے اس میں سستی کا مظاہرہ نہیں کرتے اور جہاں آہستہ چلنا چاہئے وہاں تیزی نہیں دکھاتے۔ یہ ان افراد میں سے تھے جن میں سختی و نرمی دونوں موجود تھی، جنگ کے وقت، جنگ کرتے اور نرمی کے وقت، ملائمت و نرمی کا مظاہرہ کرتے تھے

وہ طاقتور بہادر، حليم و بردار رہبر، نیک انسان، اور خطیب و شاعر تھے۔ (۱)

حضرت علیؑ نے مقام نصیبین میں مالک کو ایک خط میں لکھا:

"ما بعد! اے مالک! تم ان لوگوں میں سے ہو جن پر میں نے اس لئے اعتماد کیا ہے تاکہ وہ دین کو

ا۔ مالک کے سلطے میں یہ تمام یادات تویں جلد میں پیش کئے گئے۔

قائم کریں اور ظالموں اور گناہگاروں کی سرکشی اور قلم کو ختم کریں۔ میں نے محمد بن ابی بکر کو مصر کا حاکم فرار دیا تھا لیکن وہاں خوارج نے ایسے نو عمر جوان پر بغاوت کر دی ہے جسے جنگ کا تحریک نہیں، لہذا اس کے بارے میں ضروری غور و فکر کرو اور مجھے مطلع کروتا کہ میں مناسب فیصلہ کر سکوں، تم امور میں قبل اعتماد اور خیر افراد کو اپنے ساتھی قرار دینا والسلام۔“

مالک نے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچ کر اہل مصر کے امور کی گزارش پیش کی۔ حضرت علیؑ



نے فرمایا:

”تمہارے علاوہ کوئی بھی مصر کی حکومت کے لئے مناسب نہیں ہے، لہذا اہل مصر جاؤ خدا تم پر رحمت نازیل کرے، میں نے تمہیں سفارش کی اور تمہاری تدبیر اور رائے پر اعتماد کیا۔ اپنے امور میں خدا سے نصرت طلب کرو، اپنی صحیتوں کو زمی سے مخلوط رکھو، جہاں زمی مناسب ہو وہاں زمی کا مظاہرہ کرو، جہاں سختی کے بغیر کام نہ چلے وہاں سختی کرو۔“

اس کے بعد مالک حضرت علیؑ سے رخصت ہوئے، وسائل سفر تیار کیا اور مصر کے لئے روانہ ہو گئے۔ معاویہ کے جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ علیؑ نے مصر کی حکومت مالک اشتہر کے پروردگاری ہے۔ اسے حکومت مصر کی لائچی لہذا یہ سن کر اسے شاق گزرا، اسے یقین ہو گیا کہ اگر مالک اشتہر مصر چلے گئے تو وہ محمد بن ابی بکر سے زیادہ اس (معاویہ) کے دشمنوں کے سلسلے میں سختی کریں گے۔ اسی لئے اس نے قبلیہ قلزم کے سردار کو یہ پیغام سمجھوایا کہ مالک اشتہر مصر کے لئے روانہ ہو چکے ہیں، اگر تم نے ان کا کام تمام کر دیا تو قلزم کے تمام نیکس کو جب تک میں اور تم زندہ ہیں بخش دوں گا، جتنا ہو سکے، ان کی روائی میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرو۔

وہ شخص قلزم میں آ کر ٹھیک گیا۔ مالک اشتہر بھی عراق سے مصر کی جانب روانہ ہوئے، جب قلزم میں پہنچ تو اس شخص نے ان کا استقبال کیا اور خواہش کی کہ یہاں توقف کریں، اس نے کہا: یہاں بہترین آرامگاہ اور لذیز کھانا فراہم ہے، میں اسی دیہات کا رہنے والا ہوں۔ مالک بھی رک گئے، اس نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، کھانے کے بعد ان کے سامنے شہد کا شربت جس میں زبر ملا ہوا تھا، پیش کیا گیا،

جس کو پینے کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔

ادھر معاویہ نے اہل شام کو مخاطب کر کے کہا: علی نے مالک اشتر کو مصر کی جانب روانہ کیا ہے، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے پاس بھی آسکے۔ چنانچہ وہ ہر روز مالک اشتر کے لئے دعا کرتے تھے۔ جس شخص نے مالک کو زہر دیا تھا اس نے معاویہ کے پاس آ کر مالک کی شہادت کی اطلاع دی۔ یہ سنتہ ہی معاویہ کھڑا ہوا اور خدا کی حمد و شنا کے بعد بولا: بے شک علیؑ کے دو طاقت و رہ بازو تھے ایک (یعنی عمار یا سر) صفين میں اور دوسرا (یعنی مالک اشتر) آج کاٹ دیا گیا۔ (۱)

ابن تبیہ کی عمارت ہے: جب معاویہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا: آج میرا دل مختدا ہو گیا، خداوند عالم کے کئی لشکر ہیں یہ شہد (جس کے دیلے سے مالک کو زہر دیا گیا) انہیں میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو اسی کا کام تھا۔ (۲)

محسودی کی عمارت ہے:

”علیؑ نے مالک اشتر کو مصر روانہ کیا، ایک لشکر بھی ان کے ہمراہ کیا؛ جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عریش میں موجود ایک کسان کے ساتھ سازش کی اور اسے لائچ دے کر کہا: میں تم سے میں سالہ تک ٹیکس نہیں لوں گا لہذا کوئی صورت نکال کر مالک اشتر کی غذا میں زہر ملا دو۔ جب مالک اشتر عریش میں ہو چکے تو کسان نے ان سے کہا: آپ کون ہی غذا اور شربت پسند فرماتے ہیں؟ کہا گیا: شہد۔ چنانچہ اس نے شہد پیش کرتے ہوئے کہا: یہ فلاں قسم کا شہد ہے، اس نے مالک کے سامنے شہد کی بہت زیادہ تعریف کی۔ مالک اس وقت روزہ تھے، بالآخر انہوں نے شہد کا شربت نوش فرمایا اور تھوڑی دیر بعد دنیا سے کوچ کر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ مقام قلزم میں زہر دیا گیا لیکن پہلا نظر یہ زیادہ بہتر اور مسلم ہے۔ حضرت علیؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا: یہ معاویہ ہی کا کام ہے۔ جب معاویہ سے کہا گیا تو اس نے کہا: خداوند عالم کے پاس شہد کا لشکر بھی ہے۔“ (۳)

۱۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۵۲ (ج ۵ ص ۹۶ حدادث ۳۸)؛ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۳۰ (ج ۲ ص ۲۳۰ حدادث ۳۸)۔

۲۔ عيون ابن تبیہ (ج اص ۲۰۱) ۳۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۹ حدادث ۳۸)۔

علامہ اتنی فرماتے ہیں: آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ معاویہ کو اتنے عظیم گناہ (ایک صالح بندے کے قتل کا گناہ، جس کی رسول خدا اور ان کے جانشین امیر المؤمنین نے تعریف و توصیف فرمائی ہے) کے ارتکاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ تو بہ اور نداست کا اظہار بھی نہیں کرتا بلکہ وہ اور اہل شام اس عظیم بہادر کی موت پر مسرت و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں۔ (۱) مالک کا جرم یہ تھا کہ وہ اپنے وقت کے ایسے امام کی نصرت کر رہے تھے جس کی خلافت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق تھا: یہ تجوب خیز نہیں ہے اس لئے کہ معاویہ انہیں چیزوں سے خوش ہوتا تھا جنہیں برحق امت، ائمہ ہدایت اور شاستر کردار اولیاء ناپسند کرتے تھے۔ اگر اسلام میں کسی کا احترام نہ بھی ہوتا اور وہ ائمہ ہدی اور ان کے ناصروں کے لئے کسی منزلت کا قائل نہ بھی ہوتا تب بھی معاویہ اس سے عظیم مظلوم کا مرتب نہ ہوتا۔ معاویہ نے اسلام کی محترم شخصیتوں کو نیچا دکھانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ اس نے اسلام کے روایہ اور خدا کے واقعی فرمان و حقائق میں کوئی فرق نہیں تھا، اس کے سرکش اور ظالم اہلکاروں نے اذیت ناک انداز میں حضرت محمدؐ کے منتخب اصحاب اور ان کے مددوگاروں کو قتل کیا اور ان کے چانپے والوں کو صرف اس گناہ میں تہبیخ کیا کہ وہ رسول خدا کے اہل بیت کا ساتھ دے رہے تھے۔

محمد بن ابی بکر

”محمد بن ابی بکر“ حرم امن الحنی کے پورودہ اور خاندان عصمت و طہارت کے تربیت یافت، ان افراد میں سے ہیں جو معاویہ کی حکومت میں شہید ہوئے اور معاویہ کے اہلکاروں کے ہاتھوں تہبیخ کئے گئے۔

معاویہ نے عمر و عاص کو چھ ہزار افراد کے ہمراہ مصر روانہ کیا، حالانکہ حضرت علیؑ کی طرف سے وہاں

محمد بن ابی بکر حاکم تھے، عمر و عاص نے مصر کے قریب پر اڈا لالا، عثمان کے مانے والے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، اس نے وہاں سے محمد بن ابی بکر کو لکھا:

”اے ابو بکر کے بیٹے! میں تم پر مسلط ہوتا نہیں چاہتا، آگاہ ہو جاؤ کہ اس شہر کے لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں اور تم پر پشورش کرنے کے سلسلے میں تحد ہیں، وہ اس بات سے نادم ہیں کہ انہوں نے تمہاری پیرودی کی ہے، اگر ہڈی اسک چھری پیونج گئی تو وہ تمہیں گرفتار کر لیں گے، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ مصر سے نکل جاؤ، والسلام“۔

عمر و عاص نے معاویہ کا لکھا ہوا خط بھی روانہ کیا، اس خط میں ہے:

”اما بعد ظلم و تم کا انجام برا بخت ہوتا ہے، قتل و خوزیری حرام ہے، اس کا مرتكب ہونے والا اس دنیا میں انتقام اور آخرت میں وردنا ک عذاب سے محفوظ نہیں ہے۔ میں کسی ایسے کو نہیں جانتا جس نے تم سے زیادہ عثمان پر ظلم و تم کیا ہو، تم ان افراد میں سے ہو جنہوں نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور ان کا خون بھایا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان تمام باتوں سے جسم پوشی کر لوں گا یا بھول جاؤں گا؟ تم ان شہروں میں حکومت کرنے کے لئے پیونج گئے جہاں ان (عثمان) کے چاہنے والے موجود ہیں؟ ان شہروں کے لوگ میرا حکم مانتے ہیں، میری بات پر مستلزم خم کر دیتے ہیں اور مجھ سے بیشہ عدالت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اب میں ایک ایسے گروہ کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو تمہارے خون کے تشنه ہیں اور تمہارے قتل کی راہ میں چھاڑ کر کے تقرب خدا کے طلبگار ہیں، انہوں نے اپنے خدا سے عهد و پیمان کیا ہے کہ تمہیں تمہارے افعال و کردار کی سزا اسک پیونچا دیں گے، اگر وہ تمہارے قتل سے بھی راضی و خوشنود ہوں تو میرے لئے کوئی نقصان نہیں ہے، میں چاہتا ہوں کہ عثمان کے ساتھ دشمنی اور ان کی رگ حیات کاٹنے کے سلسلے میں تم نے جو ظلم و ختم کیا ہے، اس کی وجہ سے تمہیں قتل کر دیا جائے، لیکن خاذ ان قریش کے ایک شخص کو اس طرح قتل کرنا مجھے پسند نہیں۔ ہاں! خدا ہے کہ تم جہاں بھی رہو گے وہ تمہیں اس قصاص سے نجات نہیں دے گا، والسلام“۔

محمد نے دونوں خطوط کو ایک ساتھ رکھ کر حضرت علیؑ کی جانب روانہ کر دیا اور معاویہ کے خط کا اس طرح جواب لکھا:

”اما بعد! تمہارا وہ خط موصول ہوا جس میں تم نے عثمان کے معاملے کو اس طرح بیان کیا ہے جس کے سلسلے میں میں کوئی بھی عذر پیش نہیں کروں گا، اس خط میں تم نے مجھے خوف زدہ کر کے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور مجھے از رله شفقت قتل ہونے سے ڈرایا ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ زمانہ اس طرح کروٹ لے گا کہ میں میدان کارزار میں تم سے جنگ کروں گا اگر تم کامیاب ہو گئے تو دنیا کی حکومت تمہاری ہو جائے گی، کتنے ہی ظالموں نے دنیا میں حکومت کی ہے اور کتنے ہی موننوں کو تم نے قتل کیا اور مثلہ کیا ہے، ہاں تمہاری اور ان سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے، تمام امور اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہی اس کا فیصلہ کرے گا، والسلام“۔

اور عمر و عاصی کے خط کا جواب اس طرح لکھا:

”اے عمر و عاصی! تم نے اپنے خط میں جو کچھ لکھا تھا اس سے مطلع ہوا، تم اس بات سے پریشان ہو کہ کامیابی میرے حصے میں آئی ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم غلطیاں کرتے ہو، تم یہ خیال کرتے ہو میں میرے خیر خواہ ہو، خدا کی قسم! تم میرے بد خواہ ہو، تم سوچتے ہو کہ لوگوں نے میری رائے اور حکومت کو چھوڑ کر میری پیروی سے نادم ہیں اور سب نے تیری اور شیطان کی پیروی کو اختیار کر لیا ہے، اس سلسلے میں عالمین کا پروردگار ہی ہمارے لئے کافی ہے، ہمیں عرش اعلیٰ کے خدا پر بھروسہ ہے، والسلام“۔

عمر و عاصی نے مصر کی جانب رخ کیا۔ محمد بن الی بکرنے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا:

”اما بعد! اے مسلمانو! اور مونوا! جن لوگوں نے اسلام کی حرمت کو پاپاں کیا، مظلالت و گمراہی کو رواج دیا اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر لوگوں پر زبردستی مسلط ہونا چاہتے ہیں، اب وہ دشمنی و عداوت پر کمر بستہ ہو کر تمہاری طرف آرہے ہیں۔ اے خدا کے بندو! جو بھی جنت اور خدا کی بخشش کا طبلگار ہے اسے خدا کی راہ میں اس گروہ سے جہاد کرنا چاہئے، جلدی کرو اور کنانہ بن بشر کے ہمراہ ان کا منہ توڑ

جواب دو، خدام تم پر رحمت نازل کرے۔

تقریباً دو ہزار لوگوں نے کنانہ کو ثابت جواب دیا، محمد دو ہزار افراد کے ساتھ باہر آئے، کنانہ عروض کے سامنے گئے، آگے آگے محمد حرکت کر رہے تھے۔ عمر و کنانہ کی طرف آیا، تربیب آنے کے بعد کنانہ نے ایک ایک خط کو پیش کرنا شروع کیا، وہ جیسے خط نکالتے وہ بے تو جمی کام مظاہرہ کرتا اور زمین پر ڈال دیتا تھا، اس نے کئی مرتبہ اس عمل کی تحریر کی۔ عمر و ”معاویہ بن حدائق سکونی“ کو بلوا کر، بہت سے لوگوں کے ساتھ کنانہ کا حاصرہ کر لیا۔ شام کے لوگوں نے چاروں طرف سے ان کا حاصرہ کر لیا تھا۔ کنانہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے گھوڑے سے اتر آئے، ان کی زبان پر یہ کلمات تھے:

”ہر موجود خدا کی اجازت سے مر جائے گا، یہ ایسا فصل ہے جو سب کے لئے محسن کر دیا گیا ہے، جو بھی اس دنیا کی جزا چاہتا ہے، ہم اسے دیں گے اور جو آخرت کی جزا کا طالب ہے، ہم اسے بھی دیں گے، ہم شکر گزاروں کو بہترین جزا دیں گے۔“ اس کے بعد اپنی تلوار نکال کر ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، خدا ان پر رحمت نازل کرے۔

پھر عمر و عاصِ محمد بن ابی بکر کی جانب روانہ ہوا جن کے ساتھی کنانہ کے قتل کی خبر سن بکھر ہو گئے تھے، یہ صورت حال تھی کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ تھا، محمد نے یہ حالت دیکھ کر ایک خرابے میں پناہ گزیں ہو گئے ایک طرف عمر و عاص اور دوسری طرف معاویہ بن حدائق ”محمد“ کی تلاش میں لگے رہے۔ چنانچہ معاویہ نے ایک راہ گیر سے پوچھا: کسی نامعلوم آدمی کو ادھر دیکھا ہے؟ اس نے کہا: نہیں خدا کی قسم! میں نے صرف اس خرابے میں ایک آدمی کو دیکھا تھا۔ ابن حدائق نے کہا: خدا نے کعبہ کی قسم! وہی محمد بن ابی بکر ہے وہ سب کھلنڈر کی طرف دوڑے اور اس میں داخل ہو کر انہیں باہر نکالا، وہ شدت تھنگی سے جاں بلب تھے وہاں سے مصر کے زمان میں لا یا گیا۔ ان کا بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر عمر و عاص پر بھڑک اٹھا: کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ کسی کو معاویہ بن حدائق کے پاس بھیج کر اس عمل سے روکو۔ عمر و عاص نے ابن حدائق سے سفارش کی کہ محمد بن ابی بکر کو اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ معاویہ نے کہا: تم کنانہ بن بشر کو قتل کر دو اور میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں؟ یہ محال ہے، کیا تمہارے کافران سے بہتر تھے یا تمہاری

کتابوں میں اسے برأت کا اظہار کیا گیا ہے؟

محمد نے ان سے کہا: مجھے پینے کے لئے تھوڑا پانی دو۔

معاویہ بن حدیث نے کہا:

”خدا اس شخص کو سیراب نہ کرے جو تمہیں ایک قطرہ پانی دے، تم نے عثمان کو پانی نہیں دیا، انہیں روزہ کی حالت میں قتل کر دیا، انہوں نے مہر و محبت کی شراب پی کر جنت میں خدا کا دیدار کیا، اے ابن ابی بکر خدا کی قسم امیں تمہیں قتل کروں گا تا کہ تم جہنم میں جلتا ہو اپانی پی سکو۔“

محمد نے جواب میں کہا: اے یہودی عورت کے جنے ا تو ایسا نہیں کر سکتا، یہ خداوند عالم ہے جو اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے اور تم اور تھارے ساتھیوں جیسے دشمنوں کو شکنہ کام رکھتا ہے، خدا کی قسم اگر میرے ہاتھ میں تکوار ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی ایسی جرأت نہیں کرتا۔

ابن حدیث نے جواب میں کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تھارے ساتھ کیا کروں گا؟ تمہیں گدھے کے کھال میں ڈال کر آگ لگا دوں گا۔

محمد نے کہا: تھجھے بہتوں نے اولیائے خدا کے اوپر ایسے مظالم ڈھانے ہیں، مجھے امید ہے کہ جو آگ تو مجھے جلانے کے لئے روشن کرے گا خداوند عالم اسے شہذی کر دے گا، اس نے اپنے خلیل ابراہیم کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا، وہ تو اور تیرے الہکار کے ساتھ وہی کرے گا جو نمرود اور اس کے چاہنے والوں کے ساتھ کیا تھا، خداوند عالم تھجے اور جس کا تو نے ابھی نام لیا ہے (عثمان) اور تیرے رہبر (معاویہ) کو اسی آگ میں جلانے گا جو تیرے سامنے شعلہ در ہے۔

ابن حدیث نے کہا: میں تمہیں صرف عثمان کی وجہ سے قتل کروں گا۔

محمد نے کہا: تھجے عثمان سے کیا واسطہ؟ عثمان نے ظلم و تم کے ساتھ رفارکار کیا اور قرآن مجید کے احکام میں تغیر و تبدل کیا، خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَخْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِأَزْكِنَكَ هُنْ الْفَاسِقُون﴾ ”جو بھی تنزل خدا کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ فاسقوں میں شامل ہو گا۔“ (۱) اسی لئے ہم

نے اس سے انقام لیا اور اسے قتل کیا، اب تو اور تمہارے ساتھی اس کی تعریف کر رہے ہو، خداوند عالم ہمیں ان گناہوں سے مبرہ دپاک قرار دے جن کا وہ مرتبک ہوا ہے، ہاں! تو ان گناہوں اور جرائم میں اس کا شریک ہے۔

روایی کا بیان ہے کہ یہ سن کر معاویہ سخت غصہ ناک ہوا اور انہیں قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ چنانچہ انہیں ایک کھال میں ڈال کر اس میں آگ لگادی گئی۔

عائشہ نے یہ واقعہ سن کر بہت زیادہ گریہ وزاری کی اور مجاز کے بعد معاویہ اور عمر پر لعنت کی۔ (۱) نجوم الراہرہ میں ہے کہ ان کا سرکاش کرشام میں معاویہ بن ابی سقیان کے پاس بیٹھ ڈیا گیا، چنانچہ یہ سرپورے شام میں پھر ایا گیا، اسلام میں یہ پہلا سرقة جسے اس طرح پھر ایا گیا تھا۔ (۲)

محمد بن ابی بکر کی شہادت کا درس ارج

معاویہ نے ۳۸ھ میں عمر و عاص کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ کیا، معاویہ بن حدائق اور ابوالاعور سلمی کو بھی اس کے ساتھ کیا، عمر نے وہاں زندگی لگزداری تھی اور حضرت علیؑ کی طرف سے محمد بن ابی بکر وہاں حاکم تھے، ان کی حکومت "مناة" نامی جگہ پر قائم تھی۔ ان دونوں کے درمیان ایسکی جنگ چھڑی کہ اس میں کنانہ بن بشر شہید ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھیوں نے تھا چھوڑ دیا تو انہوں نے بھاگ کر جبلہ بن مسردق نامی شخص کے یہاں چھپ گئے۔ کچھ دنوں بعد ان کاٹھکانہ معلوم ہوا کہ اور معاویہ بن حدائق اور اس کے ساتھیوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر محمد بن ابی بکر باہر آئے اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ معاویہ بن حدائق اور عمر و عاص نے انہیں ایک کھال میں رکھ کر آگ لگادی، یہ دردناک واقعہ مصر کے کوم شریک نامی جگہ پر رونما ہوا۔ منقول ہے کہ یہ ظلم

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۵۸۔ ۶۱۔ (ج ۵ ص ۱۰۵۔ ۱۰۵ حادث ۳۸ھ)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۲۳۲ حادث ۳۸ھ)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸ (ج ۷ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸ حادث ۳۸ھ)؛ نجوم الراہرہ ج ۱ ص ۱۱۰۔ ۱۱۱

۳۔ نجوم الراہرہ (ج ۱۱۰)

اس وقت کیا گیا جب محمد بن ابی بکر کے جسم میں رمق حیات باقی تھی۔

معاویہ اور اس کے ساتھیوں کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت خوش ہوا۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت پر معاویہ کی خوشحالی و سرسرت کا واقعہ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

”بہتنا وہ خوش ہے، ہم اتنا ہی غزدہ، آغاز جنگ سے لے کر میں نے ابھی تک کسی پر اتنا زیادہ گریہ نہیں کیا، وہ میرا تربیت یافت تھا، میں اسے اپنا بیٹا کہتا تھا، اتنا غم و اندوہ بے وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ نیک شخص اور میرا بھتija تھا (۱) ہم خدا کی راہ میں یہ قربانی پیش کرتے ہیں“۔ (۲)

عبدالرحمٰن فزاری حضرت علیؑ کی طرف شام میں خبر تھے وہ حضرت کی خدمت میں آکر بولے:

”میں شام سے باہر آیا عمر و عاصی کی طرف سے پچھو نما نندے خوش خبری لائے کہ مصر کو فتح کر لیا گیا ہے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا ہے، انہوں نے منبروں پر بھی اس کا اعلان کیا۔ اے امیر المؤمنین میں نے ابھی تک ایسی خوشحالی بہت کم دیکھی ہے، محمد کے قتل کی خبر شہادت سن کر شام کے لوگوں کی سرست بے نظیر تھی“۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لیکن ہمارا غم و اندوہ، ان کی سرست سے کئی گناہ زیادہ ہے۔ آپ اتنے غمگین تھے کہ اس کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

حضرت نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا، خدا کی حمد و ش賀 اور رسول خدا پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

”خبردار مصر کو ظالموں اور فسق و فجور کے طرفداروں نے فتح کر لیا ہے، یہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں بندہ ڈال کر اسلام کو گراہی کے راستے پر لے گئے، آگاہ ہو جاؤ کہ محمد بن ابی خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں، خدا اس پر رحمت نازل کرے، ہم اسے خدا کی بارگاہ میں دیکھ رہے ہیں.....“۔ (۳)

ابو عمر سے مردی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو عمر و عاصی کے سامنے لا یا گیا، عمر نے زہر سے انہیں شہید

۱۔ محمد بن ابی بکر میں کی طرف سے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بھائی تھے۔

۲۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۲۸ - ۳۲۹)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۱۲ (ج ۷ ص ۳۲۹ حادث ۳۸۷)

۳۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۲ (ج ۵ ص ۱۰۸ حادث ۳۸۷)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۵ (ج ۲ ص ۳۱۳ حادث ۳۸۷)

کر دیا۔ شعبہ اور ابن عسیدیہ نے عمر بن دینار سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکر کو گرفتار کر کے عمر و عاص کے سامنے لا یا گیا۔ اس نے کہا: کیا کوئی عہد پیمان ہے، کیا کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ حضرت علیٰ ہمیشہ محمد بن ابی بکر کی تعریف و توصیف کرتے تھے اور ان کی فضیلت بیان کرتے تھے کیونکہ وہ عابد و مجاہد تھے۔ (۱)

علام اسٹنی فرماتے ہیں: اس تباہ کار کے بیٹے (عمر و عاص) سے ایسے دردناک مظالم اور جنایتیں بعید نہیں ہیں، یہ تمام مظالم صرف اور صرف ہند کے بیٹے کی قربت حاصل کرنے کے لئے انجام دیئے جاتے تھے اور ان افراد کے ہاتھوں انجام پذیر ہوتے تھے جو شائستہ کردار بندوں کا خون بھانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے تھے، ایسے افراد تھے جو خواہشات نفس کے بری طرح اسیر تھے۔

فرض کریں کہ ان کے خیال کے مطابق محمد نے عثمان کے خلاف وہ تمام اقدامات کئے، پھر بھی حیرت کی بات ہے کہ ان کی خونخواہی کے لئے وہ معاویہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عثمان کے مطالبہ کے باوجود ان کی نصرت نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ یا عمر و عاص جیسا شخص اس کی حمایت کر رہا ہے جس نے عثمان کے قتل پر سرست و شادمانی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا تھا: میں (ابو عبد اللہ) نے اسے قتل کیا ہے، اس وقت میں وادی سپاٹ میں تھا۔ اسی نے کہا تھا: میں ابو عبد اللہ ہوں، جب کسی زخم کو کریدتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ اس نے ان چوپانوں کو بھی اس کے خلاف بھڑکا دیا تھا جو پہاڑ کی بلندی پر بھیڑ چراتے تھے، وہ فتنہ انگیزی میں مشغول تھا۔

معاویہ نے ان سپاہیوں کو عائشہ کی جانب کیوں نہیں روانہ کیا جلوگوں کے درمیان یہ آواز بلند کر رہی تھیں: اس احمد بڑھ کو قتل کر دو، خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس نے طلحہ وزیر کے پاس (ان سپاہیوں کو کیوں نہیں بھیجا جو عثمان کے سب سے بڑے دشمن تھے؟ طلحہ ہی نے عثمان کے محاضے کے دوران ان تک پانی نہیں پہنچنے دیا اور لوگوں کو ان کی مدد سے روکا، وہی مانع ہوئے کہ عثمان کو مدد نہیں میں پر دھاک کیا جائے چنانچہ وہ یہودیوں کے قبرستان (حش کوکب) میں دفن کئے گئے۔ ان تمام باتوں کی

۱۔ الاستیعاب ج ۲۲۵ (قسم الالاث ص ۱۳۶، نمبر ۲۳۲۰)؛ تہذیب العجذب ج ۹ ص ۸۱ (ج ۹ ص ۷۰)

تفصیل نویں جلد میں پیش کی گئی۔

شہرتانی «مل و محل» میں لکھتے ہیں:

”عثمان کے سپاہیوں کے سردار یہ افراد تھے: معاویہ شام کا سردار، سعید بن ابی وقاص کوفہ کا گورنر، اس کے بعد ولید بن عقبہ، عبداللہ بن عامر بصرہ کا گورنر، عبید اللہ بن ابی سرح مصر کا عامل، ان سب نے عثمان کو تھا چھوڑ دیا چنانچہ وہ اپنے کیفر کو ہونجھ کئے۔“ (۱)

جی ہاں! عثمان کو قتل کرنے والے یہ لوگ تھے، معاویہ تو چاہتا تھا کہ صرف حضرت علیؑ کے چاہنے والوں سے عثمان کا قصاص لے، انہیں جہاں دیکھے وہیں پر در دنا ک طریقے سے قتل کر دیتا تھا۔

فرض کریں محمد بن ابی بکر یعنی عثمان کے قاتل تھے، دوسروں کی شرکت کے سلسلے میں کوئی دلیل بھی ہے، ان کے لئے قصاص کا حکم صادر کر دیا گیا ہے کیونکہ قصاص میں معاشرے کی زندگی ہے۔ کیا شریعت اسلام میں ایسا کوئی قصاص ہے کہ مجرم کو کمال میں ڈالنے کے بعد نذر آتش کر دیا جائے اور اس سر کو پورے شہر میں پھرایا جائے؟ محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ خدا کے دین میں صحیح ہے؟ یا معاویہ اور اس کے آباء اور اجداد کے بتہیں کے دین میں رانج ہے۔

﴿نَحْنُ نَقْضٌ عَلَيْكَ نَبَأْهُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”هم آپ کو ان کے واقعات بالکل چھپے بتا رہے ہیں۔“ (۲)

﴿فَسُوْفَ يَا تَبَّاهُمْ أَنْبَاءً مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ﴾ ”عقریب ب ان کے پاس جن چیزوں کا مذاق اڑاتے تھے ان کی خبریں آنے والی ہیں۔“ (۳)

﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ يَقْصُدُ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاعِلِينَ﴾ ”حکم صرف اللہ کے اختیار میں ہے وہی حق کو بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔“ (۴)

۱۔ مل و محل م ۲۵ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ کہف ۱۳

۳۔ انعام ۵۷

۴۔ انعام ۵۸

معاویہ کے جھوٹے مناقب پر ایک نظر

شاید اب تک آپ نے معاویہ کی شناخت حاصل کر لی ہو گی اور پوری طرح آشکار ہو چکا ہو گا کہ یہ شخص کون ہے، اس کے عادات و خصائص کیا ہیں؟ ایسا شخص تھا جس کا نامہ جہنم کے علاوہ کہیں نہیں، یہ شخص تباہی و بربادی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بد کردار اوری اور موخرین اس سے کون سی فضیلت منسوب کر سکتے ہیں اور کے ہوئے قلم ہوئی وہوں کے اس پچاری کے اعمال میں جھوٹی باتیں کیسے داخل کر سکتے ہیں حالانکہ بازار عبرت میں اس کے چھپمورے رفارکی کوئی اہمیت نہیں، گزرگاہ حق و حقیقت میں اس کے اعمال و افعال کے متعلق عذر تراشیاں قطعی ممکن نہیں، لہذا آنکھ بند کر کے حسن عن رکھیں اور اس کے احوال و حالات کے بارے میں کوئی سوال نہ کریں۔

کیا معاویہ خداوند عالم کی بارگاہ میں ان تمام ترمظالم و جنایات کا مرکب نہیں ہوا، اس نے اس کتاب و سنت کو پامال نہیں کیا جس میں تبدیلی ممکن ہی نہیں۔

کیا اس نے الہی حرمت کی تو ہیں اور اولیائے الہی کے مقام و مرتبہ کو نجاد کھانے کی کوشش نہیں کی۔ کیا اس نے اولیائے خدا کے پاک و پاکیزہ خون بہا کر گناہوں سے منزہ ان کے نفوس پر ظلم و تم نہیں کیا، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَّ أُولَأَهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضَبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الَّذِينَ عَظَمُوهُمْ﴾ "جو کسی مومن کو قصد اُولیٰ کرے اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہتا ہے اور اس پر خدا کا غصب بھی ہے اور خدا لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے"۔ (۱)

کیا اسی معاویہ نے ان صلحائے امت، عادل اصحاب کرام اور تابعین پر مظالم کے پھرائیں
ڈھائے جن کے خون و ناموس محترم تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُنُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَعَنْهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا
وَالآخِرَةِ وَأَعْذَلُهُمْ عَذَابًا مُهِينًا، وَالَّذِينَ يُؤْذُنُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا
أَنْتَسُبُوا فَقَدْ أَخْسَلُوا بِهُنَّا وَإِشْتَاءُ مِنْهُنَا﴾۔ جو لوگ صاحبان ایمان مردیاً عورتوں کو بغیر کے
دھرے اذیت دیتے ہیں، انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ رکھا ہے، یقیناً جو
لوگ خدا اور اس کے رسول کو ستاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں خدا کی لعنت ہے اور خدا نے ان کے
لئے رسماً کن عذاب میں کر رکھا ہے۔ (۱)

کیا یہ وہی نہیں جس نے رسول خدا کے حقیقی واقعی جانشین کے خلاف آتش جنگ بھڑکا کر
آنحضرت کو آزردہ خاطر کیا، حالانکہ ان کے سامنے سرتسلیم خم رکھنا اور ان کو راضی و خشنود رکھنا واجب
ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُنُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾۔ جو لوگ خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں
انہیں ستاتے ہیں وہ شدید عذاب سے دوچار ہوں گے۔ (۲)

کیا یہی معاویہ نہیں جس نے ذوی القربی کے متعلق رسول اکرم کی حرمت کا پاس ولیاً ڈنہیں رکھا،
ان کے فرزندوں کے والد کا احترام و اکرام، ان پر لعنت اور سب و شتم کر کے پامال کیا، اس عظیم اور
گھناؤ نے گناہ کے نفاذ پر اس نے دینی معاشروں کو مجبور کیا، اسے سنت کی شکل دے دی اور جس عظیم
اسلامی شخصیت کو خدا و نبی عالم نے پاک و منزہ قرار دیا ہے اس سے دروغ و افتراءع اور بیہودہ بکواس
منسوب کیا۔

کیا یہی معاویہ نہیں جس نے وحشیانہ مظالم اور عظیم گناہوں کی انجام دہی میں سبقت کا مظاہرہ کیا۔
یہی وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب خریدی، اسے بے تحاشا پیتا تھا حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ جو
شراب یچھے خریدے اور اسے استعمال کرے وہ ملعون ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے فحشا اور منکرات کو اسلامی معاشروں میں رائج کیا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُعْجِبُونَ

آن تَشْيِعَ الْفَاحِشَةَ فِي الْدِينِ أَمْسَوْا لَهُمْ عَذَابَ أَلِيمٍ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللهُ يَعْلَمُ
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ”جو لوگ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں بدکاری کا جچ چاپھیل جائے ان کے
لئے بڑا دردناک عذاب ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اللہ سب کچھ جانتا ہے صرف تم نہیں
جانتے ہو۔“ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے سود کو حلال کیا اور سود کھایا حالانکہ خداوند عالم نے خرید فروش کو حلال اور
سود کو حرام قرار دیا ہے: ﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَآ لَا يَقُولُونَ إِلَّا كَمَا يَقُولُونَ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ
الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۝ ”جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ روز قیامت اس شخص کی طرح الحسین گے جسے
شیطان نے چھو کر بخوبی الحواس بنا دیا ہے۔“ اور رسول خدا کا ارشاد ہے: سود کھانے والا اور سود دینے
والا دونوں ملعون ہیں۔

معاویہ وہ پہلا شخص ہے جس نے سفر میں اس لئے پوری نماز پڑھی تاکہ اپنے پیچازاد بھائی کو اہمیت
دے اور اس کا احترام کر سکے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عثمان کی رائے کے مطابق دو بہنوں سے نکاح کی بدعت ایجاد کی۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے باب دیات میں سنت کے قوانین میں تبدیلی ایجاد کی اور جو چیزیں نہیں
تھیں اسے بھی داخل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے کہ جس کا جب دل چاہ نمازوں میں تکبیریں ترک کر دیں جب کہ نماز میں تکبیریں
کہنا مسلمہ سنت ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے تلبیہ کو ترک کر دیا اور حکم دیا کہ اس سلطے میں امیر المؤمنین حضرت علی کی
خلافت کی جائے جو سنت خدا رسول کے حقیقی پیر و کار تھے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے نماز عید کے خطبہ کو اس لئے مقدم کیا تاکہ حضرت علی پر سب و شتم سے
لوگوں کے کان بھر سکے حالانکہ رسول خدا سے مردی ہے کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی

اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے ترک حدود اور خداوند عالم کی سنت کو قائم نہ کر کے اس کی مخالفت کی، حالانکہ خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَعْصِي اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يَذْهَلْنَا نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ ”جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کرے گا خدا اسے جہنم میں داخل کروے گا اور وہ وہیں بیشتر ہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔“ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے زنا کار کے حکم کی تنقیص کرتے ہوئے جانلی آئین و رسم کو زندہ کیا اور دین محمد کی مخالفت کی، حالانکہ رسول خدا کی حدیث ہے: الولد للفراش و للعاهر الحجر۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چینی اور اسے جاری رکھا پھر ایک زمانہ میں ”سفاج“ نے اپنے دامنے ہاتھ میں انگوٹھی لگائی، رشید کے عہد تک یہی حال رہا پھر اس نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پینٹا شروع کر دیا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علی پر سب دشمن کو رنج کیا اور اسے سنت کے عنوان سے جاری و ساری رکھا۔

وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنے زمانے کے امام پر شورش کی، ظلم و شتم کیا اور ان کے خلاف مجاز آرائی کی اور اس طرح اس نے امام وقت اور امت کی کثیر تعداد کو جانی کھاث لگادیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حدیث سازی کے لئے اموال خرچ کئے اور کتاب خدا اور کلہ نجفیہ میں تحریف کے سلسلے میں بے پناہ پیسوئے لٹائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کی محبت کو ترک کرنے اور ان سے بیزاری کا انہصار کرنے کو اپنی خلافت کی بیعت کی شرط قرار دی۔

وہ پہلا شخص ہے جس کے سامنے جب عادل صحابی ”عمربن حمق“ کے سر کو لاایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ پورے شہر میں پھرایا جائے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے عدل و انصاف کے خواز صحابہ و تابعین کو عترت رسولؐ کی دوستی و محبت میں قتل کیا۔ حالانکہ اہل بیت رسولؐ کی محبت کو خداوند عالم نے اجر رسالت قرار دیا ہے۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل بیت کرام سے محبت کرنے والی عورتوں کو تہہ تیخ کیا، پھر کاسر قلم کیا اور ان کے اموال غارت کئے حتیٰ مقتولین کو مثلاً کیا، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور ان کے خاندان کو تباہ و بریاد کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس کو خود اسی مکے ماختین نے دھوکہ دیا، جھوٹی اور بے بنیاد گواہیاں اسی کے سامنے رانج ہوئیں، اس کے زمانے میں ظالموں نے رسول خدا کی امت کے شائستہ کردار افراد پر تسلط حاصل کیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے منبر رسول کو مدینہ سے شام منتقل کرنا چاہنا، جسی ممبر کو منتقل کرنا چاہا تو سورج کو گھن لگا اور وہ اپنے ارادہ سے باز آیا۔ (۱)

وہ پہلا شخص ہے جس نے خلافت اسلامی کو بدترین حکومت میں تبدیل کر دیا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے بادشاہوں کو ریشم کے کپڑے پہننے پر مجبور کیا، سونے چاندے کے ظروف میں خورد و نوش کیا اور سونے چاندی سے آراستہ سواریوں پر سوار ہوا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے امیر المؤمنین ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ کاتانستاقا، بزم طرب برپا کرتا تھا اور نہ اپنے والیوں کو صلح و اتحادات دیتا تھا۔

وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم امن الحبی ”مدینہ رسول“ پر یورش کی، وہاں کے لوگوں کو ڈرایا، دھکایا اور اس زمین مقدس کی حرمت کو پا مال کیا۔

ان جیسے اور بھی بہت سے مظالم اور جنایتیں ہیں جن کو انجام دینے میں معاویہ نے سبقت کا منظاہرہ کیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۲۵ ص ۳۴۹ (ج ۸ ص ۳۶۹ جواد شذھو)

۲۔ ملاحظہ ہو: اہل سیمی: تاریخ فلقاء (ص ۱۸۷)؛ بحث اسرة الا وائل بكتوری

ان باتوں کے پیش نظر کیا یہ صحیح ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ ایسے نابکار اور ذلیل طاغوت کے متعلق مخزنِ نبوت سے کوئی تعریفی جملہ صادر ہو اسکا یا عادل و صادق رسول خدا کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا ہو گا جو اس کی ستائش پر مشتمل ہو؟ نہیں! ایسا ممکن ہی نہیں، بلکہ رسول اکرم وہ عظیم انسان ہیں جنہوں نے اس شخص کی اس کے مظالم کی وجہ سے مذمت کی ہے، اس لئے کہ یہ شخص عہدِ جاہلیت اور خود اسلام میں آنحضرت کا سخت ترین دشمن تھا اگر آنحضرت معاویہ کی تعریف میں ایک لفظ بھی بیان فرماتے تو باطل کی ترویج اور حق کی اہانت و توہین محسوب ہوتی۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے علیؑ اور معاویہ کے بارے میں سوال کیا۔ کہا: جان لو کہ حضرت علیؑ کے بہت زیادہ دشمن ہیں، ان کے دشمنوں نے لاکھ کوشش کی کہ ان کی شخصیت میں کوئی عیب نہ کیا ہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے اسی لئے وہ ایسے شخص پر مستجد ہوئے جس نے ان سے جنگ کی، لوگوں نے حیله و فریب کے ذریعہ اسے علیؑ کے خلاف در غلایا۔ (۱)

حاکم لکھتے ہیں: میں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف سے سنا، وہ کہہ رہا تھا: میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: مجھ سے اسحاق بن ابراہیم حظی نے کہا: معاویہ کی فضیلت میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۲)

بخاری نے اپنی صحیح میں مناقب معاویہ پر مشتمل کوئی حدیث ملاحظہ نہیں کی تو مجبوراً مناقب صحابہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک باب ”ذکر معاویہ“ کے نام سے قائم کیا۔

ابن حجر لکھتے ہیں: یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو فضائل معاویہ سے مخصوص ہیں اور اختلافی ہیں، ان کی کوئی اصل و اساس نہیں، وہ صحیح نہیں ہیں، معاویہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مردی ہیں جن میں سے کسی کی سند صحیح نہیں، اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں کا بھی یہی نظر یہ ہے۔ (۳)

۱۔ تاریخ خلفاء سیوطی ص ۱۳۳ (ص ۱۸۶)؛ فتح الباری ج ۷ ص ۸۲ (ج ۷ ص ۱۰۲)؛ بصائر عن محقر ص ۶ (ص ۱۲۷)

۲۔ المأْتَى المصوّحة ج ۱ ص ۲۲۰ (ج ۱ ص ۳۲۳)؛ فتح الباری ج ۷ ص ۸۳ (ج ۷ ص ۱۰۲)

۳۔ فتح الباری ج ۷ ص ۸۳ (ج ۷ ص ۱۰۲)

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی فضائل معاویہ پر مشتمل صحیح حدیث ملاحظہ نہیں کی، انہوں نے اپنی صحیح و سنن میں متاب صحابہ کے عنوان سے بعض صفات نقل کئے ہیں۔

ترمذی نے بھی ایک حدیث کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔ ہم نے الغدیر کی دسویں جلد میں اس کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: ”خدا یا! اس کی ہدایت فرم۔“ (۱)

عمر بن واقد نے اس حدیث کو اپنے سے منسوب کیا ہے، یہ عمر و ایک تمبر کا جموجمہ اور زنا کار ہے، پانچویں جلد میں اس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ صحاح و مسانید بھی اس جموجمے راوی کی روائعوں سے خالی ہیں۔

حافظ نسائی شام میں داخل ہوا، وہاں کے لوگوں سے یہ خواہش کی کہ وہ معاویہ کے فضائل بیان کریں، کہا: کیا کوئی سامنے آ کر ان کے فضائل بیان کر سکتا ہے؟ سب نے اٹھ کر بہت مارا اور مسجد سے نکال باہر کر دیا۔ وہ خود نقل کرتے ہیں: مجھے مکملے جایا گیا تو وہاں کے لوگوں نے بھی باہر کر دیا۔ وہ وہیں مریض ہوئے اور مر گئے۔ (۲)

ابن تیمیہ کا بیان ہے: بعض لوگوں نے معاویہ کے فضائل نقل کئے اور اس سلسلے میں رسول خدا کی احادیث بھی روایت کی ہے لیکن وہ سب جھوٹی ہیں۔ (۳)

فہر و ز آپادی اور عجلوی فضائل معاویہ کے باب میں لکھتے ہیں: اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ (۴)

یعنی عدمۃ القاری میں لکھتے ہیں:

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۲۵ ح ۲۲۷، ۲۸۲۲، ۲۸۲۳)

۲۔ تاریخ ابن کثیر (ج ۱ ص ۲۲) (ج ۱ ص ۱۳۰ احوالات ۲۰۰ھ): نسائی کی حدیث کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

۳۔ مہماں ابن تیمیہ (ج ۲ ص ۲۰۷)

۴۔ کشف الغافل (ج ۲ ص ۲۲۰)

اگر تم کو گے کرفضائل معاویہ میں بہت سی احادیث متفقون ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ حق ہے لیکن اس ان میں سے کوئی بھی حدیث سند کے اعتبار سے صحیح نہیں۔ (۱) اسحاق بن راہویہ، نسائی اور دوسروں نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور بے مقصد نہیں کہ بخاری نے ”باب ذکر معاویہ“ لکھا ہے، ”فضیلت یا منقبت معاویہ“ تحریر نہیں کی ہے۔

شوکانی فوائد مجموعہ میں لکھتے ہیں: تمام حفاظ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۲)

جی ہاں! اس ذیل شخص کی غلو آمیز دوستی ہی اس کے جھوٹے فضائل و مناقب گز ہنے کا موجب قرار پائی ہے۔ رسول خدا اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہیں کہ اس کے بارے میں کچھ فرمائیں گے بلکہ ان احادیث کو جعل سازوں نے گڑھا ہے کہ انسانیت اسے کمی قبول ہی نہیں کر سکتی۔

محمد بن عبد الواحد ابو عمر نے اس شخص کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا دامن مختلف مللتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر نے لسان الہمی ان میں اسحاق بن محمد سوی کے نام کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اس شخص نے معاویہ کے فضائل سے متعلق کچھ لپچر موضوعات بیان کئے ہیں، جنہیں عبد اللہ سقطلی نے بھی اس سے نقل کیا ہے، اس نے یا اس کے استاد نے یہ لپچر کلمات ایجاد کئے ہیں۔“ (۳)

یہاں مختصر طور پر اس مجوہ کے پلندے کو پیش کیا جا رہا ہے جسے جھوٹے اور گناہگار راویوں نے اس شخص کے مناقب میں جعل کیا ہے، یہ ان مجوہ کا بقیہ حصہ ہے جنہیں ہم نے اس سے قبل پیش کیا ہے، جن کے بارے میں ایک منصف مزاد قاری خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے، خدا بہترین یا اور ددگار ہے۔

۱۔ عمدة القاري (ج ۱۶ ص ۲۲۹ نمبر ۲۵۲)

۲۔ فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضعیة (ص ۳۲۲ نمبر ۱۶۷)

۳۔ لسان الہمی (ج ۱۶ ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۶۵)

معاویہ پر رسول کا درود وسلام

۱۔ انس سے مرفوع معمول ہے: اپنے اصحاب میں معاویہ کے علاوہ کسی اور کے جانے پر افسوس نہیں ہوا، چنانچہ اتنی سال کے بعد میں اس کا دیدار کر رہا ہوں، اسی سال بعد ایک اونٹ جو رحمت خدا سے مشکل عنبر سے محترخا اور اس کا پھر زبرجد کے مانند دمک رہا تھا، میرے پاس آیا، میں نے پوچھا: کیا معاویہ آیا ہے؟ اس نے کہا: لبیک یا محمد۔ میں نے سوال کیا: یہ اتنی سال کہاں تھے؟ کہا: یہ اتنی سال عرش خدا کے نیچے ایک باغ میں گزرے، وہ مجھ سے اور میں اس سے نجومی کرتا تھا، خدا مجھ پر اور میں خدا پر درود بھیجا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ ان لعنتوں اور اور دشمن طراز یوں کی جزا ہے جو دنیا میں مجھ سے منسوب کی جاتی تھیں۔ (۱)

معاویہ پر خدا کا سلام

۲۔ انس سے مرفوع روایت میں معمول ہے: جریل امین ایک سونے کا قلم لئے ہوئے میرے پاس آئے، کہا: خدا نے عز و جل آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے جبیب! میں عرش سے یہ قلم معاویہ کو بدیہی کر رہا ہوں، اسے اس تک پہنچا دیں اور کہیں کہ اس قلم سے آیت الکرسی لکھے، اسے مرتب کرے، نکات و ترکات لگائے اور آپ کی خدمت میں پیش کرے، میں آیت الکرسی لکھنے کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس آیت کی تلاوت کرنے والے کی تعداد کے برابر اس کے کھاتے میں ثواب لکھوں گا۔ رسول خدا نے فرمایا: عبد الرحمن (معاویہ) کو میرے پاس بلواؤ۔ ابو بکر گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر رسول خدا کی خدمت میں لائے۔ دونوں نے سلام کیا، آنحضرت نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر معاویہ سے فرمایا: اے عبد الرحمن! میرے پاس آؤ۔ وہ ان کے پاس گئے تو انہوں نے قلم دے کر فرمایا: اے معاویہ! یہ قلم ہے جسے پروردگار نے عرش سے تمہارے لئے بھیجا ہے تاکہ تم اس سے آیت الکرسی لکھو، اسے

آرستہ و مرتب کرو، اس پر نفقات و حرکات لگاؤ اور پھر میرے حوالے کر دو، میں خدا کی حمد شاہراہلا تا ہوں کہ اس نے تمہیں یہ فضیلت عطا فرمائی ہے، خداوند عالم اس کی تحریر کے وقت سے لیکر روز قیامت تک اس کے پڑھنے والوں کی تعداد کے مطابق تمہارے کھاتے میں ثواب لکھے گا۔ معاویہ نے رسول خدا سے قلم لے کر اپنے کان کے اوپری حصہ پر لگایا۔ رسول خدا نے فرمایا: خدا یا! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ قلم اس کے حوالے کر دیا ہے، اس جملہ کی تین مرتبہ تکرار فرمائی۔ معاویہ دو زانوں رسول اسلام کے سامنے بیٹھ گئے، وہ مسلسل اس کرامت پر خدا کی حمد کر رہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے قلم و دو دفاتر پیش کیا اور اس نے بہترین تحریر میں لکھنا شروع کر دیا اور تجھیل کے بعد رسول اسلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت نے فرمایا: اے معاویہ! خداوند عالم نے ان تمام افراد کی تعداد کے مطابق جو روز قیامت تک اس آیت الکری کی تلاوت کریں گے تمہارے کھاتے میں ثواب لکھ دیا ہے۔ (۱)

معاویہ امین ہے

- ۱۔ جابر سے مردی ہے کہ رسول خدا نے جبریل سے مشورہ کیا کہ کیا کتابت کے امور معاویہ کے حوالے کئے جائیں؟ جبریل بولے: ان کے حوالے کر دیجئے اس لئے کروہ ایک امین انسان ہے۔ (۲)
- ۲۔ عبادہ بن صامت مردی ہے: خداوند عالم نے رسول پر دوی نازل کی کہ معاویہ کو امور کتابت پر مأمور کریں کیوں کروہ امین و مامون ہے۔ (۳)
- ۳۔ انس سے مرفوع روایت منقول ہے کہ امین سات افراد ہیں: لوح، قلم، اسرافیل، میکائیل، جبریل اور محمد و معاویہ۔ (۴)

۱۔ ملاحظہ: ح ۵۹ ص ۲۵۹ طبع اول: مص ۳۰۰ طبع دوم

۲۔ ح ۵۸ ص ۲۶۰ طبع اول: مص ۳۰۵ طبع دوم

۳۔ ح ۵۸ ص ۲۶۱ طرابی: مص ۳۰۵ طبع دوم

۴۔ ح ۵۸ ص ۲۶۲ طرابی: مص ۳۰۸ طبع دوم

۶۔ ابو ہریرہ سے مرفوع مقول ہے کہ خدا کی نظر تین افراد میں ہیں: میں، جبریل اور معاویہ۔ (۱)
 ۷۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے نقل کرتے ہوئے کہا: نبی ہاشم کے وس افراد رسول خدا کی
 خدمت میں پہنچے، تمام نماز کے بعد عرض کی: یا رسول اللہ! ہم بعض امور کے لئے میں آپ سے گفتگو
 کرنے کے لئے آئے ہیں؛ خداوند عالم نے اس رسالت کے ذریعہ آپ کو فضیلت دی ہے، اس سے
 آپ کو مشرف فرمایا ہے اور اس دلیل سے ہمیں بھی شرف عطا فرمایا ہے، ہم کاتب وحی کے عنوان سے
 معاویہ بن ابی سفیان کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے خاندان میں کوئی بھی اس کی طرح
 فضیلت و برتری کا حامل نہیں۔ رسول خدا نے فرمایا: نہیں کسی اور کو تلاش کرو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس
 دن تک جبریل امین نازل نہیں ہوئے چالیسویں دن ایک صحیفہ کے ہمراہ نازل ہوئے جس میں لکھا تھا:
 اے محمد! جسے خداوند عالم نے منتخب فرمایا ہے اسے بد لئے کا آپ کو کوئی حق نہیں، آپ کسی اور کو وحی کی
 کتابت پر مامور نہیں کر سکتے، معاویہ ہی کو منتخب فرمائیں اس لیے کہ وہ امین ہیں۔ (۲)

۸۔ واٹلہ کے طریق سے ایک مرفوع روایت مردی ہے: خداوند عالم نے اپنے وحی کی کتابت کے
 لئے مجھے، جبریل اور معاویہ کو امین قرار دیا، نزدیک تھا کہ خداوند عالم معاویہ کو علم و انش اور اپنے کلام پر
 امانت کی وجہ سے رسول بنادے۔ خدا معاویہ کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنے حساب سے محفوظ رکھے
 گا۔ اس نے اپنی کتاب کی تعلیم دی اور اسے ہادی و مہدی قرار دیا۔ (۳)

معاویہ کے توسط سے کتابت وحی پر رسول کا افتخار

۹۔ سعد سے مردی ہے کہ رسول نے معاویہ سے فرمایا: ہبے تک معاویہ قیامت کے دن ریشمی لباس
 میں محشور کیا جاؤں گا جس کا ظاہر رحمت اور باطن رضاوت خدا پر مشتمل ہوگا، اس وقت وہ سب کے سامنے

۱۔ ح ۵ ص ۲۶۱، ۱۶۴ ط روا: م ۳۰۶

۲۔ ح ۵ ص ۲۶۲، ۱۶۴ ط روا: م ۳۰۸

۳۔ ح ۵ ص ۲۶۲، ۱۶۴ ط روا: م ۳۰۷

فَدِيْعُوْ: فِرَّانْ هَدَىْ شَهَادَةِ رَبِّنَا مِنْ حَجَّا

۳۲۲

مباهات کرے گا اس لئے کہ اس لباس میں وہی لکھی ہوئی ہو گی۔ (۱)

رسول سے معاویہ کی ملاقات جنت میں

۱۰۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: جعفر بن الجی طالب نے بہ (چل) رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا، اس کے بعد معاویہ تمدن عدد بے لائے تو رسول نے فرمایا: جنت میں ان کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرو گے۔ (۲)

ابن حیان کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳) خطیب کہتے ہیں کہ متذکرہ حدیث ثابت نہیں ہے
ابن عساکر کا یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل و اساس نہیں ہے۔ (۴)

معاویہ بہشتی ہے

۱۱۔ عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے: انہی اسی وقت الہ بہشت میں سے ایک شخص داخل ہو گا، چنانچہ اسی وقت معاویہ داخل ہوئے۔ فرمایا: معاویہ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے، جنت میں ان دونوں کی طرح میرے ہمراہ رہو گے۔

ذہبی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ حدیث باطل ہے۔ (۵)

علم و حلم سے معاویہ کی شکم پری

۱۲۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اسحاق بن یزید سے، اس نے محمد مبارک صوری سے، اس نے

۱۔ حج ۵ ص ۲۷۶، ۲۸۱ طرا را: ص ۳۲۹ ۲۔ حج ۵ ص ۲۸۱ طرا را: ص ۳۲۹ ۳۔ کتاب الحجر و مین (حج اص ۱۱۶)

۴۔ تاریخ مدینہ دمشق (حج اص ۱۱۶) بخصر تاریخ دمشق حج ۲۵ ص ۱۲: الطحاوی المصور حج اص ۳۲۲، ۳۲۳

۵۔ میزان الاختلاف حج ۲ ص ۱۳۳ (حج ۲ ص ۶۲۳ نمبر ۵۰۸۵)

صدق بن خالد سے، اس نے وحشی بن حرب بن وحشی سے، اس نے اپنے والد اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ معاویہ رسول کے عقب میں سوار تھے۔ رسول نے فرمایا: تمہارے بدن کا کون سا حصہ مجھ سے زد یک ہے؟ کہا: میرا پیٹ۔ فرمایا: خدا یا! اسے حلم و دانش سے بھروسے۔
ذہبی نے اس روایت کو قتل کیا ہے۔ (۱)

تبصرہ امنی

اگر یہ روایت بخاری کی نظر میں ذرا بھی معتر بھوتی تو وہ اپنی صحیح میں ضرور نقل کرتے اور ”باب ذکر معاویہ“ کو کسی فضیلت و منفعت سے خالی نہ رکھتے لیکن وہ جانتے ہیں کہ معاویہ علم و دانش سے قطعی عاری تھا وہ ایسے شخص کی تصدیق کیسے کر دیتے جس کی جہالت و خشونت شہرہ آفاق تھی۔

(اسی کے برعکس) اگر رسول خدا اُسی کے بارے یہ بدعا کرتے کہ اس کا حلم علم و دانش سے خالی رہے تو وہ حقیقی طور پر معاویہ ہی ہوتا۔ اس شخص کا کون سا عمل ان دو خصلتوں کا ترجمان ہے؟ جاہلیت کے پست دور اور اس شخص کے تاریک اسلام کے درمیان کون سا فرق پایا جاتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ ان میں ذرا بھی فرق نہیں۔

عبدہ بن صامت سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا گیا: کیا جسمیں اس کی اطلاع ہے؟ کہا: اس کی ماں ہندوں سے زیادہ جانتی تھی۔ (۲) اور جب شریک سے سوال ہوا کہ کیا اس کے علم کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ کہا: جس نے حق کے ساتھ کھلوڑ کیا اور حضرت علیؓ کو قتل کیا، وہ حليم ہو ہی نہیں سکتا۔ (۳)

ام المؤمنین عائشہ کہتی ہیں: معاویہ کا حلم اس وقت کہاں تھا جب اس نے مجرماً اور ان کے ساتھیوں کو

۱۔ میران الاعتدال ج ۳ ص ۲۶۸ (ج ۲۲ ص ۳۳۹ نومبر ۱۹۳۳ء)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۱۰ (ج ۱۶ ص ۱۹۵ نومبر ۱۹۷۰ء)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۱ ص ۳۰۶

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۹ جوادی ۲۰)

قتل کیا اس پر تفہیم ہے کہ اس نے مجرم اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔

شریک کے سامنے حلم معاویہ کی بات نکلی تو اس نے کہا:

کیا معاویہ سفاہت و جہالت کی کان کے علاوہ بھی کچھ تھا، خدا کی قسم! جب اس نے شہادت امیر المؤمنین کی خبر سنی، پہلے نیم دراز تھا سنتے ہی ہر بڑا کراٹھ بیٹھا، پھر اپنی کنیز سے بولا: سریلی آواز میں کچھ گاؤ، آج میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔

اس نے بھی یہ اشعار پڑھے:

الابشع معاویة بن حرب فلاقرت عيون الشامتينا

الى شهر الصيام فجعتمونا بخير الناس طرا اجمعينا

قتلتم خير من ركب المطايها و افضلهم و من ركب السفينما

”کیا معاویہ بن حرب کو ایسی بات سناؤں جس نے کینہ تو زوں کی آنکھ بھی روشن نہ ہو؟ کیا تم لوگ ماہ صیام میں ایسے انسان کو قتل کر کے ہمیں اندو ہناک کرتے ہو جو لوگوں میں سب سے بہتر تھا؟ تم نے اس بہترین انسان کو قتل کیا ہے جو اب تک اونٹ یا کشتی پر سوار ہوا ہے۔“

معاویہ نے اپنے پاس رکھے ہوئے گرز آئنی سے اس کنیز کے سر پر شدید ضرب لگائی۔ کیا اس کے بعد بھی اسے حلم و بردار کہا جا سکتا ہے؟ اس وقت اس کا حلم کہاں غایب تھا۔ (۱)

معاویہ کے چھوپ نے اس کے شکر کے سلسلے میں رسولؐ کی بدعا بھی نقل کی ہے آپ نے اس طرح بدعا فرمائی:

”خدا تیرے شکم کو بھی سیرنہ کرے“ اس کے علاوہ کوئی بھی حدیث نقل کی جائے وہ جھوٹ ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ اس واقعہ کو راغب نے حاضرات کے خلیل نبغہ میں نقل کیا ہے: تعبید الطافون ج ۲ ص ۳۰۰ پر اسی کتاب سے منقول ہے، البتہ طاعت کے وقت اس روایت سے مر بوط دوسری روایت کے ساتھ اس روایت کی بھی تحریف کردی گئی ہے۔ آپ حاضرات ج ۲ ص ۲۱۲ کی جانب رجوع کریں اس کے بعد اس کے خلیل نبغہ سے مقایہ کریں۔

جنت میں معاویہ کی رسول خدا سے ملاقات

۱۳۔ جابر سے منقول ہے: رسول خدا نے معادیہ کو ایک تیر دیتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے پاس رکھو۔ تاکہ جنت میں میری زیارت کر سکو۔ ابو ہریرہ کی روایت میں ہے: تاکہ جنت میں اسے واپس کر سکو۔ قام بن مهران نے یہ روایت نقل کی ہے (۱) اور ابن حبان کا عقیدہ ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ (۲) ابن عدی کہتے ہیں: اس کار اوی پاک جھوٹا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ حدیث جعلی ہے۔ (۳)

معاونہ جنتی لباس میں

۱۲۔ خارجہ بن یزید اور اس نے اپنے والد سے مرفوع حدیث روایت کی ہے: اے ام جیبہ! خدا و نبی عالم معاویہ کو تم سے زیادہ دوست رکھتا ہے، میں معاویہ کو گویا جنگی لباس میں دیکھ رہا ہوں۔ (۲) ذہبی لکھتے ہیں: یہ حدیث باطل ہے، محمد بن رجاء پر اس کے جعل کرنے کا الزام ہے۔ علماء اتنی فرماتے ہیں: سند روایت میں ”عبد الرحمن بن عبد الرحمن“ بھی ہے جس کے بارے میں عسکری بن مسین کہتے ہیں: یہ ان افراد میں سے نہیں جن پر انہے حدیث نے اعتماد کیا ہو، یہ صحت سے عاری ہے، قطعی ضعیف ہے۔ (۵) صالح بن احمد نے اپنے والد نے نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث مخاطب ہے۔ اہن مدنی سے منقول ہے: ہمارے اصحاب کے نزدیک ضعیف ہے۔ نسائی کہتے ہیں: اس کی حدیث سے

۱- کتاب الحجر و حین، میزان الاعتدال، مسان الحیران

۲- کتاب الحج و حجۃ الرؤوف

٣- ميزان الاعتدال ح ٢٤ ص ٣٨ (ج ٣ ص ٣٢٢ نمبر ٦٦٢٥)، ح ٣ ص ٣٦٩ (نمبر ٦٧٩١)، سان الميزان ح ٣ ص ٣٥٩، مير ٢٠١٣:

٣- ميزان الاعتدال ج ٢ ص ٥٦ (ج ٣٥٥ نمبر ٤٧٥)

٥- معرفة الرجال (ج اص ٢٧ نمبر ١٨٣)

استدلال و احتجاج نہیں کیا جاسکتا، اس نے اپنے والد سے روایت کر کے اسے ضعیف کر دیا ہے۔ (۱)

شیعہ معاویہ کو گالی نہیں دیتے

۱۵۔ ابو عرب وزاہد نے علی بن محمد بن صالح سے اور اس نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسین کو دیکھا کہ وہ معاویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جمعہ کا دن تھا، معاویہ خطبہ دے رہے تھے، ایک صحابی نے کہا: اے امیر المؤمنین! حسین کو منبر پر جانے کی اجازت دیجئے۔ معاویہ نے کہا: تم پر تफ ہے، جھوڑ دکہ میں فخر و مبارک بھائیں بھٹکائے مکہ کا زار نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! اس نے آپ کو خدا کا واسطہ، بتائیں گیا میں بھٹکائے مکہ کا زار نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو حق کی بشارت دینے والا ہنا کہ ارسال فرمایا۔ پھر کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کا واسطہ بتائیں گیا میں خال المؤمنین (مؤمنین کا ماموں) نہیں۔ فرمایا: ہاں، اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو مبوعث بہ رسالت فرمایا ہے۔ پھر پوچھا: کیا میں کاتب وحی نہیں ہوں؟ جواب دیا: ہاں اس خدا کی قسم! جس نے میرے جد کو اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کو انذار کریں۔ معاویہ منبر سے نیچے آیا۔ حسین ابن علی منبر پر گئے اور خدا کی ایسی شناکی کہ گزشتہ و آئندہ افراد اس سے قاصر ہیں۔ پھر کہا: میرے والد نے میرے جد سے، میرے جد نے جبریل امین سے اور جبریل نے خدا سے روایت کی ہے کہ عرش کے ستون کے نیچے ایک پتہ ہے جس پر یحییر ہے: خدا نے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں، محمد خدا کے رسول ہیں، اے آل محمد کے شیعہ! الا اللہ کہنے والا قیامت کے دن جو بھی آئے گا خداوند عالم اسے جنت میں داخل کرے گا۔ معاویہ نے پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کو خدا کی قسم ہے آل محمد کے شیعہ کون ہیں؟ کہا: وہ افراد جو شیخین (ابو بکر و عمر)، عثمان اور میرے والد پر لعنت نہیں بھیجتے اور اے معاویہ! تم پر بھی لعنت نہیں بھیجتے۔

ابن عساکرنے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، حسین سے اس کی سند بحث میں نہیں آتی۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں: کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ حدیث کے منکر اور غیر مستند ہونے کے باوجود خفاظ حدیث نے اس کی روایت کی ہے؟ کیا ابو عمر زاہد محمد بن عبد الواحد وہی جھوٹا اور کذاب نہیں جس نے فضائل معاویہ کے لئے ایک باب قائم کیا ہے اور وہ خود بھی اس جھوٹی حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے؟ کیا اس حدیث کے راویوں میں ”علی بن محمد صالح“ وہی شخص نہیں جسے خطیب خصوصیت سے ضعیف کہا ہے؟ (۲) حافظ کہتے ہیں: علی بن محمد صالح سے ابو محمد جرجانی (متوفی ۳۷۳) نے روایت کی ہے اور یہ بھی ماں ک (متوفی ۹۷۱) سے ایک واسطہ سے نقل کرتا ہے۔ بنا بریں اس کا باب امام حسین سے جن کی شہادت سن ۲۷۲ میں واقع ہوئی، کیسے ممکن ہے کہ اس نے معاویہ کو درک کیا ہو اور اس کے خطبہ میں شریک ہوا ہو۔ اس روایت کے القاط و متومن بھی اس کی صحت کی تردید کر رہے ہیں، کیا اس روایت کو ان روایات سے مقایہ کیا جاسکتا ہے جو معاویہ کی سیرت و روش کے سلسلے میں رسول اسلام، امیر المؤمنین علی اور حسن و حسین علیہما السلام سے بطور صحیح و ثابت مروی ہیں؟

معاویہ نوری روایتیں

۱۶۔ حدیث مرفوع ہے: معاویہ اس حالت میں مجبوٹ ہو گا کہ اس کے جسم پر نوری روپاڑی ہو گی۔ ابن حبان نے جعفر بن محمد الفلا کی کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے۔ (۳) ذہبی اور ابن حجر نے اس حدیث کے بطلان کا اعتراف کرتے ہوئے الفلا کی کاموٹ ہونا ذکر کیا ہے۔

۱۔ تاریخ مدینہ دشمن ج ۲۲، ۳۱۲، ۳۱۳ (ج ۱۴۱۳ نومبر ۱۹۹۲)

۲۔ تاریخ خطیب ج ۳ ص ۲۲۲

۳۔ میزان الاعتدال ج ۱۹۲ (ج ۱۴۱۳ نومبر ۱۹۹۲)؛ اسان افسوس ان ج ۲۲ ص ۱۵۶ (ج ۱۴۱۵ نومبر ۱۹۹۴)

معاویہ اہل بہشت سے ہے

ابو نعیم نے حلیہ میں عبد اللہ بن محمد بن جعفر سے، اس نے احمد بن محمد براز مدینی سے، اس نے ابراہیم بن عیسیٰ زاہد سے، اس نے احمد دیوری سے، اس نے عبد العزیز بن سیحی سے، اس نے اسماعیل بن عیاش سے، اس نے عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دیبار سے، اس نے اپنے والد سے اور اس نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ رسول اسلام نے فرمایا: اہل بہشت میں ایک شخص تم پر ظاہر ہو گی چنانچہ معادیہ ظاہر ہوئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (۱)

علامہ انتی فرماتے ہیں: دارقطنی کی تصریح کے مطابق احمد بن مردان دیوری (صاحب مجالہ) حدیث گڑھنے والا شخص تھا۔ دارقطنی ”سبقت رحمتی غنیمی“ کی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں: یہ سند صحیح نہیں ہے، اس کا مقصد احمد بن مردان پر اژام لگانا تھا، میری نظر میں یہ شخص حدیث گڑھنے والوں میں سے ایک ہے۔ (۲)

سند حدیث پر ایک نظر:

عبد العزیز بن سیحی: ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس سے ایک حدیث سنی، پھر اسے ترک کر کے کہا کہ میں اس سے حدیث نقل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ضعیف ہے۔ (۳) ابو زرعہ کا بیان ہے: وہ شخص نہیں اس لئے کہ میں نے اس کی حدیث ابراہیم بن منذر کے سامنے بیان کی تو اس نے اس کی تکذیب کر دی۔ پھر ابی مصعب کے سامنے بیان کی اور کہا کہ اس نے سفیان بن بلال سے نقل کی ہے۔ سنتے ہی کہا: جھوٹ بکتا ہے، میں اس سے ہزاہونے کے باوجود اسے درک نہ کر سکا۔

عینی کہتے ہیں: وہ موقع افراد سے باطل مفہماں نقل کرتا تھا اور اسی حدیث نقل کرتا ہے جسے قدماء میں مالک کے علاوہ کسی اور نے نقل نہیں کیا۔ (۴) ابن عدری کہتے ہیں: یہ حدیث قطبی ضعیف ہے، وہ لوگوں

۱۔ انسان الْمُبِير ان ج ۲۲ ص ۲۱۲ (ج ۲۲ ص ۲۲۶ نمبر ۲۲۶)

۲۔ انسان الْمُبِير ان ج ۲۰۹ (ج ۲۰۹ ص ۳۳۹ نمبر ۹۳۷)

۳۔ المحرح والتحمیل (ج ۵ ص ۲۰۰ نمبر ۱۸۵۳) (۹۷۵)

کی حدیثیں چاہتا تھا۔ (۱)

اساعلیل بن عیاش: سعیی بن محبین کہتے ہیں: اہل شام اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتے تھے، عراقیوں کو بھی اس کی باتیں پسند نہیں تھیں۔ (۲) اسدی کہتے ہیں: حجازیوں اور عراقیوں سے کوئی بات نقل کرتے وقت جھوٹ کی آمیزش کر دیا کرتا تھا۔ جوزجانی کے بقول: اس نے جھوٹوں کی حدیثوں سے لوگوں کو سیراب کیا ہے۔

ابن خزیمہ لکھتے ہیں: اس کی باتوں سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ابن مبارک کے بقول: مجھے اس کی حدیث ذرا بھی پسند نہیں۔ شامیوں کے علاوہ نسائی (۳)، ابو الحسن حاکم، برقی اور ساجی سب نے اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ حاکم کہتے ہیں: اگر کسی حدیث کو صرف وہ نقل کرے تو قابل قبول نہیں اس لئے کہ اس کا حافظ اچھا نہیں تھا۔ ابو حبان (۴) کہتے ہیں: زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا حافظ اچھا تھا، جب بڑا ہوا تو اس کی ذہانت جاتی رہی، ابتدائی دور میں جو حدیث نقل کی ہے وہ دوسروں سے بھی منقول ہے لیکن بڑھاپے کی احادیث قطعی غریب ہیں۔ سب میں جھوٹ کی آمیزش ہے، وہ سند ذکر کر کے متن حدیث کو دوسرے متنوں سے تخلوڑ کر دیتا تھا اور خود بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا لہذا جس کی یہ کیفیت ہو اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ (۵)

سلسلہ استاد میں ”عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار“ بھی ہے۔ ان محبین اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ (۶) ابو حاتم کہتے ہیں: اس کی حدیث ست و ضعیف ہے، اس کی حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس سے استناد نہیں کیا جاتا۔ (۷) ابن عدی کہتے ہیں: اس کی بعض حدیثیں مکر ہیں، اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، وہ ان

۱۔ انقال فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۷۹ نمبر ۱۵۲۲)؛ میران الاعتدال ج ۲ ص ۱۳۰ (ج ۲ ص ۶۲۶ نمبر ۵۱۳۶)؛ تہذیب

العہدیب ج ۲ ص ۳۶۳ (ج ۲ ص ۲۲۲)

۲۔ کتاب المفعفاء والآخر وکین (ص ۲۹۲ نمبر ۲۶)

۳۔ کتاب الحجر وحین (ج ۱ ص ۱۲۵)

۴۔ میران الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۲ (ج ۱ ص ۲۲۳ نمبر ۹۲۲)؛ تہذیب البہدیب ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۴ (ج ۱ ص ۲۸۲-۲۸۳)

۵۔ التاریخ (ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۱۲۰)

۶۔ الجرج والتتعديل (ج ۵ ص ۲۵۳ نمبر ۱۲۰)

افراد میں سے ہے جو ضعیف حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ (۱)

خدا معاویہ کو علم کتاب کی تعلیم دیتا ہے

۱۸۔ ذہبی نے میزان اور ابن کثیر نے تاریخ میں فصیر سے اور اس نے ابی ہلال محمد بن سلیم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک شخص سے اور اس نے مسلم بن مخلد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: خدا یا! معاویہ کو اپنی کتاب کی تعلیم دے اور اسے شہروں میں مقرر فرم۔ (۲)

ذہبی لکھتے ہیں: جبل معرفہ نہیں ہے، اس کی حدیث مکر ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں: اس حدیث کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس میں ”محمد بن سلیم“ مجہول شخص ہے۔ (۳)

ذہبی نے میزان میں اور ابن حجر نے لسان میں ”عجیب بن میمن“ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ یہ جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے۔ (۴)

خدا اور رسول معاویہ کو دوست رکھتے ہیں

۱۹۔ عقیلی نے بشر بن بشار مسما سے، اس نے عبد اللہ بن بکار مقری، اس نے ابو موی اشعری کی اولاد سے، انہوں نے اپنے والد سے، اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابو موی سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا امام جیبیہ کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت معاویہ کا سران کے زانو پر تھا، آنحضرت نے پوچھا: اسے

۱۔ کامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۲۹۸ نمبر ۱۱۲۶)؛ میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۱۰۹) (ج ۲ ص ۷۲ نمبر ۲۹۰۱)؛ تہذیب الجذب (ج ۲ ص ۲۰۶) (ج ۲ ص ۱۸۷)

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۸۸ نمبر ۱۳۳۰)؛ البرایی و التبایی (ج ۲ ص ۱۲۱) (ج ۲ ص ۱۲۹ نمبر ۱۳۰۶)

۳۔ لسان المیزان (ج ۲ ص ۹۶) (ج ۲ ص ۱۲۲ نمبر ۱۹۰۸)

۴۔ تاریخ عجیب بن میمن (ج ۲ ص ۲۲۵ نمبر ۲۱۲۰)؛ میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۲۹) (ج ۲ ص ۷۵ نمبر ۲۱۳۵)؛ لسان المیزان (ج ۵ ص ۱۹۲) (ج ۵ ص ۲۱۸ نمبر ۲۱۵۳)

دوسرا رکھتی ہو؟ کہا: کیوں نہ دوست نہ رکھوں کیونکہ خدا اور رسول اسے دوست کرتے ہیں۔ (۱)
عقلیٰ کہتے ہیں: ابن عبداللہ بن بکار مجہول النسب ہے اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں کہ
اس کی روایت صحیح نہیں ہے۔ (۲) بشر سار کہتے ہیں کہ ابن بکار غیر معروف اور مجہول تھا۔

معاویہ امین و حج

۲۰۔ اُس سے مرفوعاً منتقل ہے: خداوند عالم نے تین افراد کو حج کا امین قرار دیا ہے: جبریل، محمدؐ
اور معاویہ۔

ذہبی "ابن احمد بن حنبلی" کے متعلق لکھتے ہیں: یہ ضعیف اور سارق الحدیث تھا، اسے اہل حدیث میں شمار
کرنے بے دوقنی ہے۔ (۳)

مقام انبیاء میں معاویہ کا حشر

۲۱۔ حدیث مرفوع: معاویہ اس علم و بیان کی وجہ سے جو میرے پروردگار کے کلام پر رکھتا ہے، پیغمبرؐ
کی طرح مبجوت ہو گا۔

ذہبی نے محمد بن حسن اور اس نے اسحاق بن حسن کے طریق سے معاویہ کے فضائل میں بہت سی
حدیثیں نقل کی ہیں، شاید یہ وہی نقاشی صاحب تفسیر ہے جو ایک نمبر کا جھوٹا تھا۔ (۴)

لسان المیزان میں ہے: اسحاق بن محمد سوی وہی جامل شخص ہے جس نے فضائل معاویہ میں فتح

۱۔ الفسطواۃ الکبیر (حج ۲۲ ص ۲۲۷ نمبر ۸۹۷)

۲۔ میزان الاعتدال ح ۲۲ ص ۲۶ (حج ۲۲ ص ۲۹۸ نمبر ۲۲۲۹)؛ لسان المیزان ح ۲۲ ص ۲۱۸ (حج ۲۲ ص ۲۵۲ نمبر ۲۷)

۳۔ میزان الاعتدال ح ۲۳ ص ۱۵ (حج ۲۳ ص ۲۵۵ نمبر ۱۲۳)؛ لسان المیزان ح ۲۳ ص ۲۵ (حج ۲۳ ص ۲۱۸ نمبر ۲۹۰۳)

۴۔ میزان الاعتدال ح ۲۳ ص ۲۲ (حج ۲۳ ص ۵۱۶ نمبر ۲۹۰)؛ لسان المیزان ح ۲۵ ص ۱۲۵ (حج ۲۵ ص ۳۲۸ نمبر ۲۷۰۷)

موضوعات بیان کئے ہیں۔ عبد اللہ بن محمد بن احمد نے اس سے روایت کی ہے، یہ خوبی بھی محول تھا اور اس کے مشان تھے وروۃ بھی محبول و غیر معروف تھے۔ (۱)

معاویہ کی ہدایت کے لئے رسول خدا کی دعا

۲۲۔ بخاری نے عمر بن واقد مشقی سے، اس نے ابی اوریس مشقی سے اور اس نے عبیر بن سعد مشقی سے نقل کیا ہے کہ معاویہ کا صرف ذکر خیر کیا کرو، اس لئے کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا! اس کی ہدایت فرم۔ (۲)

علامہ امین فرماتے ہیں: حفاظ و ائمہ حدیث میں سے کسی کو بھی ”عمر بن واقد مشقی“ کی دروغ گوئی پر شک نہیں۔ سب کا یہی نظر یہ ہے کہ وہ لا تُق اعتبر نہیں، ضعیف اور مکر الحدیث تھا، انساد کو باہم مخلوط کر کے غیر معروف حدیث نقل کرتا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ (۳)

کیا اسلامی قطار میں راویان حدیث میں سے کوئی نہیں جوان جھوٹی پاتوں اور بکاؤں کے ذخیروں پر غور فکر کرے؟ یہ حدیث شامیوں سے مخصوص کیوں ہے، اس کی انساد شامیوں پر ہی کیوں ختم ہوتی ہے؟ آپ اس ”کیوں“ کی علت سے اچھی طرح واقف ہیں۔

معاویہ امین و حج

۲۳۔ ابن کثیر نے میتب بن واٹھ سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا: جبریل امین نے رسول خدا کی خدمت میں پہنچ کر کہا: اے محمدؐ! معاویہ کو سلام پہنچائیے اور اسے خوشخبری

۱۔ لسان المیزان ج ۲۷۲ ص ۲۷۲ (ج ۱۰۵ نمبر ۲۱۶)

۲۔ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۱۰۴)

۳۔ بیزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۱۰۵ نمبر ۲۹۱)؛ تہذیب العہد بیب ج ۸ ص ۱۱۵ (ج ۸ ص ۱۰۲)

سنا دیجئے کہ وہ خدا کی کتاب وحی کا امین ہے۔ اور بہترین امین ہے۔ (۱)

تبصرہ امنی

دارقطنی کہتے ہیں کہ میتib بن واضح ضعیف ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں نے عبدان سے کہا کہ تمہاری نظر میں عبد الوہاب بن ضحاک اور میتib بن واضح میں کون بہتر ہے؟ کہا: دونوں مساوی ہیں، عبد الوہاب جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، وہ ضعیف و متrod ک شخصیت کا حال ہے، بہت زیادہ خطا کرتا ہے، خیال پرداز ہے۔ (۲)

طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے: علی بن سعید رازی نے محمد بن قطر الدالی سے، اس نے مروان بن معاویہ فزاری سے، اس نے عبد الملک بن ابی سفیان سے، اس نے عطار بن ابی ریاح سے اور اس نے ابن عباس سے روایت لی ہے۔ نیز مجمع میں بھی اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت میں محمد بن فطر کو نہیں پہچانتا اور علی بن رازی سعید بھی ضعیف ہے۔ (۳) سیوطی لکھتے ہیں: ابن مروان اور اس سے روایت کرنے والے کو میں نے موثق و ضعیف کی راوی میں نہیں دیکھا۔ (۴)

علامہ امینی فرماتے ہیں: علی بن سعید رازی وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں دارقطنی سے سوال کیا گیا تو کہا: حدیث کے سلسلے میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مصر کے ایک دیہات میں حاکم تھا لوگوں سے تجسس نہیں کیا تھا، وہ نہیں دیتے تو سوروں کو مسجد میں داخل کر دیتا تھا۔ حدیث میں اس کی منزلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو بولے: ایسی حدیث نقل کرتا ہے جس کی پیروی نہیں کی جاسکتی۔ پھر کہا: میری نظر میں اس کی بھی حقیقت ہے (یعنی موثق نہیں ہے) اور مصر کے بعض لوگ بھی بھی

۱۔ البدریہ والہلیۃ ج ۸ ص ۱۲۰ (ج ۲۸ ص ۱۷۸ احادیث ۲۶۰)

۲۔ کامل فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۲۹۵ نمبر ۱۲۲۵)؛ سان الیور انج ۶ ص ۲۷ (ج ۲۶ ص ۳۸۸ نمبر ۲۸۹)؛ مزید معلومات کے لئے المذکور کی پانچیں جلد ملاحظہ کریں۔

۳۔ المخالی الصصوعہ ج ۱ ص ۱۹

۴۔ مجموع الزوائد بیش ج ۹ ص ۲۵۷

کہتے ہیں۔ (۱)

ہم نے پانچویں جلد میں اس شخص (معاویہ) کی امانت کا کٹھا چھاپیش کیا ہے۔ یہاں امانت کیا ہے؟ جیسے اہم سوال کا جواب دیئے اور خدا کی کتاب اور وحی کے امین ہونے کے حقیقی مفہوم سے آگاہی کے لئے دوبارہ کہتے ہیں کہ کیا امانت سے ہر اور قرآن کو تحریف سے محفوظ رکھنا نہیں ہے؟ کیا کتاب وحی کے امین ہونے کا مطلب ان کے حدود و قوانین کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے افراد کا ہاتھ قلم کرنا نہیں ہے؟ کیا یہ معاویہ نہیں جس نے تمام حدود و قوانین کی تنقیص کی؟ کیا اسی نے اپنے تمام تر کاموں کے سلسلے میں کتاب وحی کتاب میں تغیر و تبدل نہیں کیا اور اپنے فائدے کے مطابق ان سے استفادہ کیا؟ کیا وہی کتاب وحی کا شدید و شمن نہیں تھا...؟؟

جی ہاں! تاریخ کے صفات اس کے سیاہ کارنا موں سے بھرے پڑے ہیں، اس کتاب کے مندرجات اور مطالب و چند نو نے ہیں جو اسی حقیقت کو ثابت کر رہے ہیں اور اس کے گھناؤ نے کام اور جھوٹ کردار کو صفر تاریخ پر ابتدی بنارہے رہے ہیں۔

معاویہ کے لئے رسولؐ کی دعا

۲۲- طبرانی نے احمد بن محمد صیدلانی سے، اس نے سری (بن عامم) سے، اس نے عاصم سے، اس نے عبد اللہ بن میجی بن کثیر سے، اس نے اپنے والد حشام بن عربہ سے اور اس نے عائشہ سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے کہا: جب ام جیبیہ کی باری آئی (کہ رسول اسلام ان کے گھر تشریف لے جائیں) تو ایک شخص نے دق الباب کیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ کہا گیا: معاویہ ہے۔ فرمایا: آنے دو۔ معاویہ داخل ہوا، اس کے کان کے بالائی حصہ پر ایک قلم تھا جس سے وہ لکھتا تھا، رسول خدا نے سوال کیا: اے معاویہ! تمہارے کان کے اوپر رکھا ہوا قلم کیسا ہے؟ معاویہ نے کہا: میں نے خدا اور رسول کی خدمت کے لئے یہ قلم تیار کیا ہے۔ فرمایا: خداوند عالم تمہارے رسول کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے، بخدا! میں

نے وحی کی کتابت کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے، میرے تمام چھوٹے بڑے کام وحی کے ساتھے میں ہوتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ خداوند عالم جسیں لباس پہنانے (لباس خلافت)۔ ام جبیں نے عرض کی: اے خدا کے رسول! اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں دعا کیجئے۔ فرمایا: خدا یا! اس کی ہدایت کر، اس سے ذلت و بھتی کو دور کر اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرم۔

طبرانی لکھتے ہیں کہ صرف ”سری بن عاصم“ نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۱)
علامہ امین فرماتے ہیں: جس شخص نے رسول خدا سے اس افتخار پردازی اور دراغ غوئی کی نسبت دی ہے وہ جھوٹوں اور حدیث سازوں میں معروف ہے، اس کی واقعی شناخت کے لئے الغدیر پانچوں کا مطالعہ کریں۔ (۲)

کاش معلوم ہوتا کہ معاویہ نے جس قلم کو کتابت وحی کے لئے آمادہ کیا تھا کیا اسی سے حضرت امیر المؤمنین سے تمہوں اور جھوٹی باتوں کو منسوب کیا۔ اسی نے اپنے حکام اور عمال کو حکم دیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی اور ان کے دو فرزندوں پر سب وشم کریں۔ اس نے اپنے ظالم و جابر حکام کو تحریر کیا کہ وہ امت کے صالح افراد اور خاندان وحی کے شیعوں کا خون حلال سمجھیں، اس طرح وہ اپنی زبان و قلم کا استعمال کر کے ظلم و جنایت کا نگاہناج رج رج زہا تھا۔

رسول خدا سے جو دعا منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے خدا سے پسہند کی ہدایت کا مطالبه کیا اور خواہش کی کہ اس سے بدینقی دور رہے اور دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرماء، کیا یہ دعا مستجاب ہوئی؟ بے شک یہ مظالم اور معاویہ کا ان مظالم کی سلسلہ تحریر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ رسول اسلام نے اسی کوئی دعا کی ہی نہیں اور ایسا کوئی دعویٰ تحقیق نہیں ہوا۔ یہ دعا اور دعویٰ دونوں ہی خیالی اور فرضی ہیں جنہیں خواہشات کے اسیر نے گڑھ رکھا ہے، ہاں! رسول خدا نے اس کے برخلاف دعا فرمائی ہے اور وہ مستجاب بھی ہوئی ہے۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸۸ ص ۱۳۰ (ج ۸۸ ص ۱۳۸ حوار و شواع)

۲۔ الغدیر ج ۵ ص ۲۳۱ (ج ۸۸ ص ۱۳۰)

۳۔ محمد بن شعیب: بنی امیہ کی ایک فرداور شاہی تھا۔

۴۔ مروان بن جناح: شایی اور بنی امیہ کی فرد تھا۔ ابو حاتم کے بقول: اس پر اور اس کے بھائی پر اعتناؤ نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

۵۔ یونس بن میرہ: شایی اور اندر حاصل تھا۔

۶۔ عبد اللہ بن بسر: شامیوں میں شمار ہوتا تھا، آخری صحابی ہے جو شام میں فوت ہوا۔
اب ذرا ملاحظہ کریں کہ جاہل، کوردل اور سادہ لوح امت حقائق کی بلندی سے ہلاکت و گمراہی کی گہری کھائی میں کیسے گرفتار ہی ہے۔

ابن کثیر اپنی نسخی میں متذکرہ حدیث اور دوسری احادیث کو نقل کر کے لکھا ہے: ان کے علاوہ ابن عسا کرنے بہت سی حدیثوں کو جوبے تک فضائل معاویہ میں گزٹھی گئی ہیں ذکر کیا ہے: ہم نے ان سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے صرف موافق اور حسن احادیث کو نقل کرنے پر اتفاقہ کیا ہے، اس کے بعد ”سری“ کے حوالے سے چھبیسویں حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں: ابن عسا کرنے اس حدیث کے بعد بہت سی جعلی حدیثیں نقل کی ہے، تجرب ہے کہ اس نے تمام تفہیم و ذکات کے باوجود ان احادیث کے رجال کے ضعف اور عدم معرفت پر توجہ دی نہیں، خدا ہی انسان کو حق کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ (۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابن کثیر اپنی بالتوں کو ابن عسا کر کے سرڈال رہے ہیں تاکہ اس کی یادوں گوئی اور بکواس کی تائید کرتے ہوئے اپنی بات کو بھی ثابت کر سکیں لیکن وہ بھول گئے کہ بالآخر غیر جانبدار حقیقت کی کاوشیں اس جھوٹ اور فریب کا پرودہ فاش کرہی دے گی۔

معاویہ اہل بہشت ہے

۷۔ ابن عسا کرنے قیم بن حماد کے طریق سے، اس نے محمد بن حرب سے، اس نے ابو بکر بن ابی

مریم سے، اس نے محمد بن زیاد سے، اور اس نے عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے:
 میں یوختا کے کلیدا (جہاں اس وقت ایک مسجد تھی لوگ وہاں نماز پڑھتے تھے) میں سویا ہوا تھا کہ
 اچانک ایک شیر نظر آیا جو میرے سامنے ہی رہا تھا، میں نے اسے اپنے پاس رکھے ہوئے اسلخ سے جملہ
 کرنا چاہا۔ شیر نے کہا: شہرو، میں تم تک ایک پیغام پہنچانے کے لئے مأمور ہوں۔ میں نے کہا: تمہیں کس
 نے بھیجا ہے؟ کہا: خداوند عالم نے مجھے بھیجا ہے تاکہ تم سے کہوں کہ معادیہ کو سلام پہنچاؤ اور اس کو خوشخبری
 سنادو کر وہ جنتی ہے۔ میں نے سوال کیا: معادیہ کون ہے؟ کہا: معادیہ بن ابی سفیان۔ (۱)

اسناد روایت پر ایک نظر:

۱۔ نیم بن حماد: اس سے قبل بتایا گیا کہ پاک جھوٹا اور جعل ساز تھا۔

۲۔ محمد بن زیاد: حصی، شامی اور ناصی، امیر المؤمنین کا سخت ترین وشن تھا۔ ابن حیین نے اس کی
 توشنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ موٹن وامن ہے۔ (۲) امین حیان کہتے ہیں: اس کی روایت پر اعتقاد نہیں
 کیا جا سکتا مگر یہ کہی دوسرے سے منقول ہو۔ (۳) حاکم نے کہا: حربیز بن عثمان (۴) کی طرح اس کا
 نامی ہونا معروف ہے۔ (۵)

۳۔ ابو بکر بن ابین مریم: شامی اور عثمانی تھا۔ احمد، نسائی، دارقطنی اور ابوذر عدھ کے بقول ضعیف
 ہے۔ (۶) ابن حیین نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (۷) ابوذر عدھ کہتے ہیں: وہ ضعیف اور اس کی حدیث منکرو
 غیر معروف ہے۔ ابو حاتم اس کے بارے میں کہتے ہیں: اس کی حدیث جعل اور ضعیف ہے، چوروں کے

۱۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۶)

۲۔ االتاریخ (ج ۲۳ ص ۲۲۹ نمبر ۵۱۲۲)

۳۔ الثقات (ج ۵ ص ۳۷۲)

۴۔ یہ شخص ہر روز ستر مرتبہ حضرت میلی پر لخت بھیجا تھا، یعنی بخاری کے رجال میں سے ایک ہے۔

۵۔ تہذیب الجدیب (ج ۹ ص ۲۰۷) (ج ۹ ص ۱۵۰)

۶۔ اعلل و معزو الرجال (ج ۲۳ ص ۲۹۰ نمبر ۱۷۸۲)؛ کتاب الفتحاء والهز وکین (ص ۲۶۲ نمبر ۲۹۹)؛ طبقات کبری (ج ۷ ص ۲۷۴)

۷۔ االتاریخ (ج ۲۳ ص ۲۳۷ نمبر ۵۱۷۲)

توسط سے مروی ہیں۔ (۱) جو زبانی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ دارقطنی کی نظر میں متروک ہے۔ (۲) ابن کثیر حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ حدیث قطعی ضعیف و غریب ہے۔ یہ سب خواب کی باتیں تھیں اور ”جب خواب سے بیدار ہوا“ کی عبارت ابن مریم سے منقول نہیں ہے۔ (۳) واللہ اعلم علامہ امینی فرماتے ہیں: مجھے تجھ ہے کہ یہ شیر درندہ جنت کی بشارت سے کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس پیغام اور اس پیغام مخصوص کے کلام میں کون سی نسبت ہے جو اپنی خواہشات سے کچھ نہیں کہتا؟ جب کہ معاویہ کو رسول خدا نے جہنم کی بشارت دی ہے اور اس پر لعنت کی ہے، اس طرح اس شیر کے پیغام اور ان احادیث صحیح کے پیغام میں جو امیر المؤمنین اور عادل صحابہ کرام سے منقول ہوئی ہیں، دونوں میں کیا مناسبت پائی جاتی ہے؟ معاویہ سے متعلق صحابہ کرام کے ارشادات و کلمات دسویں جلد میں نقل کئے گئے۔ یہ بات بھی فکر انگیز ہے کہ قرآن کریم کی آیت اور اس پیغام میں کون سی نسبت پائی جاتی ہے، جس میں خداوند عالم نے گناہ کی بینادر کھنڈ والے اور اسلامی حدود کو تجاوز کرنے والے پر ہر گناہ کو وعدہ عذاب دے کر فرمایا ہے: حدود خدا سے تجاوز کرنے والا عذاب ہے۔ (۴) یہ بھی فرمایا: نیکی اور بدی، اچھائی اور تباہ کاری مساوی نہیں ہیں۔

خدا شکم معاویہ کو سیرہ کرے

۲۷۔ احمد، سلم اور حاکم وغیرہ نے ابن عباس کے طریق سے نقل کیا ہے: میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اسی وقت رسول خدا آتشریف لائے۔ میں نے سوچا: شاید آنحضرت میرے لئے آئے ہیں، لہذا میں ایک دروازے میں داخل ہوا تو رسول خدا نے بھی چند قدم میری طرف بڑھائے۔ فرمایا: جاؤ معاویہ

۱۔ البرح والتعديل (ج ۲ ص ۲۰۵ نمبر ۱۵۹۰)

۲۔ تہذیب العدیب (ج ۱۲ ص ۳۳)

۳۔ البدریۃ النہایۃ (ج ۸ ص ۱۳۲ احادیث ۶۰۰)

۴۔ تبرہ ۲۲۹

سے کہو کہ میرے پاس آئے، میں نے جا کر پیغام رسول سنایا، لوگوں نے کہا: وہ ابھی غذا تناول کر رہا ہے۔ میں نے سارا ماجرا بیان کر دیا، تیسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا: خدا اس کے شکم کو سیرہ کرے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ بھی سیرہ ہوا۔ (۱)

ابن کثیر اس حدیث کو فضائل معاویہ کے ضمن میں نقل کر کے لکھتے ہیں: ”معاویہ رسول اسلامؐ کی اس دعا سے دنیا و آخرت دونوں میں بہرہ مند تھے۔ دنیا میں اس جہت سے کہ جب وہ شام کے حاکم ہوئے تو ہر روز سات مرتبہ ان کے سامنے گوشت سے بھرا ہوا قاب لایا جاتا اور وہ چٹ کر جاتے تھے، وہ ہر روز سات مرتبہ کھانا کھاتے تھے اور اس کے بعد کثیر مقدار میں میٹھا اور چکل وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں: خدا کی قسم! اب بھی سیر نہیں ہوا یہاں کی نعمت ہے جس کے تمام حکام اور بادشاہ آرزومند تھے کہ ایسی عظیم نعمت اور نتایاب معدہ کے حامل ہوں۔ آخرت میں اس اعتبار سے کہ مسلم نے اس حدیث کو بخاری (۲) کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول نے فرمایا: خدا یا؟ میں بھی بشر ہوں میں نے اگر کسی کے لئے بدعا کی ہے اور وہ اس بدعا کے لائق نہیں تھا تو روز قیامت اس بدعا کو کفارہ اور خدا کے تقرب کا باعث قرار دے گا۔ چنانچہ مسلم نے چہلی حدیث اور اس حدیث کے پیش نظر معاویہ کے لئے ایک طرح کی فضیلت بیان کی ہے اور اس فضیلت کے علاوہ کوئی دوسری فضیلت نقل نہیں کی ہے۔ (۳)

تبصرہ امینی

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پسر ہند کے ہوا خواہوں اور ان افراد سے جو اس کے لئے

۱۔ صحیح مسلم ج ۸ ص ۱۲۷ (ج ۵ ص ۱۴۲) ح ۰۶۷۔ ۹۔ کتاب البر والصلة والأداب، تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۹ (ج ۵ ص ۱۲۷) ح ۰۶۷ و ۰۶۸

۲۔ صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۲۳۹) ح ۲۰۰۰

۳۔ البدریۃ والخلیفۃ (ج ۸ ص ۱۲۸) ح ۰۶۰

فضیلت گزتے ہیں اور رذالت کو فضیلت بتا کر صاحب رسالت سے نقل کرتے ہیں، سوال کیا جائے کہ کیا وہ سودوزیان کے مفہوم سے واقع ہیں جو انہوں نے یہ لاف گزانی کر دی کہ رسول خدا کی بدعا سے معاویہ دنیا و آخرت میں بہرہ مند تھا؟ کیا انہوں نے کمال نفس اور انسانیت کے واقعی حدود کی معرفت حاصل کر لی تھی؟ میرے خیال میں ایسا ہرگز نہیں ہے، ورنہ جو شخص اسے نعمت شمار کرے اور حکام و بادشاہوں کے متعلق یہ خیال کرے کہ وہ حیوانوں کے مساوی تھے وہ یقیناً احمق ہے۔ ہاں دنیا کی یہ منفرد نعمت چکر خوارہ ہند کے ذلیل بیٹھے ہی کا نصیب بن سکتی ہے، جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں ان کی نظر میں زندگی کی سعادت صرف شک پری اور بھوک بھگانے میں ہی مضر ہے۔

لیکن روایت کے الفاظ اور حالات سے جوبات مستفاد ہے وہ یہ کہ یہ حدیث ذلت و پستی کے لئے بیان ہوئی ہے رحمت کے لئے نہیں اور رسول اکرم کی یہ دعا معاویہ کے خلاف تھی اس کے فائدے پر مشتمل نہیں تھی۔ اُن کشیر لوگوں کو فریب کیسے دے سکتا ہے جب کہ ابوذر غفاری اس شخص کی نعمت میں فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے تمہ پر نعمت کی ہے اور بدعاوی ہے کہ تو کبھی شکم بیر نہیں ہو گا۔ معاویہ کی یہ نعمت اور نعمت اتنی مشہور ہوئی کہ محاورہ اور ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی، اس پر یہ شعر کہا گیا:

و صاحب لی بطنہ کا معاویہ کان فی احساء معاویہ
”میں اس بات کا اظہار کر رہوں کہ اس کا شکم جہنم کی ماں نہ ہے اور تو کہتا ہے معاویہ کے معدہ کا
حائل ہے۔“

مسلم کی حدیث جس کا دروغ و بہتان بالکل آٹکار ہے صرف اس مقصد کے تحت گزدھی گئی ہے تاکہ کلام رسول ہی اپنے طور پر تاویل و تفسیر کی جاسکے، شیطان کے طرفداروں خاص طور سے معاویہ بن ابی سفیان کا دفاع کیا جاسکے اور لوگوں کو معاویہ کی فاشی اور گناہوں سے دور کھا جاسکے۔ اسی خام خیال کے پیش نظر رسول خدا کی بیرونی میں مکروہ فریب کے حیرت انگیز جال بچھائے گئے چنانچہ آنحضرت سے مردی الفاظ کی دلالت و نصوص کے سلسلے میں کہا گیا کہ آنحضرت نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کہا ہے بلکہ عادتاً منہ سے نکل گیا ہے۔ جعل سازوں کا یہ گروہ اس بات سے غافل رہا کہ رسول خدا اپنی خواہش سے کچھ نہیں

کہتے، ان کا کلام وحی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ تو علّق عظیم پر فائز ہیں۔ ان پر نازل کی گئی کتاب میں خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْسَسُوا لَفِدَ اخْتَمَلُوا بِهَنَاءٍ وَإِنَّمَا مُبِينًا﴾ اور جو لوگ صاحبان ایمان مرد عورتوں کو بغیر کچھ کئے اذیت دیتے ہیں انہوں نے پڑے بہتان اور کھلے گئنا کا بوجھ اسے سر را غخار کھاے۔ (۱)

ایک صحیح روایت میں رسول خدا کا ارشاد ہے: حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے دست و زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔ (۲)

آنحضرت نے فرمایا: مومن بھی دوسرے پر لعنت و نفر من نہیں کرتا۔ (۳)

آنحضرت نے فرمایا: میں نفرین و لعنت کے لئے نہیں مجبوٹ ہوا ہوں بلکہ رحمت کے لئے مجبوٹ کیا گیا ہوں۔ (۲)

فرمایا: مومن پر لعنت کرنا فتن و فجور ہے۔ (۵)

فرمایا: دو افراد آپس میں دشام طرازی کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ (۶)

۵۸/اگر

۲- سیگ بخاری (ج اص ۱۳۰ ح ۱۰۰)؛ صحیح سلم (ج اص ۹۶ ح ۷۳ کتاب الایمان)؛ مسند احمد (ج ۲۳۹۶ ح ۲۷۶۷)؛ سنن ترمذی (ج ۲ ص ۵۲۰ ح ۲۵۰۳)؛ سنن نسائی (ج ۶ ص ۵۲۰ ح ۴۲۶)؛ مسند علی (ج ۱ ص ۳۶۹ ح ۱۱۳۲)؛ الاحسان ابن حبان (ج ۲۳۵ ح ۳۹۹)؛ مسند علی (ص ۲۳۶ ح ۱۷۷)؛

^۳- متدرب حاکم ج اص ۱۲، ۲۷ (ج اص ۷۵ ح ر ۲۹؛ ص ۱۱ ح ر ۱۳۵)

٢- صحيح مسلم ج ٨ ص ٢٢ (ج ٥ ص ١٦٨ ح ٤٧)

۵۔ یہ حدیث مغلط طبیہ ہے: سعی خواری (ج اص ۲۷۴ ح ۳۸)؛ سعی مسلم (ج اص ۱۱۳ ح ۶۱) کتاب الایمان)؛ سنن ترمذی (ج ۲ ص ۱۱۲ ح ۳۹۸)؛ سنن نسائی (ج ۲۱۳ ص ۳۱۲ ح ۲۷۴-۳۵۷)؛ سنن ابن ماجہ (ج ۲۹۹ ص ۲۹۹ ح ۳۹۳۹)؛

بیان کیجئے۔

^٢- مندادح (ج ٥ ص ٧٤٦) ح ٣٣٢ / اص ١٧٠٣٣ ح ٨٧٨ / اص ٣٣١ ح ٨٧٧)؛ منظري (ص ٣٦) ح ١٠٨٠ / اص ١٠٨٠)؛

فرمایا: اگر کوئی شخص کسی سے اسی بات منسوب کرے جو اس میں نہیں ہو اور اس سے اس کا مقصد عیب جوئی ہو تو خداوند عالم اس کی بات ختم ہونے تک اسے جہنم کی آگ میں محفوظ رکھے گا۔ (۱)
 کیا یہ لوگ اس رسول کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں جن کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ کسی بات سے ناراض ہو گئیں، رسول نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے، اس وقت شیطان تمہارے ساتھ ہے؟ عائشہ نے کہا: کیا آپ کے پاس شیطان نہیں آتا؟ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے اس پر کامیابی عطا فرمائی، وہ اسلام لایا اور میرے سامنے تسلیم ہو گیا، اب وہ خیر کے علاوہ کسی بات کا حکم نہیں دیتا۔ (۲)

کیا یہ اس پیغمبر کے بارے میں بات کر رہے ہیں جس نے عبد اللہ بن عمر و بن عاصی سے فرمایا: غم و غصہ، خشونت و رضاوت بلکہ میری ہر حالت کو لکھو، اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس سے حق کے علاوہ کوئی بات نہیں لٹکتی (انی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔ (۳)

عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے: میں رسول خدا کی ہربات سنتا، لکھتا اور پڑھتا تھا تاکہ اسے محفوظ رکسکوں قریش مجھے اس کام سے روکتے تھے، وہ کہتے: تم پیغمبر گی جو بات سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ پیغمبر بھی ہمارے میے بشر ہیں جو خشم و رضا کی حالت میں گنتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے لکھنے سے پرہیز کیا اور رسول خدا سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے انی انگلی سے زبان کی جانب اشارہ کر کے فرمایا: لکھو، اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اس زبان سے حق کے علاوہ کچھ نہیں لکھتا۔ (۴)

امیر المؤمنین کے ارشاد کے مطابق رسول خدا دنیا کے لئے کبھی ناراض نہیں ہوئے اور جب حق کے لئے غضناک ہوتے تو کوئی تشخیص نہیں دے پاتا تھا، وہ غصہ ظاہر ہونے سے پہلے ہی اس پر قابو پالیتے

۱۔ انترفیب والرہیب ج ۳ ص ۷۶ (ج ۳ ص ۵۱۵ ح ۳۲)

۲۔ احیاء الطوم ج ۳ ص ۷۶ (ج ۳ ص ۱۶۲)

۳۔ احیاء الطوم ج ۳ ص ۷۶ (ج ۳ ص ۱۶۲)؛ مسنابوداوز (ج ۳ ص ۳۱۸ ح ۳۲۳۶)

۴۔ سُنْدَارِي (ج اس ۱۲)

تحت۔ (۱)

کیا یہ لوگ پس بند کے دامن کو پاک صاف بنانے کے لئے جھوٹی نسبتوں سے پیغمبر اکرم کی مقدس شخصیت کو آلودہ کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ خود آنحضرت فرماتے ہیں: اگر کوئی بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ لعنت آسمان تک جاتی ہے اور آسمان کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ لعنت زمین پر واپس پلٹ آتی ہے اور زمین کے دروازے بھی اس پر بند ہو جاتے ہیں پھر وہ داہنے جانب جاتی ہے اور جب تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو وہ اس انسان کی طرف واپس پلٹ آتی ہے جس کے لئے لعنت کی گئی تھی اور اگر وہ مستحق نہیں ہوتا تو لعنت کرنے والے کی جانب پلٹ جاتی ہے۔ (۲)

کیا یہ لوگ ان جھوٹی نسبتوں کا سہارا لے کر رسول خدا کی شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں؟ وہ رسول جس نے آداب الہی کے ذریعہ امت کی تربیت کی اور اپنے اصحاب کو ہر چیز تھی حیوانوں کو اذیت کرنے سے روکا ہے، آپ کا ارشاد ہے: اگر کوئی شخص اس پر لعنت کرے جو اس لعنت کا مستحق نہیں ہے تو وہ اسی کی جانب پلٹ جاتی ہے۔ (۳)

ایک شخص آپ کے ہمراہ راستے کر رہا تھا اور اس نے اپنے اوٹ کو راہ بھلا کہا تو آپ نے فرمایا: اے بندہ خدا! جس اوٹ پر نفرین کی ہے اس کے ہمراہ حرکت نہ کرو۔ (۴)

پیغمبر کی حدیث ہے: جس قافلے کے شامل حال خدا کی لعنت ہو وہ ہمارے ہمراہ سفر نہ کرے۔ (۵) رسول خدا اس سلسلے میں بہت زیادہ تاکید فرماتے اور لوگوں کو لعنت کرنے سے روکتے تھے چنانچہ سلم بن اکوع کا بیان ہے: جب کوئی شخص اپنے بھائی پر لعنت کرتا تھا تو ہمارے سامنے عظیم گناہوں کا

۱۔ شائل ترمذی (ص ۱۱۳ ح ۲۲۵ ر ۲۲۵)

۲۔ الترمذی والترمذی ح ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۲۷۴ ح ۱۷)

۳۔ الترمذی والترمذی ح ۳ ص ۱۹۷ (ج ۳ ص ۲۸۳ - ۲۸۴ ح ۲۲۵ - ۲۲۶)

۴۔ الترمذی والترمذی ح ۳ ص ۱۹۶ (ج ۳ ص ۲۷۴ ح ۱۹)

۵۔ مجمع سلم ح ۸ ص ۲۲ (ج ۵ ص ۱۶۶ - ۱۶۷ ح ۸۳ کتاب البر والصلة والآداب)

دروازہ حسم ہو جاتا تھا۔ (۱)

لہذا ان باطل تاویلیوں اور بہودہ بکواس پر توجہ نہیں دینی چاہئے، رسول خدا جس پر لعنت کریں، وہ در حقیقت ملعون ہے، جسے سور دعن قرار دیں وہ اس کا مستحق ہے اور جسے کوڑا ماریں اسے شرعی حیثیت حاصل ہے، جس کے بارے میں رسول خدا بدعکاریں وہ اس کے شامل حال ضرور ہوتی ہے، کیا کوئی منصف مزاج جانکار اس ذلت آمیز خیال کو قبول کرے گا کہ رسول خدا امت کی ایسی فرد پر لعنت کریں جو اس کا قطعی مستحق نہیں ہے؟ نہیں کبھی نہیں، جو رسول مکارم اخلاق کی بنیاد پر سبوث ہوا ہو وہ اس اقتدار پر داہی سے قطعی منزہ ہے۔

اس خیال پر داہی کے صحیح ہونے کی صورت میں رسول خدا کے گفتار و کردار، قضاءات اور لفاذ حدود مخلوک قرار پاتے ہیں، اور انسان کے لئے مخفی رہ جاتا ہے کہ یہ امور الہی تحریک کی بنیاد پر نافذ ہوئے تھے یا شہوت رانی اور اپنی آتش غضب خاموش کرنے کی بنیاد پر؟ ایسے کیا مخصوص رسول ہے؟! ایسی صورت میں اس کی سنت پر عمل ہجرا کیسے ہو جا سکتا ہے؟!

منذر کرہ دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت امت کے لئے لائق اقتدار ہے؟! اور ان کے اور امت کے درمیان کون سا فرق رہ جاتا ہے کیونکہ غیظ و غصب اور خواہشات نفسانی سمجھی پر غلبہ پالیتے ہیں؟! ایسی صورت میں کون مسلمان رسول خدا کی پیروی کرے گا؟!

ابن حجر کی تند مراجی اور لاف گزاری یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے مسلم کی منذر کرہ حدیث (جو ایسی بات کو ثابت کرتی ہے جسے عقل و منطق قول نہیں کرتی اور جو مسلم اصول دین کے قطعی برخلاف ہے) سے استناد کرتے ہوئے حکم جیسے مردود بارگاہ رسول پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے۔ (۲)

اہل سنت نے اس مقام پر بہت زیادہ داؤ بیچ دکھایا ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شری کی انتہاء کر دی ہے: چنانچہ بعض لوگوں نے یہ قول نقل کیا ہے: ان ظاہر هذا الحدیث یعطینا اباحة

۱۔ التغییب والترہیب ج ۳ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۷۲ ح ۱۵)

۲۔ الصواعق عمرق ص ۱۰۸ (ص ۱۸۱)

تلکم المحظورات للنبي فحسب ”اس حدیث کے طواہر میں سمجھا رہے ہیں کہ صرف رسول خدا ان منوع امور کو انجام دے سکتے ہیں“۔ (۱)

سیوطی نے رسول خدا کی خصوصیات میں اسے بھی شمار کیا ہے: باب اختصاصہ بجواز لعن من شاء بغير سبب ”آنحضرت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سبب اور علت کے بغیر جسے چاہے لعنت کر سکتے ہیں“۔ (۲)

قطلانی لکھتے ہیں:

کان له ان يقتل بعد الامان و ان يلعن من شاء بغير سبب وجعل الله شتمه و لعنه قربة للمشوم والملعون للدعاء و ”آنحضرت کو حق حاصل تھا کہ وہ امان دینے کے بعد قتل کر دیں اور سبب و علت کے بغیر کسی بھی پر لعنت کریں، خداوند عالم نے اس دشنام طرازی اور لعنت کو اپنی دعا کی وجہ سے ملعون و مشوم (جس کو گالی دی گئی ہے) کے لئے باعث تقرب قرار دیا ہے“۔ (۳)

کیا کوئی اس الحق کی فکر پر نہیں ہنستا؟ ایسا بات کیسے ممکن ہے حالانکہ اس نے خود ہی فرض کیا ہے کہ لائق نہ مت قرار پانے والا، اس سے ملحق دعا کی وجہ سے مستحق رحمت و مہربانی ہوتا ہے؟! لہذا رسول رحمت کے پاس ان افراد کی ہنگامہ حرمت کرنے اور مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی انہیں رسوایا اور بد نام کرنے کا کیا جواز ہے؟! کیا دوسرا دعا اس تنگ دعا کی نشانی کو پاک و صاف کر دیتی ہے جو پہلی دعا کی وجہ سے ان سے ملحق ہوئی تھی؟! کیا جو اعمال ذاتاً ناپسند تھے، ان کا رسول خدا کے سلسلے میں مباح ہونے کے لئے کوئی معقول دلیل ہے؟! مومنین کے یہاں ایمان کی صفت ہوتے ہوئے ان کی ہنگامہ حرمت کرنا، کسی کے لئے مباح ہے، چاہے وہ رسول ہوں یا کوئی اور؟!

میں نہیں جانتا اور مجھے یقین ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہے، وہ بھی اس سے ناقص ہو گا۔

۱۔ الخصائص الکبری، سیوطی ج ۲ ص ۲۲۳ (ج ۲ ص ۳۹۵)؛ مواجب اللدنی ج ۱ ص ۳۹۵ (ج ۲ ص ۴۲۵)

۲۔ ملاحظہ ہو: خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۲ ص ۳۹۵)

۳۔ موابالدنی ج ۲ ص ۴۲۵

دوسری اہم نکتہ: قرآن مجید میں جو طعن و تفسیر اور لعنتیں کی گئیں ہیں، وہ انہیں افراد کے لئے ہیں جن کا قرآن مجید نے قصد کیا ہے اور رسول خدا نے اسے بیان کیا ہے۔ کیا خداوند عالم کی طرف سے بھی اسی طرح ہے جیسا رسول خدا کے لئے خیال کیا گیا ہے، کیا ان کی بھی مدح و رحمت اور تقرب کے ذریعہ تاویل و تفسیر ہو سکتی ہے؟! ایسی صورت میں یہ آیتیں ان افراد کے مردوں و ملعون ہونے کے بجائے ان کے جلیل التقدیر اور پاک و پاکیزہ ہونے پر دلالت کریں گی۔

کیا اس سلسلے میں خداوند عالم کا کوئی عہد و بیان ہے اور اس نے قسم کے ذریعہ یاد کیا ہے کہ یہ لعنتیں باعث رحمت اور موجب تقرب ہیں؟! یا یہ کہ یہ الفاظ اپنے واقعی اور حقیقی معنا ہیں و معانی پر دلالت کرتے ہیں؟! میں نہیں جانتا کہ اہل سنت کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ قرآنی الفاظ سے حقیقت کو اسی طرح سلب کرتے ہیں جیسے رسولنا کے الفاظ سے سلب کیا ہے؟! ایسی صورت میں افہام و تفہیم اور طریقہ گفتگو کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔

رسول نے حکم خدا سے معاویہ کو کتابت وحی پر مامور فرمایا

۲۸۔ سرہ بن عبد اللہ خادم سے منقول ہے کہ کردوس بن محمد بالقلانی نے یزید بن محمد مرزوی سے، اس نے اپنے والد سے اور اس کے جد نے امیر المؤمنین سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں رسول اسلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معاویہ پہنچے، رسول نے مجھ سے قلم لے کر معاویہ کو دے دیا، میں نے صرف یہی محسوں کیا کہ خداوند عالم نے انہیں اس کام پر مامور فرمایا ہے۔

ابن حجر نے اس روایت کو نقل کر کے اسے سرہ بن خادم کی جعل سازیوں کا عنوان قرار دیا ہے، کہا: اس کے الفاظ باطل اور سند جھوٹی ہے۔ (۱)

خطیب نے اپنی تاریخ میں اس سرہ کے طریق سے عمر ابوکبر کے متعلق ایک منقبت نقل کر کے لکھا

ہے کہ یہ حدیث جھوٹی اور جعل ہے، مسرۃ کے علاوہ اس حدیث کے تمام رجال موٹی ہیں۔ (۱)

معاویہ شہر علم رسول کے دروازے کی زنجیر

۲۹۔ انس سے مرفوع روایت مردی ہے: میں شہر علم ہوں، علیٰ اس کے دروازہ اور معاویہ اس کی زنجیر ہے۔ (۲)

مجھے پورا لیکن ہے کہ ان خرافات کو اس لئے جعل کیا گیا ہے تاکہ اس کتاب کی تفحیک کی جائے ہے رسول خدا نے وحی خدا کی اساس پر موٹی افراد کے فضائل پر مشتمل پیش کیا ہے۔ کوئی اس حدیث کو قبول کر ہی نہیں سکتا چاہے ہزار بکرو فریب کا سہارا لے کر اور ہزاروں احادیث جعل کر کے معاویہ کی گھناؤنی شخصیت کو پاک و منزہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جائے۔

خدا یا! معاویہ کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھ

۳۰۔ طبرانی نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ مزنی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا نے معاویہ سے فرمایا: خدا یا! اسے حساب و کتاب کی تعلیم دے اور اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔ (۳)
ترنی کی عبارت ہے: خدا یا! اسے ہادی و مہدی (ہدایت شدہ) قرار دے، اس کی ہدایت فرماء۔
ابن عساکر نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ (۴)

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ (۵)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۲۷۲ نومبر ۲۲۸)

۲۔ مقاصد حسن (ص ۲۲۳ ح ۱۸۹)؛ القوادی الحنفی (ص ۲۶۹)

۳۔ بیجم الکبیر (ج ۱۸ ص ۲۵۱ ح ۲۲۸)

۴۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۲۳۵ ح ۳۸۳۲)؛ تاریخ مدینہ دمشق (ج ۶ ص ۲۹۶ نومبر ۲۹۶؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۱۶)

۵۔ الاستیعاب (قسم الثاني ص ۸۲۳ نومبر ۱۹۹۵)

بیت المقدس میں معاویہ کی بیعت کے بارے میں رسول کی پیشین گوئی
۱۔ عبد الرحمن بن ابی عسیرہ سے مرفوع روایت مذکور ہے: بیت المقدس میں ہدایت بیعت واقع
ہوگی۔

ابن سعد (۱) نے دلید بن مسلم سے، اس نے شام کے ایک بزرگ سے، اس نے یونس بن میسرہ
بن جلیس سے اور اس نے عبد الرحمن سے اس کی روایت کی ہے۔ (۲)

روایت کی سند میں شامیوں کا سلسلہ ملاحظہ فرمائیے:
دلید مولیٰ بنی امیہ سے: شام کا عالم تھا ہمیشہ خطا میں کرتا تھا، اس نے چند جھوٹوں سے نقل کیا ہے،
پھر مکروہ فریب شروع کر دیا ہے۔ اوزاعی نے ضعیف اور غیر معروف حدیثوں کے حوالے سے یہ روایت
نقل کی ہے، اس کے بعد دلید نے ان سب کو سند سے حذف کر کے صرف اوزاعی کو ذکر کیا ہے۔
یونس سے: نامہ شامی تھا، اس نے معاویہ کا زمانہ دیکھا ہے اور اس سے روایت کی ہے نیز اس کے
انعامات و اکرام کا بھرپوری مزہ بھی لیا ہے۔

عبد الرحمن سے: جس کی روایتیں ثابت نہیں۔ عبد البر کہتے ہیں: اس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔

بیکم خدا رسول نے معاویہ سے مشورہ کیا

۱۔ ابن عساکر نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن محمد سے، اس نے ابو بکر محمد بن علی سے، اس نے
ابو الحسن احمد بن عبد اللہ سے، اس نے احمد بن ابی طالب سے، اس نے ابو عمرو سعیدی سے، اس نے علی بن
روح سے، اس نے علی بن عبید عماری سے، اس نے جعفر بن محمد انصاری کی سے، اس نے اسماعیل بن عیاش
سے، اس نے قاسم بن نجیح اسدی سے، اس نے عطاء سے اور عطاء نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر
نے کہا:

”میں رسول خدا کے ہمراہ بیٹھا تھا، وہاں میرے علاوہ دو اصحاب اور بھی موجود تھے۔ فرمایا: جب معادیہ ہمارے پاس تھے تو ہم بعض امور سے متعلق ان سے مشورہ کرتے تھے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ ان امور سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ پھر فرمایا: مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں بعض امور سے متعلق ابو سفیان کے بیٹے سے مشورہ کروں، واللہ عالم۔“ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: اس سند میں کئی مجهولات اور غیر معروف باتیں موجود ہیں۔ اس میں جعفر بن محمد الظاہر کی ثقہ نہیں ہے۔ (۲) اسماعیل بن عیاش حصی کی اگرچہ بعض لوگوں نے توثیق کی ہے، لیکن جزو جانی کہتے ہیں: اسماعیل کی باتیں نیشا پور کے لباس سے کتنی مشابہ ہیں جس میں کئی رنگ ظاہر ہوتے ہیں، لگ بھگ دس افراد نے اس کی برائی کی ہے، علاوہ ازیں اس نے یہ روایت جھوٹوں سے نقل کی ہے۔

ابو سحاق فرازی کہتے ہیں: مشہور راویوں کی روایتیں اسماعیل سے مردی نہیں ہیں وہ ایسا شخص ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے مغز سے کون سے بات نکل رہی ہے، جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔ اب ان مبارک کہتے ہیں: مجھے اس کی روایت پہنچ نہیں۔ اب ان خریبہ کا بیان ہے: اس کی بات سے استناد نہیں کیا جاسکتا۔ حاکم کہتے ہیں: جلالت قدر کے باوجود اگر وہ کسی حدیث کو تہاں قل کرے تو چونکہ اس کا حافظ صحیح نہیں تھا اس لئے قابل قبول نہیں۔ علی بن حجر کہتے ہیں: اگر ابن عیاش بہت زیادہ خیال پر دعا زی نہ کرتا تو جنت تھا۔ (۳)

راویوں میں ”تمام بن نجیع و مشقی“ بھی ہے، جس کے بارے میں احمد کہتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ (۴) حرب اس نظریہ کے متعلق کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ابوذر عد کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم کی نظر میں اس کی حدیث منکر ہے۔ (۵) بخاری کہتے ہیں:

۱۔ المذاق المصنوعة، سیدی طیب اس ۲۲۱

۲۔ سان الایمن ح ۲۲ ص ۱۵۶ (ح ۲۲ ص ۱۵۶ نمبر ۲۰۳۹)

۳۔ اسی جلد کے گزشت مخالفات ملاحظہ فرمائیں
۴۔ الجرج والتعمیل (ح ۲۲ ص ۲۲۵ نمبر ۱۷۸۸)

۵۔ الجرج والتعمیل ملاحظہ کریں

لائق تالیم ہے۔ (۱) ابن عذری کا بیان ہے: جو روایتیں اس نے نقل کی ہیں انہیں موثق افراد نہیں مانتے، وہ موثق نہیں۔ (۲) ابن حیان کہتے ہیں: موثق افراد سے جعلی روایتیں نقل کرتا ہے جن پر صحبت کا گمان ہوتا ہے۔ (۳) بزار کہتے ہیں: قوی نہیں ہے۔ عقلی کا بیان ہے: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔ (۴) ابو داؤد کے مطابق آجری کہتے ہیں: غیر مانوس روایتیں نقل کرتا ہے۔ (۵)

جنت میں رسول سے معاویہ کی ملاقات

۳۳۔ ابن عساکر نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابو الحسن قرضی نے ابوالقاسم بن علاء سے، اس نے ابو بکر بن عبد اللہ بن احمد بن عثمان بن خلف سے، اس نے ابوذر محمد بن احمد بن ابی عصمه سے، اس نے احمد بن علی سے، اس نے علی بن محمد بن فقیر سے، اس نے محرز بن عون سے، اس نے شبانہ سے، اس نے محمد بن راشد سے اور اس بخوبی سے روایت کی ہے:

فَغَيْرُهُ نَكِرْزِيَّ كَوْدِيَّتِهِ دُوْتِيرِيَّ كَوْدِيَّتِهِ هُوَيْهُ فَرَمَايَا: إِسْلَامُ كَيْ أَنْ دُوْتِيرِوْنُ كَوْلُوجِنْتِ مِنْ أَنْ دُوْنُوْسُ كَيْ هَمْرَاهُ مِيرَادِيدَارِ كَوْ دَيْگَرْ۔ جَبْ معاوِيَةَ كَيْ وَفَاتَ هُوَيْتَ تُوَانْ دُوْتِيرِوْنُ كَوْ بَحْجِيَّ اسَ كَيْ سَاتَهُ پَرْ خَاَكَ كَرِدِيَّا گِيَا، جَبْ رَسُولُ إِسْلَامٍ نَے مَكَهَ مِنْ اپنَا سَرْتَشَا يَا تُورْ كَا اِيكَ بَالْ معاوِيَةَ كَوْ دِيَّا معاوِيَةَ نَے اسَ مَحْفُوظَرَ كَهَا وَقْتَ وَفَاتَ اَنْ بَالُوْنُ كَوْ اسَ كَيْ دُوْنُوْنُ آنْكُھُوْنُ مِنْ رَكَهِ دِيَّا گِيَا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمْ۔ (۶)

تبصرہ امینی

متذکرہ تمام سندیں باطل اور غیر معتبر ہیں اور آخری راوی نے سند کی مٹی پلید کر دی ہے اس لئے کہ

۱۔ الاربع الكبير (ج ۲۲ ص ۱۵۷ نمبر ۶) ۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲۲ ص ۸۲ نمبر ۳۰۳)

۳۔ الضعفاء الكبير (ج ۱ ص ۱۶۹ نمبر ۲۱۰) ۴۔ کتاب الحجر و متن (ج ۱ ص ۲۰۳ نمبر ۲۰)

۵۔ تہذیب العجذیب (ج ۱۰ ص ۱۵۰) ۶۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۵ ص ۱۱)؛ بلکل المصوَّر (ج ۱ ص ۲۲۲)

نکھول مشقی کی روایت مرسل ہے، وہ صحابی نہیں ہے۔ ابن سعد نے اسے اہل شام کے تابعین کے طبق سوم میں ذکر کیا ہے، وہ ضعیف اور ایک نہر کا جھوٹا تھا۔ (۱) سند روایت میں ”محمد بن راشد مشقی“ بھی موجود ہے، وہ اگرچہ عابد و زادہ تھا لیکن حدیث کوئی اس کا مشغل نہیں تھا، اس سے مکر روایتیں بہت زیادہ مروی ہیں جنہیں الگ ہی رکھنا چاہئے۔ دارقطنی کہتے ہیں: اس پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے: اس کی حدیث ضعیف ہے۔ (۲)

شبانہ فزاری بھی اس حدیث کا راوی ہے جو فرقہ مرجدہ کی تبلیغ کرتا تھا۔ احمد نے اسے بالکل الگ رکھا ہے اور اس کی حدیث نقل نہیں کی ہے، چاہے حقی نسبت دی جائے وہ اس کی روایت پسند نہیں کرتے تھے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں: لوگ اس کی حدیث لکھتے ہیں لیکن اس سے احتجاج نہیں کرتے۔ (۳) ابو بکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وہ مرجدہ کا مبلغ تھا، اس سے اس سے بھی بدترین طالب مروی ہیں، اس کے محل سے بھی مرجدہ کی تبلیغ جعلکی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: پھر ایسے شخص کی روایت کیوں نقل کی جواب دیا؟ میں نے اس کے عقائد سے واقف ہونے سے قبل نقل کی ہے۔ ان باتوں سے قبل یہ شخص اہل بیت رسول کا دشمن تھا، تبلیغ کی حالت میں فائح کا اٹیک ہوا اور اصل جہنم ہو گیا۔ (۴)

حلقة اسناد میں تمام غیر معروف افراد موجود ہیں، کسی نے ان کی تائید نہیں کی ہے۔

نبوت کی حالت میں معاویہ کا محشور ہونا

۳۳۔ اسحاق بن محمد بن موی نے محمد بن حسن کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ معاویہ اپنے حلم اور کلام خدا پر اعتماد کی وجہ سے قیامت کے دن پیغمبر کی حالت میں مبعوث ہو گا۔

۱۔ طبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۲۵۳

۲۔ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۹ (ج ۹ ص ۱۳۰)

۳۔ الجرج و اتمدیل (ج ۳ ص ۲۹۲ نمبر ۱۷۱۵)

۴۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۰۱ (ج ۳ ص ۲۶۲)

ابن حجر نے لسان المیز ان میں یہ روایت لفظ کر کے لکھا ہے کہ یہ محمد بن حسن شاید وہی نقاش صاحب تفیر ہو جو جھوٹا اور فربی تھا۔ (۱)

معاویہ کے چاہنے والوں سے حساب و کتاب نہیں ہوگا

۳۵۔ سعید بن میتب سے منقول ہے: جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کو دوست رکھے گا اور جنت میں ان کے ایک ساتھ رہنے کی گواہی دینے کے ساتھ ساتھ معاویہ کے لئے دعاۓ مغفرت کرے گا تو خداوند عالم اس سے قیامت میں حساب و کتاب نہیں کرے گا۔ (۲)

علامہ امین فرماتے ہیں: خداوند عالم جس سے سب سے پہلے حساب و کتاب کرے گا وہ معاویہ ہی ہوگا جس کیلئے رسول خدا اور حضرت علیؓ دونوں نے بدعا کی ہے (حدیث گذر چکی ہے) اس حساب و کتاب میں صحابہ کرام اور پارگاہ خداوندی کے عادل افراد تباشی ہوں گے اور اس ذیل شخص پر لعنت کریں گے۔ اس اعتبار سے کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم ابوسفیان کے اس بیٹے سے حساب و کتاب نہیں کرے گا جس نے شریعت کے برخلاف احکامات صادر کئے ہیں؟ اور کیا معاویہ اس کے باوجود بھی کہ اس نے حضرت علیؓ کو کالی دین، انہیں خوار کیا، لوگوں کو ان کی دشمنی پر مجبور کیا، ان کے خلاف شمشیر بکف ہوا اور ان سے جنگ کی، ان کے شیعوں پر دل ہلا دینے والے وحشیانہ مظالم ردار کئے، کیا ان کے باوجود بھی اس پر ترجم کیا جاسکتا ہے؟

عثمان کی نصرت سے معاویہ کا احتراز کرنا، ان کے دفاع سے دست بردار ہوتا اور اپنے سپاہیوں کو ان کے بارے میں خصوصی پڑائیں دینا و... کیا یہ امور عثمان سے اس کی محبت والفت کی نشانہی کرتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ مشور ہو اور مستوجب ترجم ہو۔

۱۔ لسان المیز ان ح ۵۵ ص ۱۲۵ (ح ۵۶ ص ۱۳۲ نمبر ۷۰۷)

۲۔ البدریہ والنہایۃ ح ۸۸ ص ۱۳۹ (ح ۸۸ ص ۱۳۸ احادیث ۶۰۷)

اسکی بکواس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

معاویہ کی ناک کا گرد و غبار، عمر بن عبد العزیز سے بہتر

۳۶۔ سعید بن یعقوب طالقانی کا بیان ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عباس سے سنا: معاویہ کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔ دوسری عبارت ہے: معاویہ کی ناک کے دوسرا خ کے گرد و غبار عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہیں۔ (۱)

احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا: معاویہ بہتر ہے یا عمر بن عبد العزیز؟ جواب دیا: معاویہ کے کھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: معاویہ اور اس کی فضیلت کی وہی افراد شناخت رکھتے ہیں جو اس کے عہد میں تھے اور قریب سے اس کے گواہ تھے، وہی اسے پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی دونوں آنکھوں سے اس کے مظالم کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کی عادتوں اور نقص پر تیکی کی ہوں کو دیکھے چکے ہیں۔ لیکن راویوں میں کوئی بھی سچا انسان نظر نہیں آتا۔ لہذا دونوں بیٹھے (ابن حنبل اور مبارک) نے معاویہ کے لئے یہ روایتیں گردھی ہیں اور انہی محبت سے مجبور ہو کر نقل کیا ہے۔ ہمارے لئے یہ روایتیں مستند نہیں ہو سکتیں۔ اگر آپ معاویہ کے حالات اور اس کی عادتوں کا وقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان روایتوں کا لچر پن بالکل واضح و آشکار ہو جائے گا۔

معاویہ کا دشمن جہنم میں

۳۷۔ اسلاف کی ایک فرد سے منقول ہے: میں شام میں ایک پہاڑ کی بلندی پر بیٹھا تھا، اچاک

۱۔ البرلیۃ والنہجۃ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۸ جواد شذوذ)

۲۔ شذوذات الذهب ج اس ۴۵ (ج اس ۴۷ جواد شذوذ)

ہاتھ کی آواز ساعت سے مکرائی، وہ کہہ رہا تھا: جو ابو بکر صدیق سے دشمنی کرے وہ زندگی نہ ہے، جو عمر سے عداوت رکھے وہ جہنمی ہے، عثمان کا دشمن، دراصل رحمن کا دشمن ہے، حضرت علیؓ کا دشمن، رسول خدا کا دشمن ہے اور معاویہ کا دشمن جہنم میں جھوٹ ک دیا جائے گا۔

تعجب ہے کہ دشمن کی خاک صرف قابل نفرت اموریوں کے ہوا اروں کی روح کی پروردش کر سکتی ہے، کیون تو زانسان جب حق و صلاح کی دشمنی پر کمر بستہ ہو جائے تو وہاں خریدار بیدار ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ دینی امور میں غیر معروف فریاد و فغاں کو سنتے ہیں، بیہودہ خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور ثابت حقائق سے روگردانی کرتے ہیں وہ حق و حقیقت سے کس قدر دور ہیں، وہ توچے استدلال کے بھی دشمن ہیں۔

معاویہ صحابی رسول

۳۸۔ ایک راوی نقل کرتا ہے: میں نے رسول خدا کو ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؓ و معاویہ کے ہمراہ بیٹھا ہوا دیکھا، اسی وقت ایک شخص آپ کی خدمت میں پہنچا۔ عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہماری عیب جوئی کرتا ہے، رسول خدا اسے اپنی بزم سے بھگانے والے ہی تھے کہ اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سب عیب سے براہ ہیں سوائے اس کے (معاویہ کی طرف اشارہ کیا)۔ چیخبر نے فرمایا: اس کے سینے پر مارو۔ اس شدید ضرب سے اس کے ہوش تھکانے ہو گئے اور بھاگتا ہوا میرے گھر آیا۔ اسی رات وہ شدید بخار میں جلتا ہوا اور مر گیا۔ یہ شخص "راشد کندی" تھا۔ (۱)

تبصرہ امین

مجھے ملت کے محاذین اور مذہبی رہبروں پر تعجب و حیرت ہے کہ وہ پر اگنہ خوابوں اور بے بنیاد

(۱) البدایۃ والنهایۃ ج ۸ ص ۱۳۰ (ج ۸ ص ۱۳۹ حادثہ ۷۶)

باتوں سے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں، جھوٹی نسبتوں سے تاریخ کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں، ایسی جھوٹی باتوں سے اصحاب کے کان بھر رہے ہیں، اس بادو خوار ہند کے بیٹھے کو بزرگان دین کے زمرے میں رکھ کر قوم و ملت کے صالح افراد کی پاک و پاکیزہ شخصیتوں کو آلاودہ کر رہے ہیں اور اس کو ان کے ساتھ ایک عیاری میں باندھنے کی سی لاحاصل کر رہے ہیں۔ ”خداجہالت کو ختم کرے۔“

کاش! میں جان پاتا کہ اس شخص نے جس شخصیت کو اپنے خیال میں مجسم کیا ہے، کیا وہ یہ وہی رسول خدا استحی جنہوں نے معاویہ کو مارا اور اس پر لعنت بھیجی؟ یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا؟ سبیں انتظار کیجھے تاکہ اس خواب کا جواب خود صاحب خواب سے سنیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آکر اس کا جواب ہرگز نہیں دے گا۔ کاش! میں جان سکتا کہ معاویہ کی عیوب جوئی کرنے، اپنی تیز و تند زبان کے ذریعہ اسے فنا کس سے منسوب کرنے اور نمازوں میں اعلانیہ اس پر بدعا کرنے میں صحابہ کے یہاں کوئی ساجذ بکار فرماتھا؟ اور کیا اصولی اعتبار سے رسول خدا نے انہیں بھگایا اور معاویہ کو چھڑی دی تاکہ وہ انہیں مارے...؟

فضائل معاویہ پر مشتمل اور اس کھانے سے چوہے کی موت

۳۹۔ ابوالثقل یوسف قواس کی کتابوں کے درمیان فضائل معاویہ پر مشتمل ایک فصل تھی جسے اس نے چوہے کو کھاتے ہوئے دیکھ لیا، چنانچہ اس نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ وہ اس چوہے کو نیست و نابود کر دے، تھوڑی دیر بعد ایک چوہا چھپت سے گرا اور تڑپ کر مر گیا۔ (۱)

اب آئیے اور اس جامیں گنوار انسان کے طرز فکر پر ہنسنے جو اس بات کو معاویہ کی کرامت خیال کرتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کی وجہ سے ایک ایسے چوہے کو ہلاک کر دیا جس کی خطا تھی کہ اس نے فضائل معاویہ پر مشتمل حصے کو کھالیا تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا کہ ائمہ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں، اس کے باوجود بھی کیا واقعی اس چوہے پر پر ہند کی محبت واجب تھی؟ اور کیا

وہ چوہا معاویہ کو پہنچاتے ہوئے اس کے مناقب کو چٹ کر گیا اور کیا یہ کام بصیرت کے ساتھ انعام دیا گیا؟ کیا ابوالفتح قواس اس چوہے کو پہنچانا تھا جس نے فوری طور پر یہ حکم صادر کر دیا کہ جو چوہا چھت سے ٹپکا اور مر گیا، وہ وہی چوہا تھا جس نے معاویہ کے فضائل کھائے تھے...؟

۲۰۔ فضائل معاویہ میں کلواڑی کا قصیدہ

ولا بن هند فی الفزاد محبة مغروسة فلییر غمن مفندی
”پرہند کی محبت کا تجھ میرے دل میں بُویا جا چکا ہے، میری ذمہ کرنے والے اور جملانے والے بلاک ہوں۔“

علامہ شہاب الدین احمد ھنفی شافعی نے مندرجہ ذیل ان اشعار میں اس کی تردید کی ہے:

قل لابن کلواڑی وخیم المورد	وقعت نفسك في الحضيض الارهد
القات تطمع يا سخيف العقل في	ارغام طه والوصى المهتدى
وال المسلمين الصادقى ايمانهم	باليه جل وبالتبى محمد
او لمست انت القائل البيت الذى	تصلى بهو هيج السعير المؤسد
ولا بن هند فی الفواد محبة	مغروسة فلیير غمن مفندی
اريٰت ويلك ذا يقين لا	يفند ما يفوه به لسان الابعد
اوهل ترى الا بقلب منافق	غرسٌ محبة عجلك المتمرد
او ما علّمت بان من احبيته	رایس البغالة و خصم كل موحد
لعن الوصى و بدل الاحكام وار	تکب الكبائر باللسان وباليد
ان المحب مع الحبيب مقره	ولسوف تعلم مستقرك في غد
فعليكم سخط الاله و مقته	وعلى الذي بك في العقيدة يقتدى
”ابن کلواڑی تک میرا پیغام پہنچا دو کہ اس نے خطرناک قست و نصیب سے استفادہ کر کے اپنے کو	

گندے نالے میں گردایا ہے۔ اوبے عقل! کیا تو آنکھ رکھتا ہے (تیرے پاس اتنی عقل ہے) کہ رسول اور ان کے ہدایت شعار جانشین کو خوار کرے، کیا تیرا ارادی یہ ہے کہ خدا اور رسول پر ایمان واقعی رکھنے والے مسلمانوں کو موردنع قرار دے؟ کیا تو وہ شعر نہیں کہا ہے جس کی وجہ سے آتش جہنم میں اوندھے منہ جھوک دیا جائے گا؟ کیا تو چانتا ہے کہ اس گosalہ پرست (معاویہ) کی محبت صرف منافق کے دل پر نقش کر سکتی ہے؟ یہ وہ ہے جس نے وصی رسول پر سب وشم کیا، اللہی احکام و قوانین میں تبدیلی کی اور اپنے دست و زبان سے بڑے گناہوں کا مرٹکب ہوا ہے، ہر دوست اپنے دوست کے ہمراہ محسور ہو گا اور کل ہی تیری قرار گاہ میں ہو گی، تجھ پر اور ہر اس شخص پر جو تیرے خیال اور عقیدہ کی اقتدار کرتا ہے خدا اوندھا عالم کا عذاب نازل ہو۔^(۱)

سمیل سکینہ

معاویہ کے بارے میں ایسے بہت سے باطل خیالات اور نامناسب اقوال، ابن کثیر کی تاریخ^(۲) اور ابن حجر کی تفسیر الجماں^(۳) میں ملاطہ کے جا سکتے ہیں، حقیقت حال سے آگاہی کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

﴿فَوَيْلٌ لِّهُمْ مِمَّا كَنْبَثَ أَنِيدِيهِمْ وَوَيْلٌ لِّهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾
”ان کے لئے اس تحریر پر بھی عذاب ہے اور اس کی کمائی پر بھی“^(۴)

۱۔ تغیریۃ الایمان ص ۷۰ (ص ۱۱۰۔ ۱۱۱)

۲۔ البدریۃ والنہلیۃ ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۵۰۔ ۱۳۳ احادیث ۶۰۰)

۳۔ تفسیر الجماں والبلان من المکمل طبع بر حاشیہ صواتن حرقہ (ص ۹۔ ۲۸)

۴۔ بقرہ ۷۹

خرافاتی حکایتیں

یہاں خلفاء کے مناقب و فضائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں خرافات کے بعض نمونے پیش کئے جارہے ہیں جنہیں غالباً نے جعل کیا ہے اور خواہشات نفس کے اسیروں نے بیان کیا ہے، یہ واقعات عہد صحابہ سے لے کر آج تک کے بعض افراد کے فضائل پر مشتمل ہیں، آئیے قریب سے ان کا مزہ لجئے:

۱۔ پس مرگ زید بن خارجہ کا تکلم

یہیں نے سعید بن میتب سے نقل کیا ہے: عثمان کے زمانے میں زید بن خارجہ انصاری فوت ہوئے، انہیں ایک کپڑے میں پیٹا گیا، اچاک مکان کے سینے سے ایک تیز آواز خارج ہوئی: احمد، احمد کتاب اول میں (لوح محفوظ میں) لوگوں میں سب سے زیاد مددوح ہیں، انہوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ ابو بکر صدیق اپنے نفس کے سلسے میں قوی و حکم تھے، سچ کہا ہے، سچ کہا ہے کہ عمر بن خطاب کو کتاب اول (لوح محفوظ) میں قوی و امین کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے، عثمان بن عفان نے بھی انہیں کی روش اختیار کی ہے اور سچ کہا ہے۔ اس طرح احمد اور ان کے تین خلفاء گزر چکے ہیں اب صرف دو خلفاء ”محاویہ“ و علی ”باقي“ ہیں، ان کے بعد و لئند لوگ ضیغوفوں پر مسلط ہو جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی، تمہارے سپاہیوں سے چاہ اور لیں کی خبر پہنچ گی اور تم کیا جاؤ کہ چاہ اور لیں کیا ہے۔ (۱)

نعمان بن بشیر کے طریق سے دوسری عبارت مردی ہے:
 خلفاء میں تیسرے خلیفہ سب سے قوی تھے جو راہ خدا میں ملامت گروں کی ملامت و سرزنش سے
 خوف زدہ نہیں ہوئے انہوں نے تاکید کی کہ مسلم افراد ضعفاء کا بوجھ برداشت کریں۔ بندہ خدا امیر
 المؤمنین نے حق کہا ہے، حق کہا ہے کہ یہ کتاب اول میں ضبط ہے۔ اس کے بعد کہا: امیر المؤمنین عثمان
 ایسے انسان تھے جو لوگوں کی خطاوں سے چشم پوشی کرتے تھے، ان کی زندگی میں دو خلیفہ فوت ہو چکے
 تھے اور چار باتی تھے پھر لوگوں میں اختلاف رونما ہوا ایک نے دوسرے کو زیر کیا جس کی وجہ سے کوئی
 نظام برقرار نہ ہو سکا۔ شجاع افراد رخصت ہو گئے اور المؤمنین حفظ نہ رکھے، انہوں نے کہا: اے لوگو!
 خدا کی کتاب و تقدیر کو پیش نظر رکھو، اپنے امیر کے سامنے سرتسلیم خم کرو، ان کی باتیں سنو اور اطاعت
 کرو جو اس کی خالفت کرے گا اس کے خون کی مٹانت نہیں لی جاسکتی، خدا کا حقیقی فیصلہ یہی ہے۔ اللہ
 اکبر! یہ جنت اور یہ جہنم ہے، انہیاں و صدیقین کہتے ہیں: اے عبداللہ بن رواحد! تم پر درود وسلام، کیا تم
 یہ سوچتے ہو کہ خارجہ اور سعد احمد کے دن قتل ہو چکے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہے، یہ آگ سرکش اور
 جلانے والی ہے کہ جو بھی اس سے منہ پھیرتا ہے اور اس کی جانب پشت کرتا ہے اسے اپنی پیٹ میں
 لے لیتی ہے۔

بالآخر اس کی آواز خاموش ہو گئی، وہاں موجود افراد سے ان باتوں کے بارے میں سنا، ان کی تحقیق
 کی، لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا: خاموش رہو، یہ احمد، خدا کے رسول ہیں، آپ پر
 درود وسلام اے رسول خدا، اور آپ پر خدا کی رحمت و برکت ہو، ابو بکر صدیق، امین اور رسول کے
 جانشین ہیں، ان کا جسم کمزور تھا لیکن وہ خود امر خدا کی راہ میں مسلم و قوی تھے، حق ہے، حق ہے کتاب اول
 میں اسی طرح مذکور ہے..... اخ (۱)

قاضی نے کتاب شفایم یہ عبارت لکھی ہے: اس نے کہا: خاموش رہو، چپ رہو، محمد خدا کے رسول

ہیں، پیغمبر امی اور خاتم الانبیاء ہیں اور کتاب اول میں ضبط ہو چکا ہے... اخ - (۱) ختمی پورا واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس روایت کو طبرانی، ابو قیم اور ابن منذہ نے نقل کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اُس سے اس کی روایت کی ہے۔ صفحہ ۱۰ پر ابن عبدالبر سے، اس نے ابن سید الناس، ابن اثیر، ذہبی، ابن جوزی اور ابن ابی الدنیا سے یہ روایت مقول ہے۔

تبصرہ ایمنی

ان لوگوں نے اصول کے مطابق کتنی اچھی بنیاد دی ہے کہ صرف بدعت بانی پر قناعت نہیں کی بلکہ ان لچکر کلمات کی اساس پر ان کے مانند دوسرا بہت سی روایتیں بھی پیش کی ہیں، محقق کے لئے ضروری ہے دقت نظر سے ان کا مطالعہ اور تجزیہ و تحلیل کرے۔ ہم ان تمام باتوں کو پڑھنے والے کی ذکاوت اور دینی فراست پر چھوڑتے ہیں۔ ہم تو ان مسحک خیز مطالب گڑھنے والے سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس دن "ابن خارجہ" کی موت ہوئی کیا اس دن قیامت برپا ہو گئی تھی کہ خداوند عالم نے مردوں کو بولنے پر مجبور کیا؟ یا لوگوں نے اس سے بزرخ کے سوال کا جواب سننا۔ یا پھر مسئلہ رجعت کے سلسلے میں اماموں کا عقیدہ ثابت ہو گیا اور ابن خارجہ کی بازگشت ہوئی ہے؟؟

حقائق کا تجزیہ و تحلیل کرنے والے محققین کی نظر میں یہ بازگشت اور رجعت قطعی ہے بنیاد اور لچکر ہے کیا ابن خارجہ چونکہ خلفاء کی خلافت کے لیام میں ہلاک نہیں ہوا تھا اس لئے بہت زیادہ متاثر تھا اور کیا موت کے بعد بھی اس کے دل میں یہ حسرت کلبلا رہی تھی کہ موت کے بعد بھی ان کا زمانہ درک کرے؟ کویا خداوند عالم نے اسے کرامت عطا فرمائی کہ موت کے بعد بھی وہ اس کا حال رہے؟ یا خداوند عالم

ا- ملاحظہ: الاستیحاب ج اص ۱۹۲ (القسم الثاني من ۵۷۸ نمبر ۸۲۲)، البدرية والبهاء ج ۲۶ ص ۱۵۶ (ج ۲۳ ص ۱۷) (افتتاحی صرف حقوق المصطی (ج اص ۶۱۶)، الروض الافق ج ۲۲ ص ۳۲۰ (ج ۲۷ ص ۵۷۵)، الاصابة ج اص ۵۶۵ (ج ۲۲ ص ۲۲)، تہذیب الجهد بیب ج ۳ ص ۲۰ (ج ۲۳ ص ۳۵۲)، اضائص الکبری ج ۲ ص ۸۵ (ج ۲۲ ص ۱۳۲)، نیم الراضی فی شرح الفتاوح ج ۲ ص ۱۰۸ (ج ۲۳ ص ۱۰۱)، تجمیع الکبر (ج ۵ ص ۲۱۹ ج ۵۱۲۵)، اسد الغاب (ج ۲ ص ۲۸۲ نمبر ۱۸۲)، لفظت (ج ۲ ص ۱۸۵ نمبر ۳۹).

نے لوگوں پر اپنی محبت قائم کرنے کے لئے موت کے بعد بھی نکل کی صلاحیت عطا فرمائی اور کتاب اول میں اسے ایسی فضیلت سے بہرہ مند کیا جس فضیلت سے اپنے امین رسول کو بھی محروم رکھا۔؟

تجب کی بات ہے کہ اس نے خلفاء کے اسماہ گناہاتے وقت چوتھے خلیفہ کا نام کیوں حذف کر دیا، انہیں برحق خلفاء کے ضمن میں کیوں نہیں ذکر کیا اور ان کے بارے میں یہ عبارت ”کتاب اول میں مذکور ہے اور بے شک حق کہا ہے....“ کیوں نہیں بیان کی۔ حالانکہ وہ نفس رسول تھے جن کا تذکرہ خداوند عالم دوسری کتاب (قرآن مجید) میں کیا ہے، آیہ قلمبیر ان سے مخصوص کی ہے اور ان کی ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ہمراہ قرار دیا ہے۔

ممکن ہے آپ کو اس آشکاراً ستم پر تجربہ کی ضرورت ہی نہ پڑے اس لئے کہ جب آپ تحقیق کریں گے تو معلوم ہو گا کہ یہ روایت سعید بن میتب اور نعمن بن بشر پر منصبی ہوئی ہے، جن کے بارے میں ہم نے اس سے قبل تفصیلی بحث پیش کی کہ یہ امیر المؤمنین کے دشمن تھے۔

یہاں ایک دوسری مشکل بھی ہے جو اسی بات سے حل ہو سکتی ہے کہ ہم جانیں کہ ابن خارج عثمان کے زمانے میں فوت ہوا۔ لہذا کیا صحابہ کرام نے لوگوں سے اس کرامت کو سننے کے بعد اس کی تصدیق کی اور ابن خارج کی حدیث پر اعتماد کیا؟ پھر یہ کہ وہ اس تاریخ کے سب سے قریب زندگی ببر کر رہے تھے، کیا غدری کے دن رسول خدا کے پیغام کو جسے ہزاروں لوگوں کے سامنے بیان کیا، فراموش کئے، پھر اس کے بعد قتل عثمان پر شفقت ہو گئے اور ابن خارج کے شیدائی ہو کر رسول خدا کی تمام تر سفارشات کو قطعی فراموش کر گئے؟

اب آپ خود ہی ان حفاظ حدیث کے عقل و منطق کی چھان بیں کر سکتے ہیں کہ ان کا علم و اعتماد کس مرتبے پر قائم ہے کہ وہ ایسے جھوٹے اور بے بنیاد مطالب کو نقل کرتے ہیں اور ان روایتوں کو صحیح اور مستدر روایتوں کے ذمہ میں شمار کرتے ہیں۔

خدا الہی محبت کی مٹی پلید کرے جو انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

۴۔ انصاری قتل کے بعد گفتگو کرتا ہے

بیہقی موت کے بعد گفتگو کرنے والوں کے اسماء گلتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس نے کہا: میں ابوسعید ابوالعباس، ابوالعباس محمد بن یعقوب اور سعیجی بن ابی طالب نے روایت کی ہے کہ میں علی بن عاصم ہوں، میں حسین بن عبد الرحمن ہوں، عبداللہ بن عبید اللہ سے منقول ہے کہ اس نے کہا:

جنگ صفين یا جنگ جمل کے مقتولین کو پر دخاک کرتے وقت اچانک مقتولین کے درمیان ایک انصاری مرد گویا ہوا: محمد خدا کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق، عمر شہید اور عثمان رحیم ہیں۔ پھر دوہ خاموش ہو گیا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: سعیجی بن ابی طالب کی سند کے متعلق موسی بن ہارون کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اپنی باتوں میں میری طرف سے جھوٹ بکتا ہے۔ (۲)

علی بن عاصم کہتے ہیں:

”خالد حذاء“ جھوٹا انسان ہے اس سے دور رہو۔ شعبد سے مردی ہے کہ اس نے کہا: اس سے کچھ بھی نقل نہ کرو۔ سعیجی بن معین سے منقول ہے: وہ پکا جھوٹا ہے، اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں سے منقول ہے: اس کی بات لاائق توجہ نہیں، اس سے استناد نہیں کیا جاسکتا ہے، وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہم ہمیشہ اس کے جھوٹ کی وجہ سے پچانتے تھے۔ بخاری کہتے ہیں: میری نظر میں تو یہ نہیں ہے۔ (۳)

غور و فکر کے بعد اس روایت میں بھی گذشتہ روایت کی باقی صادق آتی ہیں، جنہیں ہم نے پیش کیا اہن خارجہ کی طرح ”قتل انصاری“ کی روایت بھی عقل و خرد سے بہت دور ہے۔

۱۔ دلائل الدینۃ ج ۶ ص ۵۸

۲۔ سان انہیں ان ج ۶ ص ۲۶۲ (ج ۶ ص ۳۲۲ نمبر ۹۱۵)

۳۔ تہذیب العہد یہب ج ۷ ص ۲۲۵ - ۲۲۸ (ج ۷ ص ۳۰۲ - ۳۰۵)؛ التاریخ الکبیر (ج ۶ ص ۲۹۰ نمبر ۲۲۳)

۳۔ شیان اپنے مردہ گدھے کو زندہ کرتا ہے

عجمی سے مردی ہے: عمر کے زمانے میں شیان نامی ایک شخص اپنے گدھے پر سوار ہو کر قبلہ نجع سے باہر آیا، اچانک اس کا گدھا گر کر مر گیا، اس کے ساتھیوں نے اس کا وسائل حمل کرنا چاہا اور اپنی خدمت پیش کی لیکن اس نے قبول نہیں کیا۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر وضو کیا اور مردہ گدھے کے سر پر ہونے کر بولا: خدا یا! میں تیر امطیح ہوں، تیری جانب رخ کیا ہے اور تیری رضایت حاصل کرنے کے لئے تیری راہ میں بھرت کی ہے، یہ گدھا میر امباون و مد و گار تھا، وہ لوگوں کے سامنے منت سماجت کرنے سے مجھے تھوڑا رکھتا تھا، اسے زندہ کر کے میری تقویت فرم۔ اچانک گدھا اپنے سر کو ہلا کر کھڑا ہو گیا اور شیان اس پر پیٹھ کر اپنے ساتھیوں سے بھت ہو گیا۔ (۱)

ابن ابی الدینیا نے مسلم بن عبد اللہ رض کے حوالے سے اسی داستان کی طرح ایک اور داستان نقل کی ہے اور اس نے گدھے کے مالک کا نام ”نباء بن زید“ بتایا ہے۔ حسن بن عمرہ سے اس گدھے کے واقعہ کو ابی ببرہ رض کے طریق سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یمن سے ایک شخص آیا۔... اخ۔ (۲)

تبصرہ امیٰ

خدا کے لئے مشکل نہیں کہ وہ حضرت محمدؐ کی امت کے بعض گمنام افراد کو روح اللہ عصی بن مریم جیسی صلاحیت عطا فرمائے تاکہ وہ اذن خدا سے مردے کو زندہ کر سکیں چاہے وہ مردہ گدھا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تمام تر حکایتیں ابو بکر و عمر اور عثمان کے زمانے کے افراد اور ان کے بعد ان کے بھی خواہوں اور پچھوؤں سے مخصوص ہیں، اگر یہ واقعات ان کے علاوہ کسی اور کے لئے بیان کئے جاتے ہیں تو بہت مشکل سے قبول کیا جاتا ہے اور عقل و منطق ان کی تردید کر کے فوراً ہتھی ہائے واڈیا کی صدائیں

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۶۲ ص ۲۹۲، ۱۵۲ (ج ۶ ص ۱۷۰، ۳۲۳)؛ الاصابۃ ج ۲ ص ۱۶۹

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۶۲ ص ۱۵۰ (ج ۶ ص ۱۶۶)

بلند کرنے لگتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نہیں جانتا۔

ابی مظہور سے منقول ہے کہ اس نے کہانی فتح خیر کے بعد مال غیمت سے رسول خدا کے حصے میں چار چوڑے شتر، مونے چاندی، ایک سیاہ گھوڑا اور ایک صرد گدھا آیا۔ آنحضرت نے گدھے سے گفتگو کی اور گدھے نے بھی آپ سے بات کی۔ آنحضرت نے پوچھا: تیر انام کیا ہے؟ کہا: یزید بن شہاب ہوں، خدا دن عالم نے میرے جد کی نسل سے سات گھوڑے عطا فرمائے کہ خیرود کے علاوہ کوئی ان پر سوار نہیں ہوا میرے جد کی نسل سے کوئی اور باقی نہیں ہے اور رسولوں میں بھی آپ کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں ہے، میری خواہش ہے کہ آپ مجھ پر سوار ہوں آپ سے قبل میں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو میں گر ادھنا تھا، وہ میری پیٹھ اور پیٹ پر کوڑے نارتا تھا۔ رسول نے فرمایا: میں نے تیر انام "یاخور" رکھا، اے یاخور۔ اس نے کہا: بلیک یا رسول اللہ۔ فرمایا: عبورت (مادہ) چاہیے؟ کہا: نہیں۔ رسول خدا حسب ضرورت اس پر سوار ہوتے تھے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ایک کنویں کے پاس مر گیا جواباً لیشم مکن تیہان کی ملکیت تھی، اسکی قبر بھی وہیں پر ہے۔

۳۔ اسید و عباد کا عصا

انس سے مردی ہے: اسید بن حفیر اور عباد بن بشیر ایک تاریک رات میں رسول[ؐ] کے پاس موجود تھے، جب ان کی خدمت سے رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کے عصا سے نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں وہ راستہ طے کرنے لگے، جب انہوں نے ایک دورا ہے پر جدا ہونا چاہا تو دوسرے کا عصا بھی نور افشا نی کرنے لگا۔ (۱)

تبصرہ امینی

کیا آپ یقین کریں گے کہ صحابہ کرام کی ایک فرد سے صدر اول اسلام میں وہ بھی عہد رسول میں

(۱) صحیح بخاری ج ۶ ص ۳ (ج ۳ ص ۱۳۸۲ ح ۱۴۲۰ ح ۳۵۹۲)؛ ارشاد الساری ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۸ ص ۳۲۶ ح ۲۸۰۵)؛ طرح المغیری ج ۱ ص ۲۵؛ اسد الغائب ج ۳ ص ۱۰ (ج ۳ ص ۱۵۱ نمبر ۲۷۵۹)؛ البدریۃ والنهایۃ ج ۶ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۲۸)۔

اسی عظیم کرامت روپا ہوئی اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہ گئی صرف انس علی اسے درک کر سکے اور دوسرے افراد اسے نقل کرنے سے قاصر ہے؟ کیا آپ یقین کریں گے کہ بعد میں اسلام لانے والے مسلمان اسی عظیم فضیلت کے حامل ہوں اور رسول خدا اسے اپنی زبان سے بیان نہ کریں؟ اور ان کے بعد امت بھی اس کا تذکرہ نہ کرے اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بزرگان دین نے اپنی زندگی میں اسکی کرامت کی معرفت حاصل نہ کی ہوگی؟

اسید اسی فضیلت کا حامل کیوں ہوا شاید اس کی علت آپ سے تعلق نہ ہو، یہ فضیلت اس انسان کے بارے میں گڑھی گئی ہے جس نے سیفہ میں سب سے پہلے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، یہ انصار کا سب سے پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ انہیں اشیر کے بقول: ابو بکر کے ہاتھ پر اس کی یہ بیعت عظیم اثرات کی حامل تھی۔ (۱)

وہ کہتے ہیں: ابو بکر صدیق اس کے لئے خصوصی احترام کے قائل تھے اور کسی کو بھی اس پر مقدم نہیں رکھتے تھے، ہاں ای ٹھنڈ سب سے زیادہ مناسب تھا کہ ابو بکر کے طرفداروں کی جانب سے اس عظیم افتخار کا حامل ہو، ایسا افتخار جس کا وہ قطعی حقدار نہیں تھا۔ نیز یہ افتخار فضیلت ابو عبیدہ جراح جیسے افراد کے حصہ میں بھی آئی چنانچہ عمر بن خطاب اس کا پیرو چوتھے تھے۔ (۲) عائشہ کا اسید کی تعریف و تمجید کرنا بھی علت سے خال نہیں ہے، وہ کہتی ہیں: وہ فضلانے عصر میں سے تھے۔ یہ بھی کہا: انصار کے تین افراد ایسے ہیں کہ بعد رسول کوئی بھی ان کے مانند فضیلت کا حامل نہیں: سعد بن معاذ، اسید بن حفیز اور عباد بن بشر۔ (۳) ام المؤمنین نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ بعد رسول اسی شخصیت موجود تھیں جنہوں نے بدر میں شرکت کی تھی، ماں میں ایسے سوراؤں کو جنم دینے سے قاصر تھیں، ان میں ابو یوب النصاری، خزیمہ ذوال الشہادتین، جابر بن عبد اللہ النصاری، قیس بن سعد اور بہت سے دوسرے افراد۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ان افراد

۱۔ اسد الغاب ج ۱ ص ۹۲ (ج ۱ ص ۱۱۲ نومبر ۱۷۰)

۲۔ تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۵۵ (ج ۷ ص ۲۵ حادثہ ۵۷)

۳۔ اسد الغاب ج ۳ ص ۱۰۰ (ج ۳ ص ۱۵ نومبر ۱۷۵۹): مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۱۰

کی نشاندہی امام المومنین کے لئے خوشگوار نہیں تھی اس لئے کہ وہ سب حضرت علیؑ کے جانثار ساتھی تھے۔ ان کی نظر میں صرف اسید ہی اس فضیلت کے لئے مناسب تھا اس لئے کہ اس نے امت کے پرچم ہدایت حضرت علیؑ کے متعلق رسول خدا کے عہد و بیان کو توڑا تھا، اس نے سب سے پہلے ابو بکر کی بیعت کی تھی اور ان کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں تھیں۔ عباد بن بشر نے بھی ابو بکر کی خلافت کو مستحکم بنانے میں اسید سے کم سرگرم نہیں دکھائی تھی۔ یہ وہی ہے جو واقعہ یہاں یہاں میں ابو بکر کے پرچم تلنے مارا گیا، عائشہ نے اس کی بہت زیادہ تعریف و تمجید کی ہے۔

۵۔ خالد کی دعا سے شراب شہد میں تبدیل

خیثہ کے طریق سے اغمش سے منقول ہے:

ایک شخص شراب سے بمراہوا مشکیزہ لے کر خالد کے پاس آیا، خالد نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: شہد ہے۔ خالد بولے: خدا یا! اسے سرکر میں تبدیل کر دے۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر بولا: آج میں ایسی شراب لایا ہوں کہ تم میں سے کسی نے ایسی شراب نہ پی ہو گی، مشکیزہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں سرکر ہے۔ کہا: خدا کی قسم! خالد کی دعا نے اپنا اثر دکھادیا۔

دوسری عبارت ہے کہ خالد نے کہا: خدا یا! اسے شہد میں تبدیل کر دے اور وہ شہد میں تبدیل ہو گئی۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں:

خالد کی زندگی کے سیاہ اور اق ساتوں جلد میں ملاحظہ فرمائیں اور اس کے حالات زندگی نئی خذیرہ، مالک بن نویرہ، ان کی زوجہ اور عمر غلیظہ سے دریافت کریں تاکہ اس کی روشن زندگی کی صحیح معرفت حاصل ہو سکے، پھر فیصلہ کریں کہ وہ کس چیز کا سزاوار ہے۔

۱۔ البدایۃ والتمہیۃ ج ۷ ص ۱۱۳ (ج ۷ ص ۱۳۰ حوار شاہزادہ)؛ الاصلۃ ح ۱۳ ص ۳۱۳

۶۔ آگ ابو مسلم کو نہیں جلاتی

دمی نبوت اسود علیہ نے ابو مسلم خولا فی اور عبد اللہ بن ثوب یعنی تابعی (متوفی ۶۰/۲۰) کو بلایا، اس نے آگ روشن کر رکھی تھی، جب ابو مسلم آیا تو اس نے اسے آگ میں ڈال دیا لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا، خداوند عالم نے اسے آگ کے شعلوں سے نجات عطا فرمائی۔ یہ حضرت ابراہیم سے مشابہ ہے چنانچہ ایک دن وہ ابو بکر کے پاس آیا، سلام کے بعد ابو بکر نے کہا: خدا کا شکر کہ اس نے مجھے اتنی عمر عطا کی کہ میں امت محمد میں ایسے شخص کی زیارت کر سکوں جس نے حضرت ابراہیم کے مجرمے کا نمونہ پیش کیا۔ انہیں کثیر کی روایت میں اس طرح منقول ہے: وہ ابو بکر کے پاس آیا، ابو بکر نے اسے اپنے اور عمر کے درمیان بخایا تو عمر نے اس سے کہا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری جان اس وقت بک نہیں لی جب تک میں نے امت میں مجرمہ ابراہیم پیش کرنے والے کی زیارت نہ کر لی۔ (۱)

۷۔ ابو مسلم اپنی دعا کی وجہ سے دریائے دجلہ سے عبور کر گیا

ابو مسلم ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا، ان ایام میں دجلہ کا پانی طالم انگیز تھا اور اس کی موسمیں ساحل سے گمراہ کر شور پیدا کر رہی تھیں، ابو مسلم نے کھڑے ہو کر خدا کی حمد و شکر کی اور دریا سے نبی اسرائیل کی روایتی کا تذکرہ کر کے اپنے مرکب کو دجلہ میں ڈال دیا، لوگوں نے بھی اس کی بیرونی کی، اس طرح وہ سب دریا سے عبور کر گئے۔

اس واقعہ کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الاستیحاب ج ۲۶ ص ۵۸ (اسم الراحل ص ۳۱۷ نمبر ۵۸)؛ محدث الصدوق ج ۲ ص ۱۸۱ (ج ۲ ص ۲۰۸ نمبر ۲۵)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲۱ ص ۳۱۸ (ج ۲ ص ۲۰۱-۲۰۰)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲ ص ۵۶ (ج ۲ ص ۳۶)؛ البدریۃ والبلہیۃ ج ۸ ص ۱۳۶ (ج ۸ ص ۱۵۶ حادثہ ۲۵)؛ شذرات الذهب (ج اصل ۲۸۱ حادثہ ۲۲)؛ تہذیب الحجۃ (ج اصل ۲۵۷)؛ الحجر والدریۃ (ج ۲ ص ۲۲۰)

۲۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲۱ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۲۰۰ نمبر ۲۳۲)؛ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲ ص ۵۹ (ج اصل ۱۷)

۸۔ ابو مسلم کی تسبیح

ابو مسلم خولاںی کے ہاتھ میں ایک تسبیح رہی تھی جس سے وہ خدا کی تسبیح کرتا تھا، ایک مرتبہ نیند نے اسے اپنی آنکھ میں لے لیا، تسبیح اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی، اس نے تسبیح خدا شروع کر دی، وہ کہہ رہی تھی: اے بنا تات کو اگانے والے، اے ہمیشہ رہنے والے! تو پاک و منزہ ہے۔ اس کی بیوی نے کہا: اے مسلم! آؤ اور اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھو۔ اس نے آ کر دیکھا کہ ابو مسلم کی تسبیح اس کے ہاتھ میں خدا کی تسبیح کر رہی ہے اور جب وہ انکھ کر بیٹھا تو تسبیح خاموش ہو گئی۔ (۱)

۹۔ وسائل سفر کے بغیر سفر کا حیرت انگیز واقعہ

بعض لوگوں نے ابو مسلم خولاںی کے پاس آ کر کہا: کیا ہمارے ہمراہ حج پڑھیں گے؟ کہا: ہاں! اگر کچھ ساتھی مل جائیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ساتھ ہیں، آپ کا ساتھ دیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تم لوگ میرے ساتھی نہیں ہو، میرے ساتھی توہ لوگ ہیں جو وسائل سفر کا بوجھ نہیں اٹھاتے، کیا نہیں دیکھتے کہ پرندے بغیر وسائل کے صبح و شام حرکت کرتے ہیں یہ خدا ہے جو انہیں آزوقد فراہم کرتا ہے، وہ نہ خرید و فروخت کرتے ہیں اور نہ ہی بھتی کی زحمت اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ ابو مسلم نے کہا: تو پھر خدا کی برکت سے تیاری کرو۔ چنانچہ قافلہ دمشق سے روانہ ہوا۔ انہوں نے کوئی وسائل بھی نہیں لیا، جب ایک منزل پر ہیو چپے تو لوگوں نے کہا: اے ابو مسلم! ہم خواراک کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں اور سواریوں کو بھی خواراک کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: اچھی بات ہے، پھر ان سے دور ہو کر پتھروں پر کھڑا ہوا، دور کھت نماز ادا کی اور دوز انوں بیٹھ کر کہا: خدا یا! تو جانتا ہے کہ کس جذبے سے مجھے اپنی منزل سے باہر کیا ہے، میں صرف تیری زیارت کے لئے آیا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کو اپنا مہمان بنا تے ہیں، ہم سب تیرے مہمان ہیں۔ لہذا ہمارے لئے غذا اور حیوانوں کے لئے

خوراک مہیا فرم۔ تھوڑی دیر بعد ایک دستر خوان ان کے سامنے بچھ گیا، اس پر گرم شور بے کا پیالہ اور پانی کے دو کوزے موجود تھے، جیوانوں کی خوراک بھی مجرموں کی طریقے سے حاضر ہو گئی۔ وہ نہ بچھ سکے کہ کون اسے لایا ہے، تمام سفر میں سیما صورت حال رہی، انہوں نے کسی مشکل کا سامنا نہیں کیا۔

ابن عساکر نے تاریخ شام میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: میں اس بکواس کے سلسلے میں کچھ بھی کہنا تشیع اوقات سمجھتا ہوں، صرف محقق کا ذہن "طاش کبری زادہ" کی اس بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں جسے انہوں نے مفتاح السعادۃ میں نقل کیا ہے:

"جو شخص وسائل سفر کے بغیر اس امید پر صحراؤں کا سفر کرے کہ تو کل اس کی تجھیں کرے گا، اس نے بدعت ایجاد کی ہے اس لئے کہ گذشتہ افراد پہلے تو شہ فراہم کرتے تھے پھر تو کل کرتے تھے۔" (۲)

۱۰۔ ایک عورت کے سودوزیاں پر مشتمل ابو مسلم کی دعا

ابو مسلم کا معمول تھا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت وسط میں بکیر کہتا تھا، پھر گھر میں داخل ہوتا اور لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنی بیوی کے پاس آتا اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کرتا تھا، ایک رات اس نے بکیر بلند کی، لیکن کوئی جواب نہ ملا، اس نے درخانہ پر دوبارہ بکیر بلند کی لیکن جواب ندارد۔ اس وقت اس کے گھر میں چار غرہ دش نہیں تھا، اس کی زوجہ وہیں پیشی تھی، پاس آ کر کہا: جواب کیوں نہیں دیتی۔ اس کی زوجہ نے کہا: تمام لوگ آسانی حیات سے مالا مال ہیں لیکن ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تم معادیہ کے پاس جاتے ہو وہ حکم دیتا ہے اور تم بجالاتے ہو اور بس۔ ابو مسلم نے کہا: خدا یا! جس نے میری بیوی کے ذہن کو مشوش کیا ہے اسے اندھا کر دے۔ کچھ دری قبل ایک عورت آئی تھی اور اس نے ابو مسلم کی بیوی سے کہا تھا: اگر تم اپنے شوہر سے معادیہ کی خدمت گزاری کی بات کہو گی تو ہ قبول کرے گا۔ وہ عورت

۱۔ تاریخ مدینہ دشمنی ح ۷۸ ص ۳۱۸ (ح ۷۸ ص ۲۱۶ نمبر ۲۲۳: تحریر تاریخ دشمن ح ۱۲ ص ۶۱)

۲۔ مفتاح السعادۃ ح ۳ ص ۳۲۵ (ح ۳ ص ۳۲۹ الدوحة السابعہ)

اپنے گھر میں بیٹھی تھی اچاک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے کہا: چاغ لاؤ یہ چاغ بجھ گیا ہے۔ کہا گیا: چاغ تو جل رہا ہے۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! میری آنکھ کی بینائی رخصت ہو گئی ہے۔ یہ عورت بھاگتی ہوئی ابو مسلم کے پاس آئی، بہت زیادہ روئی، گزگڑائی اور خدا کا واسطہ دیا کہ وہ دعا کرے کہ اس کی بینائی واپس آجائے۔ چنانچہ جب ابو مسلم نے دعا کی تو اس کی بینائی واپس آئی۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: صاحب مجرہ کتنا سنگ دل تھا کہ اس نے ایک مسلمان عورت کو مستوجب سزا آگناہ کے بغیر انہا کر دیا، معاویہ کی جانب رجوع کون سے سودوزیاں کا حامل ہو سکتا تھا کہ بیجا ری عورت کو سزا کا مستحق ہنادیا جائے؟ ابو مسلم نے یہ دعا کیوں نہیں کی کہ خدا دونوں عورتوں کو صبر و ہلکیبائی عطا فرمائے۔ اگر وہ ایسا ہی مسجّاب الدّعوّۃ تھا تو اس نے سنگ دلی کے علاوہ دوسری دعا کیوں نہ کی۔ یہ خیال، اس شخص کی کرامت کو آٹھ کار کرنے کے بجائے اس کی سنگ دلی کو نمایاں کر رہا ہے۔ ہم خدا کو اس سے کہیں زیادہ پاک و منزہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگوں کو کرتا تھیں عطا کرے گا اور چہالت و نادانی سے بھر پور دعاؤں کو مسجّاب کرے گا۔

۱۱۔ ابو مسلم کی دعا سے ہر چیز گیا

ابن عساکر بلال بن کعب سے روایت کرتے ہیں: بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ بچوں نے ابو مسلم خولانی سے یہ دعا کرنے کی خواہش کی کہ خدا و ملک عالم ہر ہن کو ان کے دام میں پھنسادے۔ چنانچہ وہ دعا کرتے اور ہر چیز جاتا تھا اور بچے جا کر اسے لمبیتے تھے۔

تبصرہ امینی

ان راویوں نے انبیاء سے مخصوص مجزے اور نشانیوں کو ان افراد کے بارے میں نقل کرنے کی

کوشش کی ہے جن سے وہ محبت کرتے ہیں، بلکہ ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ عقل جن باتوں کو مباحث یا محال قرار دیتا ہے، انہیں اپنے اولیاء سے وابستہ کر دیں۔ میں نہیں چانتا کہ انہوں نے اپنے اس عمل سے ان بیویوں کی علمنت کو لگھانے کی کوشش کی ہے یا ان افراد کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنے کی؟ مقصود جو بھی ہو لیکن ان زرخ پیدراویوں نے ناقصوں روایتوں کو پیش کر کے بلند یوں کو پست کرنے کی کوشش کی ہے۔

کیا آپ صاحب خرافات ”ابو مسلم“ کو پہچانتے ہیں، کیا آپ جانتے ہیں کہ اس شخص نے ان کرامتوں کے سلسلے میں خود ہی خیال بانی کی ہیں؟ کیا یہ بات قبول کی جاسکتی ہے کہ ایک بندہ خدامعاویہ کے پرچم کے تلے آئے، اس کے عقائد پر ایمان لائے اس کی قربت کو خدا کی قربت پر ترجیح دے اور پھر اسی کرامت پیش کرے؟ کیا یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ عہد معاویہ میں شام کا معاشرہ ایسے شخص کی تربیت کرے گا جو خدا شناس ہو اور اس کے افعال بصیرت آمیز ہوں؟ اور اس ناپکار حکومت کی بخششیں اسے راہ حق سے مخفف نہ کریں؟

ہاں! فرمی ہاتھوں نے ان جھوٹی باتوں کو اس لئے جعل کیا ہے تاکہ معاویہ کی طرف اس کی دوستی کے عوض ابو مسلم کا شکریہ ادا کیا جاسکے۔

یہ شخص عثمان کا طرفدار اور امویوں کا بے دام غلام تھا؛ اس نے قاطین کے پرچم تلے اپنے وقت کے امام پر خروج کیا۔ اس نے کہا: اے مدینہ والو! تم لوگ قاتل و خاذل کے درمیان پڑے ہوئے ہو، خداونوں کو دردناک عذاب میں جلا کرے۔ اے مدینہ والو! تم قوم شہود سے بھی بدتر ہو اس لئے کہ قوم شہود نے خدا کے ناقہ کو مارا اور تم نے خدا کے خلیفہ کو قتل کیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ خدا کا خلیفہ ناقہ سے بہتر ہے۔



یہ شخص جنگ صفين میں معاویہ کا سفیر بن کر امام کے پاس آیا اور معاویہ کے بعض خطوط امام کے پاس پہنچائے، امام نے جنت قائم کی اور اپنے دلائل سے اسے مغلوب کر دیا، لیکن اس نے باہر آ کر کہا: اب ہمارے لئے جنگ حلال و جائز ہو گئی۔

یہ صفين کے دن یہ رجز پڑھتا ہوا آیا:

”کوئی غم نہیں، کوئی خمنیں، میں نے زرہ زیب تن کر لیا ہے میں اپنی اطاعت کی وجہ سے مارا جاؤں گا۔“ (۱)

جو شخص پر ہند کی اطاعت میں مر نے مارنے پر آمادہ ہو، جس نے اپنے وقت کے اس امام کو نہیں پیچانا جس کی خدا نے معرفی کی ہے اور اس سے جنگ کرے اور حضرت علی کی دشمنی اور جنگ کے سلسلے میں رسول خدا کی تمام تر ممانعت پس پشت ڈال دے، کیا ایسا شخص خدا کی طرف سے صاحب کرامت ہوتے ہوئے انہیاں کے مانند مرتبہ کا حال ہو سکتا ہے؟ ایسا مرتبہ جس تک ایک چاولی بھی پہنچ سے قاصر ہے؟!

خدا کی قسم ایسا کچھ نہیں ہے، یہ صرف بکواس ہے، جس کی کوئی دلیل تائید نہیں کرتی اور اسلام اور عقل و مطلق اس سے میں نہیں کھاتی۔

لخت ہے اسکی اندر گی تقلید پر جوانانیت کو بد بختنی اور نابودی کی گہری کھاتی میں گرادے اجوس ابو مسلم شایی باعی اور ظالم کو پرہیز کار، عابد اور صاحب کرامت بتاتی ہے جس نے اپنے وقت کے امام سے جنگ کی۔ حالانکہ ابوذر غفاری نہیں اور پاکائزگی کی وجہ سے سب سے زیادہ مجسی بن مریم کے مشابہ تھے اور رسول خدا نے ان کی تعریف و توصیف بھی کی ہے، ایسا نیک انسان کو کیونٹ قرار دیتی ہے۔

﴿غفرانک رہنا والیک المصیر ہے﴾ ”خدا یا! تیری ہی بخشش کی امید ہے اور (ہماری) بازگشت تیری ہی طرف ہے۔“ (۲)

۱۲۔ موت کے بعد رنج بول اٹھا

رئیق بن خراش عسکری سے مตقول ہے: میرا بھائی رئیق بن خراش پیار ہوا اور اسی پیاری میں فوت ہو گیا،

۱۔ کتاب مسلمین صربین حرام ص ۹۵۔ ۹۸ (ص ۸۶۔ ۸۵)؛ زاریخ ابن حیان مسکریج ۷۰۳ (ج ۲۷ ص ۲۲۱)؛ مختصر زاریخ

دشمن حرام ص ۶۲۔ ۶۳؛ شرح ابن القیم ح ۳۰۸ ص ۳۰۸ (ج ۱۵ ص ۵۷)

۲۔ بقری ۲۸۵،

جب ہم نے کپڑے میں اس کا چہرہ چھپانا چاہا تو اس نے کہا: تم پر سلام۔ میں نے کہا: تم پر بھی سلام، کیا واپس آگئے؟ کہا: ہاں! لیکن تمہارے بعد میں نے خدا کا دیدار کیا ہے، اس نے بھی اپنی روح و خوبیوں کے ساتھ میرا دیدار کیا، پھر بزرگی بیاس مجھے پہنایا، میں نے اس سے اجازت مانگی کہ اس بشارت کا حال تم سے بیان کروں، اس نے اجازت مرحمت فرمائی اور اب جو میری حالت ہے اسے دیکھ رہے ہو، لہذا نیک اعمال بجالا و اور خدا کا تقرب حاصل کرو۔ (۱)

ابو عیم کی عبارت ہے:

میرا بھائی رجیع بن خراش فوت ہوا، ہم اس کا حلقو کئے ہوئے تھے، ایک شخص کو بھجا کر اس کے لئے کفن خرید کر لائے۔ اچاک اس کا منہ کھلا اور کہنے لگا: تم لوگوں پر سلام۔ ہم نے کہا، تم پر بھی سلام اے بھائی! کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ کہا: ہاں! میں نے تمہاری جدائی کے بعد خدا سے ملاقات کی، اس نے اپنی روح اور خوبیوں کے ساتھ میرا استقبال کیا، اب ابوالقاسم مجھ پر نماز پڑھنے کے لئے منتظر کھڑے ہیں، جلدی کروتا خیر نہ کرو۔ (۲)

دوسری روایت کے الفاظ: میرا بھائی فوت ہوا، میں نے اسے چھپانا چاہا لیکن وہ ہٹنے لگا۔ میں نے سوال کیا: کیا موت کے بعد زندہ ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں، میں نے اپنے خدا سے ملاقات کی ہے، اس نے بھی اپنی روح اور خوبیوں اور غیظ و غضب سے غاری چہرہ کے ساتھ میرا دیدار کیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا صورت حال ہے؟ کہا: تمہارے حال سے کہیں زیادہ پر سکون۔ یہ واقعہ عائشہ سے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا: رجیع نے حق کہا ہے، میں نے رسول اللہ مسیح سے سنا ہے کہ میری امت کے بعض افراد موت بعد بھی گفتگو کریں گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۵۸ (ج ۶ ص ۷۵)؛ الروض الافق ج ۲ ص ۳۷۰ (ج ۷ ص ۵۷۵)؛ معنی الصفوۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۲۹۲) نمبر (۲۹۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۱۲ (ج ۳ ص ۳۶۷) نمبر (۲۸۸)

۳۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۹ (ج ۲ ص ۱۳۹) نمبر (۲۵۳)

تبصرہ امیٰ

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان واقعات کے بعد بھی لوگ عقیدہ رجعت کو حال کیوں سمجھتے ہیں، حالانکہ مردے کے جسم میں روح کی بازگشت ہی کورجعت کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ”زید بن حارث“ کی داستان کے نمونوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی عقیدہ رجعت کی تحقیر کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت بھی رجعت کا ایک نمونہ ہے؟؟

ہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ متذکرہ روایت میں موت کے تھوڑی دیر بعد بدن میں روح کی بازگشت ہوئی لیکن جس رجعت کے ہم قائل ہیں اس میں موت اور رجعت روح کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ اس روایت میں زندہ رہنے کی مدت بہت کم تھی لیکن جس رجعت کے تم قائل ہو اس میں زندہ رہنے کی مدت بہت طویل ہو جاتی ہے۔ یا یہ اعتراض کریں کہ رجعت کا جواز ان امور پر مخصوص ہے جن کی نعمت ہے، یا نعمت الہ بیت کے علاوہ کسی اور نعمت میں اس کا جواز ممکن ہے۔ لیکن بہر حال ان تمام تر اعتراضات کے باوجود رجعت کے اصل امکان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، عقل و شرع کی نظر میں یہ ایک نمکن اور معقول مسئلہ ہے۔

ابن خراش کے اس واقعہ اور طبقات بن سعد میں موجود داستان میں کتنا فرق ہے، اس نے سالم بن عمر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرد النصاری کو کہتے ہوئے سنا: میں نے خدا سے خواہش کی کہ عمر کو میرے خواب میں حاضر کرے، چنانچہ بارہ سال بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا، وہ اپنی پیشائی سے پسند صاف کر رہے تھے، میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا خبر ہے؟ جواب دیا: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں، اگر رجعت خدا شامل حال نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (۱)

سیوطی نے تاریخ اخلفاء میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۲)

ابن جوزی ”سیرۃ عمر“ میں عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں: اس نے باباجان کو خواب میں دیکھ کر

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷۳ (ج ۲۳ ص ۳۷۶)

۲۔ تاریخ اخلفاء من ۹۹ (ص ۱۳۲)

سوال کیا: آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میری حالت بہتر ہے اگر خدا نے مہربان نہ ہوتا تو اپنی جگہ سے گر کر ہلاک ہو جاتا۔ پھر پوچھا: آپ کتنے دن بعد حساب کتاب سے فارغ ہوئے؟ کہا: بارہ سال بعد... اس عبارت کا بھی اضافہ ہے: بس ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں۔ (۱)
اس روایت کو حافظہ محبت طبری نے بھی نقل کیا ہے۔ (۲)

آپ کے مطابق عمر نے خلیفہ ہوتے ہوئے حساب و کتاب کی اتنی تختی برداشت کی، خداوند عالم اپنی روح اور خوبیوں کے ساتھ ان کے استقبال کو نہیں گیا، لیشی بزرگ باس بھی نہیں پہنایا اور رسول خدا بھی نماز کیلئے انتظار میں کھڑے نہیں رہے۔ پھر بارہ سال بعد حساب سے فارغ ہوئے، وہ بھی اگر خداوند عالم کی رحمت شامل نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتے۔ لہذا آپ اس واقعہ کا ابن خراش کے واقعہ سے مقابلہ کریں جس نے اتنی جلدی ترقی کر لی، ان دونوں کے مستقبل کو ملاحظہ کریں اور پھر فیصلہ کریں۔

۱۳۔ چار ہزار ساہی پانی سے گذر گئے

ابو ہریرہ اور انس سے مردی ہے:

عمر بن خطاب نے ایک لٹکر تیار کیا اور علاء بن خضرمی کی سرداری میں روانہ کیا، میں بھی جنگوں میں اس کے ساتھ تھا، ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے ہم پر سبقت کی اور حصول آب سے بھی محروم رہے، ہوا نہیں گرم تھیں اور ہمارے ساتھ ساتھ چوپائے بھی پریشان و بے جان تھے جو کادن تھا، جب آفتاب مغرب کی طرف مائل ہوا تو اس (ابن خضرمی) نے دور کعت نماز ادا کی پھر اپنے ہاتھ آسان کی جانب بلند کئے، اس وقت آسان بالکل صاف تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی اس نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرائے تھے کہ تیز و شد ہوا چلنے لگی، بادول آئے اور مسلا دھار بارش شروع ہو گئی، ہم سب سیراب ہوئے اور جیوانوں کو بھی

۱۔ تاریخ عمر بن الخطاب ص ۵۰۵ (مس ۱۷۳ باب ۲۵)

۲۔ ریاض المعرفۃ ج ۲ ص ۸۰ (مس ۱۷۲)

سیراب کیا پھر ہم دشمنوں سے جنگ کے لئے آئے لیکن دشمن پہلے سے ہی دریا عبور کر کے جزیرہ میں پہنچ چکے تھے، وہ (خفری) دریا کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا: یا علی، یا عظیم یا حليم یا کریم۔ پھر کہا: اللہ کا نام لے کر پانی میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دریا میں داخل ہوئے لیکن پانی سے حتیٰ ہمارے حیوانوں کے ہی بھی ترند ہوئے (صفوری کی روایت میں لشکر کی تعداد چار ہزار نو کوڑے ہے) تھوڑی ہی دیر تو قف کیا تھا کہ اس کے جنازے پر تیر بارانی ہوئی ہم نے قبر کھودی اور غسل دے کر اسے دفن کر دیا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کہا: تم لوگوں نے جسے پرد خاک کیا ہے وہ کون ہے؟ ہم نے کہا: بہترین انسان "ابن خفری" ہے۔ اس نے کہا: اس زمین کی مٹی مردوں کو محفوظ نہیں رکھتی، باہر پھینک دیتی ہے، اسے ایک دو فرخ دور لے جا کر دفن کرو۔ ہم نے قبر کھودی تو معلوم ہوا کہ ہمارے ساتھی "ابن خفری" موجود نہیں ہیں اور قبر سے ایک نور ساطھ ہے جو ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رہا ہے۔ روایت کا پیمان ہے کہ ہم قبر پر مٹی ڈال کر واپسی چلے آئے۔ (۱)

علامہ امیقی فرماتے ہیں:

یہاں ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے، اس کے باطل سند کے متعلق بھی کچھ کہنا بیکار ہے، حتیٰ راویوں نے امن خفری کو "خیر البشر" کا لقب دے دیا، انہیں بھی ملامت نہیں کریں گے۔ ہاں! خداوند عالم پر دشوار نہیں کر عمر کے مرتب کردہ تمام سپاہیوں کو صاحبِ کرامت ہنادے، لیکن ہم اس عبارت "اس زمین کی مٹی مردوں کا باہر پھینک دیتی ہے" کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں، کیا آج تک اسی خاصیت کا مشاہدہ کیا گیا یا نہیں؟ دنیا کی زمینوں میں اسی علاقے کی سرزیمیں کوئی خصوصیت کیوں حاصل ہوئی؟ کیا قبر کھونے کے بعد اسی نور انشائی ممکن ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دے؟ حالانکہ ان کے خیال کے مطابق وہ قبر میں بھی نہیں تھا، وہ کہیں اور چلا گیا تھا اور اپنا نور وہاں چھوڑ گیا تھا؟ میرے پاس تو ان سوالوں کا جواب نہیں ہے، ہاں ایہ واقع گز ہے والے اور سننے والے ان کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نہیں جانتا۔

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۱۷۲-۱۷۱)؛ نزہۃ الجالیں ج ۲ ص ۹۱؛ اسد الغائب ج ۳ ص ۷ (ج ۳ ص ۲) نمبر ۳۲۴۹؛ الاصابة ج ۲ ص ۳۹۸ (نومبر ۵۶۲۲)

۱۴۔ سعد کی دعا سے بھی ایک لشکر پانی سے گزر گیا

عمر بن خطاب نے مدائن کی جانب ایک لشکر روانہ کیا، جب لشکر و جل کے کنارے پہنچا تو وہاں کشتی نہیں تھی، لشکر کے سردار سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید نے کہا: اے حکم خدا سے جاری و ساری دریا! تجھے حضرت محمدؐ کی حرمت اور عمر کی عدالت کا واسطہ ہمیں راستہ دےتاکہ ہم عبور کر سکیں۔ اس کے بعد تمام لوگ پانی سے عبور کر گئے، حتیٰ ان کے گھوڑے اور اونٹوں کے پیر بھی ترنہ ہوئے۔ (۱)

علامہ احمد فرماتے ہیں: کیسے ممکن ہے کہ جس شخص نے امام مصوم کی خالفت کی اور خطاب سے عاری امت کے اجماع کو پامال کیا اس کی دعا سے گھوڑوں اور اونٹوں کے پیر بھی ترنہ ہوں؟ خاص طور سے اس وقت جب اس کا زنا کار، خونخوار اور گھناؤ نے اعمال کا مالک دوست "خالد بن ولید" کی دعا بھی اس کی دعا میں مضمون ہو؟ ہمارے لئے یہ بات روشن نہ ہوئی کہ آخر خداوند عالم نے اس کی قسم کو عملی جامہ کیوں پہنایا؟ کیا ان افراد کی حرمت کی وجہ سے کہ جن کا دعا میں واسطہ دیا گیا تھا (محمدؐ و عمر بن خطاب) اور یہ دعا دونوں افراد کی شویلت پر تحقیق ہوئی یا صرف رسولناؐ کے نام و احترام کی وجہ سے مقبول خدا قرار پائی؟ عمر کے اعمال و کردار کا مطالعہ کرنے والا یہ بات اچھی طرح معلوم کر لے گا کہ رسول خداؐ کی نظر میں ان کی کیا اہمیت تھی، ہم نے ان کے بعض کارنا میں کوچھی جلد میں پیش کیا ہے۔

۱۵۔ سعد کی دعائے اس کی موت ملتوی کردی

ابن جوزی لمبیہ کے طریق سے نقل کرتے ہیں:

سعد نے دعا کی: خدا یا! میرے پیچے چھوٹے اور نابالغ ہیں، میری موت کو اتنی دیر ملتوی کر دے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ جائیں۔ خداوند عالم نے بھی ان کی موت کو تین سال تک ملتوی کر دیا۔ (۲)

۱۔ نزعة المجلس للصفوري (ج ۲ ص ۱۹۱)

۲۔ مفتاح الصغرة (ج ۱ ص ۳۶۰) (ج ۱ ص ۳۶۰ نمبر ۹)

تبرہہ امیتی

سعد کی اولاد میں امام حسین شہید کا قاتل ”عمر بن سعد بھی تھا، خدا کی نظر میں کتنی اہمیت کا حائل ہو سکتا ہے، یہ ہوئی نہیں سکتا کہ کہ خداوند عالم سعد کی دعا کو مستجاب کرے تاکہ وہ ایسے شخص کو تربیت کر سکے جو سبطر رسول امام حسین کے قتل اور ان کے خاندان پاک کی ہلاکت کے سلسلے میں اقدام کرے...؟ کاش! میں جان پاتا کہ کس شخص نے سعد، لبیہ اور اس واقعہ کے ناقل کو اس کی اطلاع دی؟ وہ اپنی موت کی تاریخ سے کیسے واقف ہو گیا؟ حالانکہ ﴿إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحے کی تاخیر کرتی ہے اور نہ ہی تقدیم۔ (۱) اسی طرح خدا کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ إِنَّا بِمَا مُؤْجَلًا﴾ ”کوئی نفس بھی اذن پر ورودگار کے بغیر نہیں مرسکتا ہے سب کی ایک اجل اور مدت تھیں ہے۔“ (۲)

لہذا خداوند عالم نے اس دعا کی برکت سے اس کی موت کو نہیں سال ملتوی کیسے کر دیا؟ کیا سعد و لبیہ جیسے عام انسان موت کے وقت کا علم رکھ سکتے ہیں جو علم غیب کی ایک قسم ہے؟!

ہاں! ایک جاہل انسان خواہ نیک بخت ہو یا بد بخت جب غیبی امور سے آگاہ ہو جاتا ہے تو خداوند عالم اس سے ضرور واقف ہو جاتا ہے، قرآن کا ارشاد ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ، إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولِ اللَّهِ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصْدًا﴾ ”وہ عالم الغیب ہے اور اس پر غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو پسند کر لے تو اس کے آگے پیچھے نگہبان فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔“ (۳)

۱۶۔ بادل آبیاری کر کے سبزے اگاہ رہا ہے

حسن بصری سے مروی ہے: خلافت عثمان کے زمانے میں ”حرم بن حیان“ ایک شدید گرم دن میں

فوٹ ہوا، جب دن کے بعد لوگ اس کی قبر سے کھڑے ہوئے تو ایک بادل اس کی قبر پر سایہ گلن ہو گیا جو اس کی قبر سے نہ چھوٹا تھا اور نہ بڑا۔ اس نے قبر پر آیاری کی اور وہ اس چلا گیا۔

قناوہ کے الفاظ ہیں: وفات کے دن اس کی قبر پر بارش ہوئی اور اسی دن اس پر بزرے اگے۔ (۱) علامہ امینی لکھتے ہیں: حرم بن حیان کی قبر پر اس کرامت کو ہم عظیم نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تو اپنی ماں کے شکم میں چار سال تک موجود رہا تھا۔ (۲) یا اس سے بھی زیادہ حرمت انگیز ہے، سجان الٰہ لق القادر۔

۷۔ ابراہیم تھی کی حیرت انگیز زندگی

اعمش سے منقول ہے: میں نے ابراہیم تھی (متوفی ۹۲ھ) سے پوچھا: مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! دو ہمینوں میں چالیس راتوں سے کچھ نہیں کھایا۔ میرے گرد والوں نے صرف انکو رکا ایک دانہ کھایا تھا اسے بھی فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا۔ (۳)

احیاء العلوم غزالی میں ہے: وہ چار ہمینوں تک نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ ہی پیتا تھا۔ (۴)

ڈاکٹر الحکیم ضعیف و تقصیل پر ضرور نہیں گے، انہوں نے جس داستان کو گڑھ رکھا ہے اس میں ایسی ناقابل حل مشکل موجود ہے کہ حل حیرت زدہ ہے، یعنی نوع انسان کی طبیعت میں ایسی بات سننے میں نہیں آئی اور خداوند عالم نے انسانوں کو جس فطرت پر خلق فرمایا ہے وہ ان بیہودہ بکواس سے قطعی غیر مربوط ہے، فضائل میں غلوکرنے والے ہی ایسا بیہودہ دعوی کر سکتے ہیں۔ اس بے سرو پادوے میں کچھ دوسرے افراد بھی شامل ہیں بلکہ وہ تو ابراہیم تھی سے بھی دوچار ہاتھ آگے ہیں، آئندہ ان کا تذکرہ آئے گا۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲۲ ص ۱۶۸ (نمبر ۲۲)؛ صفتہ الصنوة ج ۲۳ ص ۱۳۹ (ج ۲۳ ص ۲۱۵ نمبر ۲۸۸)؛ الاصابة ج ۲۳ ص ۶۰ (نمبر ۸۹۲)

۲۔ طاحظہ ہو: تفسیر روح البیان ج ۲۲ ص ۳۲۷

۳۔ طبقات شرعاً ج ۱ ص ۳۶ (ج ۱ ص ۲۸ نمبر ۲۸)

۴۔ احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۰۹ (ج ۱ ص ۲۹۸)

۱۸۔ حافظ کی بد دعا سے ایک شخص کی موت

غیلان بن جریر بصری سے مردی ہے: ایک شخص نے مطرف بن عبد اللہ حافظ بصری (متوفی ۹۵ھ) سے جوئی بات منسوب کی۔ مطرف نے کہا: خدا یا! اس کے جھوٹ کی وجہ سے اسے موت سے ہمکنار کر، چنانچہ وہ فوراً ہی گر کر مر گیا۔^(۱)

علامہ المی فرماتے ہیں: اس مستجاب الدعوة کی دعا کی سنگ دلی مذکورہ ابو مسلم کی روایت کی سنگ دلی سے کم نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ایک بے گناہ عورت کے سلسلے میں بد دعا کی تھی۔ اگرچہ جھوٹ حرام ہے لیکن اس کی سزا جھوٹ بونے والے کو چنانی کا پہنڈا نہیں اور یہ بات بعید ہے کہ ہر غیر مقصوم کی بد دعا اس کے دشمن کے حق میں مستجاب ہو جائے اس لئے کہ لوگوں میں ابو مسلم خولانی اور مطرف بن عبد اللہ جیسے تند مزاج افراد کم نہیں ہیں، ورنہ اتنے مستجاب الدعوة افراد امت پر لازم ہے کہ وہ ان جھوٹوں کے لئے بھی بد دعا کریں اور خداوند عالم پر بھی واجب ہے کہ وہ ان کی بد دعا کو قبول فرمائے اور اس بیہودہ داستان کے راویوں کو موت کے گھاث اتار دے۔

۱۹۔ ایک بادل ”کرز بن وبرہ“ کے سر پر سایہ فگن ہوا

ابو سلیمان مكتب سے منقول ہے کہ اس نے کہا: میں نکہ کے ایک سفر میں کرز بن دیرہ کے ہمراہ تھا۔ پورے سفر میں اس کا معمول تھا کہ جب کہیں قافلہ رکتا تو وہ اپنے مرکب سے اتر کر اپنا لباس اتارتا، پالان شتر پر رکھتا اور پھر ہم سے دور جا کر نماز پڑھتا تھا اور جب اونٹ کی آواز بلند ہوتی تو کمزرا ہو کر ہمارے پاس آ جاتا تھا۔ ایک دن اسے آنے میں تاثیر ہوئی، لوگ اس کی تلاش میں نکلے، میں بھی ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ تیز دھوپ میں نماز پڑھ رہا ہے، اچانک میری نگاہ اس بادل پر پڑی جو اس کے سر

۱۔ مطبوعات الحفاظ ذہبی، ج ۱، ص ۲۰ (ج ۱۰، نمبر ۵۷)؛ دل الاسلام، ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱۰، نمبر ۵۵ھ)؛ الاصابی، ج ۱، ص ۲۹ (ج ۱۰، نمبر ۸۳۲۲)؛ تہذیب العہد، ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱۰، نمبر ۱۵).

پرسائیل گئی تھا۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آیا اور کہا: اے ابو سلیمان! تم سے ایک حاجت ہے؟ میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! اپنی حاجت بیان فرمائیں، اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: آپ کی یہ حاجت ضرور پوری ہو گی۔ اس نے کہا: مجھے مطمئن کرو۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ رہے گا میں کسی سے اس واقعہ کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ (۱)

۲۰۔ ایک فقیر نے زمین کو سونا کیا

حسن بصری سے مردی ہے: ایک سیاہ فام فقیر آبادان کے کھنڈروں میں زندگی بسر کرتا تھا، مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے طلب کیا، جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر زمین کی طرف اشارہ کیا تمام زمین سونا ہو کر چینے لگی میں سخت خوفزدہ ہوا، فوراً ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ (۲)

پڑھئے اور تعجب کیجئے، ہئے یا گریہ کیجئے

۲۱۔ غطفانی موت کے بعد مسکراتا ہے

حارت غنوی سے مردی ہے:
ربی بن خراش غطفانی (متوفی ۱۰۱۷) نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس وقت تک نہیں ہنسے گا جب تک اسے معلوم نہ ہو جائے گا کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی۔ غزال نے مجھ سے کہا: وہ عسل کے وقت ہستارہا اور ہم اسی طرح اسے عسل دے کر قارغ ہوئے۔ (۳)

۱۔ حلیۃ الاولیاء البیضیم ج ۵ ص ۸۰: الاصابیہ ج ۳ ص ۳۲۱

۲۔ الروض الفائق ج ۳ ص ۱۳۶

۳۔ معجزۃ الصفرۃ ج ۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۲۳۶ نمبر ۳۹۱); طبقات کبری شعرانی ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۲۳۲ نمبر ۷۷); تاریخ مدینہ مشن ج ۵ ص ۲۹۸ (ج ۱۸ ص ۲۵ نمبر ۲۱۳۵); مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۲۶۹

۲۲۔ عمر بن عبد العزیز، توریت میں

خالد ربعی کہتا ہے: توریت میں تحریر ہے کہ چالیس روز تک آسمان و زمین عمر بن عبد العزیز پر گری
کرتے رہے۔ (۱)

شاید عمر بن عبد العزیز کی یہ خاصیت، ربی کی توریت سے مخصوص ہو، نہ حضرت موسیٰ کے توریت کی
اس لئے کہ اصلی توریت اس زمانہ میں موجود نہیں تھی اور نہ عی ربی اور دوسرے افراد عی موجود تھے۔ حتیٰ
جھوٹ اور افسانوں سے پر توریت کے مختلف جعلی شکون میں بھی ربی کی بکواس موجود نہیں ہے۔

عمر بن عبد العزیز کی شناخت کیلئے احمد بن حنبل کا یہ جملہ ہی کافی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ
معاویہ افضل ہے یا عمر بن عبد العزیز؟ تو انہوں نے جواب میں کہا:

معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں موجود گرد و غبار رسول اسلامؐ کی نظر میں عمر بن عبد العزیز سے بہتر
ہے۔ (۲)

عبد اللہ بن مبارک کہتا ہے: معاویہ کی ناک کی خاک عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔ ایک
دوسرے روایت میں ہے: معاویہ کے ناک کے دونوں سوراخ کی گرد و غبار جو رسول خدا کی معیت میں
ہو، وہ عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔ (۳)

لہذا ایسے شخص کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے جس سے معاویہ کی ناک یا اس نے کے گھوڑے کی ناک کی مٹی
بہتر ہو؟ جس کی وجہ سے اسے توریت میں لکھا جائے؟ یا آسمان و زمین چالیس دنوں تک اس پر گری یہ کریں
؟ «فَمَا بَكْثَ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ» ہے ”آسمان و زمین نے ان پر گریہ
نہیں کیا اور انھیں مہلت بھی نہیں دی گئی“۔ (۴)

۱۔ الرؤوف الفائق ص ۲۵۵

۲۔ شذرات الذهب ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۲۷۰ حادثہ ۲۰)

۳۔ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۹ (ج ۸ ص ۱۳۸ حادثہ ۲۰)؛ صواعق عرق ص ۱۲۱ (ص ۲۱۲)

۴۔ دخان ر ۲۹

۲۳۔ عمر بن عبد العزیز کی خلافت میں گوسفندوں کی حالت

یافی نقل کرتے ہیں:

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو گوسفندوں کے چروں ہوں نے پھاڑ کی بلندی پر کہا: لوگوں پر حکومت کرنے والا یہ خلیفہ صالح کون ہے؟ دوسروں نے پوچھا: تم لوگ اس کا نام کیوں جانتا چاہئے ہو؟ کہا: جب بھی کوئی صالح خلیفہ حکومت کرتا ہے تو بھیڑیے اور شیر ہمارے گوسفندوں تے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں: خونخوار بھیڑیے کیا جائیں کہ خلیفہ صالح و طالع کیا ہے تاکہ وہ اپنی درندگی سے دست بردار ہو جائیں؟ اور یہ جفا کار اور جامل انسان کتنا نادان ہے کہ ان جانوروں سے دشمنی و کینہ کا جذبہ رکھتا ہے، اگر تاریخ کے ہر دور میں درندوں کی یہی روشنی تھی اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے مخصوص نہیں تھا تو پھر معاویہ و زید اور ان کے ماتنددوسرے لوگ ہلاک ہو جاتے اور ان کے آثار بھی باقی نہیں رہتے۔

۲۴۔ عمر بن عبد العزیز کا برأت نامہ

عمر بن عبد العزیز کا معمول تھا کہ وہ رات کے وقت دور دراز مسجدوں میں جا کر خداداد صلاحیت کے مطابق نماز پڑھتا تھا اور ہنگام صحیح اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر سفیدی صحیح تک گریہ وزاری کرتا تھا، چنانچہ اس طرح ایک رات جب وہ معمول کے مطابق عبادت انجام دے رہا تھا اس نے ایک بزرگ کا نامہ دیکھا جس کی روشنی آسمان تک ساطع تھی، اس میں لکھا تھا: یہ آتش جہنم سے برأت کا خط ہے جسے خدا دنہ عالم نے اپنے بندے عمر بن عبد العزیز کو عطا فرمایا ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبد العزیز بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے: جب عمر بن عبد العزیز کو قبر میں رکھا گیا

تو ایک تیر و تند ہوا چلی اور بہترین تحریر میں ایک خط آسان سے گرا۔ لوگوں نے اسے پڑھا، اس میں لکھا
تھا: خدا کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کے لئے، یہ آتش جہنم کا برأت نامہ ہے، چنانچہ لوگوں نے اسے
کفن میں رکھ کر دفن کر دیا۔ (۱)

ابن عساکر نے بھی اسی مضمون پر مشتمل ایک روایت نقل کی ہے۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: مگر اسی وضاحت سے ہدایت کی بات تو قیامت کے دن ہی واضح و آشکار
ہوگی۔

۲۵۔ مالک بن دینار کی دعا اور چار سالہ بچہ کی پیدائش
بیہقی ہاشم بن جاشمی کے طریق سے روایت کرتے ہیں: ایک دن مالک بن دینار (متوفی ۱۲۳ھ)
بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا:

اے ابو یحیی! ایک عورت چار سال سے حاملہ ہے اور غم و اندوہ اور پریشانی میں اپنے دن گزار
رہی ہے، اس کے لئے دعا کریں۔ مالک سنتے ہی غصبناک ہو گئے، قرآن کو بند کر کے کہا: یہ لوگ سوچتے
ہیں کہ ہم انہیاء ہیں۔ پھر دعا کی: خدا یا! اگر اس عورت کے شکم میں رتع (گیس) ہوتا سے اسی وقت
خارج کر دے اور اگر دختر ہے تو فرزند کی صورت میں باہر کر دے تو جسے چاہتا ہے جو کرو دیتا ہے اور جسے
چاہتا ہے وجود عطا کرتا ہے، ام الکتاب تیرے دست اختیار میں ہے۔ پھر مالک نے اپنا ہاتھ بلند کیا،
لوگوں نے بھی خدا کی پارگاہ میں اپنے ہاتھ بلند کئے، اسی وقت کسی نے اس شخص کو خبر دی کہ اپنی زوجہ کی
خبر لے۔ وہ شخص بھاگتا ہوا اگر پہنچا، ابھی مالک نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں گرانے تھے کہ وہ شخص مسجد
میں داخل ہوا، ایک بڑے بال والا چھوٹا بچہ اس کے کاند ہے پر سوار تھا، ابھی اس کی ناف بھی نہیں کافی

۱۔ البدریۃ والہبیۃ (ج ۹ ص ۲۱۰) (ج ۹ ص ۲۳۶ حادثہ ۹۳۷ھ)؛ الروض الفائق (ص ۲۵۶)

۲۔ مختصر تاریخ دمشق (ج ۸ ص ۹۲)

گئی تھی۔

تبصرہ امیمی

بے سرو پا اور حمال باتیں کہنا حمال نہیں ہے لیکن تقویٰ اور انسان کی حیا اس بات کی ممانعت کرتی ہے کہ بعد از عشق باتوں کو اپنی زبان پر لائے، کیا اس خبر کے راوی کے لئے حیرت انگیز بات نہیں کہ ایک عورت کا شکم اتنا وسیع ہو کہ چار سالہ بچہ اس میں سا جائے، اس کے بال اُگ آئیں اور دانت وغیرہ نکل آئے؟ فرش کریں کہ اس کا شکم اتنی مجنحائش کا حامل تھا، تو کیا انسان کا جسم اسے تحمل کر سکتا ہے، اس کا تو لازم ہے کہ اس کا شکم عام عورتوں سے بھی بڑا ہو، کیا اس بچہ کی ماں کی یہی حالت و کیفیت تھی یا یہ کہ وہ دوسرا حامل عورتوں کی طرح تھی۔ اگر ایسا ہے تو پھر یہ ایک دوسرا کرامت شمار کی جائے گی؟ پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جس نے اس مسکین عورت کو اتنی مہلت دی کہ اس کی بہیاں نہ ٹوٹیں، اس کی رگ اور کھال پھٹنے سے محفوظ رہیں۔ خداوند عالم نے گذشتہ زمانے میں جو چاہا انجام دیا ہے۔

خدا مالک بن دینار پر رحمت نازل کرے کہ اگر وہ اس پیار عورت کے لئے دعا نہ کرتا تو وہ بچہ نامعلوم اس کے شکم میں کب تک پڑا رہتا۔

اس کے بعد یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ نوزاد مال کے پیٹ میں لڑکی تھی پھر ابن دینار کی دعا کی وجہ سے لڑکا ہو گیا؟ یا یہ کہ لڑکا ہی تھا اور یہ دعا موثر ثابت نہیں ہوئی؟ حالانکہ خداوند عالم ہی جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا عطا فرماتا ہے۔

جباتِ سلم ہے وہ یہ کہ پیدائش سے قبل اور شکم مادر میں بچ کی اصلی خلقت مکمل ہو جاتی ہے، اس کے بعد جنسیت کی تبدیلی کا امکان نہیں ہوتا، ہاں ممکن ہے ابن دینار کی دعا اس تبدیلی کا باعث ہوئی ہو۔ اگر اس کی دعا میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ شکم مادر میں بچ کی جنسیت کو بدلتے تو کیا پیدائش

کے بعد ”انک تمحو و ماتشاء و تثبت“ کہہ کر ایسا کام کر سکتا ہے؟! شاید اسکے پاس یہ صلاحیت موجود ہو۔

۲۶۔ ایک مستجاب الدعا ناصبی

سعید بن ایاس جریری (متوفی ۱۳۷ھ) سے مردی ہے کہ عبد اللہ بن عقیل مستجاب الدعا تھا، چنانچہ جب کوئی بادل اس کے سر کے اوپر سے گزرتا تو کہتا تھا: خدا یا! اسے اس وقت تک آگے نہ بڑھا جب تک ہم پر بارش نہ نازل کر دے۔ وہ بادل بھی بارش شروع کر دیتا تھا۔ ابن الی خثیہ نے اس روایت کو اپنی تحریر میں نقل کیا ہے۔ (۱)

تبصرہ اعلیٰ

کسی ولی خدا کی دعا کا مستجاب ہونا بعید نہیں، خدا نے سماں کے لئے مشکل نہیں کر دے اپنے صالح بندوں کو کرامت عطا فرمائے۔ لیکن عقیل سے یہ کرامت منسوب کرنا بجید ہے، ان دونوں میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، اس لئے کہ وہ ان افراد میں سے تھا جو حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ ابن خراش کے مطابق: وہ غوثان کے طرف داروں اور علیؑ کے دشمنوں میں سے تھا۔ احمد بن حبیل کہتے ہیں: یہ شخص حضرت علیؑ پر حملہ کرتا تھا۔ لہذا جس ماں کے بیٹے میں امیر المؤمنین کی محبت و دوستی نہ ہواں کے لئے کون ہی کرامت باقی رہ جاتی ہے۔ وہ بھی ایسی عادوت جو رسول خداؐ کی دعا مستجاب ہونے کے بعد کی جائے۔ آنحضرت کی دعا مندرجہ ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

آپ نے فرمایا: اللهم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ (۲)

۱۔ تہذیب الجدیب ج ۵ ص ۲۵۳ (ج ۵ ص ۲۲۲)

۲۔ جلد اول ملاحظہ فرمائیں۔

فرمایا: انه لا يحبه الا المؤمن ولا يبغض المنافق۔ (۱)

فرمایا: يا على لا يبغضك مومن ولا يحبك منافق۔ (۲)

فرمایا: لا يحب عليا المنافق ولا يبغض مومن۔ (۳)

فرمایا: لو لاک يا على ما اعرف المؤمنون بعدى۔ (۴)

آپ کا ارشاد ہے: والله لا يبغض احد من اهل بيتي ولا من غيرهم من الناس الا وهو خارج من الايمان "خدا کی قسم اجنس علی سے دشمنی کرے خواہ وہ میرے خاندان سے ہو یا لوگوں میں سے کوئی ہو، وہ دائرة ایمان سے خارج ہے"۔ (۵)

یہ بھی فرمایا: يا على انت سيد في الدنيا سيد في الآخرة حبيبك حبيبي و حبيبي حبيب الله، وعدوك عدوی وعدوی عدو الله والويل عن البغض بعدی "اے علی! تم دنیا و آخرت میں رہبر اور امام ہو، تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے، تمہارا دشمن میرا دشمن، میرا دشمن خدا کا دشمن ہے، تلف ہے اس شخص پر جو میرے بعد تم سے دشمنی کرے"۔ (۶)

فرمایا: يا على! خوشاب حال اس شخص کے جو تمہیں دوست رکھے، تمہارے ساتھ خلوص سے پیش آئے اور تلف ہے اس شخص پر جو تم سے دشمنی کرے اور تمہیں جھلائے"۔ (۷)

آپ کا ارشاد ہے: من احبك احبني و من ابغضك ابغضني "جو تمہیں دوست رکھے میرا دوست ہے اور جو تم سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے"۔ (۸)

۱۔ تیری جلد لاحظ فرمائیں

۲۔ تیری جلد لاحظ فرمائیں

۳۔ تیری جلد لاحظ فرمائیں

۴۔ منہ متابق میں اس کے آخذ کے ماتحت آیا ہے۔

۵۔ مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۲۸ (ج ۳ ص ۱۴۷، ح ۲۳۰، م ۳۶۰)؛ ذہبی نے اس کی توثیق کی ہے۔

۶۔ مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۳ ص ۱۴۵، ح ۲۳۵، م ۳۶۵، ح ۲۷۲)

۷۔ مسند رک حاکم ج ۳ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۱۵۲، ح ۲۳۲، م ۳۶۸)؛ حاکم و ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس سلسلے میں بیشمار حدیثیں مردی ہیں۔

لہذا ایک مسلمان رسول خدا کے ارشادات کی تقدیق کرتے ہوئے حضرت علیؓ کے دشمن اور ان پر سب دشمن کرنے والے ایک شخص کی کرامت کو کیسے مانتا ہے، اسے مستحاب الدعا کیسے شمار کر سکتا ہے اور بادل کے سلسلے میں اس کی دعا کی تقدیق کیسے کر سکتا ہے؟ مجی ہاں! اگر نا آگانہ طور پر غلو آمیز فضائل بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ایسی ہی بیہودہ نسبتیں منظر عام پر آتی ہیں۔

اس مضمونہ خیز روایت کو نقل کرنے والے ”جریری“ کی شاخت آپ نے اسی کتاب میں حاصل کر لی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی عتل موت سے تین سال پہلے ختم ہو چکی تھی، یہ روایت اسی جنون اور پاگل پن کا ایک نمونہ ہے۔

۲۔ سختیانی پانی جاری کرتا ہے

ابو قیم نے عبد الواحد سے روایت نقل کی ہے، اس نے کہا: میں ابوالیوب سختیانی کے ہمراہ کوہ جرامیں تھا، میں نے پیاس محسوس کی، پیاس کی شدت میرے چہرے سے نمایاں تھی۔ اس نے پوچھا: کون سی مشکل آن پڑی ہے؟ میں نے کہا: بہت پیاسا ہوں، اگر پانی نہ ملا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ اس نے کہا: کیا میرے عمل کو خفیہ بخوبی گے؟ میں نے کہا: ہاں۔ کہا: قسم کھاؤ۔ میں نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہے اس کے عمل کو کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ یہ سن کر اس نے اپنا چیرز میں پر مارا اور پانی جاری ہو گیا۔ میں پی کر سیراب ہوا کافی مقدار میں اپنے لئے بھی رکھا۔ اس کے بعد اس کی موت تک اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔ (۱)

روض الفائق کے الفاظ ہیں: کچھ لوگ ابوالیوب کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، ایک مقام پر انہیں پانی نہ ملا اور وہ اس کے حصول سے عاجز رہے تو ابوالیوب نے کہا: جب تک میں زندہ ہوں کیا تم لوگ اسے

پوشیدہ رکھو گے؟ سب نے کہا: ہاں۔ چنانچہ اس نے ایک دائرہ کھینچا جس سے پانی جاری ہو گیا، ہم سب اس سے سیراب ہوئے۔ بصرہ آنے کے بعد حادث بن زید نے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔ عبد الواحد بن زید کا بیان ہے کہ میں اس دن اس کے ہمراہ تھا۔ (۱)

۲۸۔ جنت میں محل فروخت کرنے والا ایک بزرگ

ایک خراسانی ”حبیب بن محمد عجی بصری“ کے پاس آیا۔ وہ مکہ جانا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بزرگ! میرے لئے ایک گھر خرید دیجئے، وہ روپیہ دے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مکہ سے واپس آکر اس شخص نے کہا: جس گھر کو آپ نے میرے لئے خریدا ہے اس کی نشاندہی فرمائیے۔ حبیب نے کہا: آج اس گھر کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ وفات کے وقت اس گھر کا مشاہدہ کر سکتے ہو۔ خراسانی نے کہا: اس کا عہد نامہ تحریر کر دتا کہ اپنے ہمراہ یجا سکوں۔ حبیب نے لکھا: ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰ نَاهِمَةِ اسْ گَھَرِ کَا ہے جَنَّتٌ میں حبیب نے خریدا ہے یہ گھر ایسا ویسا ہے اور اس گھر کی بلندی اسکی وسیکا ہے۔“ پھر نامہ پر ہمہ لگا کر اس کے حوالے کر دیا۔ وہ شخص نامہ لے کر گھر والوں کے پاس آیا۔ گھر والے اسے تاثر نہ لگے: تم پاگل ہو، اگر روپیہ بر بادنہ کرتے تو آج اچھے خاصے گھر کے مالک ہوتے۔ چنانچہ وہ مرخصی خدا کے مطابق زندہ رہا، جب موت قریب آئی تو اس نے گھر والوں سے کہا: اس نامہ کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اس کی خواہش کے مطابق خط کو اس کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ بصرہ میں موجود حبیب نے اس خط کو اپنے پہلو میں پڑا ہوا دیکھا، جس کے نیچے تحریر تھا: اے ابو محمد! جس گھر کو تم نے خریدا تھا خداوند عالم نے اسے اس شخص کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ بھاگتا ہوا اس شخص کے گھر والوں کے پاس آیا، اس نے کہا: خداوند عالم نے تمہارے باپ کو ایک محل عطا فرمایا ہے، یہ ہے اس کا خط۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ یہ وہی خط ہے جسے انہوں نے پر دخاک کیا تھا۔

اہن عساکرنے یہ روایت اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ کتاب کا صحیح اس سلسلے میں لکھتا ہے: مؤلف نے اس واقعہ کو مختصر و مفصل دونوں طریقے سے نقل کیا ہے، لیکن دونوں کا مضمون ایک ہے، یہ واقعہ جبیب سے تعلق رکھتا ہے امید ہے کہ لوگ اس پر الزام تراشی نہیں کریں گے اور اس واقعہ کو لوگوں کے اموال ہڑپ کرنے کا ذریعہ فرار نہ دیں گے، جبیب جیسے افراد کے احوال و حالات قیاس پذیر نہیں ہیں، کوئی عملی قاعدہ بھی نہیں ہے۔ (۱)

۲۹۔ معروف کی دعا سے غایب شخص حاضر

امام ابو محمد ضیاء الدین شیخ احمد و تری شافعی (متوفی ۴۸۰ھ) نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں خلیل بن محمد صیادانہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میرے والد غائب ہو گئے، میں بہت پریشان ہوا، میں نے معروف کرنی (متوفی ۴۰۰ھ) سے کہا کہ میرے والد غائب ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا چاہتے ہو؟ کہا: اپنے والد کی واپسی۔ اس نے کہا: خدا یا یہ آسمان و زمین تیری ہے، آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے سب تیرا ہے، محمد کو حاضر کر دے۔ ابھی میں دروازے کے پاس یہ تو نچا تھا کہ دیکھا وہ وہاں کھڑے ہیں۔ پوچھا: کہاں تھے۔ کہا: شہر انبار میں تھا، نہیں معلوم اچانک کیا ہوا۔

ان عقول کے ماروں پر محنت ہوتی ہے کہ وہ ہر معروف و مکر کے لئے ایسی کرامتوں کو مان لیتے ہیں۔ لیکن امیر المؤمنین کیلئے یہ بات نہیں مانتے کہ آپ جناب سلیمان کو غسل دینے کے لئے مدینہ سے مائن تشریف لائے۔

۳۰۔ ہوا کے دوش پر چارز انو بیٹھا ایک شخص

اہن جزوی "خذیفہ بن قیادہ مرعشی" سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۳۲ ص ۵۳ (ج ۱۲ ص ۵۳-۵۵ نومبر ۱۹۷۲) تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۲۵

اس کا بیان ہے: میں ایک کشی پر سوار تھا کہ اچاک کشی ٹوٹ گئی، میں اور میری بیوی کشی سے جدا ہونے والے ایک تختے کا سہارا لے کر ڈوبنے سے محفوظ رہے، سات دنوں تک اس تختے پر پڑے رہے۔ میری بیوی نے کہا: میں پیاسی ہوں۔ میں نے خدا سے دعا کی کہ میں سیراب کرے۔ اچاک آسان سے ایک زنجیر آئی جس کے اوپر پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ موجود تھا۔ پانی پینے کے بعد میں نے اپنا سر بلند کیا تاکہ اس زنجیر کو دیکھ سکوں، دیکھا کہ ایک غصہ دوش ہوا پر چار زانو بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں انسان ہوں۔ پوچھا: تم اس مقام و مرتبہ تک کیسے پہنچے؟ کہا: میں نے خدا کی خواہش کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے اس لئے تم ایسا دیکھ رہے ہو۔ (۱)

حرمت انگیز بات تو یہ ہے کہ لوگ ان کرامتوں کو قبول کر لیتے ہیں لیکن مولانا امیر المؤمنین کی حدیث
بساطاً ان پر بارگاہ سوس ہوتی ہے۔

۳۱۔ ایک جن نے خزاعی سے گفتگو کی

ابن جوزی نے احمد بن نصر خزاعی (۲) سے نقل کیا ہے: میں نے ایک پاگل کو دیکھا کہ بے سدھ ہے چنانچہ ہوا ہے، میں نے اس کے کان میں کچھ کپتا، اس کے کان کے ذریعہ ایک جن نے مجھ سے گفتگو کی، کہا: اے ابو عبدالله! تمہیں خدا کا واسطہ مجھے نجات دوتا کہ اس کا کام تمام کروں، اس نے کہ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن تعلوٰق سے۔ (۳)

کتنی لطافت و مارکی سے باطل کی ترویج کی جا رہی ہے، خدا اس جن کو برکت دے جس کا علم اس

الصفحة العدد ٢٣٥ ج ٢٣ (ج ٢٠١٧) نمبر ٩٦

۲۔ اس نے واٹن باللہ کی خلافت کے زمانے میں قرآن کے حقوق اور نبی تشبیہ کی مخالفت کی تھی، جس کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا، اس کے کان پر ایک خط لکھا گیا جو اس مضمون پر مشتمل تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، يٰ اَهْمَدْ بْنُ نَصْرِيْنَ مَا لَكَ كَاسِرٌ هُنَّ مَنْ هُنَّ بَارُونَ وَاٰلُوْنَ وَاٰلُوْنَ نے قرآن کے حقوق اور نبی تشبیہ کے سلسلے میں دعوت دی لیکن اسے قول نہیں کیا اور خدا نے اسے جہنم میں نشیغ دیا۔

جـ ٢٦- الصفة جـ ٢٦ (جـ ٢٦ صـ ٣٦٢ نمبر ٢٦)

مرتبہ پر فائز تھا کہ اس نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے کو قبول کر لیا، ہم اس بیہودہ عقیدہ کے بطلان پر خدا کے شکرگزار ہیں، آج تک کوئی ایسا نہیں ملا جو اس عقیدہ کو قبول کرے۔

۳۲۔ احمد خزانی کا شر بولتا ہوا

خطیب ولبن جوزی "اب رایم بن اسماعیل بن خلف" سے روایت کرتے ہیں:

اس کا بیان ہے کہ احمد بن نصر حلنی جب قتل کیا گیا اور اسے دار پر لٹکایا گیا تو لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، میں اس کے نزدیک گیا، ہامورین اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، جب کچھ غور کیا تو معلوم ہوا کہ احمد کا سر اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا: ﴿الَّمْ، أَخِسْبَ النَّاسَ أَنْ يُتَرَكُوَا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يَفْتَنُونَ﴾ "الم، کیا لوگوں نے یہ خیال کر کھا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا استھان نہیں ہو گا"۔ (۱)

احمد بن کامل قاضی سے مردی ہے: احمد کو چھانی دینے کے بعد اس کے سر کو پل پر لٹکا دیا گیا، جو افراد اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کر رہے تھے، ان میں سے ایک نے روایت کی ہے کہ راتوں میں اس کا سر قبل درخ ہو کر روانی کے ساتھ سورہ یا سین کی تلاوت کرتا تھا، اس واقعہ کے راوی کو طلب کیا گیا لیکن وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلا۔

خلف بن صالح سے مردی ہے: جب احمد بن نصر مارا گیا تو لوگوں نے خلف سے کہا: تم نے کچھ سننا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا: کیا کہہ رہے ہیں؟ کہا: کہتے ہیں کہ احمد بن نصر کا سر قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس نے کہا: سعیٰ بن ذکریا کا سر بھی تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ (۲)

۱۔ عجبوت را۔ ۲۔

۲۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۷۹ (نومبر ۲۶۲۲) صفحہ ۲۰۵ ج ۲ ص ۳۶۲ (نومبر ۲۶۲۷)

خطیب وابن جوزی کو اس محکمہ خیز روایت کے نقل پر ملامت و سرزنش نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ میری نظر میں وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ راویوں نے یہ روایت اس لئے گھٹی ہے تاکہ حضرت امام حسین کے سر کے واقعہ تخلادت کو لوگوں کے ذہن سے ختم کریں جو شہرہ آفاق ہے اور تو اتر کے ذریعہ ثابت ہے۔ اور اس طرح امام حسین کی عظمت و منزلت کو گھٹا سکیں۔

۳۳۔ ابوحنیفہ کے وجود پر پیغمبر اکرم کا افتخار

رسول خدا سے مردی ہے کہ آپ نے فرمایا: دوسرے انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر افتخار کرتا ہوں، وہ خدا کے نزدیک حقیقی علم و دانش کا ہالیہ یا انبیائے نبی اسرائیل میں سے ایک نبی ہے، جو اس کا احترام کرے اس نے میرا احترام کیا اور جو اس سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔

آنحضرت سے متفق ہے کہ آپ نے فرمایا: آدم میرے وجود پر افتخار کرتے ہیں اور میں اپنی امت میں نعمان نامی انسان کے وجود پر فخر و مبارات کرتا ہوں، میں نے اسے ابوحنیفہ کی کنیت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ میری امت کا چماغ ہے۔

ان دونوں روایتوں کو ان کے غلوسیت پانچویں جلد میں ابوحنیفہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے، وہیں پر بیان کیا گیا کہ خنیوں نے غلوکی انتہا کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا کہ ابوحنیفہ قضاوت کے سلسلے میں رسول اسلام سے بھی بہتر و برتر ہے۔

حملہ یونیش "روض الفاقع" میں لکھتے ہیں: ابوحنیفہ کے درع کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے زمانے میں ایک گو سنندج کی چوری ہو گئی، اس کے بعد جب تک گو سنندج زندہ رہے انہوں نے گوشت نہیں کھایا کہ کہیں یہ گو سنندج ہو جئے چوری کیا گیا تھا۔ (۱)

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کس خرافات پرہنوں، کیا رسول خدا کے افتخار کی وجہ سے اس

شخص پر ہنسوں جس نے دو مرتبہ کفر سے توبہ کیا۔ (۱) حالانکہ خود رسول خدا تمام عالمین کے لئے باعث اتفاق رہتھے اور ان کی امت میں امیر المؤمنین جیسے انسان موجود تھے جو بھرت کی رات اپنی جان قربان کر کے رسول کے بستر پر سوئے تو خداوند عالم نے ان پر مبارکات کیا۔

یا آئیے اور اس بات پر نہیں کہ ابوحنیفہ فضادت کے سلسلے میں رسول سے زیادہ عالم ہے؟ میں نہیں جانتا ابوحنیفہ نے یہ تمام علم اور فقہ کہاں سے حاصل کیا؟ کیا ان کا علم و فقہ وہ اسلامی فقہ تھا جو رسول خدا کے ذریعہ ان تک یہو نچا؟

یا انہوں نے اپنے فقہ کو غیر مسلمان اور کامل، باطل، اور ترمذ (۲) کے لوگوں سے حاصل کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے علم کو دیوار پر دے مارنا چاہئے؛ کیونکہ امت مسلمہ کو ان اسلامی فقہ و فضادت کے باوجود وجود دوسرے فقہ کی ضرورت نہیں جو بہترین اور کامل ہیں اور فضل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یا گوسفند کے واقعہ میں نایاب نقاہت کے سلسلے میں ابوحنیفہ کی پرہیزگاری پر ہنسوں کو کوئی بھی محقیق فقیر ان کے نظریہ کو نہیں مانے گا؛ کیوں کہ ہمیشہ سے اسلامی معاشروں میں گوسفند چوری ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود گوسفند کا گوشت کھانے کی ہر زمانے میں اجازت دی گئی ہے لیکن یہ فقیر نہیں جانتا کہ اگر شیک زیادہ افراد پر حادی ہو (شبہ غیر مخصوصہ) اور اکثر افراد اس میں شامل ہونے سے خارج ہو رہے ہوں تو وہاں حرمت اور اس سے پرہیز کرنے کا حکم نافذ نہیں ہوتا۔ (مثلاً اگر ہزار گوسفند ہوں اور یہ معلوم ہو کہ ان میں سے ایک غصبی ہے تو لازم نہیں ہے کہ ان سب سے احتساب کیا جائے)۔

شاید خود ابوحنیفہ بھی اس مسئلہ کا حکم جانتے تھے لیکن شاید یہ بھی عوام کو دھوکہ دینے کا ایک ذریعہ ہو جس کا انہوں نے خود بھی اقرار کیا ہے؛ ابو عاصم نبیل کہتے ہیں: میں نے ابوحنیفہ کو مسجد میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا، لوگ ان کے ارد گرد مجع تھے اور انہیں اذیت دے رہے تھے۔ ابوحنیفہ نے کہا: کیا کوئی

۱۔ اخبار اظر اف ابن جوزی ص ۱۰۳

۲۔ یہ ابوحنیفہ کی احصال کی طرف اشارہ ہے: حافظ ابوالضمیم، فضل بن دکین اور دوسرے کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ دراصل کامل کے تھے۔
ابو عبد الرحمن مقری کہتے ہیں: وہ باطل کے رہنے والے تھے۔ حارث بن ادریس کہتے ہیں: وہ ترمذ کے رہنے والے تھے۔

پولیس کو بلا نے والا نہیں ہے؟ میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! کیا کسی مامور کی حاجت ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: مجھ سے ان احادیث کو لے کر پڑھو، انہوں نے بھی کیا میں صرف ان کے سامنے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: تم نے پولیس کو کیوں نہیں بلا�ا؟ میں نے کہا: آپ نے پولیس چاہا تھا لیکن میں نے لانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر ابوحنیفہ نے کہا: انظر وَا إِنَّا أَخْتَالَ لِلنَّاسِ مِنْذَ كَذَّا وَ كَذَّا وَ قَدْ أَخْتَالَ عَلَى هَذَا أَصْحَى^۱ ”اے لوگو! دیکھو میں نے بارہا لوگوں کو دھوکہ دیا ہے لیکن اب یہ پچھے مجھے دھوکہ دینا چاہتا ہے۔“ (۱)

گوسفند کے سلسلے میں ابوحنیفہ کے غلط نظریہ اور نمونے کو دیکھ کر آپ متوجہ ہو سکتے ہیں کہ ان کے نظریات مدینہ کے لوگوں کے لئے قابل قبول کیوں نہیں تھے: محمد بن مسلمہ مدینی سے سوال کیا گیا: ابوحنیفہ کے نظریات تمام شہروں میں موجود ہیں لیکن مدینہ میں راجح کیوں نہیں؟ کہا: کیونکہ رسول خدا کا ارشاد ہے: علی کل ثقب من التقاہها ملک یعنی الدجال من دخولها^۲ ”مدینہ کے ہر سوراخ میں ایک فرشتہ کھڑا ہے اور دجال (فریبی اور بھجز الوانان) کے داخل ہونے میں مانع ہوتا ہے۔“ اور اس شخص کی باقی دجال صفت اور فربی ہوتی ہیں، اسی لئے مدینہ میں راجح نہیں ہیں۔ (۲)

ابوحنیفہ کے فقہ میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو رسول خدا کی سنت کے خلاف ہیں، گوسفند کے گوشت کے سلسلے میں ان کا نظریہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے: چنانچہ وکیع بن جراح کا یہاں ہے: وَ جَسَدُ ابْا حَنْيَفَةِ خَالِفٍ مَائِتَى حَدِيثٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ”مجھے رسول خدا کی دوسوچیں معلوم ہیں جن کی ابوحنیفہ نے خلافت کی ہے۔“ (۳)

اس کے باوجود بھی عبداللہ بن داؤد اپنے امام ”ابوحنیفہ“ کے بارے میں غلوکرتے ہوئے کہتا ہے: يَنْبَغِي لِلنَّاسِ أَنْ يَدْعُوا فِي صَلَاتِهِمْ لَا بَيْ حِنْيَفَةَ لِحَفْظِهِ الْفَقَهُ وَ السُّنْنَ عَلَيْهِمْ ”لوگوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کے لئے دعا کریں کیوں کہ انہوں نے لوگوں کے لئے

۱۔ اخبار اظراف، ابن جوزی ص ۱۰۳ (مس ۱۵۷)

۲۔ اخبار اظراف، ابن جوزی ص ۳۵ (مس ۲۵-۳۶)

۳۔ الافتقاء، ابن عبد البر مولف کتاب استیعاب ص ۱۵۰

فقد سنت کی حفاظت کی ہے۔ (۱)

مولف مفتاح السعادة لکھتے ہیں:

مجھے جس پر اطمینان ہے، اس نے اپنی بعض کتابوں میں نقل کیا ہے کہ ثابت (ابوحنیفہ کے والد) دینا سے رخصت ہوئے، ابوحنیفہ کی ماں نے امام صادق سے شادی کر لی، اس وقت ابوحنیفہ کافی چھوٹے تھے، انہوں نے امام جعفر صادق کی آغوش میں تربیت پائی اور انہیں سے علم حاصل کیا، اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ابوحنیفہ کے لئے فضیلت کا عظیم گوشہ لکھتا ہے۔ (۲)

حسن بن عماری "تعلیق المفتاح" میں لکھتے ہیں:

"یہ بات قابل قبول نہیں کہ امام ابوحنیفہ چھوٹے تھے اور امام صادق کے پاس بڑے ہوئے؛ اس لئے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۲۸ رسال کی عمر میں ۱۳۷ھ وفات پائی، خالانکہ امام ابوحنیفہ نے ۱۵۴ھ میں وفات پائی ہے، اکثر مورخین (۳) کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش ۸۷ھ میں ہوئی تھی؛ بنابریں ان دونوں کی ولادت کی تاریخ ایک ہی تھی اور ان کی وفات کی تاریخ میں دو سال کا فاصلہ تھا؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہم سن وسائل تھے، امام ابوحنیفہ چھوٹے یا امام جعفر صادق بڑے نہیں تھے۔"

موفق بن احمد اور حافظ کر دری کی تحریروں میں اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دائرة المعارف میں ابوحنیفہ کی زندگی و مناقب کے سلسلے میں قلم فرسائی کی ہے، ان میں بہت سے خرافات اور جعلی واقعات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں جو لاف گزاری اور غلو باñی کے علاوہ خود عقل و منطق سے بھی میں نہیں کھاتے اور اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بنتے ہیں؛ ابوحنیفہ کی مدح و ستائش میں سب سے زیادہ عجیب اور حریرت انگیز بات امام ابوحسین ہمدانی نے "خرایۃ المحتین" کے آخر میں پیش کی ہے:

۱۔ تاریخ ابن کثیر ج ۰ ص ۷۰ (ج ۱۳۲ احادیث و ۱۵۰)

۲۔ مفتاح السعادة ج ۲ ص ۷۰ (ج ۱۸۱)

۳۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ وہ (ابوحنیفہ کا) ۱۳۷ھ میں پیدا ہوئے (وفیات الاعیان ج ۵ ص ۲۱۳)، انہوں نے پہلے نظر یہ کو قول کیا ہے)

”امام ابوحنیفہ نے اپنے آخری حج میں کعبہ کے خادموں کو بہت زیادہ روپیہ دیا تاکہ وہ اسے ان کے لئے خالی کر دیں، ابوحنیفہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، اپنی نماز شروع کی اور اپنی عادت کے مطابق پہلی رکعت میں داہنے پیر پر کھڑے ہو کر آدھا قرآن پڑھا پھر رکوع میں گئے، اس کے بعد دوسرا رکعت میں باسیں پیر پر کھڑے ہو کر قرآن کے دوسرے حصے کی تلاوت کی، پھر کہا: الہی عرفت حق المعرفة لکن ما قمت بکمال الطاعة فهب نقصان الخدمة بکمال المعرفة ”خدایا! میں نے تیری معرفت کا حق ادا کر دیا لیکن جس اطاعت کا تو تقدار ہے وہ اطاعت نہیں کی، لہذا میری ناقص خدمت و اطاعت کو معرفت کے کامل ہونے کی وجہ سے قبول کر لے۔“ اچاک کعبہ کے ایک گوش سے آواز آئی: عرفت فاحسنۃ المعرفة و خدمت فاخلصت الخدمة غفرنا لک و لمن اتبعک و لمن کان علی مذهبک الی قیام الساعۃ ”تم نے پہچانا اور بہت اچھے سے پہچانا، اپنی خدمت کو خالص طریقے سے انجام دیا، میں نے تمہیں اور تمہارے چاہنے والے اور قیامت تک کے ہر شخص کو بخش دیا جو تیرے مذہب کا مانے والا ہے۔“ (۱)

علامہ امتحنی فرماتے ہیں: اے کاش! میں جان پاتا کہ نماز کی دورکعتوں میں ابوحنیفہ کا ختم قرآن کتنا طویل ہوا اور وہ بھی حج کے ان دنوں میں جب لوگوں کا خانہ کعبہ کے ارد گرد اڑ دہام تھا؟!

خانہ خدا کے خادموں نے اتنے بڑے مجمع کو کیسے روکا اور اتنی دریتک ان کی خواہشوں میں رکاوٹ بنے رہے؟!

میں نہیں جانتا کہ دوپیر پر کھڑے ہو کر ایک ایک حصہ قرآن ختم کرنے میں کون ہی حکمت اور کون سا فلسفہ تھا؟! کیا انہوں نے یہ حکم، قرآن سے حاصل کیا؟! یا یہ رسول خدا کی سنت تھی؟! یا ایسی بدعت ہے جسے صرف ابوحنیفہ نے انجام دیا؟! یا یہ ایک طرح کی ورزش تھی جسے وہ اپنے بدن اور نشاط و سلامتی کے لئے انجام دے رہے تھے؟! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

دوسرا بات یہ کہ: ابوحنیفہ خدا کے سلسلے میں اپنے کمال معرفت کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں، وہ بھی اس

خدا کے بازے میں جوانانوں کے باطن سے بھی آگاہ ہے؟ ان کے اندر ایسے دعوے کی جرأت کیسے ہو گئی کہ کسی نبی حتی رسول خدا نے بھی اپنے تمام ترویجت علمی کے باوجود ایسا دعوی نہیں کیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خدا کی معرفت کامل ترین اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھی، اس کے باوجود بھی ان کی کسی دعا یا مناجات میں ایسا دعوی موجود نہیں ہے، ایسا دعوی صرف وہی کر سکتا ہے جو کبر و غرور اور خود پسندی میں گرفتار ہو، اس نے خدا کی واقعی معرفت حاصل نہیں کی ہے۔

روایت کرنے والا کتنا سادہ لوح اور جاہل ہے جس نے ابوحنیفہ کے دعوی کو عالم شہود سے مربوط کرتے ہوئے ایک غیبی آواز کی بھی تصدیق کر دی ہے: حالانکہ یہ آواز ان کثیف اور خائن ہاتھوں نے جعل کیا ہے جو لوگوں کو ابوحنیفہ اور اس کے ضعیف ترین مذہب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؛ اگر ابوحنیفہ کے مذہب کے ماننے والوں کے لئے اس خدائی بشارت پر مسلمان یقین رکھتے اور اسے ایک جعلی افسانہ نہ سمجھ کر اسے خدا کی طرف سے سمجھتے تو سب خنی مذہب ہو جاتے لیکن حق تو یہ ہے کہ مسلمان اس دعوی پر یقین رکھتے، چاہے ابوحنیفہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

اس واقعہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز علامہ برزنی کا قول ہے:

”ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی (ع) امام ابوحنیفہ کے مذہب کی پیروی کریں گے..... شیخ علی قاری ابوحنیفہ کے بعض ماننے والوں سے اس طرح نقل کرتے ہیں: جان لو کہ خداوند عالم نے ابوحنیفہ کو کرامت و شریعت کا مالک بنایا ہے، ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت خضر پانچ سال تک ہر روز صبح کے وقت ان کے پاس آئے اور شریعت کے احکام کی تعلیم حاصل کی، جب ابوحنیفہ کی وفات ہوئی تو حضرت خضر نے خدا سے عرض کی: خدا یا! اگر میں تیرے زد دیک منزلت کا حاصل ہوں تو اجازت دے کہ ابوحنیفہ پہلے کی طرح مجھے قبر میں احکام کی تعلیم دیں تاکہ میں پوری طرح دین محمد سے آگاہ ہو سکوں اور حق و تحقیقت مجھ پر روشن ہو جائے، چنانچہ ندا آئی: اے خضر! ان کی قبر کے پاس جاؤ اور جو چاہتے ہو اس سے حاصل کرو۔ چنانچہ خضر نے پہیں سال تک مکمل طور سے تعلیم حاصل کی...“ (۱)

ان خرافاتی واقعات کو پڑھنے کے بعد حضرت محمدؐ کی امت پر گریہ کرنا چاہئے کہ وہ ایسے انسانوں کی مصیبت میں گرفتار ہے؟! جامی اور فریب خورده انسانوں کو ان بالل اور بیہودہ واقعات و کلمات سے کون سی چیز بچاسکتی ہے؟!

۳۴۔ ابوذر عد ریگزاروں کو سونے میں بدلتا ہے

ذہبی خالد بن فزر سے نقل کرتے ہیں: حیۃ بن شریح (ابوذر عد) مصری (متوفی ۱۵۸ھ) بہت زیادہ گریہ کرنے والوں (بکائیں) میں سے تھا اور بہت زیادہ تجھ دست بھی تھا، ایک مرتبہ وہ خلوت میں دعا کر رہا تھا کہ میں اس کے پاس ہوں چاہیے، میں نے کہا: دعا کرو کہ خداوند عالم تمہیں وسعت رزق عطا فرمائے، اس نے اپنے داشتے بائیں نگاہ کی، کوئی نظر نہ آیا تو ایک شکریزہ لے کر میری جانب اچھال دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ سونے میں تبدیل ہو چکا ہے، اتنا خوبصورت سوتا میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اس دنیا میں صرف آخرت کے لئے بھلائی اور خیر ہے۔ پھر کہا: خداوند عالم بندوں کی صلاح و بہتری سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نے کہا: اس سونے کا کیا کروں؟ کہا: انفاق کرو۔ میں نے اسے راہ خدا میں انفاق کر دیا۔

۳۵۔ ابراہیم خراسانی کاوضو

یافعی نے ریاض الریاضین میں ابراہیم خراسانی (متوفی ۳۷۲ھ) سے نقل کیا ہے:

ایک دن مجھے دشوکی ضرورت محسوس ہوئی، اچانک میں نے جواہرات سے بھرا ہوا کوزہ اور چاندی کا ایک مسواک دیکھا جو گھاس سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا، میں نے اسے اٹھا کر مسواک کیا پھر دشوکیا اور واپس چلا گیا۔ اس کا بیان ہے کہ سیر و تفریغ کے ایام میں مجھے کوئی انسان نہیں نظر آیا، پرندے اور حیوانات بھی نہیں دکھائی دیئے۔ اسی وقت ایک شخص سے ملاقات ہوئی، نہیں معلوم وہ اچانک کہاں سے

نمودار ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اس درخت سے کہو کہ دینار پیش کرے۔ میں نے کہا: دینار پیش کرو۔ اس نے قبول نہ کیا۔ پھر اس نے کہا: اے درخت! دینار کی تھی پیش کر۔ میں نے دیکھا کہ شاخوں پر دینار آؤ ریزا ہے، ابھی میں اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھنے میں موقتاً کہ اچانک محسوس ہوا وہ شخص نہیں ہے اور دینار درخت کو جھوڑ کر زمین پر موجود ہیں۔

علامہ امین فرماتے ہیں: پڑھئے اور اسلام کے گذشتہ واقعات پر آنسو بھائیے، ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے تاریخ کے صفات کو کس طرح آلودہ کر رکھا ہے۔

۳۶۔ باجھون موت کے بعد زندہ ہوا

حافظ یعقوب ابن ابی شیبہ نے ”ابو یوسف یعقوب بن ابی سلمہ قریشی“ معروف بدماجھون کے حالات زندگی میں اس کے فرزند کے طریق سے نقل کیا ہے کہ باجھون کی موت کے بعد غسل و کفن کے لئے تخت پر لٹایا گیا، غسال نے جیسے ہی غسل دینا چاہا دیکھا کہ اس کے پیر کے سب سے نیچے والی رگ جبیش کر رہی ہے، اس نے واپس آ کر کہا: اس کے پیر کی رگ جبیش کر رہی ہے، میری نظر میں اس کے غسل میں عجلت کا مظاہرہ کرنا مصلحت آمیز نہیں۔ چنانچہ ہم نے تمام ماجر الوگوں سے بیان کر دیا وہ پھر دوسرے دن آگئے ہم غسال کے پاس گئے لیکن روز قبل کی کیفیت ملاحظہ کی ہم نے پھر لوگوں سے مhydrat کی، تین روز تک یہی کیفیت برقرار رہی۔ لوگ بار بار اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے آتے۔ تیرے دن اچانک وہ اٹھ چیخا، کہا: پینے کے لئے پانی لا او۔ پانی لا یا گیا اس نے اسے پی لیا۔ اس سے کہا گیا: جو کچھ دیکھا ہے ہمیں بھی آگاہ کرو۔ اس نے کہا: نہیک ہے۔ میری روح کو میرے جسم سے جدا کر کے فرشتے آسمان کی جانب لے گئے، میں نے چاہا کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور وہ کھل گئے، میں اس طرح آسمان کی بلندیوں پر جاتا رہا یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون تھا؟ لیکن باجھون کہتا رہا: مجھ سے کہا گیا کہ ابھی تیری موت کا وقت نہیں آیا ہے اور تمہارے عمر کے

استئن سال، استئن مہینے اور استئن دن اور لمحے باقی ہیں۔

اس وقت میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ ابو بکر ان کے دامنے اور عمر ان کے بائیں جانب موجود ہیں اور عمر بن عبد العزیزان کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، جو فرشتہ میرے ساتھ تھا اس سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: عمر بن عبد العزیزان ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ رسول خدا سے بہت زیادہ قریب ہیں؟ کہا: انہوں نے ظلم و جور کے عہد میں حق کا بول بالا کیا ہے، یہ دو افراد بھی عہد حق میں حق پر عمل پیرا رہے۔ (۱)

تبصرہ امیٰ

میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ امت مسلمہ میں کوئی ایسا ہو گا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ قبضہ روح پر مامور فرشتہ، موت کی محین تاریخ سے ناواقف تھا، حالانکہ خداوند علیم و حکیم نے اسے اسی کام پر مامور فرمایا ہے، اس کا ارشاد ہے: ﴿فُلِّيَتَوْفَاقُكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِلَّ بِكُمْ﴾ "آپ کہہ دیجئے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہنچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا ہے۔" (۲)

کیا ملک الموت کو خود پسندی کا الزام لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ارادہ خداوندی سے قبل کسی کی روح قبض کر لی، حالانکہ آسمانی کتاب قرآن مجید میں ہے: ﴿هُنَّ اللَّهُ يَتَوَفَّى إِلَيْهِ النَّفْسَ حِينَ مَوْتِهَا﴾ "خداوند عالم ہنگام موت نفس کو قبض کرتا ہے۔" (۳) ﴿هُوَ الَّذِي يُخْيِي وَيُمِيتُ﴾ "زندگی اور موت اس کے دست اختیار میں ہے۔" (۴)

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَيْفَابَا مُؤْجَلاً﴾ "کوئی موجود ارادہ خداوندی

۱- تاریخ ابن عساکر (مختصر تاریخ دمشق) ج ۲۸ ص ۲۲-۲۳؛ تاریخ ابن غذان ج ۲ ص ۳۶۱؛ مرآۃ الہیمان، یافی ج اص ۳۵۱؛ تہذیب التہذیب، ابن حجر ج ۱۱ ص ۳۸۹ (ج ۱۱ ص ۳۳۱)؛ شذرات الذهب ج اص ۲۵۹ (ج ۲ ص ۲۹۰ حادثہ ۱۲۷)؛ دیفات الاعیان (ج ۶ ص ۲۷۲ نومبر ۸۲۳)

سے قبل نہیں مر سکا اس نظام کا وقت پوری طرح سے متعین ہو چکا ہے۔ (۱) ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُنْحِي وَيُمْیِتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولَئِينَ﴾ ”خدائے واحد کے علاوہ کوئی خدا نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آبا اور اجداد کا پورا دگار ہے۔ (۲) ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمٌ﴾ ”ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آئے گا تو ایک گھری کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ (۳) ﴿وَلَكُلٌ أَمْةٌ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَشْتَأِخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ ”ہر قوم کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو ایک گھری کے لئے نہ پیچھے ٹل سکتا ہے اور نہ آگے بڑھ سکتا ہے۔ (۴) ﴿مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ ذَائِبَةٍ وَلَكُنْ يُؤَخْرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمٍ﴾ ”زمین پر ایک ریگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ سب کو ایک معین مدت تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے۔ (۵) ﴿مَا تَرَكَ عَلَيْ طَهْرِهَا مِنْ ذَائِبَةٍ وَلَكُنْ يُؤَخْرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمٍ﴾ ”زمین پر ایک ریگنے والے کو بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مخصوص اور معین مدت تک ڈھیل دیتا ہے۔ (۶) ﴿فَيُمْسِكُ اللَّهُى قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُزِيلُ الْأَخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمٍ﴾ ”پھر جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسروی روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لئے آزاد کر دیتا ہے۔ (۷)

جس طرح سے روح کی جدائی کے بعد بدن کے کسی حصے کی حرکت کو بھینے سے قاصر ہوں اسی طرح یہ سمجھنا غیر ممکن ہے کہ ماہشوں کے پیروکی رگ موت کے بعد تین دن تک حاس س مرکز سے اپنے رابطہ کو منقطع کرنے کے بعد بھی کیسے حرکت کرتی رہی؟

اسی طرح سے اس عبارت ”بلند آسمان میں بند دروازے ہیں، ملک الموت اس کے پہلو میں کھڑے ہیں، آسمان پر جانے والی روح ان سے اجازت لیتی ہے اور وہ اسے کھوں دیتے ہیں“ کا

۱۔ سورہ آل عمران، ۱۳۵

۲۔ سورہ دخان، ۸۷

۳۔ سورہ انعام، ۷۰

۴۔ سورہ عارف، ۳۲

۵۔ سورہ ہم، ۲۱

۶۔ سورہ فاطر، ۳۲

مطلوب بھی سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں۔

جی ہاں اب یہ تمام خرافات بنی امیہ کی ظالم حکومت کی دین ہیں جو اس زمانے میں امت مسلمہ پر پوری طرح مسلط تھے۔

۳۷۔ امام احمد بن حنبل کے لئے خدا کا خط

بشر بن حارث بیمار ہوا، آمنہ آملیہ اس کی عیادت کے لئے آئی، اسی وقت احمد بن حنبل بھی عیادت کی غرض سے داخل ہوئے۔ جب ان کی نظر آمنہ پر پڑی تو بشر سے کہا: اس سے کہو کہ ہمارے لئے دعا کرے۔ بشر نے کہا: خدا سے ہمارے لئے دعا کرو۔ اس نے اس طرح دعا کی: خدا یا! بشر بن حارث اور احمد بن حنبل آتش جہنم سے امان کے خواہش مند ہیں، انہیں عذاب سے نجات عطا کر، اے بہترین مغفرت کرنے والے۔

احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ رات کے وقت آسمان سے ایک خط میرے پاس ہو چا جس میں تحریر تھا: ”بسم اللہ الرحمن الرحيم، ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، اس سے پہلے ہی ہم نے آمادہ کر رکھا تھا۔“ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے صفة الصفوۃ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ (۱)

۳۸۔ الیاس نبی کا فرستادہ اور ایک فرشتہ احمد بن حنبل کی طرف

ابی حفص قاضی سے منقول ہے:

ہندوستان سے ایک شخص احمد بن حنبل کے پاس آیا ہے اور کہا: میں ہندوستان سے آیا ہوں۔ میں چین جانا چاہتا تھا کہ ایک کشتی میرے پاس آئی، اس میں دو افراد سوار تھے، ایک نے مجھ سے کہا: کیا تمہیں

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ج ۲۸ ص ۲۸ (تہذیب تاریخ دمشق ج ۵ ص ۲۳۶ نمبر ۱۳۶)؛ صفتہ الصفوۃ ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۵ نمبر ۲۰)

پسند ہے کہ تم خدا کی اجازت سے احمد کے پاس جا کر ہمارا سلام پہنچاؤ؟ میں نے پوچھا: یہ احمد کون ہے؟ اور تم لوگ کون ہو؟ اس نے کہا: میں الیاس ہوں اور یہ جزیروں کا تکمیلہ فرشتہ ہے، احمد بن خبل عراق میں ہے۔ میں نے کہا: ہاں مجھے پسند ہے۔ چنانچہ دریانے مجھے ساحل الجدہ (۱) تک پہنچایا اور اب میں تمہارا دیدار کر رہوں اور ان دونوں کا سلام پہنچاتا ہوں۔ (۲)

۳۹۔ احمد کا قلم درخت خرماء کو حاملہ کرتا ہے

ابو طالب علی اہن احمد سے مตقول ہے: ایک دن میں ابو عبد اللہ کی خدمت میں پہنچا، وہ بولتے اور میں لکھتا تھا اسی اثنامیں میرا قلم نوٹ گیا، انہوں نے ایک قلم اٹھا کر میرے حوالے کیا، میں اسے ابو علی جعفر کے پاس لایا۔ میں نے کہا: یہ وہ قلم ہے جسے ابو عبد اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس قلم کو درخت پر رکھ دو شاید وہ حاملہ (چہلدار) ہو جائے چنانچہ قلم اس پر رکھا گیا اور درخت حاملہ (چہلدار) ہو گیا۔ (۳)

۴۰۔ احمد کی شلوار کا ازار بند

احمد بن خبل کو زدو کوب کرنے کے لئے باندھا گیا، اچا نک اس کے شلوار کا ازار بند نوٹ گیا، وہ خوف زدہ ہوئے کہ کہیں شلوار نیچے نہ گرجائے اور ان کی شرمگاہ نمایاں نہ ہو جائے، انہوں نے اپنے لبوں کو ہر کرت دے کر خدا سے دعا کی تو ان کی شلوار سابقہ حالت میں واپس آگئی۔ مردی ہے کہ اس نے اپنی دعا میں کہا تھا: اے پناہ دینے والوں کی پناہ اور اے دونوں جہان کے خالق بے شک تو جانتا ہے کہ میں

۱۔ الجدہ: بصرہ کی ایک جگہ ہے جو دنیا کی جنتوں میں سے ایک ہے، شیبان الی بھی وہیں سے منسوب ہے۔

۲۔ مناقب احمد بن خبل ص ۱۴۲ (ص ۱۹۰-۱۹۱ باب ۱۵)

۳۔ مختصر طبقات الحنابلہ ص ۱۱ (ص ۱۵)

نے تیرے لئے قیام کیا ہے لہذا امیری عزت و آبرو کو حفظ کر کے۔ (۱)

۲۱۔ واقعہ آتش سوزی و غرق اور کرامت احمد

ابن جوزی نے قاططہ بنت احمد سے نقل کیا ہے:

اس کا بیان ہے کہ میرا بھائی صالح جس نے جلد ہی قبلہ عبایہ میں شادی کی تھی اور اس نے تقریباً چار ہزار دینار بھیجا تھا، اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور سارا مال و متاع آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گیا۔ صالح کہتا ہے: میں مال و متاع کی بر بادی پر گئیں نہیں ہوں صرف اس لباس کے جلنے کا افسوس ہے جو میرے والد کی لکلیت تھی، وہ اس میں نماز پڑھتے تھے، میں اس میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرتا تھا۔ فاطمہ کا بیان ہے کہ فوراً ہی آگ خاموش ہو گئی، جب لوگ گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لباس محفوظ ہے اور اس کے اطراف کی تمام چیزیں حلی پڑی ہیں۔

ابن جوزی لکھتے ہیں: قاض القضاۃ علی ابن حسین زینی نے اس آتش سوزی کے واقعہ کو اس طرح نقل کیا ہے لیکن وہ لکھتے ہیں کہ گھر کی تمام چیزیں جل کر خاکستر ہو گئیں صرف احمد کی تحریر کا ایک خط محفوظ رہ گیا۔ ان کا بیان ہے کہ ۵۵ھ میں جب بغداد میں سیلا ب آیا تو میری تمام کتابیں پانی کی زد میں آگئیں اور بہہ گئیں صرف ایک کتاب محفوظ رہ گئی جس میں احمد کی تحریر کے دو صفحات موجود تھے۔ (۲)

ذہبی اور یاقوتی لکھتے ہیں: ان کی کرامتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ احمد بن حبل کا تمام مقبرہ غرق ہو گیا صرف وہ مجرہ محفوظ رہا جس میں ان کی ضریع تھی، اس مجرے میں صرف ایک باشت تک پانی پہنچا، پھر خدا کے اذن سے ٹھہر گیا، قبر کے اطراف میں موجود بوریے بھی محفوظ رہے۔ یہ واقعہ ہمارے یہاں صحیح

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۳۲۵ (ج ۱۰ ص ۳۲۸ - ۳۲۹ حادث ۲۲۷)

۲۔ مناقب احمد بن حبل ص ۳۵۳ (ص ۲۰۷ باب ۹۲)

ہے، سیلا ب بڑی بڑی لکڑیوں کو بھالے گیا تھا۔ (۱)

علامہ امیمی فرماتے ہیں: اس واقعہ کی صداقت کے سلسلے میں یہی جاننا کافی ہے کہ آج اس مرقد مطہر کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے، سیلا ب نے اسے پوری طرح نابود کر کے اس کا نام و نشان تک مٹا دیا ہے، ایسا لگتا ہے جیسے دہاں کچھ تھا ہی نہیں۔

۳۲۔ خدا ہر سال احمد کا دیدار کرتا ہے

ابو بکر بن مکارم ابی یعلیٰ حربی کا بیان ہے:

ایک سال رمضان المبارک سے قبل شدید بارش ہوئی اور کئی دنوں تک جاری رہی۔ میں رمضان کی ایک رات کو سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق احمد بن حبیل کی قبر کی زیارت کے لئے آیا ہوں، اچاکہ نظر پڑی کہ احمد کی قبر اپنی سطح سے بلند ہو چکی ہے، دل میں سوچا کہ شادید بارش کی کثرت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، اسی وقت قبر سے آواز آئی نہیں! بلکہ حق جل شانہ کی بیت کی وجہ سے یہ حالت ہوئی ہے، خداوند عالم میری قبر کی زیارت کیلئے آیا ہے، میں نے اس سے ہر سال اپنی قبر کی زیارت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: اے احمد! اس شرف کی علت یہ ہے کہ تم نے میرے کلام کی نظرت کی ہے، تمہاری وجہ سے آج میرا کلامِ محابر ابوں میں پڑھا جاتا ہے۔ میں نے نزدیک جا کر قبر کا بوس لیا، پھر کہا: اے میرے آقا! صرف آپ ہی کی قبر کا بوسہ کیوں لیا جاتا ہے؟ کہا: اے فرزند! یہ میری کرامت نہیں ہے، بلکہ رسول خدا کی کرامت ہے کیوں کہ آخر نظرت کے چند بال میرے پاس موجود ہیں، آگاہ ہو جاؤ کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ماہ مبارک میں میری زیارت کے لئے آئے، اس بات کی دو مرتبیہ تکرار کی۔

پانچویں جلد میں امام احمد بن حبیل کی زیارت کے غلو آمیز نمونے پیش کئے گئے ہیں، آپ ان کا

۱۔ مرآۃ الجمân ج ۲۲ ص ۲۷۳؛ شذرات الذہب ج ۲۶ ص ۶۶ (ج ۸۸ ص ۱۱۹ حوارث ۲۶۷ھ)؛ مسلم اخوان، خالدی ص ۹۸

مطالعہ کر سکتے ہیں، اگر یہ خواب حقیقت پر منی ہوتے تو کتنے اچھے ہوتے۔

۳۳۔ احمد اور مکر و نکیر

عبداللہ بن احمد سے مقول ہے: میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھ کر سوال کیا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا: اس نے مجھے بخش دیا۔ میں نے پوچھا: آپ کے پاس مکر و نکیر آئے؟ کہا: ہاں! انہوں نے سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ میں نے کہا: سبحان اللہ! اشرم نہیں آتی ایسا سوال کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! ہم معدود ہیں، ہمیں اس کام پر مأمور کیا گیا ہے۔ (۱)

تبصرہ اعلیٰ

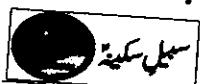
احمد بن حبیل قبر کے حدود میں دو حصوم فرشتوں پر کتنی جسارت و جرأت کے مرکب ہوئے ہیں، وہ دنیا کے عمومی احترام و ناموس سے کتنے بے خبر تھے کہ قبر میں بھی سوالی بن بیٹھے، حالانکہ سب کچھ خداوند عالم کے حکم سے انجام دیا جاتا ہے، یہ روایت کس فضیلت کو ثابت کرنا چاہتی ہے؟ روایت میں ہے: جب مکر و نکیر آئے تو عمر بن خطاب بہت خوف زده ہو گئے تھے (۲) حالانکہ بقول عکرمہ: یہی وہ عمر ہیں

۱۔ مذاقب احمد بن حبیل ص ۲۵۲ (ص ۲۰۶ باب ۹۷)

۲۔ صباح الظلام ج ۲ ص ۵۶ (ج ۲ ص ۱۳۲) پر سید جوادی لکھتے ہیں: خداوند عالم نے عالم برزخ کا علم حضرت علیؑ کو عطا فرمایا تھا، چنانچہ عمر بن خطاب کی موت کے بعد حضرت ان کے قبر کے اوپر بیٹھتا کہ مکر و نکیر سے ان کی گنگوں سکیں، دونوں فرشتے عمر کے پاس آئے، دیکھتے ہی عمر پر کچھی طاری ہو گئی۔ پھر ان کے سوالوں کا جواب دیا۔ مکر و نکیر نے کہا: سو جاؤ۔ عمر نے کہا: تمہارے خوف سے جو لرزہ طاری ہے، اس کی وجہ سے کیسے سوؤں؟ حالانکہ میں رسول خدا کا صحابی ہوں، خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جب بھی کسی مومن کے سامنے آؤ تو بہترین صورت کے ساتھ۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ علیؑ بن ابی طالب نے عمر سے کہا: اے خطاب کے بیٹے! سو جاؤ، خداوند عالم مسلمانوں کی طرف سے تمہیں جزاۓ خیر دے، تم نے لوگوں کو حیات و موت دونوں میں فائدہ ہیوں نچایا۔ پڑھئے اور ہنسئے!

جنہوں نے جب جام کو اپنے پاس لایا اور اس کے پاس کھانے تو اس کی بیت سے اس کی شلوار گیلی ہو گئی، چنانچہ عمر نے اس کے عوض چالیس درہم عطا کیا۔ (۱)

ان دو فرشتوں کو خدا کی بارگاہ میں جا کر شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ امام احمد بن حبل نے انہیں طمانچہ نہیں مارا اور ان کی آنکھوں کو بے نور نہیں کیا۔ احمد بن حبل نے وہ کام نہیں کیا جو ابو ہریرہ کے خیال میں موسیٰ نے ملک الموت کے ساتھ کیا تھا۔ (۲) چنانچہ ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں جا کر کہا: مجھے ایسے انسان کی روح قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا، پھر خدا نے ان کی آنکھوں کی بینائی واپس کی۔ (۳)



طبری کے الفاظ ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آٹھ کار آتے تھے چنانچہ جناب موسیٰ کے پاس بھی آئے، انہوں نے ان کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر کے انہا کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس نے خدا کی بارگاہ میں آ کر کہا: خدا یا! تیرے بندے موسیٰ نے مجھے انہا کر دیا ہے، اگر وہ تیری بارگاہ میں خصوصی احترام و اکرام کا حامل نہ ہوتے تو میں ان کے ساتھ تھی سے پیش آتا اور چھڑے اڑا دیتا۔ خدا نے کہا: میرے بندے موسیٰ کے پاس جا کر کہو کہ اپنی ہتھیلی کو گائے کے بدن پر رکھے، اس میں آئے ہوئے بال کے برابر اس پر عذاب کیا جائے گا، ورنہ وہ الموت کے لئے تیار ہو جائے، اسے ان دونوں میں سے کسی کا اختیار دو۔ راوی کا بیان ہے: ملک الموت نے آ کر پیغام پہنچایا، انہوں نے الموت کو اختیار کیا۔ جناب موسیٰ نے پوچھا: اس کے بعد کیا ہو گا؟ کہا: الموت۔ موسیٰ نے کہا: تو پھر اسی وقت میری روح قبض کرلو۔ چنانچہ انہوں نے ایک سانس کھینچی اور ان کی روح نفس غصري سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد ملک الموت

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۱ (ج ۲ ص ۲۰۷)؛ زارع بغداد ج ۱۳ ص ۲۱۵؛ زارع عمر، ابن جوزی ص ۹۹ (ص ۱۷۵).

باب (۲۵)، کنز العمال ج ۶۲ ص ۳۳۱ (ج ۱۲ ص ۵۵۲) ح ۲۵۲۶.

۲۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۲۳۹) ح ۱۲۷۲؛ فی الجواب المختصر ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۱۵۰) ح ۳۲۲۶.

باب وفات موسیٰ: صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۰۹ (ج ۳ ص ۵۲۱) ح ۲۲۷۲؛ مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۵ (ج ۲ ص ۱۰۶) ح ۸۰۵۲، الرأس للعلقی ص ۹۳ (ص ۲۲۷).

۳۔ سنن نسائی ج ۳ ص ۱۱۸.

پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ (۱)

حکیم ترمذی مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں: ملک الموت لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ چنانچہ جب موئی کے سامنے بھی آئے تو انہوں نے ایک طماںچہ رسید کر کے انہا کر دیا۔ اس کے بعد وہ پوشیدہ طور پر لوگوں کے سامنے آتے تھے۔ شعرانی نے یہ روایت ”مخترذ کرۃ الفطیی“ میں نقل کی ہے۔ (۲)

جس ملک الموت کو خداوند عالم نے خصوصی قدرت سے بہرہ مند فرمایا ہے، کس میں ہمت ہے جو اسے اظہار قدرت سے روک دے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ وہ ایک انسان سے طماںچہ کھا کے انہی ہو جائیں اور پھر خوف و حشت اتنا بے حال و بے چارہ کر دے کہ ان کے ماتحت موجود دوسری خلوقات سے وہ مخفی و پوشیدہ ہو جائیں اور خدا کے حکم کے بعد بھی ان پر تصرف کرنے سے قادر رہیں؟ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ملک الموت کو بھینجنے والے خدائے سجان نے ملک الموت کو ایسی قدرت و طاقت سے بہرہ مند کیوں نہیں کیا کہ وہ تمام خلوقات پر مسلط رہیں تاکہ پھر کسی میں ان سے بد تیزی کرنے کی جرأت نہ ہو، کوئی ان کی آنکھوں کو بے نور نہ کرے، ان کے چہرے پر طماںچہ نہ مارے اور خدا کا یہ فرستادہ کسی کے خوف سے خود کو نہ چھپائے۔ کیا یہ کسی قسم کی غفلت کی بیانار پر تعابیا خداوند عالم کی قدرت کا خزانہ ختم ہو چکا تھا۔ یا پھر یہ کہ نعوذ باللہ عالم الغیب خدا اس واقعہ سے بے خبر تھا اور یہ واقعہ اچاکٹ ظہور پذیر ہو گیا؟ ظالم و شکر جو کہتے ہیں خداوند عالم اس سے کہیں بلند و برتر ہے۔

اب آپ میرے ہمراہ آئیے تاکہ معصوم بنی حضرت موئی کے عمل پر ایک نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ وہ ملک الموت پر کتنی عظیم جرأت و جسارت کے مرکب ہوئے ہیں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ملک الموت خدائے بزرگ و برتر کا نمائندہ ہے؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ جب موت آتی ہے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی اور طماںچہ مارنے اور انہا کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فرض کریں کہ ملک الموت ان سے خوف زدہ ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے تو اسی صورت میں خداوند عالم

ایک دوسرے طاقت و رفتہتے کو بھیج سکتا تھا اس لئے کہ خدا ہر حال صاحب قدرت ہے اور قضاۓ و قدر الہی سے کسی کو راہ فرا نہیں۔ فرض کریں موسیٰ ملک الموت سے بھی گئے تو کیا وہ بھینجے وانے کی قدرت سے خوف زدہ نہیں ہوئے؟ خداوند عالم اس بات سے پاک و منزہ ہے کہ اس سے ایسی جھوٹی باتیں اور افڑا پروازیاں منسوب کی جائیں، وہ ان جھوٹوں اور افڑا پروازوں سے سخت انتقام لے گا۔

ان بیانات پر شرف الدین عامل کی دلیل کا بھی اضافہ کریں، وہ کتاب ابو ہریرہ میں لکھتے ہیں:

”هم اصحاب رس، فرعون اور ابو جمل وغیرہ سے بیزاری کا اظہار گیوں کرتے ہیں اور ان پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ کیا اس لئے نہیں کہ انہوں نے حکم خدا کی تبلیغ کرنے والے انبیاء کرام کو آزاد را ذیت پیوں نچائی۔ لہذا ہم اعمال و افعال کو انبیاء کرام سے کیسے منسوب کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں، یہ تو خداوند عالم پر کھلا بہتان ہے۔ پھر یہ کہ ہمیں معلوم ہے کہ روز قیامت تک کی تمام خلوقات کی قدرت ملک الموت کی قدرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اگر ایسا ہے تو جناب موسیٰ نہیں طمانچے کیسے مار سکتے ہیں؟ خود ملک الموت نے اپنا وقایع کیوں نہیں کیا؟ جب وہ خدا کی جانب سے قبض روح پر مامور تھے تو انہوں نے جناب موسیٰ کی روح کیوں قبض کی؟ اصولی طور پر ملک الموت صاحب چشم ہی کہاں تھے کہ وہ اندھے ہوتے۔ یہ نہ بھولئے کہ کملک الموت کے تضییع حق اور موسیٰ کے وسط سے طمانچے کھانے کے واقعہ کو توریت کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، خداوند عالم فرماتا ہے: ”اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدله جان اور آنکھ کا بدله آنکھ اور ناک کا بدله ناک اور کان کا بدله کان اور دانت کا بدله دانت ہے اور زخموں کا بھی بدله لیا جائے گا“۔ (۱)

یہ تمام پانچ امام احمد بن حنبل کی کرامتوں میں وکھی جاسکتی ہیں، اس کے اور بھی نہ نو نے مذکور ہیں۔ ایک عاقل انسان کے سامنے ان باتوں کو بیان کیا جائے تو کس حد تک انہیں قبول کرے گا؟ ہاں! جاہل گنوار کی بات ہی پچھا در ہے۔ یہ صرف احمد کے تجویز اور بھی خواہ ہیں جو ان بیہودہ باتوں کو پیش کرتے ہیں اور انہیں قبول بھی کر لیتے ہیں۔ افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب ہم عقل و منطق میں آنے والی ان سے

۱۔ کتاب ابو ہریرہ ص ۸۶ (ص انگریز)؛ روایت کا آخری قتلہ سورہ مائدہ ۲۵ کی طرف اشارہ ہے۔

بھی کتر کرامتوں کو اپنے معصوم اماموں اور اہل بیت رسول سے منسوب کرتے ہیں تو لوگ چیختے چلانے لکھتے ہیں، بے تابی ساتویں آسمان پر نظر آتی ہے اور ہر طرف تقید کا بازار گرم ہو جاتا ہے کہ حیرت انگیز، یہ معقول نہیں، حدیث جھوٹی ہے، یہ شیعوں کی افتراض اپردازی ہے اور رافضیوں کا دعویٰ۔ وہ کہتے ہیں: اگر اس کی سند صحیح بھی ہوتی بھی اسے قبول نہیں کیا جاسکتا، دل میں چھین سی محوس ہوتی ہے، یہ درست نہیں...۔

۳۲۔ امام مالک ہر رات رسول کی زیارت کرتے ہیں:

حریفیش "الروض الفائق" میں شیعہ بن سعید قصیر کا قول نقل کرتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا: میں نے ہر رات خواب میں رسول خدا کی زیادت کی ہے۔ (۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں: کیا جس دعویٰ کی صرف امام مالک نے خود ہی خبر دی ہے، اسے جھوٹا خیال کریں گے یا اس سعید کو جھوٹا کہیں گے جس کا نام قصیر اور حقیر ہے؟! یا اس کو اس کو نقل کرنے کے سلسلے میں حریفیش سے باز پر س کی جائے گی؟!

منکروں کے ساتھ امام احمد بن حنبل کی طرح منکروں کے ساتھ امام مالک کا بھی ایک واقعہ ہے جو واقعہ احمد سے قطعی کم نہیں ہے: شعر افی "المیزان" میں لکھتے ہیں: جب شیخ ناصر الدین لقانی کی وفات ہوئی تو ایک نیک انسان نے انہیں عالم خواب میں دیکھ کر کہا: خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انہوں نے کہا: جب دو فرشتوں نے سوال کرنے کے لئے مجھے میں بیخیا تو امام مالک ان کے پاس آ کر بولے: تم لوگ ایسی عظیم شخصیت کے حامل انسان سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کیسے کر سکتے ہو؟ اس سے دور ہو جاؤ۔ اسی وقت وہ دونوں فرشتوں نے وہاں سے چلے گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: کون سا مجرم خوابوں کی تعبیر زیان کر سکتا ہے؟! ہر مجرم جانتا ہے کہ یہ سب باطل خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں: ہاں! جو لوگ جھوٹے فضائل کی جمع و ترتیب میں مصروف ہیں

انہوں نے ان خوابوں کو صحیح سمجھتے ہوئے غلوآمیز فضائل میں ان سے مددی ہے۔ گویا ان کے خیال میں ان دونوں فرشتوں کو معلوم نہیں تھا کہ کس سے اس کے ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہئے، خدا کی اجازت کے بغیر اپنی طرف سے سوال کیا۔ اس کم عقلی پر خدا ہی کی پناہ چاہتا ہوں۔

۳۵۔ خدا کے لئے رلیش تراشی

حافظ ابو قیم ”حلیۃ الاولیاء“ میں ابو نصر سے نقل کرتے ہیں:

میں نے احمد بن محمد نہادی سے یہ سنا: شبلی (۱) کا غالب نامی بیٹا فوت ہوا، اس کی ماں نے عمر کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے، شبلی کی ڈاڑھی طویل تھی، انہوں نے بھی حکم دیا کہ ان کی ڈاڑھی چھیل دی جائے۔ جب ان سے سوال کیا گیا: استاد! آپ نے اپنی ڈاڑھی کیوں چھلوا دی؟ جواب میں کہا: جزت هذه الشعرها على مفقود فكيف لا اخلق لعيتى انا على موجود ”اس عورت نے اپنے بیٹے کی وجہ سے اپنے بال چھلوا دیئے ہیں، میں اپنی ڈاڑھی اس خدا کے لئے کیوں نہ چھلوا دیں جو بیشہ موجود ہے“۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں: شباش ہے ایسے فقیہ پر جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، مر جا ایسے اولیاء پر جو اپنے آپ کو پاگل پن کی حد تک پہونچا کر دین اسلام کے احکام سے بھی واقف نہیں ہیں، ابو قیم جیسے افراد کو سلام جنہوں نے اپنے بزرگوں کے لئے ایسی کرامتوں اور روایات کو جمع کر کے اسے لکھ مارا ہے۔ ماکلی نہ ہب کا یہ بر جستہ فقید اپنے نہ ہب کے امام ”مالک“ کے فتوی سے کیسے بے خبر ہے جنہوں نے ڈاڑھی چھیننے کو حرام قرار دیا ہے، حالانکہ مالک کی طرح اس حکم کو تمام نہ ہب نے قبول کیا ہے؟! کیا جس نے میں سال تک حدیث کی تعلیم دی ہے، اس نے رسول خدا کی ان احادیث کو نہیں دیکھا جو آنحضرت سے ڈاڑھی چھیننے کی حرمت کے سلسلے میں مردی ہیں؟! جیسے یہ احادیث:

۱۔ ابو بکر دلف بن محمد رضی، عالم اور محدث تھے ۲۲۲ ہجری یا ۳۴۵ ھجری میں فوت ہوئے۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱۰، ص ۲۷۰

۱۔ ابن عمر سے مرفوع حدیث مروی ہے: اعفوا اللھی واحفو الشوارب خالفو
المسکن کین "مسکون کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی ڈاڑھیوں کو طویل اور موچھوں کو چھوٹی رکھو۔" (۱)
۲۔ ابن عمر کہتے ہیں: ان رسول اللہ امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللھی "رسول خدا
اپنی موچھوں کو چھوٹی اور ڈاڑھیوں کو بڑی رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔" (۲)

۳۔ جوں کے متعلق عمر کی حدیث ہے: انہم یو فرون سبالهم و يحلقون لحام فحالقوهم
"وہ اپنی موچھیں بڑی رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھی چھیل دیتے ہیں، لہذا تم لوگ ان کی مخالفت کرو۔" (۳)
۴۔ عمر بن شعیب نے اپنے والد اور اپنے دادا سے نقل کیا ہے: ان النبی کان يأخذ من لحيته
من عرضها و طولها "رسول خدا اپنی ڈاڑھی چھوڑ دیا کرتے تھے اور صرف اس کے طول و عرض کو
چھوٹا کیا کرتے تھے۔" (۴)

شبی کے ہم کیوں پر یہ کیے مخفی رہ گیا: ڈاڑھی چھیننا ایک طرح سے خداوند عالم کی خلقت میں
دستی پیدا کرنا ہے، جس کی آیہ مبارکہ ﴿لَآمْرَنَّهُمْ فَلَيَغِيْرُنَ خَلْقَ اللَّهِ﴾ (شیطان نے کہا): میں
ان کو حکم دوں گا کہ خداوند عالم کی خلقت میں تبدیلی کریں۔ میں ممانعت کی گئی ہے۔
اسی آیہ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے بعض علماء نے مبالغہ آرائی کرتے ہوئے
ڈاڑھی اور موچھے چھیلنے کو مورتوں کے لئے بھی حرام قرار دیا ہے۔ (۵)

قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ڈاڑھی، موچھہ اور زیر لب بال اگر عورتوں کے چہرے پر اگ آئیں تو ان کا چھیننا جائز نہیں ہے
کیوں کہ یہ فعل خلقت خداوندی میں تبدیلی لانے کے مترادف ہے۔" (۶)

۱۔ صحیح سلمان ح اص ۱۵۳ ح ۲۸۲ (ج اص ۲۵۹ ح ۲۸۲)؛ المسن الکبری ح اص ۱۶ (ج اص ۲۶ ح ۱۳)

۲۔ صحیح سلمان ح اص ۱۵۳ (ج اص ۲۸۲ ح ۲۵۹)؛ مسن ترمذی ح اص ۲۲۱ (ج ۵ ح ۸۸ ح ۲۷۳)

۳۔ الاحسان فی تحرییب صحیح ابن حبان (ج اص ۲۸۹ ح ۵۲۷۶)؛ کتاب المختصر عن حل الاسفار (ج اص ۱۲۹)

۴۔ صحیح ترمذی ح ۱۰ اص ۲۲۰ (ج ۵ ح ۸۷ ح ۲۷۲)

۵۔ حیث الباری، طبری (ج ۱۰ اص ۳۱۰) ۶۔ الجامع لحاکم القرآن اص ۲۹۳ (ج ۵ ح ۵۵ ح ۲۵۲)

شبلی پر ابن حزم ظاہری کی بات کیسے پوشیدہ رہ گئی جس نے "مراتب اجماع" (۱) میں لکھا ہے کہ سب کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی چھیننا، مثلہ کرنے کے متراوف ہے، خاص طور سے خلیفہ اور فاضل و دانشور کے لئے جائز نہیں ہے اور جو لوگ اپنی ڈاڑھی چھینتے ہیں ان کی گواہی قبل قول نہیں ہے۔ (۲)

اس مسئلہ میں استاد حفظ نے اپنی کتاب "الابداع فی مفهوم الابداع" (۳) میں مذاہب اربعہ کے نظریات کو صحیح کیا ہے، جو سب سے زیادہ کامل ہے، وہ لکھتے ہیں:

"عہد حاضر میں لوگوں کی قبیع ترین عادت "ڈاڑھی چھیننا اور موچھیں بڑھانا" ہے، یہ بدعت غیروں کی ہم شنی اور ان کے بیان رفت و آمد کرنے سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں نے دین کی زیبائش کو قبیع بنالیا ہے اور اپنے رسول کی سنت کو بدل دیا ہے..."

حالانکہ مذہب اربعہ ڈاڑھی بڑھانے کو واجب اور اسے چھیننے کو حرام قرار دیتے ہیں:

- مذہب حنفی: المختار کے مولف لکھتے ہیں:

ڈاڑھی چھیننا لوگوں پر حرام ہے، کتاب نہایت میں واضح طور سے موجود ہے کہ ڈاڑھی اتنی بڑی ہوئی چاہئے کہ انسان کی مٹھی میں آجائے، ہورت نما مردوں اور مغربیوں کی طرح ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی چھوٹی کرنا حرام ہے اور تمام ڈاڑھی کو چھیننا ایسا فعل ہے جسے یہودی اور بھوی انجام دیتے ہیں۔

- مذہب مالکی: پوری ڈاڑھی چھیننا یا اتنی کم کرنا کہ مثلہ کا گمان ہونے لگے، حرام ہے، لیکن اتنا کم کیا جائے کہ اسے مثلہ نہ کہا جا سکے تو وہ پہلے کے مخالف یا پھر مکروہ ہے، یہ فتویٰ شرح رسالہ ابو حسن اور حاشیہ علامہ عدوی سے اخذ کیا گیا ہے۔

- مذہب شافعی: مولف شرح العباب لکھتے ہیں: فائدہ: دو شیخ کہتے ہیں: ڈاڑھی چھیننا مکروہ ہے، ابن رفع نے اس پر اعتراض کیا ہے، کیونکہ شافعی نے کتاب الام میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے۔ اذریج کہتے ہیں: صحیح ترین نظریہ یہ ہے کہ سبب کے بغیر پوری ڈاڑھی چھیننا حرام ہے۔

۱- مراتب اجماع ص ۱۵۷ ۲- مراتب اجماع ص ۱۵۸

۳- یہ کتاب جامعہ ازہر کے استاذ شیخ علی حفظ نے تالیف کی ہے، م ۲۰۵ صفحہ چہارم

۳۔ مذهب حبلى: حبلىوں نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، بعض تو واضح طور پر کہتے ہیں کہ قابل اعتماد نظریہ یہ ہے کہ ڈاڑھی چھیننا حرام ہے۔ ان میں سے بعض "مؤلف الصاف" نے حرمت کی تصریح کے ساتھ ساتھ اس کے برخلاف کسی نظریہ کی نشاندہی نہیں کی ہے، شرح المنشی، شرح منظومہ آداب اور دوسری تمام کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے بھی نظریہ بمحض میں آتا ہے۔

گذشتہ باتوں سے یہ بمحض میں آتا ہے کہ دین خدا اور شریعت مقدس نے ڈاڑھی چھیننے کو حرام قرار دیا ہے جو اسے انجام دے وہ گراہ، جاہل، گناہگار اور رسول خدا کی سیرت سے بے خبر ہے۔

میں ہاں اشتبھی جس نے اپنی ڈاڑھی چھینی، وہ حافظ جس نے اس فعل کی تجدید کرتے ہوئے اسے خدا کی محبت میں سمجھا اور وہ دوسرے افراد جنہوں نے ابو بکر صدیق کی ڈاڑھی کے بارے میں اقوال جمع کئے ہیں، انہیں ڈاڑھی کی نہیں بلکہ عقل و خرد کی ضرورت ہے، جیسا کہ سعائی نے انساب میں مطین (۱) بن احمد کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رایست النبی فی المنام فقلت له: یا نبی اللہ اشتهی لحیۃ کبیرۃ فقال لحیۃ کجیدة وانت محتاج الی عقل قام "میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھ کر ان سے عرض کی: یا رسول اللہ! میں بڑی ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں؛ رسول خدا نے اس سے فرمایا: تیری ڈاڑھی ٹھیک ہے، تجھے عقل کامل کی ضرورت ہے"۔ (۲)

۳۶۔ خداوند عالم نے ابو حامد غزالی سے گفتگو کی

مقام السعادة کے مؤلف لکھتے ہیں:

"ابو حامد غزالی اپنی بعض تحریروں میں لکھتے ہیں: ابتدائے زندگی میں مجھے عرقانی حالتوں اور نیک اور عارف انسانوں کی کرامتوں پر یقین نہیں تھا؛ یہاں تک میرے اوپر ایک حالت طاری ہوئی، میں نے خداوند عالم کو خواب میں دیکھا، مجھ سے فرمایا: اے ابو حامد! میں نے کہا: کیا شیطان مجھ سے گوگفتگو ہے؟

کہا: نہیں، میں خدا ہوں تمام جہتوں (چھ سوتوں) سے آگاہ ہوں، پھر فرمایا: اے ابو حامد! اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو کر ان افراد کے پاس جاؤ جو زمین پر میری توجہات کے مرکز ہیں، یہ وہ افراد ہیں جنہوں نے میری محبت کی راہ میں دونوں دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ میں نے کہا: تجھے تیری عزت کی قسم! ان کے خلاف میری بدگمانی کو بطرف کر۔ خدا نے فرمایا: تمہاری حاجت پوری ہوئی، ان سے دوری کا سبب، تمہاری دنیا دوستی ہے، لہذا اپنے اختیار سے دنیا کو چھوڑ دو! اس کے کہا پنی ناتوانی سے مجبور ہو کر اسے چھوڑو، میں قدسی نوروں میں سے ایک نور تمہارے وجود میں ڈال رہا ہوں، لہذا اٹھو اور کہو۔ ابو حامد کا بیان ہے: میں خواب سے بیدار ہوا، اس وقت میرے پورے وجود پر خوشحالی و سرست مسلط تھی، اپنے استاد شیخ یوسف ناج کے پاس آ کر پورا خواب بیان کیا: وہ مسکرا کر بولے: اے ابو حامد! ابتداء میں ہم سب کی تھی فکر تھی بعد میں ہم نے اسے ختم کیا۔ ہاں! اگر تم میرے پاس آؤ گے تو علم و آگاہی اور جہنم بصیرت سے تمہیں اتنی روشنی عطا کروں گا کہ عرش اور اس میں موجود لوگوں کو دیکھ سکتے ہو، پھر تم اس مرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے کہ ان باقتوں کا مشاہدہ کرو گے جن کا آنکھیں مشاہدہ نہیں کرتیں، تمہارا باطن پاک ہو کر اتنا بلند ہو جائے گا کہ موی کے مانند خدا کی آواز سنو گے: ﴿اَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ ”میں عالمین کا پروردگار، خدا ہوں“۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ مخدود انسان آپ کو سلام کہہ رہا ہے! اے کاش! میں جان پاتا کہ کیا شیطان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور ہر جہت سے آگاہ ہوں؟! چنانچہ عہد قدیم میں بھی جن لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا وہ بھی ایسا کہتے تھے؟! لہذا غزالی کیسے صرف دعوے کی وجہ سے اس کی آواز لگانے والے کو خدا سمجھ بیٹھا؟! وہ مطمئن کیسے ہو گیا کہ وہ شیطان کی آواز نہیں ہو گی؟!

اگر اسے اپنے خواب کی صداقت کا لیتیں تھا اور یہ گمان تھا کہ خداوند عالم نے اس سے ٹنگوکی ہے تو پھر خداوند عالم کے قول ”اپنے باطل خیالات سے دست بردار ہو جاؤ“ کے بعد بھی ان خیالات پر ثابت قدم کیوں رہا اور اسے چھوڑا کیوں نہیں؟! اے کاش! اس کے جعل ساز استاد ”ناج“ کے دوا

خانے میں ایک دوسری دوا ہوتی جو غزالی کی آنکھ اور اس کے دل کو بھی روشن کرتی ہوئی علم و آگاہی سے بہرہ مند کرتی تاکہ وہ عظیم گناہوں کی تجویز نہ کر کے اس کا اعتراف نہ کرتا؟! جس طرح اس نے اپنی کتاب "احیاء" میں دین اسلام کے برخلاف حام کے چور (۱) اور اس جیسے دوسرے واقعات کو صحیح سمجھا ہے۔ نبی مسیح بن یوسف (۲) اور ایسے ہی دوسرے نمونوں کے سلسلے میں اپنی بکواس خیش کرنے سے پرہیز کرتا جو سب کے سب باطل ہیں۔

ناج کی دوامیں کتنی صلاحیت تھی کہ جب غزالی کی آنکھوں میں ہو چکی تو اس نے عرش اور اس پر رہنے والوں کو دیکھنے کے بعد ان چیزوں کو دیکھا جنہیں دیکھنے سے دوسرے افراد قاصر ہیں اور موی کی طرح خداوند عالم کا یہ کلام ﴿اَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ سنा۔ (۳)

آخر میں میں نہیں سمجھ پایا کہ کلام خدا کو سننے والے موئی کے پاس غزالی کی طرح عرش اور اس پر رہنے والے لوگوں کو دیکھنے کی صلاحیت تھی یا نہیں؟! شاید یہ بکواس کرنے والا خود کو اس موئی سے افضل سمجھتا ہے جو اول المعم نبی تھے اور خداوند عالم نے ان کو خطاب کر کے فرمایا تھا: ﴿لَنْ تَرَانِي يَا مُوسَى﴾ "اے موی! تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے۔" (۴) یہ راستے سے بھٹکا ہوا اور جعل ساز جاہد بھی ایسا ہی (موی کی طرح) ہونا چاہئے (ندی کہ وہ خدا کو دیکھ سکنے اور اس کی آوازن سکے)۔

۷۔۲۔ غزالی کی کتاب "احیاء العلوم"

میکنے اپنی کتاب "طبقات" میں لکھا ہے:

"ہمارے عہد میں، مصر میں ایک شخص تھا جو غزالی کی نہمت اور ان کی عیب جوئی کرتا تھا، پھر اس

۱۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۵۰ ملاحظہ کریں

۲۔ اسی کتاب کا صفحہ ۱۵۱ ملاحظہ کریں

۳۔ قصہ ۲۰۰

۴۔ ﴿قَالَ رَبُّ ارْنَى انْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي﴾ امراف ر ۱۳۳

نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا، اس وقت عمر اور ابو بکر آنحضرت کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے اور غزالی بھی ان کے سامنے تشریف فرماتھے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص میری نعمت کرتا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: کوڑا لایا جائے، پھر حکم دیا کہ اس شخص کو غزالی کی نعمت کی وجہ سے کوڑے لگائے جائیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اس کی پشت پر کوڑے کے ثنا نات موجود تھے، وہ ہمیشہ گریہ کرتے ہوئے لوگوں سے پورا واقعہ بیان کرتا تھا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ خواب کتنا اچھا ہے، اگر خواب سچے ہوتے امیں اس کتاب کے مؤلف کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ وہ احیاء العلوم جیسی ایک کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اسے صحیح سمجھے جس کی مختلف جگہیں شریعت مقدس اسلام کی مخالف ہیں۔

ابن جوزی " منتظم " میں لکھتے ہیں:

اس نے قدس میں کتاب احیاء کو لکھنا شروع کیا اور شام میں انجام تک ہیو نچایا، اس نے یہ کتاب صوفی مذہب کی اساس پر قائم بند کرتے ہوئے فرقے کے قوانین کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے؛ جیسے خود پسندی کو ختم کرنے اور جہاد بالنفس کے متعلق کہتا ہے: ایک شخص اپنے اندر سے خود پسندی کو ختم کرنا چاہتا تھا، اسی لئے وہ حمام میں داخل ہوا اور دوسرے شخص کے لباس کو اپنے لباس کے اندر پہن کر آہستہ سے اس طرح حمام سے نکلا کر دوسرے اس کی چوری کی طرف متوجہ ہو گئے اور اسے گرفتار کر کے اس کا نام " حمام کا چور " رکھ دیا۔ اخلاق کی تعلیم کے لئے شاگردوں سے یہ داستان بیان کرتا قیمع عمل اور انتہائی ندیوم ہے اس لئے کہ فقہ اسلام ایسے کاموں کی نعمت کرتا ہے، چنانچہ اگر حمام میں محافظ ہوں اور کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ اسکی باتیں بیان کرنا مناسب نہیں جو لوگوں کو گناہوں پر ورغلائیں۔ اس نے اپنی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھا ہے: ایک شخص نے گوشت خریدا، لیکن گرفتک لے جانے میں خجالت محسوس ہوئی، اسی لئے اس نے گوشت کو اپنی گردن پر لٹکا کر لوگوں کے درمیان راستے طے کرنے لگا کہ یہ کام از انتہائی قیمع اور ندیوم ہے۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں جن کو بیان کرنے

کی چند اس ضرورت نہیں، میں نے اس کتاب کی غلطیوں کو جمع کرنے کے اس کا نام ”اعلام الاحیاء باعلاف طالحیاء“ رکھا ہے، میں نے اس کتاب کی بعض غلطیوں کو اپنی دوسری کتاب ”تلہیس الٹیس“ (۱) میں بھی خوشنہ کیا ہے۔ (۲)

ابن جوزی ”تلہیس الٹیس“ میں لکھتے ہیں:

”ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ میرے بعض استاد جو ابتداء میں شب بیداری اور عبادت کے لئے کھڑے ہونے میں سستی اور تھکن کا احساس کرتے تھے، وہ پوری رات سر کے بل کھڑے رہتے تھے تاکہ یہ عادت بن جائے اور کھڑے ہونے اور شب بیداری میں آسانی ہو۔“

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض نے روپیہ اور مال دنیا سے اپنے ارتباط کو ختم کرنے کے لئے اپنا پورا مال و متاع بچ دیا اور اس خوف سے کل لوگوں پر بخشش کا مظاہرہ کرنے سے عجب اور خود پسندی میں گرفتار نہ ہو جائیں، انہوں نے پورا روپیہ دریا میں بھاڑا دیا۔

وہ لکھتا ہے: ان میں سے بعض برداری اور طلم کی عادت پیدا کرنے کے لئے ایک شخص کو کرایہ پر لیتے تھے تاکہ لوگوں کے سامنے انہیں برا بھلا کے۔

وہ کہتا ہے: کچھ دوسرے لوگ شدید شہذک اور طوفانی ہوا میں دریا میں داخل ہوتے تھے تاکہ موجود کے درمیان شجاعت و بہادری سیکھیں۔ (۳)

پھر ابن جوزی لکھتے ہیں:

مولف کہتا ہے: ان تمام باتوں سے زیادہ عجیب و غریب یہ ہے کہ ابو حامد ان باتوں کو نقل کر کے ان کا مسکن نہیں ہے؟! ہاں اورہ مسکن کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس نے دوسروں کی تعلیم کے لئے یہ واقعات نقل کئے ہیں؟! ابو حامد نے ان واقعات کو نقل کرنے سے قبل لکھا ہے کہ مناسب ہے کہ استاد نے آنے والے

۱۔ تلہیس الٹیس (ص ۳۵۲-۳۶۲)

۲۔ المختتم ج ۹ ص ۱۶۹ (ج ۷ ص ۱۲۵ نومبر ۱۹۹۹)

۳۔ تلہیس الٹیس ص ۳۵۲

شگرد کی حالت ملاحظہ کرے، اگر اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہو تو اس سے لے کر راہ خیر میں استعمال کرے تاکہ اس کا نفس پر سکون ہو جائے اور مال دنیا شاگرد کی توجہات کو جلب نہ کرے، اگر اس پر خود پسندی مسلط ہو تو اس کو حکم دے کر بازار میں جا کر گدائی اور فقیری کرے اور لوگوں بے کمک کا مطالبہ کرے، اگر اس پرستی اور کاملی مسلط ہو تو بیت الخلاء کی نظافت، گندی جگہوں پر جھاؤ دینے اور باور پی خانے کا کام پرداز کرے۔ اگر وہ زیادہ کھانا کھاتا ہو تو اسے روزہ رکھنے کا حکم دے، اگر وہ مجرد ہے اور روزہ رکھنے سے بھی اس کی شہوت کم نہیں ہو رہی ہے تو اسے حکم دے کہ رات میں صرف پانی سے افطار کرے اور دوسری کوئی چیز نہ کھائے، اور دوسری رات صرف روٹی سے افطار کرے اور پانی نہ پیئے، اسے گوشت کھانے سے روکا جائے۔

اس کے بعد ابن جوزی لکھتے ہیں:

مجھے ابو حامد پر تجہب ہے کہ وہ ایسے افعال کا حکم کیسے دے رہا ہے جو اسلام سے میل نہیں کھاتے؟! پوری رات سر کے بل کیسے کھڑا رہا جا سکتا ہے حالانکہ یہ عمل سر و صورت میں خون سراہت کرنے کا موجب بنتا ہے اور اس سے بیماری ہو جاتی ہے؟! دریا میں اموال بہانا کیسے جائز ہو سکتا ہے حالانکہ رسول خدا مال کو برپا کرنے کی صفائح فرماتے تھے؟! کیا دشام طرازی اور مسلمان کی آبروریزی جائز ہے؟! کیا طوفانی ہوا میں دریا میں جانا جائز ہے؟! حالانکہ دریا کی طوفانی ہوا میں مسافر کی گردن سے حج کا وحوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے اندر کام کرنے کی ملاحتیت ہے، اس کے لئے فقیری اور دوسروں سے درخواست کیسے مناسب ہو سکتی ہے؟! ابو حامد نے اپنے فتحہ دین کو کتنے سنتے میں صوفی گری کے حوالے کر دیا ہے۔

اسی طرح ابن جوزی لکھتے ہیں:

ابو حامد نقل کرتا ہے: ابو تراب نے ایک شہنشی رات میں اپنے مریدوں سے سے کہا کہ ابو زید کو ایک مرتبہ دیکھنا، ستر مرتبہ خدا کو دیکھنے سے بہتر ہے۔

ابن جوزی اس کے آگے لکھتے ہیں:

میں اس سے کہتا ہوں: وَ هَذَا فُوقُ الْجَنُونِ بَدْرِ جَاهٍ "یہ بات پاگل پن اور دیواگی سے بھی بالاتر ہے۔"

یہ تھے احیاء العلوم کے بارے میں ابن جوزی کے کلمات کے چند نمونے۔ جو اس کتاب کا دقت نظر سے مطالعہ کرے گا وہ اس کتاب کو ابن جوزی کی باتوں سے بھی زیادہ قیچی اور مذموم محسوس کرے گا۔ یہی جاننا کافی ہے کہ وہ گیت، گانے، لہو و لعب اور گیت گانے والی ناختم عمرتوں کی آواز، جنگ کے وسائل سے رقص و سرور کرنے وغیرہ کو حلال سمجھتا ہے، وہ اپنے ذیل نظریہ کی تقویت اور اثبات کے لئے رسول خدا کی طرف ان تمام قیچی افعال کی نسبت دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح مضراب (پیانو) کی آواز حرام ہے اس طرح عورت کی آواز حرام نہیں ہے بلکہ صرف اس وقت حرام ہے جب گناہوں میں ملوث ہونے کا خوف ہو۔ لہذا ان قیاسوں اور صرائع کلمات کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ گانا، رقص و سرور، تالی، بجا، جنگی وسائل سے کھینا اور خوشحالی کے وقت زیگی اور جوشی عورتوں کا ناقص دیکھنا حلال ہے جیسے عید کے دن، شادی یا یہ کے وقت، ولیمہ، عقیقہ، ختنہ اور دوسرے خوشی کے اوقات میں یہ کام انجام دیا جا سکتا ہے اسی طرح دوستوں سے ملاقات کرتے، کسی محفل میں اکٹھا ہوتے، کھانا کھاتے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے وقت یہ افعال جائز ہیں، ایسی بھجوں پر گانا سننے کے جواز کا بگان بھی پیدا ہوتا ہے۔" (۱)

احیاء العلوم کی مخلاتوں اور پارسائی کا دعویٰ کرنے والے اس کے مولف کی جہالت و نادانی پر دلالت کرنے والے امور میں سے لعنت کے متعلق اس کا پچھا اور ذیل نظریہ بھی ہے؛ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"خلاصہ: لوگوں پر لعنت کرنا خطرے سے خالی نہیں، اس سے پرہیز کرنا چاہئے، مثال کے طور پر شیطان پر لعنت کرنے سے پرہیز کرنے اور خاموش رہنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، غیر شیطان کی توبات ہی کچھ اور ہے کہ تینی طور پر ان پر لعنت پہنچنے سے سے پرہیز کرنا، خطرے سے خالی ہے۔ اگر پوچھا جائے: کیا اس زیب پر لعنت کرنا جس نے حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم صادر کیا، جائز ہے یا نہیں؟! تو میں کہوں گا:

بیزید پر لعنت کا جواز ثابت نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ حسین کو بیزید نے قتل کیا ہے یا اس نے قتل کا حکم دیا ہے، اس وقت تک بیزید کے بارے میں یہ نہیں جاسکتا کہ وہ حسین کا قاتل ہے، اس پر لعنت کرنے کی بات تو دور کی ہے کیونکہ تحقیق و جستجو کے بغیر کسی مسلمان سے گناہ کبیرہ منسوب نہیں کیا جاسکتا۔^(۱)

پھر وہ مردوں پر لعنت کی ممانعت کے سلسلے میں چند احادیث نقل کر کے لکھتا ہے:

اگر پوچھا جائے: کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ خدا حسین کے قاتل پر لعنت کرے یا اس شخص پر خدا کی لعنت ہو جس نے حسین کے قاتل کو قتل کا حکم دیا؟ تو میں کہوں گا: بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے: اگر حسین کا قاتل توبہ کرنے سے پہلے مر گیا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو؛ اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ حسین کا قاتل توبہ کے بعد مرا ہو، کیونکہ رسول خدا کے چچا حمزہ کے قاتل "حشی" نے کفر کی حالت میں حمزہ کو قتل کیا پھر اس نے اپنے کفر اور حمزہ کے قتل سے توبہ کر لیا؛ اور چونکہ قتل گناہ کبیرہ ہے لیکن کفر کے مرحلے تک نہیں ہیوں چکا ہے اس لئے اس پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ یہاں میں اگر ہم لوگوں پر ان کی توبہ کو ملاحظہ خاطر رکھے بغیر کلی طور سے لعنت کریں تو دو احتمال کا خطرہ پایا جاتا ہے (اس لئے کہ شاید وہ شخص لعنت کا مستحق نہیں تھا) لیکن اگر خاموش رہیں اور کسی پر لعنت نہ کریں تو کسی بھی خطرے کا احتمال نہیں ہو گا۔^(۲)

قارئین کرام! آپ نے احیاء العلوم میں بھرے ہوئے ان باطل اور احتقانہ خیالات کا مشاہدہ کیا، اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا رسول خدا انہیں بہتر شمار کرے ان کی صحت کی حتم کھا سکتے ہیں؟!^(۳) کیا اس شخص نے شیطان حسین اور شیطان صفت ظالم بیزید کے حوالے سے جو دفاع پیش کیا ہے وہ رسول خدا کی خوشحالی کا موجب بن سکتا ہے حالانکہ اس نے ریحانۃ رسول خدا کو شہید کر کے آل اللہ اور امت محمدؐ کے بہترین افراد کی آنکھوں کو ابتدک اشک بار کیا ہے؟!

۱۔ احیاء العلوم الدین ج ۳ ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۱۲۰)

۲۔ خواب میں ایک دوسری کو اس بھی نقش کی گئی ہے کہ رسول خدا نے کتاب احیاء العلوم کے تمام صفات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہا:

والله ان هذا شفی حسن ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۳۲ (ج ۶ ص ۲۵۹-۲۶۰): الفدیر ج ۱ ص ۲۰

جو مسلمان فقہ اور اس کی ترتیب سے باخبر ہے، تاریخ اسلام اور پست و ظالم خاندان بنی امیہ کو پیچا نہیں ہے، لگنا ہے گاریزید کے مظالم اور اس کے قیچی افعال و اقوال اور جرام کو جانتا ہے، کیا مناسب ہے کہ ایسا مسلمان اس خاندان کو پاک و منزہ سمجھے؟ کیا اس صوفی، یادہ گوا وردینی معارف سے بے خبر شخص کی طرح زیزید پلید کا دفاع کیا جا سکتا ہے؟!

۲۸۔ عبدالقدار ایک رات میں چالیس مرتبہ حکلم ہوتا ہے

شعر انی "الطبقات الکبریٰ" میں لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالقدار کا بیان ہے: میں نے پچیس سالوں تک عراق کے صحراؤں میں یک وقتاً عبادت کی، نہ میں کسی کو پیچا نہیں کوئی مجھے پیچا نہیں کھانا، کچھ غیب کے افراد اور جن جھڑات میرے پاس آتے اور مجھ سے خداشتی کے طریقے سمجھتے تھے، عراق میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے حضرت خضر میرے رفق ہوئے حالانکہ میں ان کو نہیں پیچا نہیں کھانا، انہوں نے مجھ سے مختلف نہ کرنے کی شرط لگائی، مجھ سے کہا: سبھیں بیٹھو۔ چنانچہ ان کی کمی ہوئی جگہ پر تین سال تک بیٹھا رہا، وہ سال میں ایک مرتبہ میرے پاس آ کر کہتے تھے: جب تک تمہارے پاس نہ آؤں یہاں سے حرکت نہ کرنا۔ ایک سال مدارن کے کھنڈرات میں رہا، اس عرصے میں بہت سی سختیاں برداشت کی اور جہاد بالنفس کیا، پانی نہیں پیتا تھا اور تھوڑا سا کچھ کھا لیتا تھا، ایک سال کچھ کھائے بغیر صرف پانی پیتا تھا اور ایک سال نہ کچھ کھایا، نہ کچھ پیا اور نہ ایک لمحہ سویا۔ ایک مرتبہ سردرات میں ایوان کسری میں سویا ہوا تھا کہ حکلم ہو گیا، میں نے حوض میں غسل کیا پھر سویا اور حکلم ہو گیا، میں نے دوبارہ غسل کیا، اسی طرح چالیس مرتبہ اتفاق ہوا، میں ہر مرتبہ غسل کرتا تھا پھر دوبارہ سونے کے خوف سے محل کی چھٹ پر چلا گیا۔" (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: غور و گلر اور وقت نظر سے اس عارف شخص کے متعلق مطالعہ کریں جو غیب

کے افراد اور جنوں کا معلم ہے، وہ اس سے خدا تک یہو نجف کے طریقے سیکھتے ہیں اور حضرت خداوس کے شریک سفر ہیں! ایسے انسان پر محنت ہے جو ایک سال تک کچھ نہیں کھاتا، دوسرا سال پانی نہیں پیتا اور پھر تیرے سال نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ ہی کچھ پیتا ہے، اس کے باوجود بھی اس کے بدن کی طاقت کم نہیں ہوتی چنانچہ وہ چالیس مرتبہ تحتم ہو جاتا ہے اور خدا میں فانی ایسے شخص کی تلاش میں شیطان آتا ہے! جس زمانے میں وہ بھئے ہوئے مرغے کھاتا تھا (۱) اگر اس زمانے میں ایسا ہوتا بھی ناقابل قبول تھا اس لئے کہ یہ بات انسانی طبیعت و فطرت سے بعید ہے کہ وہ ایک رات میں چالیس مرتبہ تحتم ہو۔ وہ رات کتنی طویل تھی جس میں وہ چالیس مرتبہ سویا، تحتم ہوا، اور ہر بار عسل کرنے کے لئے حوض پر گیا اور پھر واپس آ کر سویا۔

ان تمام کاموں کے بعد بھی رات کا اتنا حصہ باقی تھا کہ وہ سونے کے خوف سے محل کی چھت پر چلا گیا۔ ممکن ہے اگر چالیس مرتبہ تحتم ہونے کے بعد بھی سوتا تھا تو چار سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ اس حادثے کی تکرار ہوتی اور شیطان رات کے آخری حصے تک اس قدسی صفت انسان کو نہیں چھوڑتا! مرغ کی ہڈیوں کو زندہ کرنا بھی اس سے بڑی کرامت نہیں ہے۔ یہ سب وہ باطل خواب و خیال ہیں جنہیں خائن ہاتھوں نے فضائل میں غلو اور لاف گزاری کے لئے گزدھ کر رکھا ہے۔

۳۹۔ رسول خدا عبد القادر کے دوش پر سوار ہوئے

شیخ سید عبد القادر گیلانی کا بیان ہے:

۱۔ ایک جوان شیخ عبد القادر کے پاس ریاضت اور جہاد پالنش کا درس لیتا تھا، وہ جو کی روئی کھاتا تھا جس کی وجہ سے لا غر اور نجف ہو گیا تھا۔ ایک دن اس جوان کی ماں شیخ عبد القادر کے پاس آئی، دیکھا کہ مجھوں نے مرغے کھا رہا ہے۔ کہا: تم مرغ کا گوشت کھا رہے ہو اور سیر اپنی جو کی روئی؟ شیخ نے اپنا ہاتھ اس مرغ کی ہڈیوں پر رکھ کر کہا: انہوں جا۔ (وہ خداوند عالم کے اذن سے پوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے) اپنا تک مرغ نے انہوں کر بولنا شروع کر دیا۔ شیخ نے کہا: جب تمہارا اپنا اس مقام تک یہو نجف جائے تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔ لاحظہ ہو: اللہ یرجح اماں ۲۲۰

”جب شب مرصاد، میرے جد رسول خدا مسراج پر گئے اور سدرۃ المسنی پر ہوئے تو جریل امین وہیں
ٹھہر کر بولے: اے محمد! اگر منہی کے برابر بھی آگے بڑھا تو جبل جاؤں گا۔ جس خداوند تعالیٰ نے میری
روح کو اشرف حلوقات سے استفادہ کرنے کے لئے وہاں بھیجا، میں بھی وہاں ہوئے تو خلافت کبریٰ،
وراثت اور عظیم فتح سے بہرہ مند ہوا، وہاں میں براق کی طرح ہو گیا تھا، میرے جد رسول خدا میری
پشت پر سوار ہوئے اور میری لگام پکڑ کر مقام قاب قوسین تک ہوئے تو خجھے اور مجھے سے فرمایا: اے میرے لال
، میرے نور نظر! میرا بھیر تمہاری گردان پر ہے اور تمہارا بھیر تمام اولیائے الہی کی گردان پر ہے۔“ (۱)

۵۰۔ شیخ عبد القادر کی وفات

”بیان کیا جاتا ہے کہ جب شیخ عبد القادر گیلانی کا آخری وقت نزدیک آیا تو عزرائیل غروب کے
وقت، خدا کی طرف سے مہرگاہ وہاں ایک خط لائے اور ان کے بیٹے شیخ عبدالوہاب کو دیا، اس خط کی پشت پر
یہ لکھا ہوا تھا: یہ ایک محبت کی طرف سے ایک محبوب کے لئے خط ہے۔“ حالانکہ شیخ نے مرنے سے سات
دن پہلے ہی اپنی موت کی اطلاع دے دی تھی، وہ اسی لئے خوش تھے اور اپنے چاہنے والوں اور مریدوں
کے لئے طلب مغفرت کرتے ہوئے یہ عہد کیا تھا کہ قیامت کے دن ان سب کی شفاعت کریں گے،
انہوں نے جیسے ہی سجدہ کیا، یہ آواز آئی: ھبنا آیتہا النَّفْسُ الْمُظْمَنَةُ، از جمعی إلى زَيْك
رَأْضِيَةَ مَرْضِيَةَ“ اے نفس مطمئن! اپنے رب کی طرف پلٹ آس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے
اور وہ تجھ سے راضی ہے۔“ (۲) ان کی موت پر عالم ناسوت (دنیا) سے گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی
اور عالم ملکوت ان کی ملاقات سے خوشحال ہو گیا،“ (۳)

یہ خیال بانی کے وہ نمونے ہیں جنہیں غلو پردازوں نے شیخ عبد القادر گیلانی کی تعریف و توصیف
میں پیش کئے ہیں، اگر ہم ایسی کرامتوں بلکہ یہ کہا جائے کہ ایسے خرافات جنہیں شیخ کی مدح میں نقل

۱۔ تفریح الماطری ترجمہ عبد القادر ص ۵، ۲۔ طبع مصر، طبع میسی ایالی بخشی و شرکاہ ۱۳۹۹ھ

۳۔ تفریح الماطری

۲۸۔ ۲۷۔ ۲۶۔

کیا گیا ہے، ایسے مطالب جو عقل و خرد اور منطق سے بہت دور اور اسلام کی مقدس شریعت کے قطعی برخلاف ہیں، جن کی نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی براہین ہی ان کی تصدیق کر رہے ہیں، تو بے شک ایک ضخیم دائرۃ المعارف تیار ہو جائے گا جو ایک اعتبار سے م محلہ خیز اور دوسرے اعتبار باعث گریہ ہو گا۔

۵۱۔ اسماعیل حضری کے لئے سورج کا فریب

اس سے قبل (۱) اسماعیل حضری کے لئے سورج کے توقف کا واقعہ پیش کیا گیا کہ ایک دن سفر کے دوران اس نے اپنے نوکر سے کہا: سورج سے کہو کہ جب تک ہم گھرنٹ ہوں چیزیں وہ حرکت نہ کرے؟ اور سورج بھی ان کے گھر ہی ہوئے تک غہرہ رہا۔ پھر اس نے اپنے نوکر سے کہا: کیا اس قیدی (سورج) کو آزاد نہیں کرو گے؟ اور نوکر نے سورج کو حکم دیا کہ وہ ڈوب جائے، چنانچہ وہ ڈوب گیا اور آسمان تاریک ہو گیا۔ (۲) شاید جو دین خواہشات نفس کی اساس پر عالم وجود میں آیا ہو وہ ایسے بیہودہ اور بے شکل کلمات کو زبان پر لانے کی اجازت دے دے: میں ذکر فضائل میں غلو اور لاف گزاری سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۲۔ دلاوی ایک بچے کو دودھ پلاتا ہے

یافعی "مرأۃ الجہان" میں لکھتے ہیں:

"سید ابو محمد عبد اللہ دلاوی (متوفی ۱۲۷ھ) کے پاس ایک بچہ تھا جس کی ماں نے اسے گم کر دیا تھا اور وہ پھر رورہا تھا، چنانچہ اس کا سینہ دودھ سے بھر گیا، اس نے بچے کو دودھ پلایا تو وہ چپ ہوا"۔ (۳)
میں نہیں جانتا، جو تاریخی کتابیں ایسے م محلہ خیز واقعات سے بھری ہوں ان کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے

۱۔ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کا صفحہ ۲۶۰

۲۔ میکلی نے یہ راویت طبقات ح ۵ ص ۱۵ پر تقلیل کی ہے نیز یافعی نے بھی مرأت ح ۲۳ ص ۱۷ اور ابن عمار نے شذرات ح ۵ ص ۳۶۲ (ح ۲۳ ص ۶۸) حوارث ۶۷: ابن حجر نے الفتاوی الحمد (ص ۳۱۶) پر تقلیل کی ہے۔

۳۔ مرأۃ الجہان ح ۲۳ ص ۲۶۵

کے علمی اعتبار نے ان سے استناد کرتے ہوئے قابل اعتماد قرار دیا جائے؟!

۵۳۔ شیخ ایک گائے کھالیتا ہے

مناوی اپنی کتاب ”طبقات“ میں ابراہیم بن عبدربہ (متوفی ۷۸) کی زندگی کے ذیل میں لکھتے ہیں: ”انہوں نے شیخ محمد غیری اور شیخ مدین سے درس لیا ہے... ایک جشن ساگرہ کے موقع پر شیخ مدین کے گھر آئے اور جشن کا پورا کھانا کیلئے کھا گئے، دوسری مرتبہ بھی ایک گائے کا پورا گوشت چٹ کر گئے اس کے بعد ایک سال تک کچھ بھی نہ کھایا۔ ان کی ایک کرامت کو شیخ امین الدین امام جماعت جامع مسجد غیری نے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے پوچھا: آپ کی موت کے بعد اپنے اہم سوالات اور ضرورتیں کس سے پوری کریں؟ کہا: اسی سے پوچھنا جس کے بھائیوں اور اس کے درمیان چند بالشت زمین کا فاصلہ ہو جائے، میں وہیں سے تمام سوالات کا جواب دوں گا۔ ایک دن شیخ کی بیٹی مریض ہو گئی، اس کے شفا کے لئے خربوزے کی ضرورت تھیں آئی لیکن نہیں مل پایا، شیخ اپنے استاد کی قبر کے پاس آئے اور کہا: آج اپنا وعدہ وفا کریں! چنانچہ رات کے وقت جب وہ اپنے گھر آئے تو وہاں ایک خربوزہ پڑا ہوا پایا، انہیں یہ معلوم تھا کہ کہاں سے آیا ہے۔“ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں:

وصاحب لی بطنہ کالہاریہ کان فی احساءہ معاویۃ
”میرا ایک دوست ہے جس کا پیش جہنم کے کنویں کی طرح ہے، ایسا لگتا ہے جیسے اس کے وجود میں معاویہ موجود ہے۔“

مجھے تین ناممکن اور محال چیزوں پر حیرت ہے: شیخ ایک مسلم گائے چٹ کر گیا، ایک سال بھوکارہا اور کچھ نہیں کھایا نیز موت کے بعد مٹی کے نیچے سے اس نے خربوزہ عطا کیا۔ شاید اس کے اور معاویہ بن ابوسفیان کے درمیان کوئی قرسمی رشتہ داری ہو گئی اور اس نے پوری گائے کھاتے وقت پر خوری کے مرض کو معاویہ سے وراشت میں حاصل کیا ہو گا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ایک سال تک بھوک برداشت کرنے کا ملکہ کس سے

۱۔ شذرات الذهب ج ۷ ص ۲۲۲ (ج ۹ ص ۳۸۲ حادث ۸۷۰)

وراثت میں حاصل کیا، اس لئے کہ نہ معاویہ اور نہ ہی کسی اور انسان میں اس کی طاقت ہے، اگر وہ دس گائے بھی کھالے پھر بھی ایک مخصوص مدت کے بعد بھوک اس کا تیپا نچھ کر دے گی۔ شاید آپ یہ کہیں: اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے بارے میں دو دعا میں مستجاب ہو گئی ہوں گی: ایک مسلم گائے کھانے کی جو اس کے فائدے میں ہے، دوسرے ایک سال تک بھوکار بننے کی جو اس کے تقصان میں ہے۔ بھلی کرامت میں ایک مسلم گائے کھالیا اور دوسری کرامت میں صبر کا مظاہرہ کیا اور ایک سال تک بھوک برداشت کی۔ لیکن خربوزہ کے واقعہ کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی بالکل اسی طرح جیسے یہ تمام واقعات قطبی من گھڑت اور بے اساس ہیں۔

۵۲۔ سیوطی نے عالم بیداری میں رسول کو دیکھا

ابن عمار "شذرات الذہب" میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقدار شاذی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جلال الدین سوطی کا بیان ہے: میں نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا: انہوں نے مجھ سے فرمایا: اے شیخ! کچھ کہو۔ میں نے ان سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں جنت میں رہنے والوں میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کی: کیا عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ فرمایا: ایسا ہی ہو گا۔ (۱)

شیخ عبدالقدار کا بیان ہے: میں نے سیوطی سے پوچھا: آپ نے عالم بیداری میں کتنی مرتبہ رسول خدا سے ملاقات کی؟ کہا: ستر سے زائد مرتبہ۔

علامہ امین فرماتے ہیں: یہ مشکل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتی جب تک سیوطی کی طرح ایک دوسرے شخص سے اس دعوی کے بارے میں سوال کیا جائے جس نے رسول خدا کو عالم بیداری میں دیکھا ہو تاکہ وہ بتائے کہ سیوطی نے ستر سے زائد مرتبہ رسول خدا سے جھوٹی بات منسوب کی ہے یا اس شخص سے سیوطی کی منزلت کے بارے میں پوچھا جائے جو جنت میں ناز دوم میں زندگی بسر کر رہا ہوتا کہ وہ بھی کہہ سکے کہ میں نے اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

۱۔ شذرات الذہب ج ۸ ص ۵۲ (ج ۱۰ ص ۷۷ حوارث ۹۱۱۰)

اگر ان دونوں طریقوں سے سیوطی کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکے تو ہم اس واقعہ کو عقل سلیم کے حوالے کرتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی عقل سلیم اس واقعہ کو نہیں مانے گی۔
یہ بیداری میں رسول خدا کو دیکھنے کا دعویٰ ہے، عالمِ خواب میں تو انہوں نے ہزاروں بار رسول خدا کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے۔ (۱)

۵۵۔ سیوطی اور طی الارض

شیخ جلال الدین سیوطی (متوفی ۷۹۰ھ) کا نوکر "محمد بن علی جاک" کہتا ہے:
میں ایک دن نمازِ ظہر کے بعد مصر کے قبرستان میں شیخ عبد اللہ جیوی کی قبر کے پاس تھا کہ شیخ نے مجھ سے کہا: کیا اپنی نمازِ عصر مکہ میں پڑھنا چاہتے ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ اس راز کو میری موت تک فاش نہ کرو گے؟ میں نے کہا: نہ۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: اپنی آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کیں، انہوں نے ستائیں قدم راستہ چلانے کے بعد کہا: اپنی آنکھیں کھولو۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ہم مکہ میں بابِ المعلّۃ میں ہیں.....

ہم نے یہ واقعہ اور اس کے اور بھی نمونے اس سے قبل پیش کئے ہیں (۲) اور وہیں پر تفصیل سے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

کرامات و عجائب

النور السافر کے مؤلف لکھتے ہیں:

"شیخ علوی بن شیخ محمد بن علی، اپنے والد کی طرح خداوند عالم کی عظیم نشانیوں میں سے ایک تھا (من آیات اللہ الکبری)، اس کے فضائل و مناقب یہ ہیں: اچھے اور برے انسانوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا کرتا تھا، خدا کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا تھا، زندہ افراد کو موت دے دیتا تھا، خدا کے اذن سے اشیاء

۲۔ ملاحظہ ہو: حدیث الاولیاء، ج ۰، ص ۳۲۲، ۳۲۳: مختل الابتهاج ص ۳۲۲

پر تصرف کرتا تھا، ان کے علاوہ وہ دوسری عظیم کرامتوں کا بھی حامل تھا جو دوسروں کے پاس نہیں تھیں۔ (۱) یہ تختے خرافاتی حکایتوں، جھوٹے افسانوں اور بے شکنی کرامتوں کے چند نمونے۔ (۲) جنہیں ہم نے مندرجہ ذیل کتابوں میں موجود ہزاروں واقعات میں سے اختیاب کیا ہے: ابوحنیم کی حلیۃ الاولیاء؛ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد؛ ابن جوزی کی صفة الصفوہ، لمعنظام اور مناقب احمد بن حبیل؛ ابن عساکر کی تاریخ شام؛ تاریخ ابن خلکان؛ ابن کثیر کی البداۃ والنهایۃ؛ شکلی کی طبقات الشافعیۃ؛ خوارزمی کی مناقب ابوحنیفہ؛ کردوی کی مناقب ابوحنیفہ؛ شعرانی کی مرآۃ الجہان، روض الریاضین، الکواکب الدریۃ، الروض الفائق اور طبقات کبری؛ حسنو کی تسبیہ المغزیین؛ سیوطی کی افتخاریانی؛ الفیض الرحمنی اور انہیں الجلیس؛ ہموکی شرح الصدور؛ شیخ نور الدین شافعی کی لطائف الحسن و الاخلاق اور بحیثیۃ الاسرار؛ شیخ محمد حنبل کی قلائد الجواهر؛ مشارق الانوار؛ النور السافر؛ تفریج الخاطر اور عمدة التحقیق؛ اور بھی دوسری تاریخی اور رجالی کتابیں جو ایسے جھوٹے اور حیرت انگیز واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

آخری بات

صفہ ۵۱۲ سے لے کر یہاں تک خلفائے ثلاثہ، معاویہ بن ابی سفیان، اصحاب میں سے اس کے چاہنے والے اور دوسرے وہ افراد جنہیں ولی خدا اور امام دعالہ کا نام دیا گیا ہے، کی حیات و کارناموں پر مشتمل اس تفصیلی گفتگو سے ہمارا مقصد دینی معاشرے میں غلوپردازوں اور بے شکنی بکواس کرنے والوں کو پککو انا تھا اور یہ بتانا مقصود تھا کہ کون اس بات کے لائق ہے کہ اسے غلوپردازا اور بکواسی کہا جائے؟! کیا غلوپردازو ہے جو اہل بیت وہی سے وابستہ اور مستمسک ہے، وہ انہل بیت جو تمام مسلمانوں کی نظر میں پاکیزگی اور کمالات سے آراستہ ہیں اور جو وہی الہی اور رسول خدا کی زبان مبارک سے مدح و ستائش کئے گئے ہیں؟ وہ اہل بیت جن کے آگے سب نے سرتقطیم خم کر کے اپنی گرد نیں جھکا دی ہیں، وہ

۱۔ انور السافر ص ۳۲۸ (ص)

۲۔ علامہ امینی نے المدیریج (اص ۱۳۳۲ء) ص ۲۵۰ پر ایسے سوچیوں نے درج فرمائے ہیں، ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔

کائنات کی ہر فضیلت سے آراستہ و میراستہ ہیں؟!

یا پھر غلوپ ردازی ان بعض لوگوں کے آثار دکارنا مول کو بیان کرنے والوں کے لئے مناسب ہے جن کی فضیلت میں جموقی حدیشوں اور جعلی افسانوں کے علاوہ کچھ بھی اور نہیں ہیں، جن کی تاریخ مظلاتوں اور ذلتوں سے پڑتے ہیں، جنہیں خواہشات نفس کی ہواؤں نے اپنے اعتبار سے اور ہادر پھرایا ہے؟! نیز گلی زمانہ کا عالم یہ ہے کہ جن لوگوں نے عقل و منطق کے حدود سے نکل کر اپنے بزرگوں کی مدح میں فضیلیتیں گزی ہیں اور خود بھی تسلیم کرنے میں عار حسوں کرتے ہیں، کو غالی اور غلوپ رداز نہیں کہا جاتا، لیکن ان لوگوں کو غالی اور غلوپ رداز کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنے قلوب رسول خدا کے نورانی خاندان اور صاحبان وحی سے وابستہ کر دیئے ہیں، خود کو ان اہل بیت سے متسلک کر دیا ہے جن کی کرامتوں کو کوئی بھی زہر آلود تیر اپنا ہدف قرار نہیں دے سکتا، ان کے مقام و مرتبہ اور علم اُنکی کا طاہر فکر یوں بھی نہیں سکتا۔ جن کرامتوں سے خداوند عالم نے انہیں بہرہ مند فرمایا ہے، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنہیں رواۃ و حفاظ اور اہل حدیث نے ان کی فضیلتوں کے سلسلے میں نقل کیا ہے۔

ان غالیوں کے لچک کلمات اور بے شکی بکواس کو ہم نے اس لئے پیش کیا تاکہ قارئین متوجہ ہو کر غلوپ رداز اور غالی کو حقیقت گو سے نیز بیہودہ اور بے شکی بکواس کو دلیل و برہان سے آراستہ کلمات سے جدا کر سکیں۔

﴿هَا إِلَيْنِكَ مِنْ هَذِكَ عَنِّي بَيْتَةٌ وَيَنْخِيَا مِنْ حَتَّىٰ عَنِّي بَيْتَةٌ﴾

”تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ“ (۱)

﴿أَتَجْعَدُ لَوْنَتِي فِي أَسْمَاءٍ مَسْمَيْتُهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾



فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ﴿﴾

”کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے خود طے کر لئے ہیں اور خدا نے ان کے بارے میں کوئی برہان نازل نہیں کیا ہے تو اب تم عذاب کا انتقال کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتقال کرنے والوں میں ہوں“ (۲)

بِقِيَه

عَنْدَ لِيَبَانْ عَدَرِي

(نوی صدی بھری)

۱۔ ضیاء الدین ہادی
۲۔ حسن آل ابی عبد الکریم

ضياء الدين ہادی

ولادت ۱۵۵۷ھ

وفات ۸۲۲ھ

هذا و مذهبنا أن الإمام عقب
أعني علياً أمير المؤمنين ومن
الله انزل آيات مباركة
وقال فيه رسول الله سيدنا
من كنت مولاه أى أولى به فعلى
قام النبي خطيباً في معكسره
و شال ضبعاً كريماً من أبي حسن
كى لا يقال بأن النض مكتشم
 فهو الخليفة بعد المصطفى و له
و كان سابقهم في كل مكرمة
و كان اول من صلى قبلتهم
و كان اقربهم قربى وأفضلهم
رغبي و اضربهم بالسيف في القمم
المصطفى حيدر الابطال والبهم
بالعطف خص من الرحمن ذى القسم
في فضلاته عده على غير منتظم
ي يوم الغدير بخم يوم حجهم
أولى به وهو مولاهم بكلهم
بهذا الخطبة الغراء لجمعهم
في يوم حر شديد اللفح مضطرب
ما كان الا صريحان غير مكتشم
فضل التقدم لم يسجد الى صنم
و كان في كل الحرب ثابت القدم
و أعلم الناس بالقرآن والحكم
رغبي و اضربهم بالسيف في القمم

”جان لو، ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے بعد برحق امام و رہبر دشمنوں کا تیارا نچ کرنے والے اور

پہلوانوں کے شیر ببر ہیں، یعنی امیر المؤمنین حضرت علیؑ جو صاحب قسم اور خدا نے رحمان کی طرف سے مستحق عطاوت قرار پائے، خداوند عالم نے ان کی شان میں اتنی آیات نازل فرمائی ہیں کہ منظہم طور پر انہیں کوشانہیں کیا جاسکتا، ہمارے آقار رسول خدا نے جیسے الوداع اور غدرِ یخ کے دن ان کے متعلق فرمایا: جس کا میں مولا ہوں (یعنی اس سے زیادہ اس کے نفس پر قادر ہوں اور ولایت مطلقہ حاصل ہے) پھر یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے یعنی اس کے نفس پر اس سے زیادہ با اختیار ہے اور اسے مطلقہ ولایت حاصل ہے، وہ سب کار بہر ہے رسول خدا نے حاضرین بزم کے درمیان کھڑے ہو کر یہ بہترین خطبہ ارشاد فرمایا پھر جعلتے ہوئے دن میں جب گرمی کی شدت سے چہرے جل رہے تھے۔ آپؑ نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے بازو کو پکڑ کر بلند کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ رسول نے حضرت علیؑ کی امامت کی تصریح نہیں فرمائی، بلکہ واضح طور پر سب کی آنکھوں کے سامنے ان کی جائشی کا اعلان فرمایا۔ لہذا رسول کے بعد وہ ان کے تھا جانشیں تھے جنہیں دوسروں پر قدم حاصل ہے اس لئے کہ انہوں نے کسی بست کے سامنے سجدہ نہیں کیا ہے۔ وہ ہر فضیلت اور کرامت میں دوسروں پر سبقت رکھتے ہیں، ہر جگہ میں ڈالنے رہے اور دشمن کو پیچنے نہیں دکھائی وہی پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی، وہ قرآن اور علوم و احکام کے سب سے زیادہ جانا کر ہیں۔ وہ رسول خدا کے قریبی رشتہ دار تھے۔ رسول خدا سے رغبت و محبت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برتر تھے، بہترین بہادروں کے درمیان شمشیر آبدار کی حیثیت رکھتے تھے۔

شاعر کا تعارف

سید جمال الدین خیام الدین ہادی بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب، یعنی صنعاۃ زیدی۔
یہ یمن کے ان علماء اور دانشوروں میں سے تھے جنہیں مختلف علوم و ادیبات پر تسلط حاصل تھا۔
”مطلع البدور“ (۱) کے مؤلف (۲) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ مطلع البدور (ص ۳۵۹)

۲۔ احمد بن صالح محمد بن ابی رجاء میتی: یہ صنعاۃ میں ۷۰۰ عوام کو پیدا ہوئے

”علامہ ابن وزیر ان کی تاریخ کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ہادیؑ کی اولاد میں دنیا میں ان کے ماتنہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ مختلف علوم و دانش سے آگاہ تھے، نشواظم کے قالب میں مختلف علوم کو پھیلانے والے اور تقسیم کرنے والے ہیں، صاحب اسلوب بھی تھے، فلذب میں پیدا ولادت ہوئی..... ان کی بہترین کتابیں یہ ہیں: کاففۃ الْخَمْرَ عَنْ حُسْنِ سِيرَةِ الْأَمَامِ الْأَمَمَةِ؛ كریمة العناصر فی الذب عن سیرۃ الامام الناصر؛ والیوف المرحفات علی من الحدی الصفات۔ ان کا نام تمام علماء کے یہاں، تمام شہروں میں زبانی زد تھا، حتیٰ اپنی تھبیات کے باوجود مصر کے علماء کی نظر میں بھی قابل احترام تھے، وہ ان کا تذکرہ کرتے تھے: چنانچہ حافظ علامہ ابن جبر عسقلانی مصري نے اپنی تاریخ میں ان کا اور ان کے بھائی کا تذکرہ کرتے ہوئے تعریف و توصیف کی ہے۔

یہ ۱۹ ارذی الحجۃ ۸۲۲ھ کو ذمار میں دار القافی سے دار بتا کی طرف کوچ کر گئے، ان کی ولادت ۷۷رمضان ۵۸ھ میں ہوئی، ان کی وفات اہل خانہ کے لئے بڑی تکالیف اور سخت تحریکیں اس لئے کہ ان کے بعد متولیوں نے شہروں میں رہنے سے منع کر دیا تھا۔

حسن آبی عبد الکریم

لها فی حدود العادات فلول
و بايده فی يوم أحد و خیر
لها فی قلوب المسرکین نصوی
و بیعة خم والنبو خطیها
یمین علی المرتضی و يقول
و احمد من فوق الحدائق رافع
و یصفی عزیز منکم و ذلیل
الا فاسمعوا ثم ارشدوا کل غائب
علی و عن رب السماء أقول
فمن كنت مولاه فمولاه حیدر
سواء بهذا مبطل و جهول
على أمیر المؤمنین و من دعا
وللقوم داء فی القلوب دحیل
فاللوا جمیما يابا على بخ بخ
محمد خیر المرسلین خلیل
فمن مثل مولانا على الذی له
فیارافع الاسلام من بعد خفضه
و ناصب دین الله حيث یمیل

”احدا در خبر کے دن حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کی بیعت کی، اسی بیعت کی وجہ سے زمانے کے گرم
حوادث میں کی آئی۔ نیز غدر خشم کی بیعت، رسول خداؐ نے اپنے خطبہ کے ذریعہ اس بیعت کا اعلان کیا، ایسا
خطبہ دیا گکہ (اس کی وجہ سے) مشرکوں کے دلوں پر تیر پیوسٹ ہو گئے۔ احمد بن مرتضیٰ کا داہنا تھا پکڑے
ہوئے ہو دن کی بلندی سے فمارا ہے تھے: آگاہ ہو جاؤ، غور سے سناوار تمہارے درمیان جو نہیں ہیں ان
تک ہو چادو، تم میں سے ہر عزیز و ذلیل کو یہ سنا چاہئے: جس کا میں مولا اور رہبر ہوں حیدر کرا علی بھی

اس کے مولا اور ہبہ ہیں، میں آسمانوں کے پروردگار کی طرف سے یہ پیغام ہے وہ نچار ہاہوں۔ صرف علی مونتوں کے امیر ہیں، ان کے علاوہ جو بھی خود کو امیر المومنین کہلوائے اس نے حکم الہی کو پامال کیا ہے، وہ اپنی جمالی اور گنوار انسان ہے۔ چنانچہ سب نے رسول خدا کی جائشی پر حضرت علیؑ کی خدمت میں تبریک و تہنیت پیش کی حالانکہ اس واقعہ سے دشمنوں کے دل چھٹلی ہو گئے تھے۔ ہمارے مولا "علیؑ" کے مانند کوون ہو سکتا ہے، جس کے خیر الانبیاء "محمدؐ" دوست اور محروم راز ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے پستی کے بعد اسلام کو بلندی عطا کی، دین خدا کو کبھی کے بعد استوار کیا۔

شاعر کا تعارف

شیخ حسن آل ابو عبد الکریم مخدومی؛ آٹھویں صدی ہجری کے شیعہ شاعر ہیں۔
ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو پائی اسی لئے اختال دیا جاتا ہے کہ یہ وہی ابن راشدی ہوں گے
جنہوں ۸۳۰ھ کے بعد نویں صدی ہجری میں وفات پائی، ہم نے اسی لئے اس شاعر کے حالات زندگی کو
نویں صدی تک ملتوی رکھا۔ واللہ العالم

عند لیبان غدری

(دویں صدی ہجری)

۱۔ شیخ کنفی

۲۔ عزالدین عاطلی

شیخ کفعی

وفات ٩٥٥

و يوم العبور و يوم السرور	هنيا هنيا ليوم الغدير
و اتمام نعمة رب غفور	و يوم الكمال لدين الاله
و يوم الصلاح لكل امور	و يوم الفلاح و يوم النجاح
أبى الحسين الامام الامير	و يوم العمارة للمرتضى
بتقدیر رب علیم القدیر	و يوم الخطابة من جبرئيل
و عترته الأطهرين البدور	و يوم السلام على المصطفى
على المؤمنين بیوم الغدير	و يوم الاشتراط ولاء الوصى
على كل خلق السميع البصير	و يوم الولاية في عرضها
و غوث الولى و حتف الكفور	على الوصى وصى النبي
وصنو الرسول السراج المنير	و غيث المحول وزوج البطل
بیوم المعاد بعدب تمیر	أمان البلاد و ساقى المعاد
و عند الزحوف كليث هصور	همام الصفو و مقرى الضيوف
و من قاتل الجن في قعر بير	و من قد هوى النجم في داره

و سل عنہ بدراً وأحداً ترى
لهم طوات شجاع جسور
و سل عنہ عمرًا و سل مرحباً
وفى يوم صفين ليل الهرير
و كم نصر الدين فى معرك
بسيف صقيل و عزم مربر
و سناً وعشرين حرباً رأى
مع الهاشمي البشير النزير
امير السرايا باسم النبي
وليس عليه بها من أمير

”غدیر کا دن مبارک ہو، مبارک ہو، خوشحالی، سرت اور خوبصورتی کا دن۔ دین خدا کے کامل ہونے اور خدائے رحمان کے اتمام ہوت کا دن۔ فلاج و بہبود اور کامیابی کا دن، ایسا دن جس کے ویلے سے تمام افعال صحیح ہوتے ہیں۔ علی مرضی، حسین کے والد گرامی اور امیر المؤمنین کی حکومت و بادشاہی کا دن۔ جب تک امین کے خطاب کرنے کا دن، جنہوں نے خدائے علیم و قدیر کافر مان پھوپھایا۔ محمد مصطفیٰ اور ان کے درخشاں خاندان کی سلامتی اور سلام کا دن۔ اپنے وصی کی ولایت کے سلسلے میں رسول خدا کا مونوں سے شرط کرنے کا دن جو غدیر کا دن ہے۔ ایسا دن جب حضرت علیؑ کی ولایت ہر بیناد و انہا تخلوق کے سامنے پیش کی گئی۔ حضرت علیؑ رسول خدا کے وصی، دوستوں اور چانہنے والوں کے فریدارس اور کافروں کو ختم کرنے والے ہیں۔ وہ حشکیوں کی حیات بخش بارش اور زہرائے بتوں کے شوہر ہیں، وہ رسول خدا کے مہربان چیخاز اور درخشاں چماغ ہیں۔ سرزینوں کو امان دینے والے اور قیامت کے دن بندوں کو خشکوار شربت سے سیراب کرنے والے ہیں۔ وہ شجاع یگانہ اور مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے تھے، جگلی جملوں میں شیر ببر کے مانند تھے۔ انہیں کے گھر میں ستارہ اترا اور انہوں نے کنوں میں جن سے مقابلہ کیا۔ بدرو احادیث میں ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے کتنی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ ان کی شجاعت عمر اور حرب سے پوچھیں، ان کی بہادری صفين کے دن اور لیلۃ الہریر میں ملاحظہ کریں۔ (۱) انہوں نے کتنی ہی مرتبہ اپنے جملوں، شمشیر آبدار اور اپنے آہنیں

ا۔ لیلۃ الہریر: اس رات کو کہتے ہیں جس رات امیر المؤمنین اور معاویہ کے لٹکر کے درمیان شدید جنگ ہوئی، امام کے لٹکر اجتہادی کاری ضریعیں شام کے لٹکر پر رکھیں۔

ارادوں سے دین خدا کی نصرت کی ہے۔ انہوں نے چھیس جنگوں میں بیش رو نذر رسول خدا کے ساتھ رہ کر جنگ کی ہے۔ وہی رسول خدا کے حکم کے مطابق سریوں (۱) کے سردار تھے، جنگوں میں ان کے علاوہ کوئی سردار نہیں تھا۔^۱

شاعر کا تعارف

شیخ تقی الدین ابراہیم بن شیخ زین الدین علی بن بن شیخ اسماعیل حارثی ہمدانی خارفی عاملی کفعی
لویزی جمعی۔

یہ نویں صدی میں علم و ادب کو جمع کرنے والے علماء میں سے ہیں، ان افراد میں سے ہیں جنہوں نے حدیث کے پرچم کو ہر جگہ لہرا�ا اور بہت سے نایاب اور مفید خزانوں کو حاصل کیا۔ لوگ ان کی تالیفات، ان سے منقول احادیث اور ان کے بے پناہ فضل سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ایک پرہیزگار، متقنی اور بہترین صفات و جذبات کے حامل انسان تھے، یہ خصوصیات، طلاقی گلوبند کی طرح ان کی زندگی میں درخشنan تھے، انہوں نے اپنی مختتوں سے معاشرے کو درخشنan کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا وقیع سلسلہ نسب نورولایت سے روشن ہوتے ہوئے عظیم تالیع "حارث بن عبد اللہ اعور ہمدانی" تک پہنچتا ہے، یہ علوی شخصیت جو عظیم مقام و مرتبہ اور واضح برہان کی حامل تھی، شیعی فقہاء میں شمار ہوتی ہے، اس شاعر کے بھائی کی نسل میں شیخ بھائی کے والد گرامی "شیخ حسن" (۲) بھی ہیں، خدا ان کی مغفرت کرے، دائرۃ المعارف کی کتابوں میں ان کا تذکرہ کر کے مدح و ستائش کی گئی ہے۔^(۳)

۱۔ سریہ: ان جنگوں کو کہتے ہیں جن میں رسول خدا اُش ریک نہیں تھے۔

۲۔ ان کا تذکرہ اسی کتاب کے صفحے ۱۱۶۹ پر ہوا گا

۳۔ ان کے حالات زندگی ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں: ال آل (ج اس ۲۸ نمبر ۵)، ریاض العلماء (ج اس ۲۱)، روشن الجبات ص ۶ (ج اس ۲۰ نمبر ۲)

بعض گرفتار تالیفات

۱۔ المصباح: ۵۹۵ھ میں تالیف کی گئی۔

۲۔ البلد الامین

۳۔ شرح الصحیحۃ

اس شاعر کے والد گرامی "شیخ زین الدین علی" ہیں جو شیخ بہائی کے دادا کے دادا تھے، وہ شیعی عالم اور بر جستہ فقیہ تھے، ان کے فرزند (متذکرہ شاعر) نے ان سے نقل روایت کی ہے اور عظیم اور متقدی فقیہ کے عنوان سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

کشف الغنوون (۱) کے مطابق: عظیم شاعر شیخ کفعی نے ۵۹۵ھ میں کربلاؑ معلیٰ میں وفات پائی، انہوں نے اپنے خانوادے سے وصیت کی کہ انہیں عقیر (۲) نامی جگہ پر حرم مقدس میں دفن کریں۔

۱۔ ملاحظہ: ج ۲ ص ۷۶۱: طبع دوم ۱۹۸۲

۲۔ شاید "عقیر" کربلاؑ کے اطراف کی کوئی جگہ ہو جیسے غاضریہ اور شط فرات۔ چنانچہ جب امام حسین نے اس جگہ کا نام پوچھا تھا تو ایک جواب یہ بھی دیا گیا تھا کہ اس کا جگہ کا نام عقیر ہے اور حضرت نے فرمایا تھا: احوذ باللہ من العقیر "میں عقیر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں"۔ یا عقیر نام رکھنے کی علت یہ ہو کہ لغت میں عقیر کا مطلب متول شریف ہے۔

عز الدين عاملی

و اشقر من كل نذل حقير
 الى م الام و امرى شهير
 و قول بالعدل نعم الخفیر
 و حبى النبى و آل النبى
 ولسى نسبة بولائى الخطير
 ولسى رحم تقتضى حرمة
 ولسى في القيام مقام نضير
 فلى فى المعاد عماد بهم
 لانى انسادى لدى النائبا
 أخا المصطفى و أبا السيدين
 و زوج البطل و نجل الظهير
 و محبوب رب حميد مجيد
 و خير نبى بشير نذير
 و نور الظلام و كافى العظام
 و مولى الانام بنص الغدير
 و نفى الجيوب بقول الخبرير
 و سيف السلام السميع البصير
 و اقضى الانام و اقصى المرام
 "مجھے ملامت کیے کی جاسکتی ہے حالانکہ سب ہی میرے غفل و عقیدہ سے باخبر ہیں، میں ہر پتی و
 ملالت سے دور رہتا ہوں۔ رسول خدا اور ان کے اہل بیت سے محبت و دوستی اور عادل الشیعیا تھیں، میرے
 بہترین حامی و نگہبان ہیں۔ میری نسل لاائق احترام ہے، ولایت عظیمی سے میرا ارتباٹ ہے اور قیامت کے
 دن میرا اکیلیہ گاہ وہی ہے۔ میں قیامت میں نیک مرتبے پر فائز رہوں گا۔ کیونکہ میں ختیوں اور پریشانیوں

میں ایسے کی نصرت چاہتا ہوں جو رسول کے بھائی، حسین کے والدگرامی، قاطلہ کے شوہر اور رسول خدا کے یاد و ناصر ہیں۔ ایسی شخصیت کے حال تھے جس کی خدا نے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ سے ستائش کی ہے، وہ بہترین رسول بشیر و نذیر کے محبوب تھے۔ وہ تاریکیوں کو روشن کرنے والے اور تمام عظمتوں کے حال ہیں۔ حدیث غدری میں رسول خدا کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں کے رہبر ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مصیبتوں کو ختم کیا، غیب سے باخبر تھے اور پاک و مطہر تھے، وہی قضادت کے عنوان سے بہترین انسان اور لوگوں کی انتہائی آرزو اور خداوند سلام (۱)، سچ و بصیر کی شمشیر ہیں۔

شاعر کا تعارف

عز الدین شیخ حسین بن عبد الصمد بن شمس الدین محمد بن زین الدین علی بن بدر الدین حسن بن صالح بن اسما علیل حارثی ہمدانی عاملی جمعی۔

یہ اس خاندان کی فرد ہیں جو حضرت علیؑ کے عہد میں اہل بیت عصمت و طہارت کی دوستی و محبت کی وجہ سے عظمت و شرافت سے ہمراہ مند ہوا۔ یہ بات لاائق توجہ ہے کہ امیر المؤمنین نے وفات کے وقت ان کے جدا علیؑ یعنی حارث بن عبد اللہ اور ہمدانی خارفی (۲) کو صحیح عقیدہ و محبت اور خالص ایمان کی بشارت دی تھی۔

امیر المؤمنین نے جنگ صفين میں قبیلہ ہمدان (جس میں اس شاعر کے دادا عظیم بہادر حارث بھی

۱۔ خداوند عالم کا ایک نام سلام ہے: سورہ حشر کے آخر میں ہے: ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ الْقَدُّوْمُ النَّسَّاْمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَمَّيْنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشَرِّكُونَ﴾ وہ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ بادشاہ پا کیزہ صفات، بے میب، امان دیے والا، گرفتی کرنے والا، صاحبِ عزت، ذری دست اور کبریائی کا مالک ہے، وہ ان تمام باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو شرکیں کیا کرتے ہیں۔ (حشر ۲۲)

۲۔ خارفی: خارف سے منسوب ہے جو ہمدان کی ایک نسل تھی انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سے منسوب ہوئی بھی ہمدان کی ایک نسل ہے

موجود تھے) کی اس طرح ستائش کی ہے: بیا معاشر همدان النم درعی و رمحی ما نصر تم الا اللہ و ما اجبتم غیرہ ”اے ہمدان کے لوگو! تم لوگ میرے لئے جگ کے نیزہ دشیش ہو، تم نے خدا کے علاوہ کسی اور کی مدد نہیں کی خدا کے علاوہ کسی اور کا حکم نہیں مانا۔“

اس عظیم خاندان میں عظمت و شرافت کے باñی (حارت ہمدانی) امیر المؤمنین کے نزدیکی ناصر اور حضرت کی ولایت میں قافی تھے، وہ عظیم شیعہ فقیہ اور یا نہ روزگار تھے، بعض اہل سنت نے بھی ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۱)

ذہبی ”میزان الاعتدال“ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں: وہ عظیم تابعی عالم تھے۔ (۲) ذہبی ایک دوسری جگہ اور ابن حجر ”تهذیب التهذیب“ میں ابو بکر بن ابی واود سے نقل کرتے ہیں: کان الحارث افتاد الناس و احباب الناس و افراد الناس و تعلم الفرائض من علی ”حارت ہمدان فقیہ، عظیم خاندانی شخصیت کے حال اور علم فرائض (ارٹ) کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، انہوں نے فرائض کا علم حضرت علی سے سیکھا تھا۔“ (۳)

خلاصہ تہذیب الکمال میں ہے: وہ شیعی عالم تھے۔ (۴)

ذہبی کی میزان الاعتدال کے مطابق: حارت ہمدانی کی وفات ۲۵ھ ہوئی ہے۔ (۵)

مذکورہ شاعر (شیخ حسین) شیعی عالم، فقہ و اصول، کلام و ریاضی و ادب میں بر جستہ دانشور اور اس صدی کی بہترین شخصیت کے حامل تھے؛ ایک چمک تھے جس نے اس عہد کی پیشانی پر نور افتابی کی، ایسی خوبصورتی جس کے عطر نے اس زمانے کی پوری فضا کو معطر کر دیا، ان کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف علوم میں ان کی سبقت و پیش قدمی کا اعتراف کیا ہے۔ (۶)

ا۔ صرف یعنی لوگ، جن کے دل میں اہل بیت کی دشمنی تھی، وہ ایک چیزوں کی خلاش میں تھے تا کہ شیعوں پر میب کا سکس: اسی لئے انہوں نے ان کے بارے میں جھوٹی باتیں مسوب کی ہیں اور اس عظیم شخصیت کے حامل انسان پر تہمت طرازی کی ہے جو ایک محقق انسان کے نزدیک قطعی اہمیت نہیں رکھتیں۔

۱۔ میزان الاعتدال (ج اصل ۲۰۲) (ج اصل ۳۲۵ نمبر ۱۲۲) (ج ۲۲ ص ۱۲۶)

۲۔ تہذیب العہد (ج اصل ۱۳۵) (ج اصل ۳۲۵ نمبر ۱۲۲)

۳۔ میزان الاعتدال (ج اصل ۸۵) (ج اصل ۱۸۲ نمبر ۱۲۲)

۴۔ مکمل شیخ جرجی ص ۷۷ (ج اصل ۲۰۲) (ج ۲۲ ص ۲۰۹ نمبر ۱۲۲)

۵۔ میزان الاعتدال (ج اصل ۱۶۵ نمبر ۷۹)

ریاض العلماء میں ہے: وہ مرد فاضل، عظیم عالم، اصولی، مناظر، فقیہ، محدث اور برجستہ شاعر تھے، فن معما کوئی میں مہارت حاصل تھی، اپنے بیٹے شیخ بہائی کے ساتھ ان کے مشہور معما ہیں، انہوں نے بھی اپنے والد کے معماوں کا بہترین جواب دیا ہے۔ ان کے بعض مشہور معے مجالس ادب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) ال الام میں مرقوم ہے: وہ برجستہ دانشور، باریک میں تحقیق اور تمام علوم میں تبرختے اسی طرح ایک خن پرداز ادیب، عظیم شاعر بلند ہمت انسان اور شہید ثانی کے لائق اعتماد اور فاضل شاگرد تھے۔ (۲) ایران کے بادشاہ ”شاہ طہماسب صفوی“ اس انسان کے فضل و داش سے باخبر تھا، وہ ان کے مقام و مرتبہ کے پیش نظر ان کا خصوصی احترام کرتا تھا، قزوین میں شیخ الاسلام کے مرتبہ پر فائز کیا بعد میں خراسان میں اور اس کے بعد ہرات میں اسی مرتبہ پر فائز کیا، اسی طرح اس نے تعلیم و تدریس کی کرسی ان کے حوالے کیا، وہ استاد کرکی کے بعد ان کے ہم عصر تمام علماء پر ان کو برتری دیتا تھا۔

ان کے بعض آثار و کارنامے:

- ۱۔ شرح تواعد
- ۲۔ الفیہ شہید پر دو شرحیں
- ۳۔ الرسالت الطہماسیۃ فی النجۃ

ولادت و وفات

اس عظیم شاعر نے کیم محرم الحرام ۹۱۸ھ کو دنیا میں آنکھیں کھولیں اور ۸ ربیع الاول ۹۸۳ھ کو بحرین کے ایک شہر بحر کے مضائقات میں مصلی نامی ایک دیہات میں وفات پائی جمیع طور پر چھانچھت (۶۶ سال دو میئین ساتھوں کی عمر پائی۔)

اس عظیم شاعر کے والد کے پیچا ”شیخ ابراہیم کشمکشی“ ہیں۔ (۳)

- ۱۔ ریاض العلماء (ج ۲ ص ۱۰۹)
- ۲۔ ال الام (ج ۴ ص ۷۷ نمبر ۶۷)
- ۳۔ ان کے حالات زندگی مذکور ۱۱۶۲ پر بیش کئے گئے۔

عند لیبان غدیر

(گیارہویں صدی ہجری)

- | | |
|-------------------------------|---------------------------|
| ۱- ابن ابی شافعی بحرانی | ۲- زین الدین حمیدی |
| ۳- شیخ بہائی | ۴- حرفوشی عاملی |
| ۵- ابن ابی الحسن عاملی | ۶- شیخ حسین کرکی |
| ۷- قاضی شرف الدین | ۸- سید ابوعلی انسی یمنی |
| ۹- سید شہاب الدین معتوق موسوی | ۱۰- سید علی خان مشعشعی |
| ۱۱- سید ضیاء الدین یمنی | ۱۲- مولی محمد طاہر قمی |
| ۱۲- قاضی جمال الدین بکی | ۱۳- ابو محمد بن شیخ صنوان |

ابن ابي شافين بحراني

وفات راتب

وقد ضاق ذرعاً بالذى فيه اضمرروا
 تلقاه جبرئيل الامين يشر
 فذلك وحى الله لا يتاخر
 وحط انباس رحلهم قد تاخروا
 بحر مجرن ناره تتسرع
 ويصدع بالامر العظيم وينذر
 وثنى بمعبد المرتضى وهو مخبر
 وان أسلم اصدع فانى مقصر
 رسالته والله للحق ينصر
 وناصر دين الله و الحق ينصر
 وعصيائنه الذنب الذى ليس يغفر
 مطبيعين في جنب الاله فتوجروا
 فمولاه بعدى وال الخليفة حيدر
 فمولاه بعدى وال الخليفة حيدر
 وسار النبي الطهر من ارض مكة
 ولما اتى نحو الغدير برحله
 بنصب على واليا و الخليفة
 فرد من القوم الذين تقدموا
 ولم يك تلك الارض منزل راكب
 رقى منبر الاكواز طهر مطهر
 فائنى على الله الكريم مقدساً
 بان جاءنى فيه من الله عزمه
 وانى على اسم الله قمت مبلغاً
 على اخى فى امته و خليفته
 وطاعته فرض على كل مؤمن
 الا فاصمعوا قولى و كونوا الامره
 اليست باولى منكم بنتفسكم
 فقال الا من كنت مولاه منكم

”رسول پاک نے جنت الوداع کو انجام دیا اور سرز میں مکہ سے باہر آئے حالانکہ ان کے دل میں اہم مسئلہ موجود تھا، اسے آئھکار ہونا چاہئے تھا، اس کی وجہ سے ان کا باتھ بندھا ہوا اور دل تنگ تھا۔ چنانچہ قافلہ غدری کے نزدیک یہ نچا جریل امین یہ بشارت لے کر نازل ہوئے کہ علیؑ کو جائشی اور خلافت کے لئے معین کر دیں، یہ وحی الہی ہے، اس سے سرچی نہیں ہونی چاہئے۔ جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے انہیں واپس بلایا اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار کیا۔ وہ ایسی سرز میں تھی کہ شدت حرارت کی وجہ سے ہر سوار کا اوٹ سے یقچ آتا مشکل تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ شعلہ در ہو۔ رسول خدا اپالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کے اہم پیغام کو آئھکار کرتے ہوئے سب تک یہ نچا دیا۔ پہلے خدائے بزرگ و برتر کی مدح و شنا کی پھر رتفعی کی مدح و ستائش کرتے ہوئے فرمایا: خداوند عالم نے علیؑ کے سلسلے میں ایک واجب میری گرون پر رکھا ہے کہ اگر میں اسے میان نہ کروں تو گویا کوتاہی کی ہے، میں نے خدا کے نام سے اپنی رسالت کو قائم رکھتے ہوئے تمام لوگوں تک یہ نچا دیا، خدا ہی حق کے ابلاغ میں نصرت کرتا ہے، علیؑ میری امت کے درمیان، میرا بھائی اور میرا جائشیں ہے، وہی دین خدا کی نصرت کرتا ہے اور حق و حقیقت ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، علیؑ کی اطاعت ہر مومن پر واجب ہے، اور اس کی اطاعت سے سرچی ناقابل معافی گناہ ہے۔ ہاں! میری یہ بات ساعت کے ذریعہ دل میں اتار لواہر ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو، خدا کو لخواز خاطر رکھو تاکہ ہبہ مند ہو سکو۔ کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ، یہ خدا کا فرمان ہے جو بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس کا میں مولا اور رہبر ہوں یہ علیؑ بھی اس کا رہبر ہے، میرا رحم جائشیں حیدر ہے۔“

ہم نے یہ چند اشعار پاچواہی (۵۸۰) اشعار پر مشتمل ابی شافعیں کے طویل قصیدے سے اخذ کیا ہے، یہ قصیدہ قدیم کے خطی نسخوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

شیخ داؤد بن محمد بن ابی طالب، ابی شافعیں کے نام سے مشہور تھے، شخصی، حراثی کے جد تھے، دسویں

صدی کے متاز افراد میں سے تھے، بہت سی خصوصیات و مفاخرات سے آراستہ تھے۔ ادبی کتابوں اور عربی کی دائرۃ المعارف میں پر اگنڈہ طور پر ان کے اشعار ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، مغلقوں میں ان کے اشعار زبان زد خاص و عام تھے، جہاں بھی علم کی گفتگو چھڑتی تھی، ان کی ندرت کا تذکرہ ضرور ہوتا تھا، وہ شعر کی باریکیوں اور اسرار سے پوری طرح آگاہ تھے۔

سید علی خان نے ”السلافة“ میں ان کا تذکرہ کر کے اس طرح تعریف کی ہے:

”وہ ایسا موجیں مارتا ہوا دریا ہے جس کا پانی تلخیٰ وآلودگی سے دور اجنبائی خوشنگوار ہے، وہ درختاں اور نورانی ماہتاب ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بے باک اور دلیر شیر، طبیعت میں عظیم مرتبہ پر فائز اور عزت نفس میں مشہور و معروف ہیں، ان کی منزلت نصف النہار کے سورج سے بھی بالاتر ہے، ان کے عہد میں کوئی بھی ان کے پایہ کا نہیں تھا، علم و دانش میں ایسے فاضل ہیں کہ کوئی بھی ان سے بر تنیں، شعرو ادب کی دنیا میں فصل الخطاب کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے کلام کی دھار کو زمانہ کندنیں کر سکتا، اگر گفتگو کی شمشیر کو سچ لیں تو مقصود و مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں، اگر ان کے خون کی خوبیوں کیل جائے تو تمام فضائے سلطکر دیتی ہے، ان کے اشعار نیم صبح کی لطافت سے بھی زیادہ لطیف اور عشقی ہو اؤں سے بھی زیادہ خوشنگوار ہیں، ان کے موزوں اور متناسب کلمات جو اہر نشان کپڑوں کی طرح مرتب رہتے ہیں، ان کے کلام کی خوبصورتی شہرہ آفاق ہے۔“ (۱)

زین الدین حمیدی

وفات/۱۹۵۵ھ

لَمْ يَمْلِهِ عَنِ التَّقْيَىٰ زَخْرُفُ الْلَّهِ
بَسْتَ زَهْبَدَا طَلاقَ دُنْيَاَهُ
الْحَسِيبُ النَّسِيبُ اولُ لاقِ
الوزير المشير بالصواب في الحز
وَكَفَاهُ حَدِيثُ مَنْ كَنْتَ مُولاً
وَلَامَالْقَطْلُ لِأَهْمَاءِ
ما غَرَ بِأَمِّ الْفَرُورِ بِالْأَغْرِاءِ
مِنْ ثَنَيَاتِ نَسْبَةِ الْأَقْرِبَاءِ
بِالذِّي قَدْ عَلَىٰ عَلَىِ الْجُوَزَاءِ
وَفَخَارَ أَنَاهِيكَ ذَامِنَ ثَنَاءِ

”دنیا کی آلودگیوں اور یہودگیوں نے انہیں تقریبی سے کبھی دونہیں رکھا، وہ خواہشات نفس کے کبھی اسیر نہیں ہوئے، انہوں نے زہد پارسائی کی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے اسے طلاق دیا، فرمی دنیا انہیں دھوکہ نہیں دے پائی۔ بہترین اور پاک خاندان کے حامل تھے کہ رشتہداروں میں رسول خدا سے سب سے زیادہ نزدیکی رشتہداری کے حامل تھے۔ جنگوں میں رسول خدا کے سچے جانشین اور مشاور تھے، ان کا مقام و مرتبہ حوزاء (ایک آسمانی مخلوق) سے بھی بالاتر تھا۔ ان کی عظمت و منزلت کے لئے ”من کنت مولا“...“ کی حدیث ہی کافی ہے۔ اس کے بعد کسی دوسری مدح و شنا کی ضرورت نہیں۔“

یہ چند اشعار اس عظیم قصیدے سے نقل کئے گئے ہیں جو ۱۳۲۷ھ اشعار پر مشتمل ہے، شاعر نے یہ قصیدہ رسول خدا کی مدح میں کہا ہے اور اس کا نام ”الدر اعظم فی مدح الہی الاعظم“ رکھا ہے،

۱۲۹ صفحات پر مشتمل ان کے دیوان میں یہ قصیدہ دیکھا جاسکتا ہے جو ۱۳۱۳ھ کو بولاق میں شائع ہوا، صفحہ ۲۲۔۵ پر یہ قصیدہ موجود ہے۔

شاعر کا تعارف

زین الدین عبد الرحمن بن احمد (۱) بن علی حمیدی۔ مصر کے عظیم کتاب نویس (خطاط) تھے، شہاب خاجی نے اپنی کتاب ”ریحانۃ الالباء“ میں ان کی توصیف کی ہے۔ (۲)

۱۔ ریحانۃ الادب و خلاصۃ الایثار میں احمد کی جگہ محمد ذکور ہے۔

۲۔ ریحانۃ الالباء ص ۲۷۰ (ج ۲ ص ۱۳۱ نومبر ۱۹۸۲)

بہاء الملہة والدین (شیخ بہائی)

ولادت ۹۵۲ھ

وفات ۱۳۴۷ھ

علی امیری و نعم الامیر
مجیری غداً من لهیب السعیر
و کان لأحمد نعم النصیر
و واحاده أمرأ غدلة الغدیر
من الله نصابه و اختیاراً

علی امامی والا فلا
و من خصه الله رب العلا
تسولیته وهو عقد الولا
اعز الورى وأجل الملا
 محلاؤ اذ کی قریش نجاراً

”علی میرے رہبر ہیں اور کتنے اچھے رہبر ہیں، کل قیامت کے دن مجھے آتش جہنم سے نجات
دلا میں گے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین ناصر تھے، خدیر خم کے دن خدا کے حکم و انتخاب
سے اپنا جائشی کے لئے منتخب فرمایا۔ صرف علی میرے رہبر اور امام ہیں کوئی دوسرا نہیں، ان کو خداوند عظیم
نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میرے دل میں ان کی ولایت و محبت موجود ہے۔ وہ ولایت کے موتی اور
بہترین تخلوق ہیں، تخلوقات میں بلند ترین مرتبہ کے حامل ہیں، خاندان قریش میں ان کا خاندان پاک و
پاکیزہ ہے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن حسین بن عبد الصمد حارثی عاملی جعی۔ شیخ الاسلام، بہاء الملہ والدین اور استاد الاستاذہ و مجتہدین تھے۔ خلائق علوم و فنون میں ان کی مہارت اور فضل و دانش اور دینداری میں ان کی مسلم حیثیت شہرہ آفاق تھی؛ اسی لئے ان کے مقام و مرتبہ کے سلسلے میں مدح و ستائش اور گفتگو کی چند اس ضرورت نہیں، جن لوگوں کو انہیں پہچانا چاہئے وہ پہچانتے ہیں، وہ ایک فقیہ تحقیق، خدا شناس حکیم، کامل و اکمل عارف، ندرت پسند مؤلف، عکتہ رخ اور بر جستہ مناظر، ادیب شاعر اور تمام علوم و فنون کے مالک تھے، امت مسلمہ میں نابغہ روزگار اور دانشوروں اور علم و دین کے پہلوانوں کے درمیان انگوٹھی میں گنجیزہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جعی نے اپنی کتاب ”خلاصہ“ ان کی مدح و ستائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

شیخ بہائی کی بہت سی کتابیں اور تحقیقات تھیں، ان کی شخصیت اس قابل ہے کہ ان کے حالات زندگی قلمبند کئے جائیں اور ان کی فضیلتوں کو منتشر کر کے دنیا کو ان کی فضیلتوں اور عظمتوں سے آشنا کیا جائے، وہ تنہا ایک امت تھے، اس لئے کہ انہوں نے تمام علوم کو حاصل کیا تھا اور تمام علوم و فنون کے باریک نکات پر بھی مسلط تھے، میری نظر میں زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ مختصر یہ کہ ان کے حالات کی حیرت انگیز با تمنی ابھی ساعت تک نہیں پہنچی ہیں۔ (۱)

ان کا سلسلہ نسب بزرگ علوی مذہب تابعی ”ہارت ہمدانی تک پہنچتا ہے، شیخ بہائی کے والد محترم (شیخ حسین) کے حالات کے ذیل میں ہارت ہمدانی کے متعلق قدرے گفتگو کی گئی۔ (۲)

ان کے حسب حال حالات زندگی اور مدح و ستائش بہت سی ان کتابوں (۳) میں دیکھی جاسکتی ہیں جو علماء کے حالات زندگی کے سلسلے میں لکھی گئیں ہیں۔

۱۔ خلاصۃ الارثۃ اعیان القرون الخادی عشرج ۳ ص ۳۳۰

۲۔ اسی کتاب کے صفحے ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰ پر

۳۔ الی الائل ص ۲۸۹ (ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۱۵۸)؛ بر جملۃ الالیاء، شہاب الدین خاچی ص ۱۰۳۔ ۱۰۴ (ص ۲۰۷۔ ۲۱۳)؛ جامع الرواۃ، مقدی اور ملی (ج ۲ ص ۱۰۰)؛ اجازات الحمار ص ۱۲۳ (بخاری الانوار ج ۹ ص ۱۰۸ نمبر ۲۶)

اساتذہ اور مشائخ

شیخ بہائی نے اپنی عمر کا اکثر حصہ کسب علوم کے لئے سفر کرتے ہوئے گزارے ہیں، اپنے کم شدہ کتابیں دوسرے اعلاقوں کو روندھتے ہوئے اپنی آرزو کی تکمیل کے سلسلے میں بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے اور دین و مذاہب کے علماء و رؤسائے، مختلف علوم و فنون کے استادوں اور دانشوروں نیز نابغہ روزگار شخصیتوں سے ملاقات کی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علوم و فنون اور قرأت کی تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں ان کے اساتذہ نیزان کے مشائخ روایت بہت زیادہ ہیں؛ ان میں بعض یہ ہیں:

۱۔ ان کے والد گرامی: شیخ حسین بن عبد الصمد

۲۔ شیخ محمد بن محمد بن ابی الطیف مقدس شافعی

۳۔ شیخ ملا عبد اللہ یزدی، صاحب حاشیہ (متوفی ۹۸۷ھ)

شیخ بہائی کے تلامذہ اور روواۃ

بہت سے بزرگ علماء نے ان کے سامنے زانوئے ادب تھہ کرتے ہوئے ان سے علوم دین اور فلسفہ و ادب حاصل کیا ہے؛ اسی طرح بہت سے مشہور دانشوروں نے ان سے روایت کی ہے۔ علامہ امینی نے الغدیر میں ان کے شیعہ و سنی شاگردوں میں سے ۷۹ رفراز ادا کا نام حروف الفباء کی ترتیب سے درج کیا ہے۔ (۱)

شیخ بہائی کی گرفتاری تالیفات

موت سب کا مقدر ہے چنانچہ موت نے شیخ بہائی کو بھی لگا ہوں سے او جمل کر دیا لیکن ان کے بے پناہ علمی کارنا مے اور قیمتی تحریریں، انہیں عرصہ گیتی پر زندہ رکھیں گے؛ یہاں آپ کی خدمت میں مختلف علوم

میں ان کی بعض گرانقدر کتابوں کا نام پیش کیا جا رہا ہے:

- ۱۔ العروة الوثقی (علم فقیر میں، مطبوعہ)
- ۲۔ جامع عبای (علم فقیر میں، مطبوعہ)
- ۳۔ تشریح الافق (مطبوعہ)
- ۴۔ جبل انتین (مطبوعہ)
- ۵۔ زبدۃ الاصول (مطبوعہ)
- ۶۔ خلاصۃ الحساب (مطبوعہ)
- ۷۔ الغواہ الصمدیۃ (مطبوعہ)

ولادت

شیخ بہائی کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں سب سے معترض نظر یہ ریاض العلماء کے مولف کا ہے، وہ ان کے حالات زندگی میں، ان کے والد گرامی شیخ حسین کے خطی نفع کے خواں سے لکھتے ہیں:

”یہ سب اک مولود ۳ صفر ۹۵۰ھ کو دو شنبہ (سوموار) کی رات کو پیدا ہوا، اس کا بھائی ابوالفضل محدث محمد بهاء الدین (خدالا سے ہمیشہ صالح اور بدایت یافتہ قرار دے) ۷ ربیع الجمادی ۹۵۰ھ کو چہار شنبہ (بدھ) کے دن غروب کے وقت پیدا ہوا“۔ (۱)

وفات

علماء کی نظر میں شیخ بہائی کی معترض تاریخ وفات ۳۰ اجھے ہے، انہوں نے اصفہان میں وفات پائی وصیت کے مطابق مشہد مقدس میں، ان کو ان کے گھر میں ان کی آرامگاہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

حرفوشی عاملی

وفات ۱۹۵۹ھ

فِيَهُ التَّوَاءُ الْأَفَوَانِ
مِنْ يَلْتَرَى قَرْضَابَهُ
وَيَنْكُصُ الرَّايَاتُ تَعَ
وَيَسْأَلُ بَخْمَ كَمْ لَهُ
وَاهْلَلَهُ اطْلَقَتْ
وَيَرْبَى بَحْرَى سَانَهُ
ثَرَبَالجَمَاجِمَ منْ جَبَانَهُ
الْمُخْتَارُ مِنْ فَضْلِ أَبَانَهُ
أَعْدَاوُهُ شَوَطَأْعَنَهُ

”جس نے بیچ دتاب کھاتے ہوئے نر سانپ کو اپنے شمشیر آبدار سے چایا۔
تاکہ اسے سیراب کر سکیں، وہ گذشتہ افراد کے مظالم کے خون سے اس کی نوک کو سیراب کرتے

تھے۔

دشمنوں کے پرچم کو واپسی اور فرار پر مجبور کر دیتے تھے، حالانکہ یہ پرچم ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ صحرائیں نہردا آزمائیں۔

ان کے مقام و مرتبہ کے متعلق خم کی سرزی میں سے سوال کریں کہ رسول خدا نے ان کے بہت سے
فضل و مناقب کو واضح و آفکار کیا۔

اگر ان کے دشمن ان سے جنگ و جدال کو ایک لمحہ بھی ترک کر دیتے تو تم تو کیا ہوتا۔“۔

شاعر کا تعارف

شیخ محمد بن علی بن احمد حروفی (۱) حریری شای عاملی۔

ایسی برجستہ شخصیت کے حامل تھے جسے بہت سے علمائے علم و ادب پر تقدیم حاصل تھا، وہ نایاب دانشوروں میں سے ایک تھے، وہ ہر فضیلت کی طرف مشتاقانہ طریقے سے آگے بڑھے اور ہر کرامت کو اعلیٰ مرتبہ پر حاصل کیا، ایسا لگتا ہے جیسے تمام فضائل و مناقب دائرے کی طرح ان کا حصار کئے ہوتے تھے۔

شیخ حرمی عالمی ان کی زندگی کے متعلق اہل الآل میں لکھتے ہیں:

”وہ فاضل دانشور، باریک بین، برجستہ، ماہر، محقق، مدقق، شاعر، ادیب مولف، حافظ اور اپنے عہد میں عربی علوم سے سب سے زیادہ آشنا تھے۔“ (۲)

علامہ مجلسی نے بھی بخار الانوار میں مولف ”السلامۃ“ کے حوالے سے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۳)

متدرک کے مطابق شہید ثانی کے پوتے ”شیخ علی زین الدین“ نے ان کے سامنے زانوئے ادب تھہ کیا ہے اور سید ہاشم احسانی نے ان سے روایت کی ہے۔ (۴)

ان کے بعض گرفتار کارنامے یہ ہیں:

۱۔ شرح قواعد شہید

۲۔ مختلف النحو (نحو میں)

۳۔ شرح صدیہ (نحو میں)

۱۔ حروفی کے خاندان سے منسوب ہے، وہ اپنے پرداد ایضاً امیر خروفی خروجی سے منسوب ہیں، جب ابو عبیدہ ابن جراح نے بعلبک پر حملہ کیا تو وہ (امیر خروفی) فرقہ کے لکھر میں پر جم دارتے، ان کی اصالت مراقق کے خزانہ سے ہے: ملاحظہ ہو: اعیان الشہید

ج ۵ ص ۳۲۸ (ج ۲ ص ۲۱۶)

۲۔ بخار الانوار ج ۲۵ ص ۱۲۲ (ج ۹ ص ۱۰۹ نومبر ۱۹۷۲)

ج ۳ ص ۳۵۲ (ج ۱ ص ۱۶۲ نومبر ۱۹۷۲)

۳۔ متدرک ج ۳ ص ۲۰۶

ابن ابی الحسن عاملی

وفات ۱۰۷۸ھ

ونص عليه فی الغدیر بانہ
اماں الوری بالمنطق الصادع الفصل
فاؤدعتهموها غیر اهل بظلمکم
و ابعلتموها ای بعد عن الامل
فاذروا رسول اللہ فی منع بته
ترائلها یا اساء ذلك من فعل
و کم رکبوا اغیاً و جائزوا بمنکر
”رسول خدا نے غدیر کے دن واضح انداز میں صریح طور پر حضرت علیؑ کو تمام لوگوں کے رہبری
حیثیت سے نشاندہی فرمائی۔ تم لوگوں نے اس مقام کو تالائقوں کے حوالے کر کے جو شخصیت اس کے لائق
تھی اس سے دوری اختیار کی۔ انہوں نے رسول خدا کی بیٹی کو ان کے میراث سے محروم کر کے آنحضرت کا
دل دکھایا، انہوں نے کتابہ اور قیچی عمل انجام دیا۔ وہ خلافت و گمراہی کے مرکب پر سوار اور قیچی افعال
انجام دینے میں کتنے ثابت قدم تھے۔ وہ عدل و ہدایت سے کتنے دور تھے۔“
اس قصیدہ کو سید احمد عطار نے الرائق کی دوسری جلد میں نقل کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید نور الدین علی (دوم) بن سید نور الدین علی بن حسین بن ابی الحسن، ہمہ موسوی عاملی جمعی۔
یہ مذہب تشیع کی ان بر جتہ شخصیتوں اور علماء میں سے تھے جنہوں نے علم و ادب کو باہم جمع کیا اور

زہدو پار سائی کے زیور سے آراستہ تھے۔

چنانچہ ان کے والد بھی خاندان وحی کے بزرگوں، علم و فضیلت کی نایاب شخصیتوں اور شہید ٹانی کے مشہور شاگردوں میں سے ایک تھے۔

مذکورہ شاعر نے اپنے والد سید شریف اور اسی طرح دعظیم شخصیتوں سے درس لیا جن میں سے ایک ان کے پدری بھائی صاحب مدارک تھے اور دوسرے ان کے مادری بھائی، شہید ٹانی کے فرزند شیخ حسن تھے، انہوں نے ان سے اجازہ روایت لی ہے۔

جن کتابوں میں علماء کے حالات زندگی مرقوم ہیں، ان میں وقیع شاعر (نور الدین) کا مذکورہ انہائی عزت و احترام، تعریف و توصیف اور مرح و ثنا سے بھر پور انداز میں کیا گیا ہے۔ (۱)

۱۔ ملاحظہ ہو: بخار الافوار ج ۲۵ ص ۲۲۲ (ج ۱۰۹ ص ۱۱۷)؛ روضات الجمادات ج ۵۲۰ (ج ۷ ص ۵۹۸)

شیخ حسین کرکی

وفات ۱۷ حجۃ

فخاض امیر المؤمنین بسیفه
لظاہرا و املاک السماء له جند
و صاح علیهم صیحة هاشمية
تکاد لها الشم الشوامخ تنهد
غمام من الاعناق تهطل بالدما
و من سیفه برق و من صوتہ رعد
وصی رسول اللہ وارث علمہ
و من کان فی خم له الحل والعقد
لقد ضل من قاس الوصی بضده و ذوالعرش یابسی ان یکون له ند
”امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی تکوار کر آگ (جنگ) کے دہانے میں ڈال دیا۔ انہوں نے
دشمنوں پر ایسا تیز ہاشمی نفرہ بلند کیا کہ قریب تھا پہاڑ اس کی بیت سے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔ کافروں کی گردن
سے خون کی بارش ہوتی تھی، اسکی بارش جس کی چک حضرت علی علیہ السلام کی تکوار اور جس کی گھنٹہ زنج ان
کا بلند بائگ نفرہ تھا۔ حضرت علی علیہ السلام رسول خدا کے وصی و جاثشین اور ان کے علم کے وارث ہیں،
غدری خم کے واقعہ میں انہیں کے حوالے حل و عقد کے امور کئے گئے۔ جو حضرت علی کا ان کے دشمن سے
مقایس کرے وہ واقعاً گمراہ ہے۔ وہ بنے نظیر ہیں بالکل اسی طرح جیسے عرش کا پروردگار کوئی مثل نظریار اور
شریک نہیں ہے۔“ (۱)

۱۔ اس قصیدہ کو اہل الآل (ج اس ۲۷ نومبر ۶۶) سے انتخاب کیا گیا ہے

شاعر کا تعارف

شیخ حسین بن شہاب الدین بن حسین بن خاندار (۱) شای کر کی عالمی۔ جبل عالی کے بہترین انسان اور ان دانشوروں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کر کے ان پر مہارت حاصل کر لی تھی، وہ ادیبات میں استاد کی حیثیت رکھتے تھے؛ جب وہ شعر کہتے تو انسان سمجھنیں پاتا تھا کہ وہ موتی پرور ہے ہیں یا سونے کا زیور آمادہ کر رہے ہیں۔

ان کے ہم عصر عالم "الآل الآل" میں ان کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں:

"وہ ہمارے عہد میں قد رحمید عالم و دانشور، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، انہوں نے چند کتابیں لکھی ہیں کہ جن میں بعض یہ ہیں: شرح فتح البلاغہ، عقود الدرر فی حل ادیبات المطول والختصر، حاشیہ مطول و.... انہوں نے ۶۰۰ھ کو ۲۸۰ رسال کی عمر میں وفات پائی"۔ (۲)

۱۔ خلاصۃ الاثر (ج ۲ ص ۹۰) پر جاندار مذکور ہے

۲۔ آل الآل (ج ۱ ص ۲۶ نمبر ۲۶)؛ ان کے حالات زندگی اجازات بخاری ص ۱۷۵ (بخار الافوار ج ۱ ص ۱۰۹) پر لاحظ کئے جاسکتے ہیں

قاضی شرف الدین

دقائق / ۹۷۰ھ

ولاه احمد فی الغدیر ولاية
 اضحت مطلقة بها الاعناق
 حتى اذا اجري اليها طرفه
 حادوة عن سنن الطريق وعاقروا
 ما كان أمرع ماتناسوا عهده
 ظلماً و حللت تلکم الا طواف
 سهدوا بها يوم الغدیر لعیدر
 "احمد نے غدیرِ خم کے دن، ان کو اپنی جائشی اور ولایت کے منڈ پر براجمان کیا، اسکی ولایت جو
 طوق کی طرح ان کی گردان پر پڑی ہوئی تھی۔ لیکن جب حضرت علیؑ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان سے دشمنی
 کر کے سنت رسول اور واقعی اسلام کو تاذکرنے میں ان کے رکاوٹ بنے، انہوں نے کتنی جلدی اپنا وعدہ
 بھول کر اپنا عہد دیکیا توڑ دیا۔ یہ لوگ غدیر کے دن گواہ تھے کہ کس طرح حضرت علیؑ کی ولایت کے فور
 سے پورا عالم روشن و منور تھا۔" (۱)

شاعر کا تعارف

قاضی شرف الدین حسن بن قاضی جمال الدین بن.....بن عمر بن حظل بن مطہر بن علی ہبیل (۲)

۱۔ یہ قصيدة نسخہ المحر نہیں چھپی دشیج (مجلد ۷ ج ۱۷۲) پر دیکھا جاسکتا ہے

۲۔ ہبیل زبر اور اس کے بعد بے خواہان کا بر اخواند اہل ہے

خواںی یعنی صنعتی۔ یمن کے مشہور ادیب و عالم، دانشور مولف اور شاعر تھے، ان کا "فلم الدجوام" کے نام کا ایک دیوان بھی تھا۔

نسمہ اسر میں ہے:

یمن نے آغاز تاریخ سے لے کر ان کے زمانے میں ان سے زیادہ برجستہ شاعر نہیں دیکھا تھا۔
اس شاعر نے عالم جوانی میں صفویہ کو وفات پائی، ان کے والد اور دوسروں نے ان کا مرثیہ کہا ہے۔

خلاصہ الاثر کے مولف نے ان کا تذکرہ کر کے ان کی مدح و ستاش کی ہے اور ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ (۱)

سید ابو علی انسی

وفات ۱۴۰۷ھ

و حدیث الغدیر یکفیه مما
قال فیہ محمد و استقالا
غیر ان الضفائن القرشیا
ت بها كانت اللیالی حبالا
”حدیث غدیر میں حضرت محمد نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہی کافی ہے اور سب کا
جواب ہے لیکن افسوس! راتیں قریش کی نفرتوں کا مرکز بن گئیں“۔ (۱)

شاعر کا تعارف

سید ابو علی احمد بن محمد حنفی یعنی انسی (۲) یمن کے مولف و عالم تھے، جارودیہ کے رہنے والے تھے۔
نسمہ اخر نے ان کی مدح و ستائش کی ہے۔ (۳) عقائد کے سلسلے میں ان کے بہت سے اشعار ہیں،
متوکل ان کی زبان سے ہر اسال تھا۔ چنانچہ ایک دن جب وہ سودہ میں متوکل کے پاس آئے اور ان کی
ضرورتیں پوری نہ ہوئیں تو متوکل کی نعمت کرنے لگے۔ متوکل نے حکم دیا کہ ان کی تمام ضرورتیں پوری



۱۔ نسمہ اخر ج اص (جلد ۶ ج اص ۹۰) پر یہ اشعار نقل کئے ہیں

۲۔ الف پر زیر اور دون پر زیر ہے، یمن کے مشہور شہر گلاق انس سے منسوب ہے، (شاید گلاف ہو)

۳۔ نسمہ اخر (جلد ۶ ج اص ۹۰)

کردی جائیں، اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تمہاری ہر حاجت پوری ہو۔ سید نے کہا: جس ہندوستانی تکیہ پر بیٹھے ہو، مجھے اس کی ضرورت ہے۔ متوكل فور آٹھا اور سید نے اسے انھالیا پھر اپنے چند اشعار میں اس کی مدح کی۔ وہ ۱۹۰۷ء میں فوت ہوئے۔ ان کے فرزند سید احمد نے شعروادب کا ذوق اپنے والد سے میراث میں پایا تھا، چنانچہ بارہویں صدی ہجری کے شعراء میں ان کا ذکر آئے گا۔ (۱)

سید شہاب موسوی

ولادت ۱۹۲۵ء

وفات ۱۹۸۶ء

”نورِ مبین“ قد انصارِ دجی الهدی
ظلمِ الضلالۃ فی ضیاءِ سراجہ
و غدیرِ خم بعدِ مالعبت به
امطرتہ بسحابة سمیتها
وابنت فی (کتُبُ البیان) عن الهدی
و کذاک (منتخب من التفسیر) لم
تنسج پیداً أحد علی منساجہ
”ان کے چراغ ”نورِ مبین“ (۱) کی روشنی میں ہدایت کی تاریکی اور ضلالت کے اندر میرے روشن
و منور ہو گئے۔ غدیر (خوض) پر، خلقِ نبی اور دشمنوں کے تمام تزفیک و تردید کے بعد وہ خوض متلاطم ہوا۔ تم
”غیرِ القال“ نامی کتاب کے بادل کے ذریعہ بر سے، اس وقت وہ خوض (پانی سے سرشار ہوا اور) پانی
کی موجودوں میں تنگی آگئی۔ تم نے ”کتبُ البیان“ نامی کتاب میں ہدایت سے پرده اٹھایا اور جس راہ
ہدایت کے نام و نشان مت رہے تھے، اس کی نشاندہی کی۔ اسی طرح کتاب ”منتخبُ الشیریز“ بھی ہے کہ
کوئی اور ایسے اچھوتے انداز میں تحریر یہی پیش نہیں کر سکتا۔

۱۔ انورِ مبین، غیرِ القال، کتبُ البیان اور منتخبُ التغایر سید علی خان کی چاہر کتابوں نام ہیں؛ ملاحظہ ہو: الفدیریج (الص ۱۵)

متذکرہ اشعار چالیس اشعار پر مشتمل شاعر کے قصیدہ سے منتخب کئے گئے ہیں جنہیں ان کے دیوان (۱) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ انہوں نے یہ قصیدہ ۱۹۰۸ء میں سید علی خان مشعشعی (بعد ولے شاعر) کی مدح میں کہا ہے، شاعر نے ان اشعار میں سید علی خان کی کتاب ”خیر القال“ کا متذکرہ کیا ہے جو امامت کے موضوع پر مشتمل ہے جس میں حدیث غدیر کا بھی متذکرہ کیا گیا ہے۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ شاعر نے اپنے اشعار میں حدیث غدیر کو ثابت کیا اور اس کی دلالت کے سلسلے میں تمام تر تکوک و شبہات کو بر طرف کیا ہے؛ اسی لئے ہم نے انہیں شعرابن غدری کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

شاعر کا تعارف

سید شہاب بن احمد بن ناصر بن حوزی بن ... بن امام موسی کاظم۔ یہ الیل بیت رسولؐ کے بر جست شاعر تھے۔ ان کے اشعار سلیس، فصح بہترین معانی پر مشتمل الفاظ کے حامل ہوتے تھے، کافی قوی اور سلیس اشعار کہتے تھے۔

سید خاصم بن شدقم نے اپنی کتاب ”تحفۃ الاذہار“ میں ان کے متعلق لکھا ہے:
وہ بزرگ سید، بہترین اخلاق کے مالک، عظیم خاندان کے حامل اور فصح و ادب و شاعر تھے۔ (۲)
وہ بستانی ”دارۃ المعارف“ میں لکھتے ہیں:
وہ گیارہویں صدی کے علماء میں سے تھے جو ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے، ان کے اشعار سلیس اور متفق ہوتے تھے۔ (۳)

۱۔ دیوان سید شہاب موسوی ص ۱۳۰

۲۔ تحفۃ الاذہار ج ۲

۳۔ دارۃ المعارف ج ۱۰ ص ۵۸۹ (ج ۱۰ ص ۵۹۲)

سید علی خان مشعشعی

وفات ۱۵۸۸ھ

و فی یوم خم ابیان النبی
موالاتہ بر فیع الندا
ناؤلهم کان سالم الہ
وفادیہ بالنفس لیل الفدا
و ناصرہ یوم فر الصحاب
عنہ فراراً کسرب القطا
”رسول خدا نے غدر خم میں حضرت علیؑ کی دوستی و ولایت کو بلند بانگ بیان فرمایا، علیؑ یہی سب سے
پہلے اسلام لائے اور فدا کاری کی رات میں رسول خدا کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔ وہ ان ایام میں
رسول کے ناصروں مددگار تھے جن ایام میں اصحاب، رسول خدا سے اسی طرح فرار کر رہے تھے جس طرح
پرندے پر آگنہ ہوتے ہیں“۔
یہ بہترین قصیدہ ایک سویں اشعار پر مشتمل ہے۔

شاعر کا تعارف

سید علی خان بن سید خلف بن سید عبد المطلب بن بن امام موی بن جعفر (علیہما السلام) مشعشعی
حوالی۔ (۱)

۱۔ ریاض العلماء کے مؤلف نے ان کا نسب اسی طرح تلبیہ فرمایا ہے ج ۲۳ ص ۷۷

وہ حوزہ کے ایسے حاکم تھے جو علم کے نورانی لباس سے آراستہ و پیراست تھے۔

شیخ حرمعلی نے اہل الآل میں ان کا اس طرح تذکرہ کیا ہے:

وہ فاضل دانشور اور بلند مرتبہ ادیب و شاعر تھے، اصول اور امامت وغیرہ کے سلسلے میں ان کی

کتابیں بھی ہیں۔ (۱)

مدرسہ کے مولف کے بقول: شیخ حسین بن محی الدین بن عبد اللطیف بن ابی جامع نے ان سے روایت نقل کی ہے، خود انہوں نے بھی شہید ٹالی کے نواسے شیخ علی زین الدین سے روایت نقل کی

ہے۔ (۲)

۱۔ اہل الآل (ج ۲۳ ص ۷۸۱ نمبر ۵۵۴)

۲۔ مدرسہ کلچ ۳ ص ۶۰۶، ۶۰۸

سید ضیاء الدین یمنی

دفاتر

همام لہ نہیج من المجد لازب	امام البراء اللہ من طینہ العلا
هو البدر والال الكرام الكواكب	له الشرف الاعلى له نقطۃ السما
لامة خیر المرسلین المذاهب	بهم قام دین الله فی الارض واعتلت
وعبدی و من تحنو علیه الاقارب	لیھنک ذالعید الذى انت عیده
به و رسول الله فی القوم خاطب	ویوماً اقام اللہ للال حقہم
وزحزح عنھا الابعدون الا جانب	بے قلد اللہ الخلافۃ اهلها
بنص اللہ فالأمر واجب	فكان امیر المؤمنین علی الوصی
و حسبک نفس المصطفی و ولیه	و حسبک نفع المصطفی و ولیه
”وہ ایسے امام ہیں جن کو خداوند عالم نے بہترین نظرت پر غلق فرمایا ہے، وہ ایسے آقائیں کہ ثابت	
و استوار طریقہ کرندگی انہیں سے مخصوص ہے، برترین شرافت و بزرگی کے حال تھے، آسمان کی روشنی و	
چمک انہیں کی وجہ سے ہے، وہ ماہتاب ہیں اور ان کا فیض خادمان ستارے۔ انہیں کے وجود کی برکت	
سے خدا کا دین زمین پر قائم ہوا اور خیر الانبیاء کی امت کے عقائد مقدس ہوئے، یہ عید (۱) آپ کو مبارک	

ا۔ یعنی عبید ندوی

ہو، آپ ہی اس عید کی علت ہیں میری اور ان افراد کی عید کے سبب ہیں جنہوں نے اپنا دل آپ سے وابستہ کر دیا ہے۔ جس دن خداوند عالم نے علی کی برکت سے آل رسول کے حق کوان کے لئے قائم کیا پھر رسول خدا نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا۔ خدا نے اس دن خلافت کو بہترین انسان کے پرورد کیا اور غیر اس سے دور ہو گئے۔ لہذا علی خدا کی تصریح کے مطابق موننوں کے امیر اور رسول خدا کے جانشین ہیں، ان کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ تمہارے لئے نفس رسول، ان کے ولی وہارون، پاک و پاکیزہ آقا اور ثابت قدم شجاع کی دوستی و محبت ہی کافی و دوافی ہے۔“

شاعر کا تعارف

سید ضیاء الدین جعفر بن مطہر (۱) بن محمد حسین، جرموزی حسنی یہنی۔ یہن کے بزرگ، ادیب و شاعر اور مؤلف تھے، منصور کے بیٹے متکل نے ابو الحسن اسماعیل بن محمد کی وفات کے بعد سرز میں عدین (۲) کا حاکم بنادیا، وہ وہیں پر حکومت کرتے رہے، پھر امیر سید فخر الدین عبداللہ الحسینی بن محمد، موسیٰ بن متکل کے آغاز میں وہاں کا حاکم ہو گیا۔ انہوں نے شہر عدین میں ۶۹۰ھ کو وفات پائی۔

۱۔ یہاں پر محمد کے رہنستہ علمی و ادبی تخصص تھے، یعنی ایسی میں وفات پائی، ان کے حالات زندگی خلاصۃ الازرح ص ۳۰۶ ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔ یہن کے ایک شہر کا نام ہے: سیم البلدان (ج ۳ ص ۹۰) ملاحظہ ہو: نسخہ احر (جلد ۶ ج ۱۵۵)

ملا محمد طاھری

وقات ۱۰۹۸

ولایة المرتضی فی خم قدم ثبت بنص افضل خلق الله والرسـل
 نص النبـی علیه فـوـق منـبره علـیـه أـشـهـد أـهـل الدـین و الدـوـل
 "علی مرتضی کی ولایت، بہترین خلوق خدا اور برترین رسول کی تصریح کے ذریعہم کی سرزین پـر
 سب پـر ثابت ہو گئی ہے، رسول خدا نے منبر کی بلندی پـر واضح طور سے اس ولایت کا اعلان فرمایا اور تمام
 اہل دین و دولت نے اس کی گواہی دی"۔

شاعر کا تعارف

ملا محمد طاہر بن محمد حسین، شیرازی پھر بھی اور پھر تھی۔ ان محدودے چند شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، یہ روایت کرنے والے مشائخ اور ان افراد میں سے ہیں جن کی سندوں کا سلسلہ امام سے متصل ہوتا ہے، وہ فقہ کے ساتھ ساتھ صحیح اور عالی علم فلسفہ کے بھی حال تھے، ان کی بات لائق اعتماد اور علم ادبیات میں کامل تھے، انہوں نے اپنے بے پناہ علوم کو مفید شخصیتوں اور بلیغ موعظوں سے مخلوط کر کے اپنے کلام میں بہت سی حکمتیں پیش کی ہیں، بہت سے اشعار کئے ہیں جن کے آگے موتیوں کے دارے بیچ نظر آتے ہیں۔

الآل کے مولف لکھتے ہیں:

وہ ہمارے عہد کے دانشور اور بہترین شخصیت ہیں، ایک صاحب تحقیق اور قابل اعتماد عالم، فقیر اور مناظر و متکلم ہیں اس کے علاوہ جلیل القدر محدث بھی تھے۔ (۱)
محدث نوری نے مسدر ک میں ان کی اس طرح ستائش کی ہے:
وہ جلیل القدر اور پاک و پاکیزہ عالم دین اور شیعیت کی معترض شخصیت، بہت سی مفید کتابوں کے مالک ہیں۔

مولانا محمد طاہر نے سید نور الدین علی (۲) جن کا تذکرہ اس سے قبل کیا گیا، سے روایت کی ہے۔
علامہ مجلسی نے ۱۰۸۶ھ کے اجازہ (۳) کے مطابق، شیخ حرم عاملی الآل (۴) کے مطابق، شیخ نور الدین اخباری اور ملام محمد حسن فیض کاشانی (۵) نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ مختلف علوم میں ان کی گرافقدر کتابیں بھی ہیں۔

۱۔ الآل (ج ۲۸ ص ۷۷ نمبر ۸۱۹)

۲۔ بخار الانوار ج ۲۵ ص ۲۲۲ (ج ۱۱ ص ۳۰۳ نمبر ۱۰۳)؛ مسدر ک الوسائل ج ۲۳ ص ۹۰۹

۳۔ اجازات بخاری ج ۱۲ ص ۱۰۳ (ج ۱۱ ص ۲۹۹ نمبر ۱۰۳)

۴۔ الآل (ج ۲۸ ص ۷۷ نمبر ۸۱۹)

۵۔ مسدر ک الوسائل ج ۲۳ ص ۹۰۹

قاضی جمال الدین مکی

وقات بعد از ۱۴۰۷ھ

أنت نعم المولى لكل العباد
ذوالإيادي والايدي أنت لعمرى
ولك الارث فى الولاء بحق
لنمقال النبى فى ماء خم
فنهادى بالطوع قوم ففازوا
ثم قال النبى وال عليه
وتفضل برحمة للموالى

”آپ سختوں میں بہترین نصرت کرنے والے اور زادراہ ہیں، آپ تمام بندوں کے بہترین مولا ہیں۔ میری جان کی قسم! آپ بہترین سختوں اور قدرتوں کے مالک ہیں، لوگوں میں سب سے اچھے اور بندگان خدا میں یگانہ روز تھے۔ آپ ولایت کے برق و ارث تھے، قیامت تک سب کی گردن پر آپ کا حق ہے کیونکہ رسول خدا نے آپ کو ہر مومن و مطیع کا مولا و آقا قرار دیا ہے۔ بعض لوگ آپ کی اطاعت کے ذریعہ ہدایت ہافتہ اور کامیاب ہوئے، جاہل اور بے خبر انسان آپ کی خالقت کو آخریک جاری رکھا۔ پھر رسول خدا نے فرمایا: خدا یا! علیؑ کو دوست رکھ اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، ان کے دوستوں کو اپنی

رحمت و مہربانی کا محور قرار دے اور ان کے دشمنوں پر عذاب نازل فرماء۔
سلانۃ الحصر اور سلوۃ الغریب کی جانب رجوع کریں، یہ دونوں سید علی خان مدینی کی کتابیں ہیں۔

شاعر کا تعارف

قاضی جمال الدین (۱) محمد بن حسن بن درازی کی۔ وہ خوش خن ادیب، صاحب فضیلت، شعر کے
نقاد، تابذخ تفاسیت اور خلاق تھے۔

سید نے "سلانۃ الحصر" میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے ان کی اس طرح ستائش
کی ہے:

"وہ علوم و معارف میں درخشاں صورت اور ان کے وسیع سایہ سے بہرہ مند تھے، ان کے فضائل
کے آفتاب دماہتاب نے ہر جگہ کو روشن و منور کر کھاتھا، انہوں نے علم کے سندرا اور اس کی موجودوں کو
متلطم کیا اور علم و دانش کی آواز کو ہر جگہ ہیوچایا، ان کا نام اور یاد ہر سرز میں پر پھیلا ہوا تھا۔" (۲)
متذکرہ شاعر جمال الدین کے حالات زندگی محبی کی کتاب "خلاصة الاثر" (۳) میں ملاحظہ کئے
جا سکتے ہیں، وہ سلانۃ کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"میں اس شخصیت کی تاریخ و فقایت کے متعلق جتنوں کی لیکن کچھ معلوم نہ ہوسکا، بس اتنا علم ہے کہ وہ
اے ایوں میں زندہ تھے، اس کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے، خدا ان کی مغفرت کرے۔"

۱۔ خلاصہ ح۳۲۰ پر اسی طرح ذکور ہے لیکن کتاب سلانۃ الحصر ح۷۔ اپریل مrome ہے: جمال الدین بن حسن

۲۔ سلانۃ الحصر ح۷۔

۳۔ خلاصۃ الاثر فی احیان القرن الحادی عشر ح۳۲۰۔ ۳۲۷۔

ابو محمد بن شیخ صنعاں

ممسوس ذات الله في الآثار قدر الذى بصفاته وسماته
 فتاح بباب خزان الأسرار مصباح نور الله مشكاة الهدى
 عبد الله كصنوه المختار صنو الرسول و كان اول مؤمن
 وأتم نعمته على الأخيار وبه أقام الله دين نبيه
 ”وَهُوَ أَنْصَارًا لِّأَنَّهُ سَعَىٰ إِلَيْهِ بِمَدْرِبَتِهِ“^(۱)
 ہے۔ وہ نور خدا کے چراغ، ہدایت کے چراغ دان اور اسرار کے خزانوں کا دروازہ ٹھوٹنے والے ہیں۔
 علی رسول خدا کے بھائی، وہ پہلے ایمان لانے والے تھے جنہوں نے اپنے منتخب بھائی (رسول) کی طرح
 خدا کی عبادت کی۔ خداوند عالم نے اپنے رسول کے دین کو ان کے ویلے سے استوار کیا اور اپنی نعمتوں کو
 نیک بندوں پر کامل کیا۔^(۲)

۱۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس ابو قیم نے بلور مرفع حلیۃ الا ولیاءج ۱ ص ۶۸ پر نقل کیا ہے: لا تسبوا عليا فانه
 ممسوس فی ذات الله ”علی کو کمالی نہ دو کیونکہ وہ خدا کی ذات میں مضموم ہو چکے ہیں“ ملاحظہ ہو: اسی کتاب کے صفحہ ۹۱۲
 ۲۔ آیہ مبارکہ ﴿الیوم اکملت لكم دینکم و اتممت علیکم نعمتی یہ کی طرف اشارہ ہے جو غدیر خم کے دن امیر
 المؤمنین کی شان میں نازل ہوئی ہے ہم نے اسی کتاب کے صفحہ ۶۰۔ ۷۰ پر تفصیل سے اس مسئلے میں تکلیفی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد بن شیخ صنعاں۔ ان کے حالات زندگی معلوم نہیں ہو پائے، لیکن متذکرہ اشعار ہی فن شاعری میں ان کی قدرت، نظم میں ان کی مہارت اور میدانِ ادب میں ان سبقت کی دلیل ہیں چنانچہ امام پاک امیر المؤمنین کے متعلق ان کی خالص محبت و ولایت کی دلیل ہیں۔

عند لیبان غدیر

(بارہویں صدی ہجری)

- | | |
|----------------------------|-----------------------|
| ۱۔ شیخ محمد حرامی | ۲۔ شیخ احمد بلادی |
| ۳۔ مدرس الادب یمنی | ۴۔ سید علی خان مدینی |
| ۵۔ شیخ عبدالرضا مقری کاظمی | ۶۔ علم الہدی محمد |
| ۷۔ شیخ علی عاملی | ۸۔ ملامسیح افسوسی |
| ۹۔ ابن بشارۃ غروی | ۱۰۔ شیخ ابراہیم بلادی |
| ۱۱۔ شیخ ابو محمد شوکی | ۱۲۔ سید حسین رضوی |
| ۱۳۔ سید بدر الدین یمنی | |

شیخ حر عاملی

ولادت ۱۲۴۰ھ

وفات ۱۲۸۷ھ

لم يرحمه حول ربها الاحصاء	وانت منه في على نصوص
وارثي هكذا روى العلماء	قال فيه هذا ولبي وصي
لم يرث منه ماله الاقرباء	وزعمتم بأن كل نبى
منه فليترك الهوى والمراء	هو مولى من كان مولا نصا
وبيه قد تواتر الانباء	ودعا بعدها دعاء مجابة

یہ قصیدہ ۱۲۵۳ھ راشعار پر مشتمل ہے۔

”حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں رسول خدا کی طرف سے صریح اور واضح ارشادات ہم تک ہیوچے کہ جس کو کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا۔ علماء کی روایت کے مطابق حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وہ میرا ولی، وصی اور وارث ہے۔ حالانکہ تم سوچتے ہو کہ انہیاء اپنے رشتہ داروں کے لئے اموال کی میراث نہیں چھوڑتے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح مددشاد کے مطابق: حضرت ہر اس شخص کے رہبر ہیں جس کے رسول خدا رہبر ہیں۔ لہذا اس مسئلے میں خواہش نفس اور جنگ و جدال کو چھوڑ دینا چاہئے اس کے بعد آنحضرت نے اسی دعا فرمائی جو یقیناً مستجاب ہے، یہ مطلب متواتر روایات میں منقول ہے۔“

شاعر کا تعارف

محمد بن حسن بن علی بن... بن حریری احمدی جو سبط رسول امام حسین شہید کے ہمراہ عاشورہ کے دن شہید ہوئے۔

یہ حرب عاشورہ کے دن اور رسول خدا کے ہمراہ شہید ہوئے، یہ اپنے خاندان کے لئے ظیم شرافت و بزرگی کے باñی قرار پائے، ایسا خاندان جس میں علامے دین، مذہبی شخصیتیں، فقاد ان سخن، فکر و فن کے رہبہر، نایبغہ خطاب و تالیف، ماہر فقہاء، نقل حدیث کے ائمہ، فضل و ادب کے مالک اور بر جتہ شعراء ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور متذکرہ شاعر شیخ حرمعلی ہیں جن کے محفوظ کارناے ہسفی تاریخ پر بھی شہزادہ رکھیں گے۔ ان کی وقیع اور گرانقدر کتاب ”وسائل الشیعہ“ ہے جو کئی جلدیوں پر مشتمل ہے، یہ کتاب اسلامی شریعت کی عجیب میں قطب کی حیثیت رکھتی ہے، علامے شیعہ نے اپنے بہت سے فتوؤں میں اس سے استفادہ کیا ہے اور کہا ہے اس سے استفادہ کیا ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ دودریا آپس میں مل گئے ہیں۔ بہت سے محققین ان دونوں کتابوں کی طرف رجوع کئے بغیر کوئی فتویٰ صادر نہیں کرتے۔ می ہاں اہل استنباط کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں میں موجود احادیث کی سندوں میں غور و فکر کریں۔ جس کتاب رجال میں بھی شیخ حرمعلی کی سوانح حیات مرقوم ہے اس میں مدح و ستائش کے جملوں کے ذریعہ ”وسائل الشیعہ“ کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔

ان کی گرانقدر کتابوں کے نام بھی باقی رہیں گے، ان میں بعض نیہ ہیں:

۱۔ ال آامل فی علماء جبل عامل: یہ کتاب جبل عامل اور دوسرے علماء کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

۲۔ اثبات الہادۃ بالخصوص و المجز ات: دو جلدیوں میں یہ کتاب بیش ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔
شیخ حرمعلی نے اپنے والد شیخ حسن بن علی (متوفی ۱۰۲ھ)، اپنے چچا شیخ محمد بن علی (متوفی ۱۰۸ھ)، اپنے نانا شیخ عبدالسلام بن محمد حرر، اپنے والد کے ماموں شیخ علی بن محمود عاملی، شیخ زین الدین بن

محمد بن حسن (صاحب معالم)، شیخ حسین ظہیری اور دوسرے علماء سے درس لے کر ان کے سامنے قرأت کی ہے۔

انہوں نے ابو عبد اللہ حسین بن حسن بن یوس عاطلی اور علامہ مجلسی سے نقل روایت کے اجازے لئے ہیں۔ (۱) اور جیسا کہ ان کے اجازہ میں موجود ہے، علامہ مجلسی وہ آخری انسان ہیں جنہوں نے ان کو روایت کی اجازت دی ہے۔

جن لوگوں نے ان سے اجازہ روایت (۲) لئے ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: خود حرم عاطلی، شیخ محمد فاضل (۳) بن محمد مهدی مشہدی، سید نور الدین بن سید نعمت اللہ جزاً ری (۴) کو، شیخ محمود بن عبد السلام بحرانی؛ جیسا کہ متدرک میں مذکور ہے۔ (۵)

شیخ حرم عاطلی شب جمعہ ۸ ربیع الرجب ۱۴۲۷ شہر مغلز (۶) میں پیدا ہوئے، چالیس سال تک اپنے بہترین خاؤادے کے سامنے میں تربیت پائی، وہاں سے دور تجہیج سے مشرف ہوئے، پھر انہم کی زیارت کے لئے عراق کا سفر کیا پھر ابو الحسن الرضا کی زیارت کی توفیق ہوئی اور مشہد ہی میں مقیم ہو گئے، مشہد میں اقامت کے دوران دور تجہیج سے مشرف ہوئے اور دور تجہیج ائمہ عراق کی زیارت بھی کی۔ مشہد میں انہیں شیخ الاسلام اور منصب قفاظت عطا کیا، یہاں تک کہ ۲۱ ربیع المبارک ۱۴۱۱ھ کو وفات پائی، امام رضا کے روضہ کے صحن عین میں مدرسہ میرزا جعفر کے پہلو میں پر درخاک کئے گئے، ان کی قبر مشہور و معروف اور لوگوں کے لئے زیارت گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، خدا ان کی روح کوشاد اور ان کے مزار مقدس کو نورانی فرمائے۔ (۷)

۱۔ انہوں نے اونچو کو اجازت مرمت فرمائی جیسا کہ اجازات بخاری (ج ۱۱ ص ۱۰۹ اُنبر ۱۰۰) پر موجود ہے، یہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس عقیم شخصیت کو اجازت دی ہے۔

۲۔ شیخ حرم عاطلی کے ذریعہ ان کا جازہ بخاری (ج ۱۱ ص ۱۵۲ اُنبر ۹۹) پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، یہ ۱۵۸۵ء کی بات ہے۔

۳۔ ایمیں چنانچہ اجازات بخاری (ج ۱۱ ص ۱۵۸ اُنبر ۱۰۰) پر دیکھا جاسکتا ہے۔

۴۔ متدرک ج ۳ ص ۳۹۰ ۵۔ بیتل عالی کا ایک شہر ہے گھم الجلد ان (ج ۱۲ ص ۵۵)

۶۔ ملاحظہ ہو: ال آلال ص ۳۳۸ (ج ۱۳ اُنبر ۱۵۲)؛ روضات الجبات ص ۵۳۳ (ج ۷ ص ۹۶ اُنبر ۱۵۵)

شیخ احمد بلاوی

ونست عهوداً بالحمرى سلفت ولن . . . تجائب نبیها ق نزیرها
 بالرجال لامة ملعونة لم يكفها ماسکان يوم غدیرها
 بنس العصابة من بفت و تنكبت عن دينها وتسارعت لفجورها
 یہ قصیدہ ۲۸ اشعار پ مشتمل ہے۔

”جو عہد و پیمان اس سے قبل کئے گئے تھے، انہیں فراموش کر دیا گیا، رسول خدا کے گفتار اور سفارشات کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی، یہ امت کے کتنے لائق نعمت و فخریں افراد ہیں جن کے لئے غدیر کے دن کا پیغام کافی نہیں تھا، یہ کتنے قیمع اور نابکار افراد تھے، جنہوں نے قلم کئے اور دین حق سے مخفف ہو کر فتن و فحور کی طرف پڑھے گئے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ احمد بن حاجی بلاوی۔ فاضل و ادیب و انشور اور اہل بیت کے مددوچ و شاعر ہیں، انہوں نے بہت سے مراثی کہے ہیں، کہا جاتا ہے کہ شہید کربلا امام حسین کی شان میں ہزار مراثی کہے ہیں، ان کو دو جلدیں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ انوار البدرین سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں وفات پائی۔^(۱)

۱۔ انوار البدرین (ص ۱۶۶۔ ۷۔ نومبر ۷۴)

شمس الادب یعنی

وفات وفاته

رأيت له الغدير السابر يا
جري من اجلهم بحراً أذيا
الى من ذكره يروى الصد يا
ولايته والبساه علىاً
وذاك اليوم سماه الوصيا
لقد تركوه ظهرياً نسيأ
فتى عن قتل أبناء بريها
ويحيى والذين حل الغريرا
ونكث العهد لا تلقى عصيا
من العوض الذى يروى الظميأ
غداً بالبعث بعد الموت حياً

اذا ما البرق سل عليه سيفا
على ذلك الغدير غدير دمعي
غدير طاب لى ذكراه شوقاً
غدير قد قضى المختار فيه
وقام على الانام بذا خطيباً
وانى تارك فيكم حديث
 فمن أهل السقيفة ليس يلقى
فهم سبب لسفك دماء زيد
فلولا سل سيف البغي منهم
أبا الحسين ارجو منك نهلا
اذا ماجنت يوم الحشر فى من

”جب (گمراہی) کے برق نے اپنی تواریں پر چھپی، تو غدیر نے محکم زرہ کی طرح اسے اپنے اوپر
لے لیا۔ اس غدیر کی (مظلومیت) کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بحر موافق کی طرح جاری ہو جاتے
ہیں۔ وہ غدیر جس کا تذکرہ میرے لئے شیریں اور حیات بخش ہے کیونکہ یہ اس انسان کے عشق و محبت اور

اشتیاق کو دل میں زندہ کرتا ہے جس کا تذکرہ پیاسوں کو سیراب کرنے والا ہے۔ وہ غدریکہ خدا کے منتخب رسول اسلام نے اپنے جانشین کی نشاندہی کرتے ہوئے لباس ولایت علی کو پہنانیا۔ آنحضرت لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور ایک خطبہ کے ضمن میں علی کو اپنا وصی قرار دیا۔ فرمایا: تمہارے درمیان اس حدیث کو یادگار کے طور پر چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کی خلافت کرتے ہوئے اسے بھول گئے۔ اب مسیقی میں کوئی ایسا جوان نہیں دکھائی دیتا جس کا ہاتھ رسول پاک کے فرزندوں کے قتل میں رُنگیں نہ ہوں۔ وہ زید (بن علی) اور عسکری (بن زید) کے خون بھانے کا سبب ہیں۔ یہ لوگ سرزی میں بخخت میں مدفن ہیں۔ اگر وہ ظلم کی تواریخ کی جانب نہیں کھینچتے اور عہد فٹکنی نہیں کرتے تو پھر گناہ باقی نہیں ہوتا۔ اے حسین کے والد گرامی! حوض کوڑ کا ایک جام مجھے پلا یے، اس پانی سے پلا یے جس سے پیا سے مشتا قوں کو آپ سیراب کرتے ہیں۔ اسکے بعد میں محشر کے دن موت کے بعد زندہ ہونے والوں کے درمیان وارد ہوں گا۔“ (۱)

شاعر کا تعارف

سید علی اللادب احمد بن احمد بن محمد حسنی انسی۔ (۲) یمن کے دانشور، ادیب اور عالم تھے، کافی دونوں تک پہنچی کیفیت رہی پھر امام المهدی لدین اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ جہشہ کے ابتداء میں واقع ایک جزیرہ زمیں میں جلاوطن کر دیا جائے، وہ وہاں پر قید رہے پھر وہاں میں وفات پائی۔

۱۔ یہ اشعار نسخہ الحجر (جلد ۶ ج ۱۷ ص ۶۷) سے نقل کیا ہے جسے مولی اللہ محمد بن متکل یمنی کی مدح و ستائش میں کہا ہے

۲۔ اس شاعر کے والد ”سید احمد“ کے حالات زندگی کے متعلق اس سے قبل گنگوکی گئی ملاحظہ ہے: اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر

سید علی خان مدنی

ولادت ۱۵۰۴ھ

وفات ۱۱۲۰ھ

وَغَدِيرُ خَمْ وَهُوَ أَعْظَمُهَا
وَإِذْكُرْ مِبَاہلَةَ النَّبِيِّ بِهِ
وَبِزوجِهِ وَابنِهِ لِلنَّفْرِ
وَقَرَأَ وَأَنْفَسَنَا وَأَنْفَسَكُمْ
فَكَفِيْ بِهَا فَخْرًا مَدِيْ الدَّهْرِ
هَذِيْ الْمَفَاخِرُ الْمَكَارُمُ لَا
قَعْدَانَ مَنْ لَبَنَ وَلَا خَمْرٌ
”امیر المؤمنین کے لئے سب سے عظیم افتخار غدریم میں نصیب ہوا جب امر و ولایت (جاشی رسول) کا مرتبہ ان کے پر دیکھا گیا۔

یاد کریں اس دن کو جب رسول خدا چند لوگوں یعنی علی، ان کی زوجہ اور ان کے دونوں فرزندوں کے ہمراہ مبارزہ آرائی (مباهلہ کی شکل میں) تعریف لے گئے۔ اور آئی مبارلہ (آنفسنا و انسکم) (۱) کی تلاوت کی اور اس میں علی علیہ السلام کو اپنا نفس قرار دیا، یعنی افتخار آخر زندگی تک کے لئے کافی ہے۔ یہ سب حضرت علی علیہ السلام کے افتخارات اور ان کی کرامتیں ہیں، دودھ و شراب کے جام نہیں۔ (۲)

۱۔ آل عمران: ۶۱

۲۔ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کو ان کے مغلی دیوان سے حاصل کیا۔

شاعر کا تعارف

صدر الدین سید علی خان مدفنی شیرازی، ابن نظام الدین احمد بن... بن زید شہید بن امام سجاد ریں
العابدین۔

یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس میں بھی علم و شرافت اور سیادت سے منسوب تھے، اس پاک درخت سے ہیں جس کی شاخ آسان کی بلندی پر ہے اور جو ہمیشہ اپنے شرات پیش کرتا ہے، اس درخت کی شاخیں دنیا کی تمام جگہوں میں حجاز سے عراق و ایران تک پھیلی ہوئی ہیں، آج تک اس کے شرات سے استفادہ کیا جا رہا ہے، دیکھنے والے اسے دیکھ کر خوش اور بہرہ مند ہوتے ہیں۔
متذکرہ شاعر ”صدر الدین“ زمانے کے خزانے، عالم اور بر جستہ افراد میں سے تھے جو ہر فن میں استاد اور ہر فضیلت کے علمبردار تھے، ان کے رخات قلم میں غور و فکر کرنے کے بعد اس دعویٰ کی دلیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے، پھر اس کے اثبات کے لئے دوسرے دلائل پیش کرنے کی قطعی ضرورت نہیں؛ ان کے بعض کارناے یہ ہیں:

۱۔ ریاض السالکین شرح صحیفہ کامل سجادیہ

۲۔ الکلم الطیب والغیث الصیرب (وہ دعائیں جو اہل بیت سے مردی ہیں)

۳۔ الحداائق الاندریۃ فی شرح الصمدیۃ مولف شیخ بہاء

۴۔ صدیقی کی دو دوسری شریحین (ایک متوسط اور دوسرے چھوٹی)

۵۔ رسالتہ فی اغالیط الفیر وز آبادی فی القاموس

۶۔ سلاطۃ الحصر (اپنے ہم عصر علماء کے حالات زندگی)

اس دانشور نے علم و دانش کو علمائے دین اور فضلاء سے حاصل کیا اور مختلف علوم میں ان کی مہارت سے استفادہ ہوتا ہے کہ تحصیل علم اور نقل روایت کے سلسلے میں ان کے بہت سے اساتذہ اور مشائخ تھے۔
بحار الانوار کے مولف علامہ محلیؒ سے انہوں نے روایت کی ہے خود علامہ محلیؒ نے بھی ان سے روایت کی ہے، اسی طرح صاحب معالم اور شہید ثانی کے فرزند ”شیخ علی بن فخر الدین محمد بن شیخ حسن“ (متوفی

۱۰۰۰ھ) نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

ولادت اور ان کی زندگی

سید علی خان مدینی ۱۵ ارجمندی الاول ۹۰۰ھ جمعہ کی رات کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر علم و دانش کے حصول میں مشغول ہو گئے پھر ۸۰۰ھ کو حیدر آباد ہندوستان کی طرف ہجرت کی اور ۸۳۰ھ کو سلافۃ الحصر کی تالیف کا کام شروع کیا، نسمۃ الحیر میں ان کے ہم عصر دانشور کے بقول: وہ اڑتا لیں سال تک ہندوستان میں مقیم رہے (۱) ۸۴۰ھ تک اپنے والد گرامی کے زیر پرستی میں رہے پھر اپنے والد کی وفات کے بعد بہان پور اور گزیب بادشاہ کے پاس منتقل ہو گئے۔ اور گزیب نے انہیں ایک ہزار تن سواروں کا سرپرست مقرر کیا اور خان کا لقب عطا کیا۔ جب بادشاہ احمد نگر جاتا تھا تو انہیں اور گزیب آباد کا حاکم بنا دیا تھا، اس اعتبار سے وہ کچھ دنوں تک وہاں مقیم رہے، اس کے بعد ان کو لاہور اور اس کے اطراف کا حاکم بنا دیا۔ پھر بہان پور کے دیوان کی سرپرستی حاصل کر کے دو سال تک وہاں حکومت کی، ۸۷۰ھ میں ہندوستان کے شکر میں تھے پھر انہوں نے اپنے عہد سے استثنی دے دیا اور حج اور زیارت امام رضا سے مشرف ہوئے۔ سلطان حسین کے زمانے میں ۸۸۰ھ کو اصفہان پہنچے اور کئی سالوں تک وہاں مقیم رہے، پھر شیراز واپس آ کر وہیں پر زعامت و تدریس کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ذی القعده ۸۹۰ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور مدمرہ منصوریہ (۲) کے بانی غیاث الدین منصور کے پہلو میں اور چراغِ احمد بن امام موسی بن جعفر کے حرم میں مدفن ہوئے۔

۱۔ نسمۃ الحیر (مجلد ۸ ج ۲ ص ۳۹۷)

۲۔ ان کے حالات زندگی اہل الالٰل (ج ۲ ص ۶۷۷ نمبر ۵۲۹) اور ریاض الحمام (ج ۲ ص ۳۶۳) پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

شیخ عبدالرضامقری کاظمی

وفات تقریباً مارچ ۱۱۲۰ھ

بعلی وصی وهم شهداء	فاضاعوا واصحیہ یوم خم
الله تعالیٰ الاله الاله	عن لسان الروح الأمین عن
بلغتوالله من عداک وفاء	بعلی بلغ والالما
لکم دینکم و حق الہباء	بعد ما بخیخوا و قالوا أصبحت
ثم قالوا بآمان احمد لم یو	ص و هذامنهم علیہ الفراء

”عذریم میں حضرت علیؑ کی جائشی کے متعلق رسول خداؐ کی تاکید کو لوگ بجول گئے حالانکہ وہ خود اس کے گواہ تھے۔ خداوند عالم کی طرف سے جبرئیل امین کی زبانی تمام نعمتیں اور قدرتیں انہیں سے مخصوص ہیں، یہ خطاب ہوا کہ اے رسول! علیؑ کو اپنے جانشین کی حیثیت سے نشاندہی کر دیں، اگر آپ نے یا ہم کام انجام نہ دیا تو اپنی رسالت کو انجام نہیں دیا، خداوند عالم آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگوں نے تمدیک و تہنیت پیش کی اور کہا کہ اے علیؑ! آپ ہمارے رہبر ہیں اور حقیقی ولایت آپ سے مخصوص ہے۔ حضرت علیؑ کے متعلق واضح آیت نازل ہوئی: ﴿الیوم اکملت لكم دینکم و الیوم علیکم نعمتی ۚ﴾ اور خوشحالی و سرت متحقق ہوئی۔ پھر لوگوں نے کہا: رسول خداؐ نے ان کی جائشی کے بارے میں کوئی دسمیت نہیں فرمائی ہے لیکن یہ افتر اپردازی ہے جسے دشمنوں نے رسول سے منسوب کر دیا ہے۔“

شاعر کا تعارف

شیخ عبد الرضا بن احمد بن خلیفہ ابو الحسن مقری کاظمی۔ بارہویں صدی کے بے مثال اور ان دانشوروں میں سے ہیں جنہوں نے علم و ادب کو ایک ساتھ جمع کیا ہے۔ سید ابو محمد حسن نے تکملۃ الالیں میں ان کے حالات زندگی کو کران کے علم و دانش اور فضیلت کی مدح و ستائش کی ہے، وہ لکھتے ہیں: انہوں نے ^{۱۰} احمد وفات پائی، ائمہ کی مدح میں ایک دیوان بھی ان سے منسوب ہے جو حروف المباکہ کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

علم الہدی محمد

ضیاء الرشاد بهاء الہدی امام العباد رواہ الندی
 ولی الانام بن حفص الغدیر امیر الکرام و نعم الامیر
 ”وہ راہ راست کی روشنی، ہدایت کے نور، تمام بندوں کے امام اور دعا کی طراوت ہیں، حدیث
 خدی کی دلیل اور رسول خدا کے واضح ارشاد کے مطابق وہ سب کے رہبر ہیں، وہ مہربانوں کے رہبر ہیں
 اور کتنے اچھے رہبر ہیں۔“

شاعر کا تعارف

علم الہدی محمد بن ملا محمد محسن مرتفعی کاشانی۔ بر جستہ علمی اور ادبی شخصیتوں میں سے ہیں، شریفانہ خاندان تھا، انہوں نے کمالات و فضائل کو اپنے اجداد سے میراث میں اور اپنی سی و کوشش سے بھی حاصل کیا، یہ محقق فیض کاشانی کے فرزند ہیں جو فقہ و حدیث کے علیحدہ دار، فلسفہ کی چوٹی، عرفان کے خزینہ، اخلاق کے مستحکم پہاڑ اور علوم و معارف کے سمندر تھے۔ یہ اس نابغہ روزگار انسان کے فرزند ہیں جو اپنے زمانے میں بے شش و نظیر تھا، ائمہ ایسا فرزند پیدا کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔

متذکرہ شاعر نے بھی اپنے والد کے لئے قدم پر قدم رکھا، ان کے محفوظ کارنا مے، مختلف علوم و فنون پر ان کی مہارت کی دلیل ہیں؛ ان کے کارنا موں میں یہ کتابیں شامل ہیں: کتاب مواعظ (میں ہزار

اشعار پر مشتمل ہے)؛ فہریں الوفی (وافی ان کے والد گرامی نے تحریر کی ہے)؛ وافی پر حاشیہ؛ اپنے والد کی کتاب مفاتیح الشرائع پر تعلیق۔

ہمیں ان کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہ ہو سکی۔ (۱)

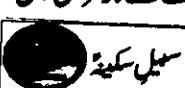
(۱) آقا طہرانی نے طبقات اعلام الشیعہ فی القرن الاین عشص ۳۸۸ پر ان کے حالات زندگی، کتابیں اور ان کے بعض فرزندوں اور ان کے حالات کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ ولادت ۹۳۰ اور وفات ۹۴۵ قمری دی ہے۔

شیخ علی عاملی

وقال فی یوم خم حین قال له جبرئیل بلغ مقلا غیر مردود
 من كنت مولا ه حقا فالوصی له مؤلی علی شاهد منهم و مشهود
 القائد الخیل فی الہیجاء مقرنة من النجائب بالمهربیة الفرد
 ”جب جبرئیل امین نے رسول خدا کو آواز دی کہ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیجئے تو آنحضرت
 نے غدریم میں فرمایا: جس کامیں رہبڑوں وہ جان لے کر یہ علی میراوصی اور جائشیں ہے اور ہر شاہد و مشہود
 اور حاضر و غائب کا مولا و آقا ہے، ان بھادروں کا حاکم ہے جنہوں نے اپنے اندر نیک خصلتیں جمع کر لی
 ہیں اور میدان کا رزار میں تیز گھوڑے پر سوار پر ہو کر اسلام کے دشمنوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔“

شاعر کا تعارف

شیخ علی بن احمد فقیرہ عادی عاملی غزوی۔ جبل عامل (۱) کی اہم شخصیت تھے جو عراق میں سکونت پذیر
 ہوئے، وہاں علم و ادب اور فضیلت میں کافی معروف و مشہور تھے۔ سعیل سکنیۃ



برجستہ استاد ”سید نصر اللہ حارنی“ کے یہاں درس لیا اور انہیں کے حکم سے اپنا شعری دیوان مرتب کیا۔

۱۔ جبل عامل کو عالمہ بھی کہا جاتا ہے، عاملہ بن سبے مسوب ہے

اس شاعر کا دیوان ایک مقدمہ، چند ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

انہوں نے بہت زیادہ سفر کیا ہے اور گذرا رش کے سلسلے میں ایران کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے شیراز اور اصفہان گئے اور وہیں پر مقیم ہو گئے، ۱۲۰۰ھ میں ایران کو ترک کیا اور نجف اشرف منتقل ہو گئے۔

شیخ علی عاملی نے امیر المؤمنین حضرت کی مدح میں طویل قصیدے اور شہید کر بلا امام حسین کی شان میں مرثیے کہے ہیں۔

مولامسیح افسوسی

ولادت ۱۴۳۷ھ

وفات ۱۴۲۲ھ

لامرة الشرع تبليغا بالان
بكل من كان من أعقاب عدنان
بخ لذاك و كان الاول الثاني
على الرسول الله باحكام و اتقان
بلغت حق رسالتى و تبيانى
نص الاله والا منطوق برهاى
قواعد العدالت عن كل ميزان
لذتك نفسى يا ديني و ايمانى
وادام ظلك ما كسر الجديدان
”جس شخص کی دینی رہبری کو رسول خدا نے میں کرتے ہوئے اس موضوع کو سب تک پہنچا دیا
اس دن تمام گروہ اور قبیلے اور نسل عدنان کا ہر شخص اسی وسیع صحرائیں موجود تھا۔ رسول خدا کے تمام اصحاب
نے اسی لئے حضرت علیؑ کو تہنیت پیش کی اور جس نے سب سے پہلے مبارک باد پیش کیا وہ ظیفہ دوم

من كان نص رسول الله عليه
يوم الجماهير في بدءه قد ملئت
وقال صحب رسول الله قاطبة
من بعد ما شدد الرحمن أمرته
وقال بلغ والا قادر انك ما
تقدمه اناس ليس عليهم
لا أضعك الله سن الدهر ان له
نصف حبك قد احييت مهتديا
و در فيضك ما دار السما و جرى

تھے (۱) جب خداوند عالم نے امت کی رہبری اور جائشی کے سلسلے میں رسول خدا کو تاکید فرمائی تو آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا: اس معاملہ کو تمام لوگوں تک یہ وچادیں ورنہ جان لیں کہ رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ لیکن جن لوگوں نے (ان کا حق غصب کیا اور) ان پر مقدم ہوئے، ان کے متعلق خدا کی طرف سے کوئی نفس وار نہیں ہوئی اور ان کے تقدیر پر کوئی دلیل بھی موجود نہیں تھی۔ خدا زمانے کوئی سے محروم رکھے اس لئے کہ اس میں ایسے قوانین رائج ہو گئے جس سے عدالت کا مفہوم ہی بدلتا کیا اور کسی بھی ترازوں سے سازگار نہیں ہے۔ آپ نے اپنی خالص محبت کے ذریعہ، ہدایت کے تمام مثلاشی کو زندہ کیا۔ اے میریادین وایمان، میری جان آپ پر قربان ہو۔ جب تک آسمان ہے، آپ کے نیضان کی پارش ہوتی رہے، جب تک گردش یہی ونہار ہے آپ کا سایہ ہمارے سروں پر برقرار رہے۔“
پورا حصہ ۹۱ راشعار پر مشتمل ہے علامہ سید احمد عطار کی کتاب ”الراقت“ کی دوسری جلد میں دیکھا جاسکتا ہے۔

شاعر کا تعارف

مل محمد سعیج، معروف بہ سیجا، ابن ملا اسماعیل فد شکوی فسوی، فارسی شعروں میں ان کا تخلص ”معنی“، اور عربی اشعار میں ”سعیج“ ہوتا تھا۔

وہ فلسفی عالم، بر جستہ حکیم، تحریفیہ، اویب شاعر اور بہترین خطیب و مولف تھے، ان کے شاگرد دشیخ علی حزین نے اپنی کتاب ”سوانح“ میں ان کی تعریف و توصیف کی ہے، اسی طرح ”نجوم السماء“ (۲)، ”فارس نامہ ناصری“ (۳) اور دوسری تمام کتابوں میں ان کا بہترین انداز میں تذکرہ کیا گیا ہے۔
انہوں نے استادِ کل ”آقا حسین خوانساری“ سے علم و دانش حاصل کیا اور بہت سے علماء نے بھی ان

۱۔ عمر بن خطاب وہ پہلے انسان تھے جنہوں نے مدیرِ حرم میں حضرت علیؑ کو مبارک بادیں کی اور وہی دوسرے انسان تھے جنہوں نے حق پاس خلافت کو کھینچتاں کر رکھنے لیا

کے سامنے شرف تلذذ حاصل کیا ہے۔

سلیمان اور سلطان شاہ جسین کی حکومت کے زمانے میں شیراز کے شیخ الاسلام تھے، ان دونوں بادشاہوں کی حکومت کے زمانے میں بہت سے بیش خلبے بھی دیئے ہیں۔

نوع (۹۰) سال کی عمر میں ۱۲۰۰ کو وفات پائی، ان کے گرانقدر کارناۓ یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔

ابن بشارۃ غروی

وقات بعد از ۱۲۸ھ

و به الخلافة قد سما مقدارها	صہر النبی أبو الائمه خیرهم
حقاً و ليس بممکن انکارها	بغدیر خم للولاية حازها
یصفی لزاجر و عظه جبارها	واذا وقى للوعظ صهوة منبر
فالواردون جمیعهم یمتارها	وبراحته تفجرت عین الندى
فیضی الفمام اذهما مهمارها	وله العلوم الفائضات على الورى
فیه العلوم تبیینت أسرارها	نهج البلاغة من جواهر لفظه
لولاہ ما عبد الالہ بارضه	یوماً ولا بخعت له کفارها (۱)

”وہ رسول خدا کے دادا دو رات کے والد محترم ہیں، انہیں کے دیلے سے خلافت نے اہمیت حاصل کی۔ غدر خم میں رسول کی ولایت وجاشنی ان کے حوالے کی گئی، یہ ان کا حق تھا، اس کا انکار قطعی ممکن نہیں پھر حضرت علی نصیحت کے لئے منبر پر تشریف لے گئے، حتیٰ دشمنوں اور کینہ تو زوں نے بھی ان کی نصیحت اور موعظت کو سنا، ان کے دو باتوں سے ایسا پاکیزہ چشمہ جاری ہوا کہ جو بھی اس چشمہ میں داخل ہوا اس سے بہرہ مند اور سیراب ہوا۔ وہ ایسے علوم و معارف کے مالک ہیں کہ ان کے بادل ہمیشہ سب پر اپنے

۱۔ ان اشعار کو شہزادہ السلاطۃ میں نقل کیا گیا ہے، قسیدہ پچاس اشعار پر مشتمل ہے

فیضان کی بارش کرتے ہیں۔ نجع البلاغہ ان کے کلمات کا ایسا گوہر ہے جس نے علوم کے راز کو آشکار کیا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ایک دن بھی زمین پر خدا کی عبادت نہ ہوتی اور کافرین کا اقرار نہ کرتے۔“

شاعر کا تعارف

ابورضا شیخ محمد علی حیقانی بھنی، موئی خاندان میں بشارۃ کے فرزند ہیں، وہ نابغہ روزگار تھے۔ یہ دنیا کے فضیلت کی نادر شخصیت اور شعر و ادب میں ماہر انسداد تھے، جنہوں نے فضل و ادب کو اپنے شاعر والد علامہ شیخ بشارۃ سے میراث میں حاصل کیا تھا، وہ بہت سے نابغہ علم اور اساتذہ بیان کے ہم عصر تھے، انہوں نے ان سے استفادہ کیا اور پھر علم و دانش اور فضیلت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوئے، چنانچہ سب نے اپنی تحسینی زبان سے ان کی تعریف و توصیف کی ہے، ان کا شمار علم و دانش کے عظیم افراد میں ہوتا ہے، ان کے شعر و ادب ان کا نام زندہ رکھیں گے، ان کے گرانقدر علمی اور ادبی کارناٹے تاریخ کے سینہ میں محفوظ ہیں جس کی وجہ سے ان کی ہمیشہ مدح و ستائش ہوتی رہے گی؛ ان میں سے بعض کارناٹے یہ ہیں:

نشوة السلاقۃ و محل الا ضاقۃ؛ شرح نجع البلاغہ؛ کتاب ریحاتۃ الْخوا

شیخ ابراہیم بلاوی

و أشهد أنه ولی علياً ولی الله للدين اهتماماً
 و صیره الخليفة يوم خم
 بامر الله عهداً والتزاماً
 هناك على المنابر حين قاما
 بحکم الله صیره اماماً
 فواخاه النبی و فی البرایا
 و عظمہ ولقبہ بوحی
 امیر المؤمنین فلن یراما
 و زوجہ البتوول لها سلام
 من الله الوصول ولا انصراما
 فکان لها الفتی کفوأ کریماً
 فاولدھا ائمۃ الکراما
 ”گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی قرار دیا، انہوں نے خدا کے ولی بن کر
 دین کی راہ میں خدمت کرنے کا حصہ ارادہ کر لیا۔ رسول خدا نے غدر خم میں خدا کی تاکید اور اس کے حکم
 سے، ان کو اپنا جانشین منتخب فرمایا، رسول محبوب کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور علیؑ کے فرزندوں میں سے تمام
 ائمہ کی تصریح فرمائی، آنحضرت نے انہیں اپنا بھائی کہا اور خدا کے حکم سے انہیں تمام لوگوں کا رہبر تباہیا۔
 ان کو اہمیت دیتے ہوئے وہی خدا کے مطابق امیر المؤمنین کا لقب عطا فرمایا، ان کے علاوہ کوئی بھی اس
 لقب کے لائق نہیں تھا اور نہ ہوگا۔ آنحضرت نے زہراؓ نے بتوول کوان کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا۔ علیؑ
 زہرا کے مثلی تھے جن کی نسل میں تُریم ائمہ پیدا ہوئے ہیں“۔ (۱)

- یہ اشعار ان کے خطی دیوان سے حاصل کئے ہیں، اسی دیوان میں غدیر سے تعلق دوسرا صدیہ بھی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابوریاض شیخ ابراہیم بلاوی بحرانی، ابن شیخ علی بن شیخ حسن بن شیخ یوسف بن شیخ حسن بن شیخ علی بحرین کے دانشور اور عالم تھے، ادبیات اور شعر گوئی میں کافی مشہور و معروف تھے۔

بعض کتابوں کے مطابق وہ انوار البذرین کے مؤلف کے جدا علی ہیں، الاقتباس والتصمین من کتاب اللہ امین ”نام کا ایک منظومہ ہے جو غالباً استدلالی ہے اور دین کے عقائد کے اثبات کے لئے لکھا گیا ہے، ان کی دوسری کتاب جامع الریاض ہے جس کے ہر روضہ اور حصے میں کسی مخصوص امام کی درج و تاثیش ہے، اسی لئے ان کو ”ابوریاض“ کی کنیت دی گئی، اسی طرح ان کا شعری دیوان بھی ہے، حروف الفباء کی ترتیب سے کئی تصاویر پر مشتمل ہے، اس میں اصول مذکونہ ”توحید، نبوت، امام، ائمہ، عدل اور معاد“ کے سلسلے میں ایک سوبتیس دو بیتی قصیدے اور ایک سو آنٹھ اشعار پر مشتمل قصیدہ سماجیہ بھی ہے۔

شیخ ابو محمد شویکی

فَلِه الشان علی کامسہ صاحب الاحسان غوثی فی مالی
 حجۃ اللہ بنص ثابت یوم خم فھو من الاه و الی
 و امیر امؤمنین المرتضی من الله العرش ربی ذی الجلال
 فی فراش المصطفی بات ولم یخش من أعدائه أهل النکال
 ”حضرت علی کامقام و مرتبہ ان کے نام کی طرح بلند و بالا ہے، وہ صاحب احسان قیامت کے دن
 میرے پناہ گاہ اور میرے فریدارں ہیں۔ غدیر خم میں رسول خدا کے صریح اور ناقابل تغیر ارشاد کے ذریعہ
 جمعت خدا کی حیثیت سے چکھوائے گئے، جوانبیں دوست رکھتا ہے خدا سے دوست رکھتا ہے، خدائے
 بزرگ و برتر اور خالق عرش کی طرف سے امیر المؤمنین ہوئے، وہی رسول خدا کے بستر پر ان کی جگہ سوئے
 اور ڈر پوک دشمنوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئے“۔

اور اسی طرح کہتے ہیں:

فَرْلَاهُ النَّبِيُّ لِلْعَبْدِ درع عن نبال الردی و للنصر آله
 و ولای من بعده لعلیٰ حیث أن قبل موته أوصى له
 و ارضاه الامام فی یوم خم فهو للخصم قاطع او صالح
 ”رسول خدا کی ولایت ایسی زرد ہے جو بندوں کو ہلاکت و بدینکتی کے تیروں سے محفوظ رکھتا ہے

اور وہ کامیابی کا وسیلہ ہے۔ رسول کے بعد علی میرے ولی ہیں کیونکہ آنحضرت نے اپنی وفات سے قبل ان سے متعلق پیتا کیا فرمائی ہے، رسول نے غدیر خم میں ان کو امام بنایا، انہوں نے دشمنوں کا قلع قمع کیا۔

شاعر کا تعارف

ابو محمد عبد اللہ شویکی خطي، ابن محمد بن حسین بن محمد۔ ادبیات، ان کے کہے ہوئے اشعار اور اس سلسلے کی فہرست میں انہوں نے قابل قدر پیش قدی کی، لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے اشعار متواتر ہوتے تھے، انگر مخصوصین کی زندگی کے متعلق انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، رسول خدا اور ان کے اہل بیت کی مدح و ستائش میں جواہر العظام نامی ان کا ایک دیوان بھی ہے، اسی طرح اہل بیت کے مراثی پر مشتمل ان کا ایک دوسرا دیوان بھی ہے جو "مسلم العبرات و رثاء السادات" کے نام سے مشہور ہے۔

سید حسین رضوی

وقات بعد از ۱۹۵۶ء

صانو النبی امیر المؤمنین ابو السبطین بباب العلوم المرتضی الشیم
 فی السر والجھر سواه و کان له ردء ایصدقہ فی الحکم والحکم
 و فیہ جاءہ عن المختار منقبة من کنت مولاہ فھو الحق فاعتصم
 ”وہ رسول خدا کے بھائی، امیر المؤمنین، حسین کے والدگرائی، اور تمام علوم کے دروازہ ہیں، ان
 کے اخلاق و کردار خدا کی نظر میں قابل قبول ہیں، پوشیدہ اور آنکھا رسول کے مانند ہیں، ان کے لئے
 ایسے ناصر تھے جو حکام اور حکمتوں میں ان کی تقدیق کرتا تھا، خدا کے شفیق رسول نے ان کے بارے میں
 یہ فضیلت بیان فرمائی کہ جس کا میں مولا ہوں یہ علی بھی اس کا برحق مولا ورہبر ہے، لہذا ایسے برحق رہبر
 سے متسلک ہو جاؤ۔“

شاعر کا تعارف

سید حسین رضوی ہندی بخطی حائری، ابن امیر رشد بن قاسم۔ ایسے برجستہ انسان تھے جنہوں نے
 اپنے علم کو ادب ناب کے ساتھ جمع کیا، ایسے تابغہ تھے جو اپنے بلند و پاکیزہ خاندان کے ساتھ اپنے بے پناہ
 علم اور شعر کے ذریعہ صدف میں موتی کی طرح پچکے، وہ بلند مرتبہ عالم، ادیب و ناقہ اور ایسے انسان تھے

جس کی ایک فضیلت اسے دوسرے فضائل و مناقب اور کرامتوں کی جگجو سے باز نہیں رکھتی تھی۔ ان کے والدہ ہندوستان سے نجف لائے، وہیں پڑھیل علم میں مشغول ہو گئے، کئی سالوں بعد امام شہید اور کربلا میں معلیٰ کی زیارت کی غرض سے نجف کو ترک کیا اور منفرد استاد سید نصر اللہ حائری سے کسب فیض کیا۔



انہوں نے کربلا میں معلیٰ میں ۱۱۵^ع اور ۱۱۰^ع کے درمیان وفات پائی۔ اس شاعر کی زندگی کے بعض کوشے اور ان کے متعلق علمائے دین کے ستائی جملے اعیان الشیعہ کی ۲۶ ویں جلد میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ (۱)

۱۔ اعیان الشیعہ ج ۳۶، ۳۷، ۵۷ (ج ۹ ص ۱۵-۱۸)

سید بدر الدین

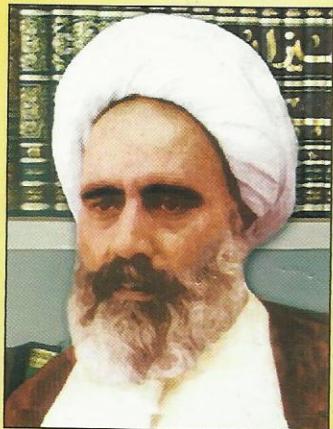
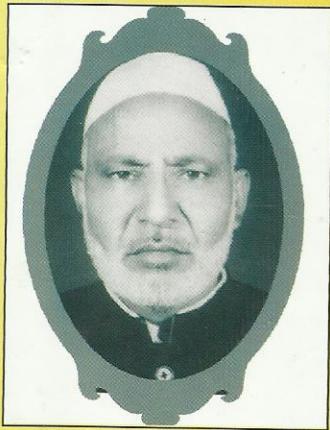
ولادت ۱۲۱۴ھ

بِاللَّهِ بِاُورقِ انْشَدَوْتُ عَلَى
 وَانْ رَأَيْتَ السَّحَابَ هَامِيَةً
 فِيْهِ رَمَسٌ مَطْهَرٌ هَبَطَتْ
 لِيْهِ الْإِمَامُ الْوَحْشَى حِيدَرَةً
 فِيْهِ شَقِيقُ الرَّسُولِ شَافِعًا
 لِيْهِ أَخْرَهُ وَمِنْ فَدَاهُ عَلَى
 فِيْهِ الَّذِي فِي الْفَدِيرِ عَيْنَهُ
 سَفُوحُ سَلْعٍ فَدُونَ السِّجْفِ
 فَقْلٌ مَرَامٌ الْمَوْلَعُ النَّجْفِ
 عَلَيْهِ أَمْلَاكٌ مِنْ لَهُ الصَّفَحُ
 مَوْلَى الْبَرَاءِيَا وَمِنْ لَهُ الشَّرْفُ
 وَنَفْسَهُ اَنْ تَوْسِطَ الْطَّرْفُ
 فَرَاهُهُ اَنْ رَوَّا وَانْ حَرَفُوا
 وَبَخْجُ الْقَوْمِ فِيْهِ وَاعْتَرَفُوا
 ”اے کبوتر! اگر چاہتا ہے تو پہاڑوں کے ڈگاف میں آواز لگا، میں تمہیں ان کے مقابل پر دکھنے
 کے سلسلے میں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ اگر دیکھو کہ بادل اٹک بارانی کر رہے ہیں تو کہہ دو کہ انہیں ایسے
 انسان کی زیارت کی آرزو ہے جو نجف کی سر زمین میں آرام فرمائے ہے ہیں۔ وہاں ایسی پاکیزہ مٹی ہے
 جہاں اس خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں جس کے لئے آسمانی کتابیں ہیں۔ وہاں شیر خدا، شریف
 انسان اور ایسا امام آرام کر رہا ہے جو رسول کا وصی اور تمام خلوقات کا رہبر ہے، وہاں دوست، بھائی اور

نفس رسول سورا ہے، یہی گوشہ چشم سے ہماری شفاقت کریں گے، وہاں بھائی اور وہ انسان مدفون ہے جس نے اپنی جان رسول پر قربان کر دی، چاہے اس فضیلت کو بیان کیا جائے یا تحریف کی جائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں وہ انسان ہے جسے رسول خدا نے غدیر کے دن اپنا جانشین مقرر فرمایا، اس دن تمام لوگوں نے تحریک و تہبیت پیش اور ان کے منصب کا اقرار کیا۔

شاعر کا تعارف

بدر الدین محمد بن حسین بن منصور بالله قاسم بن محمد حنفی صنعتی۔ یہ مکتبہ عظیم دانشوار اور نیک انسان تھے، انہوں نے مختلف علوم حاصل کئے، علم کلام، طب اور ادب و شعر پر مکمل مہارت حاصل تھی، ان کی کئی گرانقدر کتابیں ہیں جن میں سے ایک علم کلام میں ایک رسالہ ہے، ان کے اساتذہ میں علامہ شیخ صالح بحرانی مقیم ہندوستان اور فاضل حکیم محمد بن صالح جیلانی مقیم سکن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ صفحہ ۲۰۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ہم نے ان کے حالات زندگی اور اشعار کا خلاصہ نہ صرف اس ستر سے تقلیل کیا ہے۔ (۱)



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۲۴ھ

وفات: ۱۴۲۲ھ / ۱۹۰۲ء براطیش، انگریزی

کتاب "الغدیر" زمانہ طالب علیٰ ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدد و ہزار بیدار کرنے لگا تھا کہ اس علیٰ اور تحقیقی کتاب کو ارادہ جسمی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی گنجائی کے پیش نظر خاموشی پیدا ہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت و مشقت اور کوششوں کے دریم مرح عالی قادر آیہ اللہ العظیم ناصر مکار شیرازی دامت برکات کی وجوہت پارایاں آئے تو مظہر نے بر صیر کے حاس موضوع کو منظر کھٹھ کھٹھ ہوئے تھوڑی تخفیض کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حاس موضوع کے دیکھتے ہوئے "منیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً ثابت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قل، دیہات کی زندگی میں مسالک و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جملوں کا ترجمہ کر کذا الاتھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں مختصر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نامساعد ہوتے چلتے گئے اور دوسروں جملوں کی طباعت کی نوبت نہ اسکی نیزرو جملوں (چھٹی اور گیارہوں) حالات کی ستم ظرفی کی نذر ہو گئیں، جس کی تحریک کا فریضان کے فرزند "مولانا سید شاہد بمال رضوی" نے نکسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

حضرت علامہ عبدالحسین الائمی النجفی (طاب ثراه)

ولادت: ۱۳۲۵ھ

وفات: ۱۴۲۹ھ / ۱۹۰۹ء

"الغدیر" گیارہ جملوں پر مشتمل یہ کتاب اگلے بھگ ۱۳۲۵ھ صفحات پر پہلی ہوئی تحقیقی تصنیف کی داد دیتی ہے، یقول شہید مرتضی مطہری: "یہ کتاب تمام زیر آگیں پر دیکھنے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی مطلق پر استوار ہے، تثیق پر لگائے گئے تمام انتہامات پر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیٰ اور تمام آئین طاہر (علیهم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین میانیاں کیا ہے۔ یہ پڑھنے کے بعد ہر شخص اعزاز حق پر بمحروم جاتا ہے۔"

ای لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی اگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کیلائی طلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلام مصري کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی تصنیف کیوں نہ ہو جب کی علامہ میں نے اس کی تالیف و تحقیق میں رسول رحمتیں بروادشت کی ہیں اور صرف تحقیق موافراً ہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر غلوص کا وصول کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی تیثیت سے "کتاب الغدیر" افیش پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کلِستاراہ ۷۷ پبلی کیشنر لاہور